كبريت احمر

ملحقة

كشف الحيل

يريدون ليطفئوا نور الله بافواههم والله متم نوره ولو كره الكافرون

الحمد للہ والمنہ کہ ابوالآمنہ خادم بھیروی مرزائی نے جو رسالہ مسمیٰ بہ "تحقیق واقعات کربلا" لکھا تھا جس میں نامبردہ نے کوئی دقیقہ توہین اہلبیت طاہرین فخر المرسلین خصوصًا جناب امیرالمومنین وحسنین علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اُن کے شیعوں کی مذمت کا اُٹھا نہیں رکھا تھا اُسی کے جواب میں کتاب مستطاب ہذا

مسمیٰ بہ

کبریت احمر

ملقب بہ

کشف التحجیل

مولفہ

زبدۃ الکرام الانجاب شجر گلشن سیادت ریحان بستان شرافت عالیجناب مولوی سیّد غلام قاسم صاحب قبلہ کھجوی مدظلہ العالی مولف عقد ثریا و توضیح الخطبتین وغیرہ۔

حسب فرمائش شمع دودمان کرم مہر درخشان ہمم عالیجناب سید شبیہ احمد صاحب نقوی ادام اللہ فیوضہ

مطبع صالح کھجوہ ضلع سارن میں محمد پرنٹر سلمہٗ نے چھاپا
ناشر سیّد جعفر نوشاہ نے شائع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صورۃ ما کتبہ مقرضاً علی ھذا الکتاب المستطاب المفیض کالسحاب السید الفقیہ والحبر النبیہ- وارث علوم اہلبیت علیہم السلام مہبط فیوض اللہ الملک العلام ملاذ الانام معاذ الایتام حجۃ الاسلام کاشف الظلام نور الانوار قمر الاقمار قدوۃ الابرار قائد الاخیار بدر الدجی شمس الضحی مولانا و مولی الزمن جناب شمس العلماء السید نجم الحسن لازالت شموس فضلہ بازغۃ واقمار افادتہ طالعۃ

باسمہٖ سبحانہٗ

کتاب مستطاب لاجواب جس کا نام کبریت احمر ہے اور جناب معلی القاب جناب سید غلام قاسم صاحب دام افادتہ کی تصنیف منیف ہے- اُس کے مطالعہ سے میں بھی مشرف ہوا نہایت پر زور تحریر ہے- مصنف ممدوح نے دین حق کی نصرت فرما کر اہل ایمان پر احسان کیا ہے- خداوند عالم ممدوح کو اجر جمیل عطا فرمائے-

نجم الحسن عفی عنہ بقلمہ

ملخص تقریظ

(چکیدۂ قلم افادت وافاضت شیم قدسی سمات ملکی صفات الجامع بین رتبتی العلم والعمل عین الاجلۃ الاعلام زین الحاجۃ الکرام حاج الحرمین جناب مولانا محمد اعجاز حسین صاحب دام اللہ برکاتہ مشتہرہ اصلاح ۵ جلد ۳۱)

حمد بیحد اُس ذات احدی و سرمدی و بے ہمتا کیلئے مخصوص ہے جس نے اپنے دین پسندیدہ کو ایسی ذات جامع صفات حمیدہ وصاحب کمالات ملکوتیہ و بشریہ- منزل وحی ربانی- مہبط کتاب آسمانی- سراج اولین و آخرین خاتم الانبیاء و مرسلین کے ذریعہ سے کامل فرمایا- جنکے بعد دروازۂ نبوت و رسالت بند اور سلسلہ وحی الٰہی قطع ہوگیا- جن پر ہر روز بلکہ ہر لحظہ ہزاروں درود اور لاکھوں سلام نچھاور ہوتے ہیں-

مبارک ہیں وہ ہستیاں جو نشر فضائل اہلبیت رسالت میں سرگرم ہیں- مستحق دعا ہیں وہ مجاہدین فی سبیل اللہ جو کمر ہمت باندھے

سیف قلم ہاتھ میں لئے ہوئے عترت النبی کیطرف سے اعدائے اسلام کے جارحانہ حملے دور کر رہے ہیں۔ میری جان فدا ہو جائے ان باایمان افراد پر جو میرے امام غریب و بیکس و شہید بھوکے پیاسے کی زبان و قلم سے مدد کرتے ہیں۔

میں اسوقت خاص طور سے عالیجناب معلے القاب شجرۂ گلستان سیادت گل بوستان نشر اسباق مضامین مناظرہ مقدام میدان مجاہدہ جناب مولٰنا سید غلام قاسم صاحب صبا دام مجدہ ساکن کھجوا ضلع سارن کو دعا دیتا ہوں کہ آپنے رسالۂ بھیروی کی رد لکھکر کتاب دشمن کا سیف قلم سے بند بند جدا کر دیا ہے۔ درحقیقت کبریت احمر ایک کمیاب معدن ہے اسیطرح یہ کتاب بھی بے نظیر ہے۔ میں نے اس کتاب کو اول سے آخر تک لفظ بلفظ پڑھا اور بغور مطالعہ کیا ہے۔ میرے نزدیک یہ کتاب بھیروی کتاب کی رگ حیات قطع کریگی۔ ناظرین کو اچھا خاصہ مناظر بنا ئیگی۔ اس کتاب کا ناظر کبھی شکوری اور خادمی تلبیسات شیطانیہ اور تدلیسات مناطیہ و وساوس خناسیہ سے دھوکا نہیں کھا سکتا۔ یہ کتاب مذہب اثنا عشریہ کی حفاظت کیلئے طاقتور سپاہی ہے۔ یہ کتاب جس طرح رسالۂ بھیروی کا جواب باصواب ہے اسیطرح رسالۂ قاتلان حسین کیلئے بھی تازیانہ لعنت ہے۔ بلکہ ہر ناصبی کیلئے خاردار درۂ نفرین ہے۔ جتنے الزامات خادم صاحب نے مذہب شیعہ پر کئے تھے ان سب کا استیصال ہو گیا۔ مولف ممدوح نے ثابت کر دیا ہے کہ معاویہ والی شام کے حکم سے زیاد بدنہاد نے چن چنکر محبان علیؑ کو قتل کیا تھا۔ جو شخص تشیع کے ساتھ متہم ہوتا تھا اس کو سولی دیجاتی تھی شیعیان امیر المومنین سے کوفہ خالی ہو گیا تھا چند مستضعفین باقی رہگئے تھے جنکو ابن زیاد نے قید کر دیا تھا جنکی رہائی حادثۂ کربلا کے بعد ہوئی جن پر حق کامل طور سے واضح ہوا جنھوں نے انتقام خون حسینؑ آنجناب کے قاتلوں سے لیا۔ اور پکے محبان اہلبیت ہو گئے۔

جن اشقیاء امت نے خطوط بھیجے تھے کہ ہم امام نہیں رکھتے ہیں۔ تشریف لائیے شاید امر حق آپ کی وجہ سے ہم پر ظاہر ہو جائے درحقیقت اگر یہ لوگ شیعہ ہوتے نہ یہ اشقیا بے امام ہوتے اور نہ امر حق ان پر مشتبہ ہوتا۔ ان کو شیعہ لکھنا اور تشیع کیطرف منسوب کرنا شیطنت اور خباثت ہے جو موجب صد لعنت ہے۔ جس کو اس کتاب ممدوح نے اچھی طرح واضح کر دیا ہے۔ خداوند عالم بحق طٰہٰ و آل طٰسین اس کتاب مبارک کے مطالعہ کی ہر مومن کو توفیق عطا فرمائے۔ مولف اور ان کے برادر اصغر جناب سید غلام اصغر صاحب کو جزائے خیر عنایت کرے کہ ان دونوں کی محنت شاقہ سے یہ کتاب تیار ہوئی ہے۔ مجھے جناب مولف صاحب سے کسی قسم کا ذاتی تعارف حاصل نہیں ہے۔ میں نے جو کچھ لکھا اس کا سبب اس کتاب کی اہمیت و حقانیت ہے۔ والسلام علی مولفہ وعلینا وعلی عباد اللہ الصالحین۔

"الراقم الآثم خادم الطلبہ الحاج محمد اعجاز حسین بدایونی مدرس ناظمیہ کالج ۱۱ ربیع الاول روز جمعہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۹ ستمبر ۱۹۲۷ء"

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على خير خلقه محمد وآله الطيبين الطاهرين
واصحابه المنتجبين — قد قال ابو الامنه الخادم البهيردي المرزاني ان الشيعه افسدوا
في الدين واني احد من شيعة علي عليه السلام واقول اللهم العن الذين خالفوا
امرك وانكروا وحيك وعصوا رسولك وقلبوا دينك وحرفوا كتابك واحبوا
اعدائك وعطلوا احكامك وابطلوا فرايضك وعادوا اوليائك ووالوا اعدائك
وخربوا بلادك وافسدوا عبادك وخربوا بيت النبوة واستاصلوا اهله وابادوا
انصاره وقتلوا اطفاله ونهبوا منبره من وصيه ووارث علمه وجحدوا امامته اللهم
العنهم بعدد كل منكر اتوه وحق اخفوه ومنبر علوه ومؤمن ارجوه ومنافق ولوه وولي
اذوه وطريد اووه وصادق طردوه وكافر نصروه وامام قهروه وفرض غيروه
واثر انكروه وشر اثروه ودم اراقوه وخبر بدلوه وكفر نصبوه وارث غصبوه وباطل
اسسوه وجور بسطوه ونفاق اسروه وغدر اضمروه وظلم نشروه ووعد اخلفوه وعهد
نقضوه وحلال حرموه وحرام احلوه وعن بزاخ لوه وذليل اعزوه وحق منعوه وكذب
دلسوه وحكم قلبوه وامام خالفوه — اما بعد فيقول اصغر العباد السيد غلام قاسم بن سيد

جواد حسین مرحوم طاب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ متوطن موضع کھجوا ضلع سارن۔

وجہ تالیف

گذارش کرتا ہے کہ عرصہ ہوا ابوالآمنہ خادم بھیروی نے جو مرزا غلام احمد قادیانی کی امت سے ہیں ایک مختصر رسالہ مسمی "بہ تلک عشرۃ کاملۃ" بطور سوال وجواب کے لکھا تھا یعنی خود سوال کیا تھا اور خود اپنے مطلب کے مطابق جواب دیا تھا۔ سوالات انکے ویسی ہی تھے جیسے سات سوالات شیطان کے (دیکھو شہاب ثاقب) اتنا فرق ہوا کہ شیطان سے اُنے تین نمبر بڑھا دیئے۔ بہرکیف اُس رسالہ کا جواب کافی برادرم سید غلام اصغر سلمہ نے ایک رسالہ مسمی "عشرۂ مبشرہ" لکھ کر دیا جو مطبع اصلاح کھجوا میں چھپکر شایع ہو چکا ہے۔ الحال ابوالآمنہ مذکور نے دوسرا رسالہ "تحقیق واقعات کربلا" کے نام سے لکھ کر شایع کیا ہے جس میں ظاہرا سنّی بنکر درمیان شیعہ و سنّی کے مفسدہ پردازی کیا ہے حالانکہ اپنے مرزا صاحب کو شیخین پر ترجیح دیتا ہے جو تمام تر مذہب اہل سنت کے خلاف ہے شیخین کو خاطی اور مرزا صاحب کو معصوم اور نبی اور مسیح مانتا ہے جو تمام تر دین اسلام کے خلاف ہے۔ مرزا صاحب کو مسیح موعود نہ کوئی مسلمان مانسکتا ہے نہ عیسائی۔ یہ شخص اسلام کے پردہ میں حقیقتاً دین قادیانی جاری کرنا چاہتا ہے سنی شیعہ میں اگر اختلاف ہے تو خلافت کے متعلق جو اہلسنت کے نزدیک فروعات سے ہے نبوت باتفاق فریقین اصول دین سے ہے اور ہمارے حضرت صلعم خاتم النبیین ہیں۔ قادیانی مرزا صاحب کو بعد آنحضرت کے نبی بنا کر نبوت میں رخنہ ڈالتے ہیں کوئی مسلمان اپنے اصول پر قائم رہکر مرزا صاحب کو نبی یا مسیح یا مہدی نہیں مان سکتا ہے ابوالآمنہ نے ظاہرا سنّی بنکر جیسی زبان درازی اور دریدہ دہنی خدا و رسول ص و ائمہ طاہرین خصوصاً حضرت علیؑ اور حسنین علیہم السلام کی شان میں کی ہے جسکو کوئی سنّی بھی نہیں پسند کرسکتا اور واقعات کو جسطرح عجیب حرفت کے ساتھ غلط پیرایہ میں لکھا ہے اُس کو دیکھکر مومنین مضطر ہو گئے اور اس کا جواب لکھنے کے لئے خطوط بھیجے بنا برآں و نیز بوجہ اصرار

بعض احباب واعزہ جواب لکھنا پڑا چنانچہ باوصف علالت وضعف بصارت کہ کتابوں کے دیکھنے سے مجبور ہیں باعانت برادرم موصوف وتائید خداوند رؤف رسالہ ہذا میں ابوالآمنہ کے لفظ لفظ کا جواب شافی وکافی بطرز جدید عقلی ونقلی دلائل ساطعہ وبراہین قاطعہ سے بحوالہ کتب سماوی ومعتبر کتب اہلسنت ومورخین یورپ دیا گیا ہے اور جملہ اعتراضات کی کامل رد کیگئی ہے شیعوں کی کتابوں سے مثل جلاء العیون۔ مجالس المومنین۔ ناسخ التواریخ۔ کافی۔ فروع کافی۔ صافی۔ تفسیر صافی۔ کتاب من لا یحضرہ الفقیہ۔ حیوٰۃ القلوب۔ مہیج الاحزان وغیرہ سے روایتیں اور حدیثیں نقل کرکے جو ابوالآمنہ نے مغالطہ دینا چاہا تھا اس کا انکشاف باحسن وجوہ کر دیا گیا ہے تاکہ پھر کسی کو جرأت ایسے واہی تباہی اعتراضات کی نہ ہو۔ اس کتاب کے لکھنے میں سخت دشواری یہ تھی کہ چونکہ ابوالآمنہ کو تحریر کا سلیقہ نہیں ہے ایک ہی بات کو بکرّات ومرّات لکھ کر اپنے رسالہ کا حجم بڑھاتے چلے گئے ہیں ہم کو بھی ہر مقام پر علٰحدہ جواب دینا پڑا ہے اور ہر ایک جواب جداگانہ طور پر ہے جسکو دیکھ کر انشاءاللہ ناظرین بہت محظوظ ہونگے۔ کوئی اعتراض اُنکا فروگذاشت نہیں کیا گیا ہے۔ ابوالآمنہ کی عبارتوں کو بجنسہ نقل کرکے اُس کا جواب اُسی کے ذیل میں مطابق اُن کے عنوان کے علٰحدہ علٰحدہ دیا گیا ہے اصل منشاء رسالہ زیر جواب کا عزاداری حسینؑ کو بند کرنا اور دین حقہ میں جو مثل آفتاب کے روشن ہے اُس میں اپنی کیادیوں سے ظلمت پھیلانا مقصود ہے۔ پس کتاب ہذا میں دشمن عیّار کے حیلوں اور مکاریوں کا انکشاف اور معاویہ شاہی چالوں کا پردہ چاک کیا گیا ہے اور تائید میں عزاداری امام حسینؑ کے جو اسلام کے حق میں اکسیر اعظم ہے یہ جواب لکھا گیا ہے اسلئے اس کتاب کا نام ہم نے کبریت احمر ملقب بہ کشف الحیل رکھا ہے۔

ایک پُر لطف سوال

ابوالآمنہ نے اپنے رسالہ زیر جواب کے اختتام پر اپنا پتہ اس طرح لکھا ہے "ابوالآمنہ خادم حسین خادم بھیروی احمدی" جسکو

دیکھ کر سخت حیرت ہوئی۔ کیونکہ شناخت کے لئے نام اور سکونت لکھنا کافی تھا۔ اگر اُن کی دانست میں سکونت کا پتہ شناخت کے لئے کافی نہ تھا تو اپنی ولدیت بھی لکھدیئے ہوتے۔ بیٹی کے نام سے شناخت کرانا اور باپ کا نام نہ ظاہر کرنا چہ معنی دارد!!!

کفریات بھیروی آپ کے ایسے نافہم آدمی سے معصومینؑ کی شان میں گستاخانہ کلمات لکھنا مثلاً "امام بھی عجب امام تھے" جیسا کہ آپ نے اپنے رسالۂ زیر جواب کے صفحہ ۲۲ میں لکھا ہے "حرام و حلال میں تمیز نہ کرنا" جیسا کہ صفحہ ۵۴ میں لکھا ہے "خلافت کیلئے اُن ہی شیعوں کے سابقہ وعدوں پر لڑنے مرنے کو تیار" جیسا کہ امام حسینؑ مظلوم کی شان میں صفحہ ۵۰ میں لکھا ہے۔ پھر اُسی صفحہ میں ہے کہ "امام حسینؑ علیہ السلام نے دین اسلام اور اپنے خاندان کا کیا سنوارا"۔ "امام کے لئے مسیح ناصری کی طرح سر چھپانے کی جگہ بھی نہ تھی" جیسا کہ صفحہ ۵۲ میں لکھا ہے "کیا قیامت کے دن مسلم خود امام اور ساتھ ہی کوفیوں کا دامن نہ پکڑینگے" جیسا کہ صفحہ ۶۳ میں لکھا ہے "امام کی نصرت کے وقت خداوند کریم کا علم نعوذ باللہ معطل ہوگیا یا ملائکہ کو کرۂ زمہریر کو عبور کرتے ہوئے جاڑہ لگنے کا اندیشہ ہوگیا تھا" جیسا کہ صفحہ ۱۰۲ میں لکھا ہے "ان (امام حسینؑ) کے خیال میں ان کی ذاتی شجاعت کو بٹہ لگتا تھا تو اس بٹہ کو خود رسول صلعم اور صحابۂ کرام بحکم خداوند کریم پہلے منظور فرما چکے تھے" جیسا کہ اُسی صفحہ ۱۰۳ میں لکھا ہے اور نیز دیگر کلمات تو ہیں اکثر مقامات پر لکھ کر آئمہ معصومینؑ و ختم المرسلینؐ و صحابۂ کرام و خداوند کریم و ملائکہ کے ساتھ استہزا کیا ہے۔ کوئی جائے تعجب نہیں ہے۔ بہرکیف سب کا جواب اپنے اپنے موقع پر دیا جائیگا۔

اب یہاں سے ابوالآمنہ صاحب کے مضامین اور ہر مضمون کے ذیل میں اُس کا جواب شروع کیا جاتا ہے۔

نوٹ ناظرین۔ ابوالآمنہ کے یہ جملے خاص قابل لحاظ ہیں۔

مضمون ابو الآمنہ خادم بھیروی

(یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم)

تمہید

شیعہ اور سنّی میں مابہ الامتیاز

فریقین شیعہ و سنّی پر بخوبی روشن ہے کہ اہل اسلام کس طرح صدق دل سے حضرت عیسی علیہ السلام کو خدا کا برگزیدہ اولوالعزم نبی مانتے ہیں اور اُن کی والدۂ ماجدہ حضرت مریم صدیقہ علیہما السّلام کی کہاں تک توقیر کرتے ہیں لیکن ایک عیسائی کا دل ہرگز ٹھنڈا نہیں ہوتا جب تک اسکی طرح حضرت عیسیٰ کو نعوذ باللہ خدا کا اکلوتا اور پلوٹھا بیٹا بلکہ عین خدا نہ مانا جائے - اسی طرح شیعہ صاحبان ناواقف نہیں کہ اہلسنت حضرت علیؓ اور دوسرے آئمہ کرام اور اہلبیت کی کہاں تک تعظیم کرتے ہیں لیکن وہ اسے ایکدم کے لئے بھی امر واقعہ باور کرنے پر آمادہ نہیں جب تک مثل شیعوں کے جناب علی رضی اللہ عنہ کو حاجت روا اور مشکلکشا نہ مانا جائے اور اُن کو ایک گونہ شان الوہیت سے بھی ممتاز نہ تسلیم کیا جائے - میں علیٰ وجہ البصیرۃ کہتا ہوں کہ جس طرح اہل اسلام و نصاریٰ میں ایک حد تک مابہ الامتیاز عقیدہ الوہیت و بشریت مسیح ہے اسی طرح شیعہ مذہب کا اصل اصول بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں یہی غالیانہ عقیدہ ہے اور یہی ایک امر ان کو عام ملت اسلام سے ممیز کر دیتا ہے اور بس! اگر نصاریٰ عقیدۂ الوہیت مسیح اور شیعہ غلو جناب علیؓ سے دست بردار ہو جائیں تو اہل کتاب اور ملت اسلام میں آج عالمگیر اتحاد پیدا ہو جائے اور شیعہ و سنّی بھی سچے دل سے باہم شیر و شکر ہو جائیں - جس طرح عام ملت اسلام میں یہ امر مسلم ہے کہ نصاریٰ باوجود غلو محبت حضرت عیسیٰ سچے عیسائی نہیں ہیں اسیطرح انشاء اللہ اہل انصاف پر مثل آفتاب نصف النہار روشن ہو کر رہیگا کہ شیعوں کا ہیچو قسم دعوے محبت اہلبیت

بھی برائے نام ہے اور ان کو ہرگز مفید و سود مند نہیں۔ اس رسالہ کے مطالعہ کے بعد امید نہیں کہ کوئی عقلمند شیعہ رافضی عوام کی طرح اپنے آپ کو فخریہ شیعہ علیؓ ظاہر کرے کیونکہ ایک قوم کا نام ہر چند بظاہر اچھے معنی رکھتا ہو مگر اس قوم کے قابل نفرت اعمال و شرمناک حرکات سے وہ نام مذہبی دنیا میں متروک ہو جاتا ہے جیسا کہ قوم یہود کا نام ہر چند اپنے لغوی معنوں سے پسندیدہ وضع کیا گیا تھا لیکن یہودیوں کی بداعمالی سے اب یہ نام ایسا مکروہ ہو گیا ہے کہ کوئی ہدایت یافتہ قوم اس نام سے اپنے آپ کو موسوم کرنا گوارہ نہیں کر سکتی۔ پھر جس طرح بغیر عیسائی یا مسیحائی یا نصرانی کہلانے کے اہل اسلام حضرت عیسیٰؑ کے سچے تابعدار ہیں اسی طرح بغیر شیعہ کہلانے کے بھی ایک مومن مسلمان بفضلہ تعالیٰ منجملہ غلامان جناب علیؓ و تابعداران حضرات آئمہ کرام و خدام اہلبیت عظام سے ہو سکتا ہے۔ اس تمہید میں جو شیعہ اور نصاریٰ کو ملا کر بار بار ذکر کیا گیا ہے وہ کسی تعصب کی بنا پر مبنی نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آئمہ اہلبیت کی زبانی خود کتب احادیث میں مروی ہے کہ خلفائے محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشابہ و مثیل ہیں خلفائے عیسیٰؑ علیہ السلام کے وہ بھی بارہ تھے یہ بھی ہیں اور یہ کہ جناب علی رضی اللہ عنہ حضرت مسیح کی سنت پر امام مبعوث کئے گئے ہیں عن ابی جعفر علیہ السلام قال ان اللہ ارسل محمدا الی الجن والانس وجعل من بعدہ اثنا عشر اوصیاء منہم من سبق ومنہم من بقی وکل وصی جرت بہ سنۃ والاوصیاء الذین من بعد محمد علی سنۃ اوصیاء عیسیٰ وکانوا اثنا عشر وکان امیر المومنین علیہ السلام علی سنۃ المسیح۔ اصول کافی معہ شرح صافی کتاب الحجۃ باب ۱۳۲ ما جاء فی الاثنا عشر حدیث نہم وصفحہ ۳۳۵ وشارحین حدیث نے اس کی یہ وجہ ظاہر کی ہے کہ ائمہ کرام کو حضرت رسول اکرم صلعم نے حدیث مذکور میں اسواسطے مشابہ خلفائے عیسیٰ فرمایا اور مشابہ خلفائے موسوی نہ فرمایا کہ خلفائے

موسوی سب صاحب سلطنت ہوگذرے برخلاف اُسکے خلفائے عیسوی سب محکوم ومظلوم تھے۔تعجب ہے کہ آئمہ اہلبیت کے حق میں جہاں روافض نے ادعائے محبت میں نصاریٰ کیطرح غلو کیا یہود کیطرح اُن سے بدسلوکی اور دھوکہ بازی میں بھی کمی نہیں کی ہے اور حضرت رسول صلعم نے جو بار بار فرمایا کہ عنقریب تم سے یہود و نصاریٰ کے کرتوت سرزد ہونگے اور ان ہی کے قدم بقدم چلو گے سو اس بدبخت گروہ کو مہاجرین وانصار کے مقدس گروہ میں تلاش کرنا اور ان کے خلوص ایمان پر بدگمانی کرنا شیعہ کی سخت غلطی ہے۔ اگر وہ ذرا نظر انصاف سے بغور ملاحظہ کرینگے تو یہود و نصاریٰ کا ہمرنگ گروہ انکو اپنے پاس پڑوس ہی سے ملجائیگا جس نے اپنے ناکردنی افعال سے یہود ونصاریٰ کو بھی مات کردیا اور یوں حضرت مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشینگوئی کی آپ ہی تصدیق کردی۔اس فتنہ پسند گروہ نے حب اہلبیت کے لباس میں سب سے پہلے شیعوں کو رفض کی تعلیم دیکر رافضی بنایا اور ان ہی ساحروں نے اسلام کی پاک اور سیدھی سادی تعلیم کو ناقص تبلا کر نئے نئے عقاید داخل کرکے مجموعہ چیستان بنادیا اور ان ہی خانہ برانداز جماعت نے ایک طرف خلفائے راشدین کی تضلیل وتذلیل پر کمر باندھی تو دوسری طرف خاندان نبوت سے متمسک ہوکر محبت کے پردہ میں ان کو حریفوں کے ہاتھ سے تمام عمر خوار وذلیل رکھا۔یہ حالت دیکھ کر اس گروہ کو حسب مذاق زمانہ موجودہ ملت اسلام کا انارکسٹ گروہ کہنا چاہیے جسکا بانی مبانی عبداللہ بن سبا تھا۔یہ شخص دراصل بقول مورخ روضۃ الصفا صفا کے یہودیوں کا راہب تھا حضرت عثمان کے زمانۂ خلافت میں مدینہ میں کسی بڑے منصب اور ممتاز عہدے کی لالچ میں آیا لیکن ناکام رہا اور حضرت عثمان کے برخلاف لوگوں کو بھڑکانے کے لئے مصر میں چلا گیا تھا۔تاریخ روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۲۶۹

عبداللہ ابن سبا اسی ابن سبا کی نسبت میں نے ایک شیعہ فاضل کی کتاب میں

دیکھا ہے کہ شیعہ کے غالی گروہ کا جو جناب علیؑ کو ہی خدا مانتے ہیں یہی سرگروہ ہوا ہے
چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ فرقۂ سبائیہ کا سرگروہ عبداللہ ابن سبا ہے وہ لعین جناب
امیرؑ کو خدا جانتا ہے۔ اول یہ شخص یہودی تھا پھر بظاہر اسلام لایا۔ پھر رجوع کیا اس
نے طرف کفر کے اور گمان کیا کہ امیرالمومنین خدا ہیں" دوسری جگہ لکھا ہے کہ اس فرقہ
کا نام نصیری بھی ہے اور غالی بھی یہی فرقہ ہے" دیکھو کتاب ارشادیہ شرح اعتقادیہ
محقق ابن بابویہ مطبوعہ ۱۲۹۸ھ مطبع اثنا عشری لکھنؤ۔ شارح موصوف نے اپنی طرف سے
تو فرقہ سبائیہ کو شیعہ کا ایک فرقہ ظاہر کیا اور عام شیعہ بھی اپنے کو غالی شیعوں سے
الگ تھلگ ظاہر کرتے ہیں مگر میرے نزدیک شیعہ مذہب من اولہ الی آخرہ
غلو پر مبنی ہے۔ افسوس کہ علمائے شیعہ نے کبھی اس بارہ میں چھان بین کی زحمت
گوارہ نہیں فرمائی ورنہ ان کو واضح ہو جاتا کہ اس مذہب کے اندر عموماً ابن سبا
کی تعلیم کا ہی نور ظہور ہے اور بس! گویا ع اے ابن سبا این ہمہ آوردۂ تست۔ یہود
مردود کے مذہب اور ان کی قوم کو جو ضعف کلی اور بربادی جلاوطنی اسلام
اور خادمان اسلام کے ہاتھ سے پہنچی اس کا اندازہ کیا جائے تو کچھ عجب نہیں کہ اس
کینہ توز گروہ کے ایک سرگرم ممبر نے اپنے علم و فراست بلکہ جسم و جان کو بھی انتقام
لینے کی دھن میں وقف کر دیا ہو۔ آخر تمام یورپ کو ترکوں کے برخلاف بیت المقدس
کی پاک سرزمین اور مدفن مسیح کے چھڑانے کے لئے اکسانیوالا ایک عالمگیر فتنہ و
فساد کی آگ بھڑکانیوالا بھی تو ایک عیسائی راہب ہی تھا (دیکھو تمدن عرب
ڈاکٹر گستاولی بان و تاریخ انگلینڈ) اور جو دائمی تباہی خاندان کسریٰ کو خادمان
اسلام کے ہاتھ سے بباعث بے ادبی حضرت رسول کریم صلعم اور نامۂ مبارک
چاک کر دینے کی پاداش میں پہنچی کچھ عجب نہیں کہ انھوں نے بھی جوش انتقام میں
ابن سبا کی گروہ اور اُن کے مقاصد بربادی اسلام و بیخکنی شوکت اہل اسلام کو

نہایت غنیمت سمجھ کر ان کا خیر مقدم کیا ہو۔ معزز ناظرین ہمارا یہ خیال کسی بدگمانی پر مبنی نہیں ہے بلکہ مسلسل حادثات و متواتر واقعات جس سے امت مرحومہ کو گذرنا پڑا اس حقیقت کی شاہد حال ہیں۔ جناب صدیق رضؓ چونکہ خلیفہ برحق و بلا فصل جانشین رسول مقبول صلعم کے تھے کسی دشمن و حاسد کا ان پر قابو نہیں چل سکا اور وہ محفوظ و مصئون دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔ لیکن فاروق جیسے فاتح اعظم و جرنیل محتشم ایک مجوسی غلام کے ہاتھ سے حالت نماز میں کاری زخم کھا کر شہید ہو گئے۔ حضرت عثمان کے قاتل تو عموماً ابن سبا کے ہی ہمنوا تھے پھر جنگ جمل و جنگ صفین کے معرکے بھی ان ہی مدبرین حاسد اسلام کی ریشہ دوانیوں کے نتائج ہیں جناب علی اسد اللہ الغالب کا قاتل ابن ملجم بھی پہلے شیعہ علی ہی تھا۔ اسی طرح امام حسن علیہ السلام کو ذلیل کرنیوالے اور قاتلان جناب حسینؑ مظلوم کوفی لایوفی وغیرہ وغیرہ ابتدا مین عموماً بعد تحقیق انیق موالیان اہلبیت کرام و شیعیان آل رسول انام علیہم الصلوۃ والسلام ہی ثابت ہوتے ہیں۔ اس تمہید کے بعد اب ہم نفس مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

جواب (واللہ متم نورہ)

حضرت علی کو شان الوہیت متصف کرنیکے اتہام کی رد

آپ لکھتے ہیں "کہ ایک عیسائی کا دل ہرگز ٹھنڈا نہیں ہوتا جب تک اسکی طرح حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا اکلوتا اور بوڑھا بیٹا بلکہ عین خدا نہ مانا جائے اسیطرح جبتک حضرت علیؑ کو حاجت روا اور مولائے مشکلکشا نہ مانا جائے اور اُن کو ایک گونہ شان الوہیت سے بھی ممتاز نہ سمجھا جائے شیعے باور نہیں کرتے کہ اہلسنت حضرت علیؑ اور دوسرے آئمۂ کرام و اہلبیت کی تعظیم کرتے ہیں" خود فضیحت دیگران را نصیحت۔ آپ کا دل بھی تو ٹھنڈا نہیں ہوتا جبتک مثل یہودیوں کے حضرت عیسیٰؑ کو مردہ نہ مانا جائے

اور آپ کے مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح موعود اور اُن کے خلیفہ نور علی کو "خلیفۃ المسیح" جیسا کہ آپ نے اپنے رسالہ زیر جواب کے صفحہ ۹ و صفحہ ۱۵۵ میں لکھا ہے نہ مانا جائے اور جیسا کہ آپ نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۶۰ میں لکھا ہے بمقابل معاویہ حضرت علیؑ کی شجاعت کو ہیچ نہ سمجھا جائے اور یہ نہ تسلیم کیا جائے کہ جہاد مرتضوی میں کوئی بھی واقعہ قابل تحسین نہیں" حالانکہ تمام اہل اسلام بلکہ نصاریٰ تک حضرت عیسیٰؑ کے زندہ اور موجود ہونے کے قایل ہیں۔ موت اُن کی بعد رجعت ہوگی۔ اور آپ کے مرزا صاحب کو ویسا ہی سمجھتے ہیں جیسا کہ انجیل میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ میرے نام پر بہتیرے آئیں گے۔ اسیطرح سنیوں کا دل بھی ٹھنڈا نہیں ہوتا جبتک ثلاثہ کو جو تیس چالیس برس تک بت پرستی کرتے رہے حضرت علیؑ کے ایسے بت شکن پر جسنے بجز خدائے وحدہ لاشریک لہ طرفۃ العین بھی کسی دوسرے کی پرستش نہ کی ترجیح نہ دیجائے اور حضرت علی کو اُن کے بعد خلیفہ چہارم نہ سمجھا جائے۔ شیعے چونکہ حضرت علیؑ کو خلیفہ بلا فصل سمجھتے ہیں اسلئے آپ شیعوں کی سب و شتم اور جہانتک آپ سے ہوسکتا ہے ان کی مذمت کررہے ہیں بلکہ غیظ میں آکر آتش تعصب سے جل بھنکر کباب ہو رہے ہیں غصہ میں آکر یہ بھی اتہام لگا دیا کہ جبتک حضرت علیؑ کو معاذ اللہ شان الوہیت سے ممتاز نہ کیا جائے شیعے راضی نہیں ہوتے۔ محض جھوٹ اور آپ کا فریب ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ ابو الآمنہ صاحب ! سمجھ کر باتیں کیجیے۔ نصاریٰ خدا کے لئے حلول و حدوث و جسمانیت و مکانیت کو جایز رکھتے ہیں اس کو عیب نہیں سمجھتے شیعے اسکو شان الوہیت سے بعید سمجھتے ہیں اور جناب امیر علیہ السلام کو ان صفات سے متصف مانتے ہیں تب آپ کا یہ لکھنا کہ شیعہ جناب امیر علیہ السلام کو شان الوہیت سے ممتاز سمجھتے ہیں صریح جھوٹ ہے۔ لیکن بعض صفات حمیدہ مثل رحیم و کریم

وغیرہ جناب باری کیلئے بھی مستعمل ہیں اور انسان کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اور رسولؐ خیر البشر ہیں۔ اُن کے بعد غور کرکے دیکھئے جمیع صفات حمیدہ میں حضرت علیؑ سے اعلیٰ و افضل کسی کو نہیں پائیگا تب اُس جناب کے خدا کی طرف سے مشکلکشا اور حاجت روا ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔ رہے آپلوگ تو جس طرح نصاریٰ حلول و حدوث و جسمانیت و مکانیت خدا کے لئے جائز رکھ کر حضرت عیسیٰؑ و حضرت مریم و روح القدس کو خدا کہتے ہیں اُسی طرح آپلوگ خلافت کے لئے شرط عصمت کو نادار کر دیتے ہیں۔ اہل سنت ابوبکر و عمر و عثمان کو اپنا خلیفہ بناتے ہیں۔ اور آپ اُن پر بھی ترقی کر کے نبی اور خلیفہ دونوں بناتے ہیں۔ شیعہ ایسی خبیث باتوں سے مبرا ہیں جس طرح ایسی ذات کو جس میں حلول و حدوث و جسمانیت و مکانیت وغیرہ پائی جائے خدا نہیں سمجھتے اُسی طرح خاطی و گنہگار کو نبی اور امام یا خلیفہ نہیں سمجھتے ~ خفتہ را خفتہ کے کند بیدار

آپ نے خود محقق ابن بابویہ علیہ الرحمہ کا یہ قول کتاب ارشادیہ سے نقل کیا ہے کہ "فرقہ سبائیہ کا سرگروہ عبداللہ بن سبا ہے وہ لعین جناب امیرؑ کو خدا جانتا ہے اول یہ شخص یہودی تھا پھر بظاہر اسلام لایا پھر رجوع کیا اس نے طرف کفر کے اور گمان کیا کہ امیر المومنین خدا ہیں" جس سے ظاہر ہے کہ عبداللہ ابن سبا اور اُسکے گروہ کو شیعوں سے کیا نسبت محقق موصوف تو اس کو مسلمان بھی نہیں سمجھتے صاف صاف کافر کہہ رہے ہیں۔ تب آپ کس دلیل سے ابن سبا یا اُن کے گروہ کا شمار مسلمانوں میں کرتے ہیں؟ آپ اس کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ فرقہ سبائیہ کا نام نصیری ہے اور غالی بھی یہی فرقہ ہے اور عام شیعہ بھی اپنے کو غالی فرقہ سے الگ تھلگ ظاہر کرتے ہیں" تب آپ کا ان کمبختوں میں شیعوں کو شامل کرنا اور یہ لکھنا کہ مذہب شیعہ کے اندر ابن سبا کی تعلیم کا ہی نو ظہور ہے محض عداوت ہے۔ اصل یہ ہے کہ چونکہ شیعے بہ تعمیل آیہ مودۃ القربیٰ و حدیث ثقلین و حدیث نور و حدیث علی مع القرآن

والقرآن مع علی اُس جناب سے محبت رکھتے ہیں اور اُن ہی کے ساتھ متمسک ہیں اسلئے آپ شیعوں کے مذہب میں ابن سبا کی تعلیم کا نور ظہور کہہ رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جس طرح آپ دشمن علی بلکہ دشمن خدا و رسول ہیں اُسی طرح نعوذ باللہ شیعہ بھی ہوتے تب آپ کا دل ٹھنڈا ہوتا۔ ارے صاحب ہوش میں آئیے۔ قرآن و احادیث کو دیکھئے اور سمجھئے مذہب شیعہ میں خدا و رسول کی تعلیم کا نور ہے۔ اللھم صل علے محمد و آل محمد۔

ابوالآمنہ صاحب! پہلے آپ اہلسنت والجماعت سے تھے اب مرزا غلام احمد قادیانی کی امت میں داخل ہوئے اور شیخین سے مرزا صاحب کو افضل سمجھتے ہیں شیخین کو خاطی اور مرزا صاحب کو معصوم سمجھتے ہیں (دیکھو قادیانیوں کا رسالہ ریویو آف ریلیجنز جلد ۲۳ ۱۹۲۴ء) اسوجہ سے آپکو تمام فرقے اہلسنت کے گمراہ سمجھتے ہیں اور مرزا صاحب کو دعوئے نبوت میں سچا نہیں سمجھتے ہیں۔ باوجود اسکے کہ اہلسنت آپکو گمراہ اور مرزا صاحب کو نبی نہیں سمجھتے ہیں اس بناء پر کہ سابقاً آپ سنّی تھے اب فرقۂ قادیانی میں داخل ہوگئے تو ایک آپ کے قادیانی ہوجانے سے کیا تمام اہلسنت مثل آپ کے قادیانی عقیدہ کے سمجھے جائینگے۔ لیکن ایک مشابہت آپ میں اور اُنمیں ہے نہ آپ خلافت کے لئے عصمت کو ضروری سمجھتے ہیں نہ سنّی۔ اگر وہ عصمت کو واجب سمجھتے ہوتے تو آپ لوگوں کو یہ جراٗت نہ ہوتی کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی اور نور علی کو خلیفہ بناتے ؎ اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست۔

ابن سبا حضرت علیؑ کو خدا کہتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ وہ خدا کے لئے جسمانیت و مکانیت کو مثل نصاریٰ کے جایز سمجھتا ہے۔ پس اسلام میں بھی جو فرقے خدا کیلئے ان چیزوں کو جایز رکھتے ہیں اور اُس کے دیدار کے قایل ہیں ان کا اور فرقۂ سبائیہ کا یکساں حشر ہوگا۔ اور ابن سبا سابقاً یہودی تھا حضرت عیسیٰؑ کے مردہ ہونیکا قایل تھا آپ کے فرقۂ قادیانی کا بھی یہی عقیدہ ہے اب تو مثل روز روشن کے

واضح ہو گیا کہ قادیانیوں کے مذہب میں ابن سبا کی تعلیم کا ہی نور ظہور ہے۔
تعجب ہے کہ آپ حضرت علیؑ کے حاجت روا اور مشکلکشا ہونے پر طعن کرتے
ہیں حالانکہ آپلوگ تو روپیہ پیسہ اور کوڑی کو اپنا حاجت روا اور مشکلکشا سمجھتے ہیں
اے زر تو خدائی ولیکن بخدا۔ ستار عیوب و قاضی الحاجاتی لیکن خاصان
خدا کو ایک کوڑی برابر بھی حاجت روا نہیں سمجھتے مگر جناب باری فرماتا ہے من
ذی الذی یشفع عندہ الا باذنہ (دیکھو سورہ بقرہ) جس سے ظاہر ہے کہ کچھ خاصان
خدا ایسے ضرور ہیں جو باذن خدا شفاعت کر سکتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر کونسی حاجت روائی
اور مشکلکشائی ہوگی؟ دیکھئے حضرت عیسیٰؑ باذن خدا مردوں کو زندہ کرتے تھے۔
بیماروں کو چنگا کرتے تھے۔ نابینا کو بینا بناتے تھے۔ کیا یہ حاجت روائی اور مشکلکشائی
نہیں ہے؟ قول رسولؐ ہے انا مدینۃ العلم و علی بابھا (دیکھئے اپنی مشکوٰۃ
شریف و روضۃ الاحباب وغیرہ) رسولؐ کے اس قول پر ایمان رکھنے والے اس سے
انکار نہیں کر سکتے کہ قرآن میں جسکی شان میں جناب باری نے من عندہ علم الکتاب
فرمایا ہے وہ بمقابل حضرت علیؑ کے دوسرا نہیں ہو سکتا۔ اور آصف بن برخیا کی
شان میں من عندہ علم من الکتاب آیا ہے۔ اُن کا یہ مرتبہ تھا کہ حضرت سلیمانؑ کے
خواہش کرنے پر طرفۃ العین میں شہر سبا سے بلقیس کا تخت منگا کر ان کی حاجت
پوری کر دی تب حضرت علیؑ جنکی شان میں من عندہ علم الکتاب آیا ہے بدرجۂ
اولیٰ حاجت روائی کر سکتے ہیں۔

ابو الآمنہ صاحب! اپنے عمر صاحب سے پوچھئے کتنے دفعہ حضرت علیؑ نے اُن کی
مشکلوں کو حل کیا ہے اور کئے بار عمر صاحب نے اقرار کیا ہے لولا علی لھلک عمر
(ازالۃ الخفا) جس علیؑ کے باب میں حکم ہو ناد علیا مظہر العجائب تجدہ عونا لک
فی النوائب۔ اُسکے حاجت روا اور مشکلکشا ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے؟ (دیکھو

مدارج النبوۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی جلد ۲ صفحہ ۵۹۸ و فواتح میبذی)۔
حنفی فرقہ کے مشہور اخبار الفقیہ کے ذیعلم ایڈیٹر اپنے اخبار مورخہ ۷ مارچ سنہ ۱۹۲۶ء
۹ میں لکھتے ہیں کہ "ہمارے پاس ایک شخص پنجسورہ مترجم مع دعاء گنج العرش
وغیرہ لایا چند ادعیہ ماثورہ پر نگاہ کی تو معلوم ہوا کہ گندم نما جو فروش اہلحدیث یا غیر مقلد
یا گلابی حنفی نے اس میں تحریف لفظی و معنوی کردی ہے۔ خدا جانے مذکور مستور
الحال نقاب پوش حجلہ نشین کو اولیاء کرام سے عموماً اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم
سے خصوصاً کیا عداوت ہے۔ ایک دعا جسکو اہل اسلام وبا وغیرہ کے دنوں میں
لکھکر دروازہ پر لگاتے ہیں جسکے صحیح الفاظ یہ ہیں ؎ لی خمسۃ اطفی بہا حر الوباء الحاطمہ
المصطفٰے والمرتضی وابناھما والفاطمہ۔ اس میں خمستہ کی جگہ واحد کردیا اور مصرع ثانی
سے بوجہ خبث باطنی مشکلکشا و شیر خدا موصوف بصفت ع لافتی الا علی لا سیف
الا ذو الفقار اعنی علی مرتضیٰ کو بالکل اڑادیا۔ پھر دوسری دعا جو نادعلی کے نام
سے مشہور و معروف ہے۔ بعض اسکو دعائے سیفی بھی کہتے ہیں اور شاہ ولی اللہ
صاحب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ اور اُنکے بارہ اساتذہ و مشائخ کہ عرب و ہند
وغیرھما بلاد کے علماء و اولیا ہیں۔ ان سب علماء و مشائخ نے دعائے سیفی کی کل باتیں
اپنے اساتذہ سے لیں اور تلامذہ کو عطا کیں۔ چنانچہ شاہ صاحب موصوف اپنی
کتاب انتباہ میں فرماتے ہیں و آں (نادعلی) این است ؎ نادعلیا مظہر العجائب
تجدہ عونا لک فی النوائب + کل ھم و غم سینجلی + بولایتک یاعلی یاعلی یاعلی۔
اگر مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مشکلکشا ماننا شرک ہوتا تو آپ کے نزدیک حضرات
مذکورہ اساتذہ و تلامذہ سب مشرکین ٹھہرینگے اور سب سے بڑھکر بھاری کٹر مشرک
شاہ ولی اللہ ہونگے جو مشرکوں کو اولیاء اللہ جانتے اور شیخ و مرشد و مرجع سلسلہ جانتے
احادیث نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سندیں اُن سے لیتے۔ پھر شاہ عبدالعزیز کو

شاہ ولی اللہ صاحب سے تھی نسبت خدمت و ارادت و تلمذ و بیعت و مدح و عقیدت حاصل ان سب کی سندوں میں ان وہابیہ کے طور پر یہ مشرک اعظم و کافر اکبر ٹھہرینگے" (ملخص بقدر حاجت)۔ ابو الامنہ صاحب اب تو آپ کو معلوم ہوا کہ صرف شیعہ ہی نہیں بلکہ اہلسنت بھی حضرت علیؑ کے حاجت روا اور مشکلکشا ہونے کے قائل ہیں۔ اب فرمائیے شاہ ولی اللہ صاحب اور اُن کے مشائخ و تلامذہ اور شاہ عبد العزیز صاحب جو حضرت علی کو حاجت روا اور مشکلکشا سمجھتے تھے کٹر مشرک تھے یا آپ الاغی طاغی ہیں؟ حضرت علیؑ کی ذات تو ایسی ارفع و اعلیٰ ہے کہ خود رسولؐ فرماتے تھے انا و علی من نور واحد (دیکھو مروج الذہب مسعودی و معاون الجواہر و زین الفتی امام عاصمی و مسند احمد بن حنبل وغیرہ) علیؑ کے رتبۂ اعلیٰ کو کوئی کیا جانے + خدا کے بعد رسالتمآب سمجھے ہیں۔ لیکن آپ کو اس جناب سے کیا تعلق آپ تو معاویہ و یزید کو اور مرزا قادیانی کے خلیفہ اول کو اپنا حاجت روا مشکلکشا اور امیر المومنین سمجھتے ہیں بلکہ خدا سے بھی بڑھا دیتے ہیں۔ چنانچہ رسالۂ زیر جواب کے صفحہ ۱۵۵ سطر ۹ میں مرزا قادیانی کے خلیفہ کی شان میں آپ لکھتے ہیں "حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح سیدنا و مولانا نور علی نور" اور صفحہ ۳۰۸ سطر ۱۴ میں معاویہ کی شان میں لکھتے ہیں کہ "باوجود عالم ماکان و مایکون نہ ہونے کے . . . ایک غیر معصوم کی بات آخر حرفاً بحرفاً پوری ہو کر رہی" اسکے برعکس صفحہ ۱۰۳ سطر ۱۳ میں خداوند عالم جل شانہ کی شان میں لکھتے ہیں کہ "امام کی نصرت کے وقت خداوند کریم کا علم نعوذ باللہ معطل ہو گیا ہا

شیعہ اور سنی میں اختلاف

اصل اختلاف شیعہ اور سنی میں یہ ہے کہ شیعہ نبوت و خلافت کیلئے عصمت کو لازمی سمجھتے ہیں کیونکہ مقصود دونوں کا ایک ہے۔ نبی اور خلیفۂ نبی دونوں اپنے اپنے عہد میں واجب الاطاعت ہوتے ہیں۔ اور سنی خلافت کے لئے عصمت کو ضروری نہیں سمجھتے اُن کے ہاں فاسق

فاجر۔ شرابخوار۔ زناکار سب خلیفہ ہوسکتے ہیں۔ شیعہ پابند حکم خدا و رسول ؐ ہیں
اس کے خلاف کچھ نہیں کرتے۔ اسکے برعکس آپ لوگ خدا کے مقابل میں سرکشی
اور تمرد سے کام لیتے ہیں۔ جناب باری قرآن مجید میں فرماتا ہے انی جاعل فی الارض
خلیفہ۔ یعنی تحقیق کہ میں ہوں مقرر کرنیوالا زمین پر خلیفہ مگر آپ لوگ غیر معصوم کو
شخصی رائے سے خلیفہ مقرر کرلیتے ہیں۔ جناب باری حکم دیتا ہے وما آتاکم الرسول
فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا۔ یعنی جو کچھ رسول ؐ تمکو عطا کریں اس کو لو اور جس
سے منع کریں اس سے باز رہو۔ رسول ؐ اپنا وصی و جانشین اپنے بھائی حضرت
علیؑ کو مقرر کرتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کو مقرر کیا تھا اور فرماتے
ہیں کہ کاغذ و قلم و دوات لاؤ کہ ہم وصیت نامہ لکھدیں تاکہ تملوگ گمراہ نہ ہو مگر عمر صاحب
نے نہ وصیت نامہ لکھنے دیا (دیکھو طبرانی و صحیح مسلم و صحیح بخاری و مسند احمد بن حنبل
و نسیم الریاض شہاب الدین خفاجی و شرح شفائے قاضی عیاض و ملل و نحل شہرستانی
وغیرہ) اور نہ حضرت علیؑ کی خلافت کو قبول کیا۔ ابوبکر صاحب کو شخصی رائے سے
خلیفہ مقرر کرلیا۔ اور ابوبکر صاحب نے جو شخصی رائے سے مقرر ہوئے تھے اپنی حالت
بیماری میں باوجود اسکے کہ غش پر غش آرہا تھا بذریعہ وصیتنامہ عمر صاحب کو خلیفہ مقرر
کردیا (دیکھو ازالۃ الخفا مقصد دوم) جسکو آپ کے اسلاف نے اور آپ نے قبول کرلیا
اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپلوگ نہ خدا کو مانتے ہیں نہ رسول ؐ کو آپ لوگوں
کا عمل شخصی رائے پر ہے۔ اور شخصی رائے کا مقرر کردہ آپ لوگوں کا رسول ؐ اور
خلیفہ ہے۔ شیخین نے ابوسفیان سے ملکر جو دین جاری کیا وہی آپ کا دین ہے
اسکے دین میں انبیاء و اوصیاء کی خونریزی جایز تھی۔ ابوسفیان و عمر صاحب
بار بار رسول ؐ کے قتل پر آمادہ ہوکر آتے تھے۔ (دیکھو روضۃ الاحباب و تاریخ خمیس وغیرہ)
عمر صاحب نے حضرت علیؑ کو بھی قتل کی دھمکی دی تھی (دیکھو تاریخ ابن قتیبہ اس

دین کے خلفا ابوسفیان کی ذریت سے اور اُسکے گوتیا کی ذریت سے ہیں شیعونکا
دین دین خدا و رسول ص ہے جس دین کے پیشوا اور خلفا ذریت رسول ص سے ہیں انکی
قدر و منزلت اور حق سبحانہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور شیعوں کی تعلیم کی تصویر ایک
صحیفۂ کاملہ جسکو صحیفہ سجادیہ بھی کہتے ہیں اُٹھا کر دیکھ لیجے کہ کسی حالت میں اور کسی
حاجت کیلئے بجز خدا کسی دوسرے سے دعا نہیں کرتے ہیں ایسی ہنمائی ایسی
تعلیم آپ کے خلفار کی ہو تو دکھائیے۔ اس طرح کی رہنمائی اسطرح کی تعلیم اسطرح
کی معرفت دلانے کے بعد کون شبہہ کر سکتا ہے کہ شیعے معاذ اللہ بجز خدائے
وحدہ لاشریک لہ کسی دوسرے کو متصف بالوہیت کرتے ہیں۔ ہاں شیعوں
کی یہ حاجت روائی اور مشکلکشائی البتہ ان ہی حضرات کے فیض سے ہوئی ہے
ان کے اوراد۔ ان کے وظائف ان کی تعقیبات ان کی تسبیح و تہلیل ان کی
نماز پنجگانہ و تلاوت قرآن ان کی صبح و شام کی دعائیں خواب و بیداری کی
دعائیں علحدہ علحدہ ہیں ہفتہ کی دعائیں علحدہ ہیں اعمال ماہانہ علحدہ ہیں۔ ایک
دعائے سحر ابوحمزۂ ثمالی کو دیکھیئے اور اُس کے فقرات پر غور کیجیے کیسی جلالت
خداوندی نظر آتی ہے۔ جوشنین کو ملاحظہ فرمائیے کہ اُس کا حرف حرف توحید
کا سبق دے رہا ہے اور اُس کی عظمت و جلالت و کبریائی کو دکھا رہا ہے۔
ہر حاجت اور ہر مرض کے لئے ایک ایک دعا علحدہ علحدہ ہے۔ الغرض کہانتک
لکھیں یہ حضرات معصومین ع اپنے شیعوں کو ایک لمحہ بھی یاد الٰہی سے غافل رکھنا
نہیں چاہتے۔ کھانے کی۔ پینے کی۔ گھر میں داخل ہونے کی۔ باہر جانے کی مومنین
سے ملاقات کرنے کی۔ بازار جانے کی۔ خرید و فروخت کرنے کی۔ رفع حوائج
ضروری کی وضو کرنے کی۔ شانہ کرنے کی۔ خوشبو لگانے کی۔ ناخن لینے کی۔ سر کے
اصلاح کی۔ غرض بات بات کی دعائیں اور ذکر الٰہی ائمہ معصومین علیہم السلام

سے ماثور ہیں۔ کیا اس کی نظیر آپ اپنے خلفا میں دکھا سکتے ہیں؟ ان دعاؤں کی تعلیمات سے ظاہر ہے کہ جو حاجت ہو رجوع بخدا کرو۔ ایسے تعلیم یافتہ ایسے ہدایت یافتہ فرقہ پر یہ اتہام لگانا کہ حضرت علیؑ کو معاذ اللہ متصف بالوہیت کرتے ہیں دلیل آپ کی خباثت کی ہے۔ اس مقام پر ایک عیسائی محقق کا اعتراف بھی لکھدینا بے موقع نہ ہوگا جس سے ائمہ اطہار علیہم السلام کی عظمت و جلالت کا مرقع آپ کی نگاہوں کے سامنے یقینی آجائیگا اڈورڈ گبن کتاب عروج و زوال سلطنت رومتہ الکبرا جلد پنجم میں تحریر کرتے ہیں

اڈورڈ گبن کا بیان دوازدہ ائمہ اطہار کے بارہ میں

"تمام عظمت شہادت و وجاہت خاندانی ائمہ دوازدہ گانہ.... علی حسن حسین اور نو اولاد حسین کے لئے ہیں۔ بغیر اسلحہ خزائن یا رعایا کے انھوں نے یکے بادیگرے عامۃ الناس کے قلوب پر حکومت و سلطنت کی.... ان محترم و مقدس ائمہ نے دنیا کی زیب و زینت کو نظر حقارت سے دیکھا اور راضی برضائے خدا رہے اور اہل دنیا کے مظالم سہے اور اپنی معصوم زندگیاں علم و اشاعت دین میں صرف کیں"

اقتباس البیان نسبت تعلیم ائمہ اطہار متعلق توحید

اب اپنے مولانا فاضل کامل سراج الدین حسن القرشی کی تحریر جو کہ رسالۂ "البیان" لکھنؤ میں "عیسائیوں کو ائمہ اسلام کی حاجت درباب دعا از خدا" کی سرخی سے شائع ہوئی تھی ملاحظہ کیجئے جس سے واضح ہو جائیگا کہ بعد جناب ختم المرسلین صلعم حضرت علی نے ہی سچی توحید خداوندی کا سبق دنیا کو پڑھایا اور یہ اُن ہی کی اور اُن کی اولاد طاہرین کی تعلیم کا فیض ہے کہ جس پر آج اسلام فخر کر رہا ہے اور ہر مذہب و ملت والے خوشہ چینی کر رہے ہیں اور اُس سے اپنی ذاتی ناموری پیدا کرتے ہیں لیکن سچی توحید کے نور کا جلوہ ائمہ اطہار ہی کے پیروان میں ہے نہ کہ غیر مذہب والوں میں۔ چنانچہ بلاحظہ کیجئے فاضل

ممدوح "البیان" میں لکھتے ہیں :-

"اگر آپ بنظر غور تمام مذاہب و ملل کی تاریخ سوائے مذہب اسلام (جو ثقلین سے متمسک ہے) ملاحظہ فرمائیں جنہیں اختلافات کی وجہ سے ہزاروں فرقے پیدا ہو گئے ہیں تو آپ کو ہر ایک مذہب ایسا ہی نظر آئیگا جس میں تشبیہ کی گھٹائیں برس رہی ہیں اور ظلمت شرک نے نور توحید کو چھپایا ہے خداوند عالم کیلئے جہت و مکان ثابت کرنے کی عمارتیں آباد اور خدا کو معطل محض سمجھنے اور کار آفرینش دوسری قوموں کے سپرد کر دینے کے ابر موسلادھار برس رہے ہیں۔ علاوہ ذات خدا کی ہزارہا صفات کا زمانہ ترقی پر ہے۔ انسان کو بے اختیار محض سمجھنے کا دور دورہ ہے خدا کو شکل مجسم ماننے کے چشمے بہہ رہے ہیں۔ اور معاذ اللہ اسکو قابل تقسیم سمجھنے کی تاریکی زائل ہی نہیں ہوتی۔ خدا کے جہت و مکان کی عمارتیں نہایت محکم اور بُری باتوں کی اُسی کی طرف نسبت دینے کی بنائیں نہایت بلند و استوار ہیں۔ یہی حال رہا یہانتک کہ اس عالم میں اُس شخص کا قدم آیا جو سابق ترین حکمائے اسلام اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فلاسفر عرب کے لقب کا مستحق تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شاگرد رشید علم و حکمت و کلام میں تھا وہ کون؟ امیر المومنین علی ابن ابیطالب رضی اللہ عنہ و کرم اللہ وجہہ۔ اس فلاسفر اسلام نے توحید کے گہرے اور عمیق سمندر میں غوطہ مارا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ معرفت الٰہی کے سمندروں نے جو کچھ اسرار لاہوت اپنے اندر چھپا رکھے تھے وہ سب اُگل دیئے اور جو عجیب و غریب اور بیش بہا امانتیں عالم ملکوت میں اُن میں تھیں وہ سب اسکے حوالہ کر دیں۔ اب کیا تھا اس فلاسفر اسلام نے ایسے ایسے حیرت خیز فصیح و بلیغ خطبے اسرار توحید میں بیان کئے کہ جن سے اسرار توحید کے دریا پھوٹ پڑے اور وہ باریکیاں بیان کیں کہ ناخن فکر جنکے حل سے عاجز ہے بڑے بڑے حکیموں کی عقلیں اُن کے مطالب کی تہہ تک

پہنچنے میں سرگرداں اور زبانیں فصحا کی اسکی تہہ کی خبر لانے سے گنگ و لال
ہو رہی ہیں۔ بڑے بڑے صحابہ و تابعین جنکو فلسفی مذاق تھا انھوں نے ان خطبوں کو
جمع کیا اور بڑے بڑے حکما و متکلمین نے ان کو درس دیا اور محدثین قدما نے بھی اپنے
مسندوں میں اس امام کے علوم کو درج کیا مثلاً حارث ہمدانی۔ ابن نباتہ حنظلی۔ زید بن
وہب وغیرہ وغیرہ علمائے علم کلام کے طبقے میں بھی ان لکچروں کا درس رہا۔ اور واصل
بن عطا۔ غزالی وغیرہ ائمہ معتزلہ نے ان کی پوری قدر کی۔ اسی طرح محدثین کرام نے
بھی ان خطبوں کے جمع کرنے میں علمائے سابقین سے کمی نہیں کی۔ بڑے بڑے
راویان سیر و مسند نے ادھر توجہ فرمائی مثلاً حافظ دیار یمن و اسحاق و ابراہیم بن
کسائی۔۔۔ حافظ بغداد احمد بن ابراہیم الدروقی۔ حافظ جہان عبد اللہ محمد بن عبد اللہ
بن سنجر خراسانی متوفی ۲۵۸ھ حافظ بصرہ یعقوب بن شیبہ سدوسی مقیم بغداد۔ علامہ
ذہبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے حضرت علی کی جو مسند جمع کی ہے پانچ
جلدوں میں ہے۔۔۔ علی ہذا حافظ عراق اسمعیل بن اسحاق مالکی متوفی ۲۸۲ھ
حافظ مرو رود قاضی ابو بکر احمد بن علی متوفی ۲۹۲ھ حافظ حضرموت ابو جعفر محمد بن عبد اللہ
متوفی ۲۹۶ھ حافظ بلاد نسا احمد بن شعیب مصنف سنن نسائی متوفی ۳۰۳ھ حافظ
ابو محمد عبد الرحمن بن عثمان بن ابو نصر وغیرہ وغیرہ مذکورین کے علاوہ اور بھی لوگوں نے
ادھر توجہ کی۔۔۔ اس طبقہ کے بعد متاخرین کا طبقہ آیا جسکے اکثر مشاہیر نے خطبات
علی ابن ابیطالبؑ کی تدوین اور روایت میں کوشش کی۔ حافظ ابن عساکر دمشقی
(المتوفی ۵۷۱ھ) نے تاریخ دمشق میں اسکو درج کیا حافظ ابو نعیم اصفہانی (المتوفی
۴۳۰ھ) نے کتاب الحلیہ میں نقل کیا۔ ابن عبد ربہ (المتوفی ۳۲۸ھ) نے عقد الفرید
میں لکھا۔ قاضی ابو بکر باقلانی (المتوفی ۴۰۳ھ) نے اعجاز القرآن میں کچھ اقتباس
کیا۔ جاحظ نے کتاب البیان والتبیین میں تلخیص کی ہے۔ جلال الدین

(المتوفی ۹۱۱ھ) نے جمع الجوامع میں اسکو جگہ دی۔ اخطب خوارزمی نے مناقب میں
اس سے مدد لی۔ کمال الدین بن طلحہ شافعی (المتوفی ۶۵۲ھ) نے مطالب السئول
کے لئے اسکو منتخب کیا۔ حافظ محمد بن اسلم گنجی شافعی نے کفایۃ المطالب کو اس سے
آرائش دی۔ علاوہ برایں اور بزرگوں نے بھی ادھر توجہ فرمائی جنکے بیان کے لئے
البیان کی وسعت کافی نہیں ہو سکتی۔ جس شخص کو کتب سیر و تواریخ تک رسائی نہ ہو
اس کو صرف نہج البلاغہ کا دیکھ لینا کافی ہے جس میں اس امام عالیمقام کے
خطبات جمع ہیں اور جنکے مطالعہ سے آنکھوں میں خنکی اور تازگی آتی ہے علاوہ
براں بحار کی کتاب التوحید میں بھی جنکے مانند عالم میں کوئی دوسری تالیف نہ ہوگی وہ
رجوع کر سکتا ہے.... اسی طرح اس فلاسفر اسلام حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ
کے بعد جو آئمہ ان کی اولاد میں ان کے قائم مقام ہوئے انھوں نے بھی تمام بنی نوع
انسان کو توحید سکھائی جس کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا اور اسکے ثبوت واسطے
صرف ایک حدیث اہلیلج کافی ہے جسے مفضل بن عمر ایک شخص نے امام جعفر صادق
رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے.... خلاصہ یہ کہ حدیث اہلیلج وہ عالیشان کتاب
اسلام میں ہے جس نے قیامت تک جتنے ملحد و زندیق پیدا ہونیوالے اور شک
کرنیوالے ہیں سب کے مادہ شک و الحاد کو قطع کر دیا ہے.... ازانجملہ ایک خوبی
اس مذہب کی یہ ہے کہ اسلام میں جو امام گذرے ہیں انھوں نے ہمارے
اور کل بنی آدم کے ساتھ یہ احسان کیا ہے کہ ہمکو انھوں نے وہ طریقہ بتلا دیا کہ جس طریقہ
سے ہمیں خدا سے دعا مانگنا چاہئے.... اگر کوئی کسی بادشاہ کے پاس جائے....
تو اس کو کیا تردد پیش ہوتا ہے کہ کیونکر بادشاہ کو سلام کروں اور اگر کوئی بات پوچھے
تو کیونکر جواب دوں.... جب یہ حال ہمارا دنیاوی بادشاہوں کے ساتھ ہے تو
پروردگار کے.... ساتھ کیا ہونا چاہئے لیکن سوائے مذہب اسلام اور کسی مذاہب

میں ہم نے کوئی گروہ ایسا نہیں پایا جو خدا سے باتیں کرنے کا طریقہ تبلائے سوائے
ان ہی ائمہ کے کہ ان حضرات نے ہمیں اور تمام دنیا کو وہ طریقہ تبلا دیا کہ ہم خدائے
تعالیٰ کی عزت و جلال کا لحاظ کرکے کیونکر دعا مانگیں یا باتیں کر سکیں .... اسلئے
کہ خوف اس امر کا ہوتا ہے کہ طرز سوال و کیفیت دعا میں خدانخواستہ کوئی
ایسی صورت نہ پیش آئے جو حد عبودیت و شان بندگی سے خارج ہو ....

مجھے ایک کتاب میقات الصلوٰۃ فی سبعۃ اوقات علیگڈھ کالج کے کتبخانہ میں ملی
یہ کتاب ہامربیگ اسٹال کی تالیف ہے جو جرمن کے بڑے مشہور فاضل مستشرقین میں
شمار ہوتا ہے .... اس شخص کو کچھ دعائیں ائمہ اسلام کی ملگئی تھیں مثلاً دعائے کمیل
جو کمیل بن زیاد نخعی کے نام سے مشہور ہے کمیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جلیل القدر
ساتھیوں میں تھے اور چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ دعا ان ہی نے روایت
کی ہے اور حضرت نے ان ہی کو یہ تعلیم دی تھی لہذا ان ہی کے نام سے معروف ہے
یا مثلاً دعائے سمات کہ وہ بھی حضرت علی کی ہے اور انبیائے سابقین کے عجیب
وغریب اسرار اور رموز پر جن سے عقل کو حیرت ہوتی ہے اور اہل بصیرت کی
نظر متحیر ہوجاتی ہے مشتمل ہے یا مثلاً دعائے ابوحمزہ ثمالی (جسکا ذکر راقم نے بھی
اوپر کیا ہے) جو سید الساجدین علی بن حسین بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم سے کہ بلقب
امام زین العابدین مشہور و معروف ہیں ابوحمزہ مذکور نے اس کی روایت کی ہے ...
یا مثلاً دعائے سحر جو بسند صحیح امام محمد باقرؑ سے مروی ہے۔ اس عیسائی فاضل نے
ان دعاؤں کو جو ائمہ اسلام سے ماثور اور تمام بلاد نزدیک و دور میں مشہور و معروف
ہیں بیحد پسند کیا اور ان کے بعض فقرات جس میں بتا دیا گیا ہے کہ بندہ اپنے
مولا سے کیونکر خطاب کرے اور اللہ تعالیٰ سے کس طرح دعا مانگے اور زاہد کو نسے
دعا نکلنے کا کیا طریقہ ہے اس شخص نے وہ فقرات لے لئے اور جن جن مقامات میں

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہلبیت کا ان میں ذکر ہے (مثلاً اللھم صل علی محمد وال محمد وغیرہ) اُن فقرات کو بالکل خارج کر دیا اور ترتیب بدلدی اور مقدم کو موخر اور موخر کو مقدم کر دیا اور طرز کلام کی خوبی کو خراب کر دیا (ایسا ہی اکثر دین فروشوں نے اپنی ناموری کیلئے کیا ہے اور کرتے ہیں) .... میں کہتا ہوں کہ اس غریب (ہامر بیگ) کا اُسوقت کیا حال ہوتا جبکہ ان ادعیہ مبارکہ کے علاوہ نقیب الطالبین ابوالقاسم علی بن موسیٰ بن جعفر بن طاؤس علوی حسینی جو بلقب رضی الدین المتوفی سنہ ۶۶۴ھ مشہور ہیں اُن کی کتابیں دیکھتا اور کتاب الاقبال علی الاعمال وکتاب نہج الدعوات ومنہج الغایات وکتاب جمال الاسبوع بکمال العمل المشروع وکتاب الدروع الواقیہ من اخطار الاسفار والازمان مطالعہ کرتا۔ نیز کتاب مصباح المتہجد کو جو سید ابن طاؤس کے جد مادری ابوجعفر محمد بن حسن طوسی (شیخ الطایفہ المتوفی سنہ ۴۶۰ھ کی ہے اور کتاب مصباح کفعمی وکتاب الدعا وکتاب المزار متعلق بحار الانوار مفاضل مجلسی (المتوفی سنہ ۱۱۱۱ھ کو دیکھتا اور ان سب سے بڑھکر صحیفۂ سجادیہ کو (جس کا ذکر راقم نے بھی اوپر کیا ہے) جسکی روایت حضرت امام زین العابدین علی بن حسین بن علی بن ابیطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ علیہم اجمعین سے کہ وہ شیعوں کے امام چہارم ہیں ثابت ہے دیکھے ہوتا تو اس کی کیا کیفیت ہوتی۔ مجھ سے اگر کوئی شخص رکن ومقام کے مابین حلف لے کہ طبقہ متمدنہ وغیر متمدنہ میں کوئی بھی اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتا تو میں قسم کھاؤں گا اور امید ہے کہ مجھکو کفارہ نہ دینا پڑیگا انی غیر ذالک من کتب الادعیہ۔ غریب اگر ان کتابوں کو جو نہایت جلیل القدر ادعیہ ائمہ اسلام کو حاوی ہیں دیکھے ہوتا تو جیسے وحشی سرصحرا ہوتے ہیں وہ بھی بیابانوں میں سرگرداں ہو جاتا اور جس طرح کہ نسناس انسان سے بھاگتے ہیں وہ بھی آبادی سے نفرت کرنے لگتا۔ خداپرست عابدوں اور راہبوں

کی خوف خدا ئے ارض وسما سے جو کیفیت ہوتی ہے اور جیسا کہ خدا کے ڈر سے وہ مضطرب رہتے ہیں وہی حالت اس کی بھی ان کتابوں کے دیکھنے سے ہوتی مجبوراً واضطراراً اُس کو اپنی جبر منی گردن سے عیسائیت کا جوا اُتارنا پڑتا اور دین اسلام کی طرف رجوع بحق کرنا ہوتا۔ ان دعاؤں کی نورانیت جو عقل کو خیرہ کرنیوالی ہے لامحالہ اُس کو راہ راست پر لاتی اور مسلمان بناتی۔" (ملخص بقدر حاجت)۔

تُف ہے اُس بیہودہ پر جو ایسے ائمہ طاہرین کے پیروان کی نسبت کہے کہ ان کے مذہب میں ابن سبا کی تعلیم کا نو ظہور ہے۔

سنیوں میں مادۂ تعظیم آلِ محمدؐ نہ ہونیکی وجہ معہ ثبوت

آپ لکھتے ہیں کہ "شیعہ صاحبان ناواقف نہیں کہ اہلسنت حضرت علیؓ اور دوسرے ائمہ کرام اور اہلبیت کی کہانتک تعظیم کرتے ہیں"۔ ہاں صاحب! جیسی آپلوگ ان حضرات کی تعظیم کرتے ہیں اُس سے شیعہ بخوبی واقف ہیں۔ خود رسولؐ کی آپ کے اسلاف نے یہ تعظیم کی کہ جیش اسامہ کے معاملہ میں آنحضرتؐ کے حکم کو نہ مانا چنانچہ ملل ونحل میں ہے قال صلعم جہزوا جیش اسامہ۔ لعن اللہ من تخلف عنہا۔ اور ابوبکر وعمر وعثمان وسعد ابن ابی وقاص وابوعبیدہ ابن الجراح کو خاص کر جانے کا حکم دیا تھا مگر ان لوگوں نے تخلف کیا (دیکھو مدارج النبوۃ) وصیت کے لئے کاغذ وقلم ودوات طلب کرنے پر نہ دیا کہہ دیا ھجر رسول اللہ صلعم معاذ اللہ رسول اللہ ہذیان بکتے ہیں۔ (دیکھو صحیح بخاری و نسیم الریاض شہاب الدین خفاجی) حالانکہ ویسی ہی حالت بیماری میں ابوبکر صاحب کو باوجود اسکے کہ اُن کو غش پر غش آرہا تھا قلم ودوات دیکر عمر کی خلافت کے لئے وصیتنامہ لکھوایا (دیکھو روضۃ الصفا) رسولؐ کی تجہیز وتکفین میں بھی شریک نہ ہوئے نہ کسی قسم کی اُس میں اعانت کی (دیکھو کنز العمال وغیرہ) تین دن تک حضرتؐ دفن نہ ہوئے (دیکھو تاریخ ابوالفدا و تاریخ ابن الوردی) حضرت علیؑ کو گرفتار کرکے منگایا۔

بضعۃ الرسولؐ کے گھر میں آگ لگانے کے لئے نار وحطب لیکر گئے۔ حضرت علیؑ کے
بیعت نہ کرنے پران کے قتل پرآمادہ ہوئے اور حضرت کے یہ فرمانے پر کہ کیا تم بندۂ خدا
اور برادر رسولؐ کو قتل کروگے آپ کے عمر صاحب نے کہا اما عبد الله فنعم و
اما اخو رسول الله فلا۔ یعنی تم بندۂ خدا تو ہو مگر برادر رسولؐ نہیں ہو (دیکھو عقد الفرید
و تاریخ ابو الفدا و تاریخ ابن جریر و کتاب الامامۃ والسیاستہ ابن قتیبہ دینوری) جس سے
خود رسولؐ کی تکذیب کی کیونکہ آنحضرت صلعم حضرت علیؑ سے فرمایا کرتے تھے
انت اخی فی الدنیا والاخرۃ (دیکھو استیعاب) یہانتک نوبت پہنچی کہ جناب علی مرتضیٰؑ
قبر رسول صلعم سے لپٹ گئے اور بہ گریہ وزاری فریاد ہارونی کو زبان مبارک پر لائے
یابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی (دیکھو صحیح بخاری جلد ۵) اور معاویہ
ابن ابی سفیان کو جو مجبوراً داخل اسلام ہوا تھا مگر وہ اور اُس کا تمام خاندان ذمرۂ
مولفۃ القلوب میں تھا (دیکھو استیعاب) شام کی حکومت دیدی اُس نے حضرت
علیؑ پر سبّ وشتم جاری کیا (دیکھو تاریخ ابو الفدا و تاریخ روضۃ المناظر) امام حسنؑ کو
زہر دلوا کر شہید کیا (دیکھو مروج الذہب مسعودی و استیعاب و تاریخ ابو الفدا)
اس کے بیٹے یزید نے خاندان رسولؐ کا کربلا میں خاتمہ کردیا۔ بنات رسولؐ کو
اسیر کراکے از کربلا تا کوفہ اور از کوفہ تا شام تشہیر کراکے اپنے دربار میں منگایا اور
مثل گنہگاروں کے کھڑا رکھا۔ ایسی تعظیم کرنے والوں کا دور سو برس سے زیادہ
تک رہا اور اُن ہی لوگوں کے گہوارہ میں مذہب اہلسنت نے تربیت و تعلیم پائی
دین اہلسنت درحقیقت وہی دین ہے جو اُن کے خلفاء معاویہ و مروان ابن حکم
طرید رسولؐ نے جاری کیا اُسی دین والوں کا نام معاویہ کے تسلط اور اجرائے
سبّ علیؑ کی یادگار میں اہلسنت والجماعت رکھا گیا (دیکھو عقد الفرید ابن عبدربہ
و منہاج التحقیق علامہ یحیی بن الحسن القرشی و کتاب الرولج شیخ عسکری و انوار الہدایہ

حسن سہیلی) ان لوگوں کے اسلاف جب خود رسولؐ اور اُن کے اہلبیت کے ساتھ اسطرح پیش آئے تو یہ لوگ کیا تعظیم کرینگے۔ اگر بعض انصاف پسند ان حضرات کی قدر و منزلت کو سمجھتے ہیں اور اُن کی تعظیم کرتے ہیں تو سبحان اللہ مگر آپ کے ایسے یزید و معاویہ کے شیدا جیسی تعظیم کرتے ہیں وہ آپ کے رسالہ زیر جواب سے ظاہر ہے کہ حسینؑ سبط رسول الثقلین کو معاذ اللہ بمقابل یزید خاطی۔ گنہگار ناعاقبت اندیش اور مستوجب قتل سمجھتے ہیں۔ حضرت علیؑ کی شان میں الفاظ طعن آمیز لکھ کر توہین و تمسخر کرتے ہیں اور اس جناب پر معاویہ کو ترجیح دیتے ہیں۔

ابو الآمنہ صاحب! للہ برائے انصاف دیکھئے کہ ابوسفیان جو قتل رسولؐ اور اسلام کو نیست و نابود کرنے پر برابر تلا رہا اُسی کی ذریت اور حکم جو طرید رسولؐ تھا اُسکی ذریت کے ہاتھوں میں عنان حکومت اسلام دے دیجائے۔ وہی لوگ خلیفۃ المسلمین بنائے جائیں امیر المومنین کہلائیں اور عترت رسولؐ جنکی مودت بحکم خدا لازم ہے اور جن سے تمسک کا حکم رسولؐ ہو وہ پس پشت ڈالدیئے جائیں۔ کیا یہی معنی تعظیم کے ہیں؟ اگر اسی نکتہ پر غور کیجئے اور ذریت ابوسفیان و ذریت حکم طرید رسولؐ کو اور اُن کی خلافت کے بانیان کو جو چالیس برس تک بت پرستی کرتے رہے اور بنا بنص آیہ کریمہ لاینال عہدی الظالمین میونسپلٹی کے شخصی رائے کے طریقہ پر خلیفہ بنائے گئے تھے چھوڑ کر صدق دل سے متمسک بہ خدا و رسولؐ و ذریت رسولؐ ہو جائے تو جتنی خرابیاں اسلام میں پیدا ہو گئی ہیں سب دفع ہو جائیں اور تمام ملت اسلام میں آج عالمگیر اتحاد پیدا ہو جائے

آپ کا یہ لکھنا کہ "اگر نصاریٰ عقیدۂ الوہیت مسیح اور شیعہ غلو جناب علیؓ سے دستبردار ہو جائیں تو اہل کتاب اور ملت اسلام میں آج عالمگیر اتحاد پیدا ہو جائے اور شیعہ و سنّی بھی سچے دل سے باہم شیر و شکر ہو جائیں" سراسر غلط اور دلیل آپکی جہالت کی ہے۔

تاوقتیکہ نصاریٰ جناب محمد مصطفےٰ ختم الانبیاء کی نبوت و رسالت پر ایمان نہ لائیں اور آپلوگ خلافت کے لئے عصمت کو شرط قرار نہ دیں اتحاد ممکن نہیں۔

آپ شیعوں پر غلو کا اتہام عداوتًا لگاتے ہیں۔ غلاۃ کو شیعہ نجس و کافر سمجھتے ہیں ان سے مناکحت حرام جانتے ہیں اپنے قبرستان میں اُنکا دفن ہونا روا نہیں رکھتے (دیکھو کتب فقیہ شیعہ مثل اعتقادیہ صدوق علیہ الرحمہ جواہر الکلام وغیرہ)۔ اب اپنے حال کو دیکھئے آپ لوگوں کا حال تو یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ توحید و نبوت اصول دین سے ہے توحید الٰہی پر حرف آئے کچھ پروا نہیں۔ کوئی دعویٰ نبوت کر کے خاتم النبئین کی تکذیب کرے یا آنحضرتؐ کی نبوت سے انکار کرے کچھ پروا نہیں لیکن خلافت جو آپلوگوں کے ہاں فروعات سے ہے اور جیسا کہ عقاید نسفی میں ہے ان النصب الامام واجب علی الخلق لا یجب علی اللہ آپ لوگ کا ایسا امر اختیاری ہے کہ ایک گروہ مروان بن حکم کو خلیفہ مانتا ہے دوسرا عبداللہ بن زبیر کو بعض اپنے خلفاء کی تعداد بنی امیہ پر ختم کرتے ہیں بعض بنی امیہ سے کچھ خلفاء کو چھانٹ کر بجائے اُن کے بنی عباس کو قائم کرتے ہیں ایسی اختیاری اور فروعی شئے کو آپ لوگوں نے اصول سے بڑھا دیا ہے اسی پر لڑتے مرتے رہتے ہیں۔ غلو اسکو کہتے ہیں ؎

چشم احول کو نظر آتا نہیں ہے اپنا عیب ✽ دوسرے کا حسن بھی اُسکی نظر میں عیب ہے

اگر فروعات ہی سمجھ کر ائمہ ذریت رسول کو مان لیں اور صدق دل سے واقعی ان کی پیروی کریں تو جتنی خرابیاں اسلام میں پیدا ہو گئی ہیں سب دفع ہو جائیں اور شیعہ وسنی سچے دل سے باہم شیر و شکر ہو جائیں۔ اور آپ مرزا غلام احمد کے دعوی نبوت و مسیحیت سے باز آئے اور یہودیوں کی طرح جناب مسیح کو مردہ نہ سمجھئے تو جو نزاع درمیان آپ کے اور نصاریٰ و مسلمانوں کے اس بنا پر پیدا ہوئی ہے وہ رفع ہو جائے۔ مرزا صاحب کے بارہ میں تو آپ لوگوں کا غلو ایسا ہے کہ انکو شیخین

سے جو سنیوں کے خلفائے راشدین ہیں بڑھا دیتے ہیں اسی وجہ سے عام سنّی اپنے کو آپ لوگوں سے الگ تھلگ ظاہر کرتے ہیں جب تک مرزا صاحب کی نسبت دعوے نبوت و مسیحیت سے نہ باز آئیں مسلمان بھی آپ سے علحدہ ہیں اور نصاری بھی بوجہ جناب مسیح کو مردہ سمجھنے کے آپ یہودیوں سے جا ملے جنکا سرگروہ بقول آپ کے عبد اللہ ابن سبا تھا۔ آپ نے جو اپنے رسالہ کی تعریف میں یہ لکھا ہے کہ "اس رسالہ کے مطالعہ کے بعد امید نہیں کہ کوئی عقلمند شیعہ رافضی عوام کیطرح اپنے آپ کو فخریہ شیعۂ علیؓ ظاہر کرے" اب آپ کا یہ فریب نہیں چل سکتا۔ اس رسالہ کو جو آپ کے جواب میں لکھا جاتا ہے دیکھنے کے بعد امید نہیں کہ کوئی عقلمند دامن ذریت رسولؐ کو چھوڑ کر اس مذہب پر جس نے سو برس سے زیادہ تک گہوارۂ بنی امیہ میں پرورش پایا ہے قایم رہے اور انکے ساتھ قیامت میں محشور ہونا پسند کرے۔

غلط فہمی متعلق تبدیل نام یہود و نصاری و شیعہ و سنی

عشرۂ مبشرہ میں صفحہ ۰ ۸ سے ۴ ۸ تک جو شیعہ سے بدلکر اہلسنت والجماعت نام رکھنے کی وجہ دکھائی گئی ہے اس کو آپ اپنے رسالۂ زیر جواب میں ایسا گو گئے ہیں کہ گویا دیکھا ہی نہیں ہے لیکن آپ کے اس فقرہ سے کہ "ایک قوم کا نام ہر چند بظاہر اچھے معنی رکھتا ہو بضرورت مجبوراً بدلدیا جاتا ہے" ظاہر ہے کہ آپ نے عشرۂ مبشرہ میں اس بحث کو دیکھا ہے۔ اب آپ اُس کے جواب میں یہود کی مثال دیکر لکھتے ہیں کہ "ہر چند قوم یہود کا نام لغوی معنوں سے پسندیدہ تھا لیکن یہودیوں کی بداعمالی سے ایسا مکروہ ہوگیا کہ کوئی ہدایت یافتہ قوم اس نام سے اپنے کو موسوم کرنا گوارہ نہیں کر سکتی"۔ ابوالآمنہ صاحب! دیکھئے جناب باری حضرت ابراہیمؑ کو نہ یہودی کہتا ہے نہ نصرانی نہ سنّی بلکہ فرماتا ہے کان حنیفاً مسلماً۔ دوسرے مقام پر فرماتا ہے وان من شیعتہ

لابراہیم - یہی دو نام "مسلم" اور "شیعہ" اپنے بندگان خاص کیلئے جناب باری
نے پسند فرمائے ہیں - جس طرح یہود جنکو آپ مردود لکھتے ہیں بداعمالی اختیار کرکے
خدا کے پسندیدہ نام کو ترک کیا اور اپنی قوم کا نام یہودی رکھا اُسی طرح سنیوں
نے خدا کے پسندیدہ نام "شیعہ" کو ترک کیا اور اپنے مذہب والوں کا نام اہلسنت
والجماعت رکھا - حالانکہ یہ دونوں نام "مسلم" اور "شیعہ" ایسے پسندیدہ ہیں کہ ویری صاحب
پادری اپنے رسالہ "دین اسلام" میں فخریہ لکھتے ہیں کہ اگر واقعی معنًا لیا جائے
تو وہ مسلمان ہم نصاریٰ ہیں - اور شاہ عبدالعزیز صاحب تحفۂ اثنا عشری میں لکھتے
ہیں کہ واقعی وہ شیعہ ہم اہلسنت والجماعت ہیں اس اصول پر نصاریٰ اور اہلسنت
والجماعت ایک حکم میں ہیں -

ابوالآمنہ صاحب! آپ شیعوں کی بہت مذمت کرتے ہیں - فرمائیے تو کہیں
شیعوں نے بھی مثل آپ لوگوں کے بجائے کعبہ صخرہ قایم کیا ہے اور بعوض حج بیت اللہ
کے کبھی صخرہ کا طواف کیا ہے (دیکھو حیوۃ الحیوان دمیری) یا کہیں شیعوں نے بھی
مثل آپ لوگوں کے چار چار مصلّے قائم کئے ہیں اور چار طرح کی نمازیں پڑھتے
ہیں - وہابی - اہلحدیث اور اہلقرآن ان چاروں مصلے والوں کو بدعتی سمجھتے ہیں
وہ لوگ اپنا اپنا مصلے علحدہ قایم کئے ہوئے ہیں - آپ کے مرزائی فرقہ والے
بھی اپنے کو مسلمان ظاہر کرکے پانچویں سواروں میں داخل ہونا چاہتے ہیں -
مکہ معظمہ میں اور مدینہ منورہ میں خود اہلسنت مسجدوں کو ڈہا رہے ہیں - مولد نبیؐ
کو منہدم کردیا ایک سنّی دوسرے سنّی کو قتل و غارت کر رہا ہے - نام بدلنے
کی بھی وہی حالت ہے ایک سنّی شب کو حنفی سوتا ہے صبح کو وہابی ہوکر اُٹھتا ہے
پھر اہلحدیث بنجاتا ہے - پھر اہل قرآن بنتا ہے پھر قادیانی ہوجاتا ہے ؎
بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے - بیچارے شیعوں کو تو آپ بیفائدہ بدنام

کرتے ہیں۔ جو تلون طبعی۔ سفاکی۔ بیباکی۔ خونخواری۔ خونریزی سے پہلے آپ کے
اسلاف میں تھی وہ اب بھی آپ لوگوں میں موجود ہے۔ کسی دوسرے ثبوت کی
ضرورت نہیں۔ عیاں راچہ بیاں۔ شیعہ ایسے فسادات سے بری ہیں۔ الحمدللہ
کہ آپ لوگوں نے اپنا نام بدلدیا ورنہ موجودہ واقعات طائف وحجاز کو بھی
آپلوگ شیعوں ہی کے سر ڈھالدیتے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

کیوں ابوالامنہ صاحب! اگر آج کوئی ضعیف الاعتقاد شیعہ خدانخواستہ سنّی
ہوجائے تو کیا معاً سنّی ہونے کے وہ بہادر جانباز اور وفاشعار ہوجائیگا؟
یا اگر کوئی کٹر سنّی جو دلیر اور بہادر اور وفاشعار ہے شیعہ ہوجائے تو معاً شیعہ
ہونیکے وہ بزدل۔ بیوفا۔ کمبخت اور اکسا نوالا ہوجائیگا؟ کیا اس نام میں جادو
کا اثر ہے؟ سنّی تو اپنے فرقہ کا نام آپ لوگوں نے خود رکھا ہے۔ اور شیعہ
کا نام خود خدا نے اپنے خلیل کے لئے پسند فرمایا ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔
اگر شیعہ نام رکھنے سے بیوفائی اور بزدلی پیدا ہوجاتی ہے تو اس کا الزام آپ
خدا پر دیجئے۔ آپلوگوں کے ایجاد کردہ نام کا تو یہ اثر ہو کہ اُسکے سینے میں بہادری جانبازی
وفاشعاری پیدا ہوجائے اور جناب باری کے پسندیدہ نام کا یہ اثر ہو کہ شجاعت وبہادری ووفاشعاری غایب ہوکر بزدلی
بیوفائی اور دغابازی پیدا ہوجائے۔ اُف ایسے عقیدہ پر شیطان نے جناب باری ہی سے مخالفت کی تو اُسکو یہ فتح حاصل ہوئی کہ قریب قریب
تمام بنی آدم کا بادشاہ ہوگیا۔ اُس کے رعایا خوشحال۔ فارغ البال ہیں۔ موٹر
اور فٹن اُڑا رہے ہیں اور اُن کے نام کا جھنڈا بلند ہو رہا ہے اُن کے دنیاوی
جاہ وحشم اور شوکت وصولت کو دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہورہی ہیں۔ خدا کے خاص
بندے بمصداق قلیلٌ من عبادالشکور مسلمانوں کے تہتر فرقوں میں سے بھی
صرف ایک فرقہ والے ہیں جو مسجد ومیں بوریوں پر پڑے ہونگے۔ آپ کے
خلفائے ثلاثہ بھی جب تک رسولؐ کے ساتھ رہے کوئی بہادری نہیں دکھائی

جیسا کہ تواریخ سے ظاہر ہے ۔ ہر جنگ میں آنحضرت کو نرغۂ کفار میں چھوڑ کر بھاگ گئے
(دیکھو کنز العمال برحاشیہ مسند بن حنبل) لیکن بعد وفات رسول جب خاندان رسالت
سے مخالفت اختیار کی تو بقول آپ کے فاتح اعظم اور شاہنشاہ عرب و مصر و کاسر
کسریٰ و قیصر بنگئے اور بقول امام غزالی "خواہش نفسانی نے واسطے تحصیل ریاست
اور حکومت کے غلبہ کیا ایک ریاست عظمیٰ کا ہاتھ آنا اور خلافت کے جھنڈے کا
ہر شہر و دیار میں گڑ جانا اور علم کے پھریروں کا ہوا پر ہر جگہ میں اڑنا اور بیرقوں سے ہوا
کا لپٹنا اور سواروں کا دو طرفہ جلوس میں چلنا اور گھوڑوں کی ٹاپوں کا مثل جال کے
چوکر د معلوم ہونا اور ملکوں اور شہروں کا فتح ہونا ان سب خیالات نے ان لوگوں کو
جام خواہش نفسانی پلاکر متوالا کر دیا اور اسی مدہوشی نے خلیفہ بنا دیا جیسے قبل
اسلام کے تھے ویسے ہی پھر ہو گئے اور اپنے عہد مبارکباد بخ بخ لک یا علی کو پس
پشت ڈالا اور اس عہد شکنی سے ادنی چیز کو کہ حکومت چندروزہ دنیا ہے خرید کیا
پس کیا بری چیز مول لی اُن لوگوں نے" (دیکھئے کتاب سر العالمین وکشف الدارین
والفاروق شبلی) خلیفہ بنکر دین خدا کو پس پشت ڈالا اور ابوسفیان مولفۃ القلوب
سے ملکر اپنے دین کو جاری کیا۔

حدیث صافی اور اس پر ابوالامنہ کے استدلال کا نتیجہ

آپ صافی شرح اصول کافی سے یہ حدیث
عن ابی جعفر علیہ السلام قال ان اللہ ارسل
محمداً الی الجن والانس وجعل من بعدہ اثنا عشر اوصیاء منھم من سبق ومنھم
من بقی وکل وصی جرت بہ سنۃ والاوصیاء الذین من بعد محمد علی سنۃ اوصیاء
عیسیٰ وکانوا اثنا عشر وکان امیر المومنین علیہ السلام علی سنۃ المسیح (ترجمہ)
ابو جعفر علیہ السلام سے منقول ہے ۔ فرمایا تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کو جن وانس کی جانب رسول بنا کے بھیجا اُن کے بعد بارہ اوصیاء

مقرر فرمائے اُن میں سے بعض گزر گئے بعض باقی ہیں۔ ہر وصی ایک سنّت پر ہے اور جو اوصیاء بعد محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوئے وہ سب سنت اوصیائے عیسٰی پر ہوئے اور امیر المومنین علیہ السلام سنت مسیح پر ہوئے" لکھ کر اسی حدیث کی بنا پر آپ محبان اہلبیت کو نصارٰی سے تشبیہ دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ "اس بدبخت گروہ کو مہاجرین وانصار میں تلاش کرنا غلطی ہے۔ یہود ونصاریٰ کا ہمرنگ گروہ شیعوں کو اپنے پاس پڑوس میں ملجائیگا۔ ان ہی ساحروں نے اسلام کی پاک اور سیدھی تعلیم کو مجموعہ چیستاں بنا دیا اور اس کا بانی مبانی عبداللہ ابن سبا تھا جو حضرت عثمان کے زمانۂ خلافت میں کسی بڑے اور ممتاز عہدے کی لالچ میں مدینہ آیا تھا لیکن ناکام رہا اور لوگوں کو حضرت عثمان کے برخلاف بھڑکانیکے لئے مصر چلا گیا" ابوالآمنہ صاحب! بارہ خلفاء کی نسبت تو حدیثیں عامہ وخاصہ بکثرت ہیں بلکہ توریت سے بھی ثابت ہے مگر آپلوگ اپنے خلفا کا شمار ذریت ابوسفیان وذریت حکم طرید تک کہ وہ سب خلفائے ضال وجور وجاہل تھے ختم کردیتے ہیں بہرحال اُن کا خاتمہ سو سوا سو برس کے اندر ہوگیا۔ شیعہ بموجب حدیث انی تارك فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھلبیتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی وانھما لن یتفرقا حتی یردا علیّ الحوض (دیکھو مشکوٰۃ وصحیح ترمذی) دوازدہ ائمہ ذریت رسول صلعم سے مسلسل متمسک چلے آتے ہیں کیونکہ جناب باری فرماتا ہے انی جاعل فی الارض خلیفہ۔ اور حدیث رسولؐ سے لایزال الدین قائماً حتی تقوم الساعۃ اویکون علیکم اثنا عشر خلیفۃ (دیکھو صحیح مسلم جلد ۲) اس آیۂ قرآنی اور حدیث مخبر صادق سے ظاہر ہے کہ کوئی زمانہ خلیفۃ اللہ سے خالی نہ رہیگا۔ آپ کے بارہوں خلفا کا خاتمہ ہوگیا اس سے بطلان آپ کے مذہب کا مثل آفتاب نصف النہار کے واضح ہے فافھم۔ چونکہ اس حدیث سے آپ کے خلفا کی خلافت کی رد ہوتی ہے اور حقیقت

مذہب شیعیان اثنا عشری ثابت ہوتی ہے اسلیئے آپ آتش حسد سے جلکر شیعونکو
نصاریٰ اور یہود سے نسبت بلا تشبیہ تشبیہ دیتے ہیں اور طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ حدیث
منزلت ہیں جو نزد اہلسنت متواترات سے ہے۔ خود جناب ختم الانبیاءؐ نے اپنے
کو بمنزلۂ حضرت موسیٰؑ اور حضرت علیؑ کو بمنزلۂ حضرت ہارونؑ قرار دیا ہے (دیکھو
صحیح بخاری جلد ٢) تو کیا اس بنا پر آپ جملہ مسلمانان کو یہود کہینگے؟ جمیع مسلمانان
تو آپ کے قیاس سے یہود ہو نہیں سکتے۔

یہود و نصاریٰ کا ہمرنگ گروہ

لیکن یہودیوں کی تعلیم کا نور ظہور دیکھنا ہو تو اپنی کتابوں میں
بلکہ اپنے خلفا میں دیکھیئے آپ کے شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفاء
میں لکھتے ہیں کہ ایام جاہلیت میں یعنی جبکہ ابو بکر لات و عزیٰ کی پرستش کرتے
تھے ایک درخت نے اُن کو جناب رسولخدا صلعم کی بعثت کی خبر دی اور انکو یقین
دلانے کیلیئے ربّ موسیٰ کی قسم کھائی۔ ربّ عیسیٰ کہہ کر قسم نہیں کھائی بلکہ ربّ موسیٰ
کہہ کر قسم کھائی۔ فافہم۔ اور آپلوگونکے اتقان میں ہے کہ عمرؓ اپنے زمانہ خلافت میں یہودیوں کے
پاس جاکر اُنسے توریت سنا کرتے تھے ان عمر کان یاتی الیہود فیسمع منہم التوراۃ
(اتقان صفحہ ١٥) حالانکہ ان کے توریت پڑہنے پر رسول صلعم غضبناک ہو چکے
تھے چنانچہ مشکوٰۃ میں ہے کہ ایک روز عمر صاحب ایک نسخہ توریت کا لاکر رسولؐ
کے سامنے پڑہنے لگے جس پر آنحضرتؐ کے چہرۂ مبارک کا رنگ غیظ و غضب سے
سرخ ہوتا جاتا تھا اور فرمایا قسم خدا کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر
حضرت موسیٰؑ ظاہر ہوں تو تم لوگ ہمکو چھوڑ کر گمراہ ہو جاؤ گے۔ ابو بکر صاحب سے
بھی آنحضرتؐ نے صاف کہدیا اور مکرر فرمایا الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل
(ازالۃ الخفا) اور عثمان خلیفہ کو تو بی بی عائشہ صاحبہ صاف صاف یہودی سے مثال
دیتی تھیں اور فرماتی تھیں اقتلوا نعثلا انہ قد کفر (دیکھو تاریخ اعثم کوفی وغیرہ) اور

علامہ ذہبی لکھتے ہیں عن حذیفہ انہ قال رسول اللہ صلعم اذاخرج الدجال سبتعہ من کان یحب عثمان یعنی حذیفہ سے منقول ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ جب دجال خروج کریگا تو اُس کی پیروی وہ لوگ کرینگے جو عثمان کو دوست رکھتے ہیں واضح رہے کہ دجال بھی یہودی ہے۔ اور ابوبکر صاحب ایک یہودی کے اس قول پر ایمان لاکر کہ تمکو اسلام کے زمانہ میں حکومت ہاتھ لگے گی ذمرۂ مسلمین میں داخل ہوئے تھے (دیکھو ازالۃ الخفا) عمر صاحب بھی ایک راہب کی پیشنگوئی پر ایمان لاکر کہ تم خلیفہ ہوگے جماعت مسلمین میں داخل ہوئے تھے (ایضًا) یہودیوں کے مقابل میں جنگ خیبر میں ہرچند رسول ؐ بار بار علم دیکر بھیجتے تھے نہ آپ کے فاتح اعظم وجرنیل محتشم عمر صاحب نے ان یہودیوں سے لڑنا گوارہ کیا نہ ابوبکر خواہ عثمان صاحب نے۔ واقعی اگر عمر صاحب کو یہودیوں اور کفار کا پاس نہ ہوتا تو بقول آپکے اتنے بڑے فاتح اعظم وجرنیل محتشم ہوکر بار بار جنگ سے فرار کرنے کا ننگ گوارہ نہ کرتے۔ اب فرمائیے یہود ونصاریٰ کا ہمرنگ گروہ آپ کے پاس پڑوس میں ملگیا یا نہیں؟ دیکھئے آپ کے معاویہ صاحب بھی نہ مرے جب تک اپنے گلے میں صلیب نہ ڈال لی (دیکھو محاضرات امام راغب) خود رسول ؐ کی حدیث سے ظاہر ہے کہ معاویہ کا حشر غیر ملت اسلام پر ہوگا (دیکھو تاریخ طبری) بیشک مخبر صادق نے جو جیسا کہ آپ لکھتے ہیں بار بار فرمایا کہ عنقریب تم سے یہود ونصاری کے کرتوت سرزد ہونگے اور اُن ہی کے قدم بقدم چلوگے اُس کی پوری پوری تصدیق ان لوگوں نے کردی۔ شیعوں پر آپ جھوٹ الزام لگاتے ہیں۔ اس کلام میں رسول ؐ کے مخاطب یہی لوگ تھے۔ وہاں نہ ابن سبا تھا نہ کوفی تھے اور آپ لوگ جو ان کے پیرو ہیں یہانتک نصاریٰ اور یہود کے قدم بقدم چلے کہ جس طرح یہود ونصاریٰ نے خدا کے پسندیدہ نام کو ترک کرکے اپنا نام بدلا

اسی طرح آپلوگوں نے بھی خدا کے پسندیدہ نام کو ترک کر کے اپنا نام بدلا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا - مرزا غلام احمد کو اپنا نبی بنایا تو لقب بھی اُن کا مسیح رکھا - یہود و نصاریٰ کا ہمرنگ گروہ شیعوں کے پاس پڑوس میں کیا کھوجتے ہیں - آنکھ کھولکر دیکھئے آپ کے گھر میں موجود ہے جس طرح یہود حضرت عیسیٰؑ کو مردہ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بیت المقدس میں دفن ہیں اُسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی اور اُن کے خلیفہ نور علی اور خود آپ بھی اسی کے قایل ہیں جیسا اوپر مذکور ہوا جس طرح یہود بروز عاشورا روزہ رکھتے ہیں اُسی طرح آپ لوگ بھی روزہ رکھتے ہیں پس آپ لوگ اور یہود ہمرنگ ہیں - نصاریٰ بھی اپنے کو مسیحی کہتے ہیں اور آپلوگ مرزا غلام احمد کو مسیح کہتے ہیں اسلئے بوجہ اُن کی امت میں ہونے کے آپلوگ بھی مسیحی ہوئے پس آپلوگ نصاریٰ کے بھی ہمرنگ ہیں - آپ نور علی کو خلیفۃ المسیح کہتے ہیں اور سینٹ پال اپنے کو خلیفۃ المسیح کہتے تھے - یہ دونوں ہمرنگ ہوئے - دیکھئے یہود و نصاریٰ دونوں کا ہمرنگ گروہ آپ کو اپنے گھر کے اندر ملگیا - مگر یہ یاد رہے کہ سینٹ پال کوئی معمولی آدمی نہیں ہیں - اُن کا ڈنکہ آپ کے عمر صاحب سے اور نور علی خلیفہ سے کہیں زیادہ ہے - آپ لوگ اُن کا مقابلہ کر رہے ہیں اور مرزا غلام احمد کو مسیح بنا رہے ہیں - سینٹ پال جہاں آپلوگوں کو پاجائینگے اور پوچھینگے کہ مسیح کے بارہ خلفا تو ہم لوگ ہیں اگر وہ آتے تو ہم اُن کے ساتھ آتے تم کون ہو تو کیا جواب دیجیگا ؟ ذریب وصی حضرت عیسیٰؑ بھی ابھی زندہ ہیں (دیکھو ازالۃ الخفا) ذریب کے رہتے ہوئے دوسرا کوئی کیونکر خلیفۃ المسیح ہوسکتا ہے ؟

مرزا غلام احمد قادیانی کی مسیحیت پر نظر

جس طرح صفی حضرت آدمؑ کے لئے - خلیل حضرت ابراہیمؑ کے لئے حبیب جناب ختم المرسلین کے لئے

بلحاظ خصوصیات ذاتی ان حضرات کے خاص خاص خطابات ہیں اسیطرح مسیح خاص خطاب حضرت عیسیٰ ابن مریم کا ہے دوسرے انبیاء کو مسیح نہیں کہہ سکتے۔ یہ خطابات جناب باری نے ان حضرات کو امتیاز کے لئے عطا کئے ہیں ایسا نہیں کیا کہ ایک ہی خطاب دو نبیئوں کو دیکر مشتبہ کر دے۔ جب کوئی صفی کہیگا تو اس سے حضرت آدمؑ سمجھے جائینگے۔ جب خلیل کہیگا تو حضرت ابراہیم مراد ہونگے۔ علی ہذا دیگر انبیاء۔ اور جب کوئی مسیح کہیگا تو وہی حضرت عیسیٰؑ سمجھے جائینگے جو بغیر باپ کے بطن حضرت مریم سے پیدا ہوئے تھے اور بقول آپ لوگوں کے وہ مر گئے۔ اور بقول مرزا صاحب سری نگر کشمیر میں دفن ہیں۔ تو کیا معاذ اللہ پھر اُن ہی نے مرزا غلام احمد کی شکل میں اوتار لیا ہے کہ وہی خطاب باقی رہیگا؟ آپ کے مرزا صاحب کے باپ تو مرزا غلام مرتضےٰ موجود تھے اُن کو کیونکر مسیح کہتے ہیں؟ اگر مرزا صاحب کو بھی آپ لوگوں نے اپنا نبی بنایا ہے تو اُن کے لئے کوئی دوسرا خطاب تجویز کیجئے مسیح کہنے سے وہی عیسیٰؑ مراد ہونگے۔ جو بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے نہ غیر۔ اور اگر آپ اپنے مرزا صاحب کو مسیح کہتے ہیں تو نور علی خلیفہ کو سینٹ پال بنائیے۔

ابو الآمنہ صاحب! دیکھئے انجیل متی میں بھی۔ انجیل مرقس میں بھی اور انجیل لوقا میں بھی لکھا ہے کہ حضرت عیسےٰ اپنے حواریوں سے پیشینگوئی کر گئے ہیں کہ دیکھو تم کو کوئی گمراہ نہ کرے (میرے واپس آنے کے قبل) بہتیرے میرے نام پر آئیں گے اور کہیں گے کہ میں وہی ہوں پر اُن کے پیچھے نہ جائیو۔ پس انجیل بھی آپ کے مرزا صاحب کے دعوئے مسیحیت و نبوت کو باطل کرتی ہے۔ ابو الآمنہ صاحب! از آدم صفی اللہ تا محمد حبیب اللہ صلعم کسی نبی کا نام یا لقب یا خطاب آپ ایسا نہ پائیگا جسکے ساتھ لفظ غلام ملحق کر کے وہ کسی مخلوق کا غلام قرار دیا گیا ہو بلکہ غلامی منافی نبوت ہے۔ قدرت خدا دیکھئے کہ آپ کے مرزا صاحب کے پیدا ہوتے

ہی غلامی کا طوق اُن کے والدین سے اُن کے گلے میں ڈلوا دیا کہ غلام احمد نام رکھا
اُن کے والدین نے تو اپنے حسن عقیدت سے اُنکو جناب احمد مرسل صلعم کا غلام بنایا تھا
لیکن ایسا غلام نہیں دیکھا کہ اپنے آقا کی تکذیب کرے۔ آنحضرت فرماتے ہیں کہ
ہمارے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور مرزا صاحب دعوۂ نبوت کرکے آنحضرتؐ کی تکذیب
کرتے ہیں۔ تعجب ہے کہ آپلوگ ایسے شخص کو نبی مانتے ہیں اور شیخین پر ترجیح دیتے
ہیں۔ اور جناب علی مرتضیٰ جو رسولؐ کے بھائی بلکہ نفس رسولؐ تھے اُن کو چوتھا
خلیفہ قرار دیتے ہیں اور شیخین کو اُن پر ترجیح دیتے ہیں ؎ دُر کو تو گھٹاتے ہیں
بڑھاتے ہیں خزف کو۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم من الشیطان الرجیم۔

حضرت علی کا مثیل حضرت عیسیٰ ہونیکی وجہ

آمدم بر سر مطلب۔ حدیث صافی مذکورۂ بالا جسمیں دو آزدہ
خلفائے محمد صلعم کو مشابہ خلفائے عیسیٰؑ فرمایا ہے لکھ کر
آپ لکھتے ہیں کہ "شارحین حدیث نے اسکی وجہ یہ ظاہر کی ہے کہ ائمہ کرام کو حضرت
رسول اکرم صلعم نے حدیث مذکور میں اسواسطے مشابہ خلفائے عیسیٰ فرمایا اور مشابہ
خلفائے موسوی نہ فرمایا کہ خلفائے موسوی سب صاحب سلطنت ہو گذرے برخلاف
اسکے خلفائے عیسوی سب محکوم و مظلوم تھے" ابو الآمنہ صاحب! آپ نے شیعوں کی
کتابوں سے روایتیں المستدلاً لکھنے کے متعلق یہ دعوے کیا تھا کہ فقروں کے
فقرے اور عبارتوں کی عبارتیں مفید مطلب ملتی گئی ہیں نہ کہیں الفاظ کے لغوی
واصطلاحی معانی نکالنے کی ضرورت ہے نہ کہیں جملوں کے تفسیر و تاویل کی حاجت"۔
لیکن پہلے ہی حدیث کی شرح کتاب صافی سے لکھنے میں آپ نے حرفت شروع
کردی۔ لہذا ہم اصل عبارت جو صاحب صافی نے اس حدیث کی شرح میں لکھی
ہے آپ کی حرفت دکھانے کے لئے نقل کرتے ہیں وھو ھذا:۔ مراد وصی در کل
وصی جنس وصی ہر نبی است ومیتواند بود کہ مراد شخص باشد یعنی روایت است از امام

محمد باقر علیہ السلام کہ گفت بدرستیکہ اللہ تعالیٰ فرستاد محمدؐ را بسوئے جن وانس وگردانیدہ
بعد از وے دوازدہ وصی بعضے ایشان گذشتہ و بعضے ایشان ماندہ وہر وصی جاری شدہ
با او روشے از روشہائے الٰہی مثل آنکہ اوصیائے موسیٰ ہمہ حکومت داشتہ اند واوصیائے
عیسیٰ ہمہ مظلوم بودہ اند خواہ در جمیع عمر وخواہ در بعض عمر واوصیا کہ بعد از محمدؐ اند بروش
اوصیائے عیسیٰؑ اند وبودہ اند اوصیائے عیسیٰؑ نیز دوازدہ وبود امیر المومنین علیہ السلام
بروش مسیح در لباس وطعام موافق اہل فقر یا در اینکہ حوارین داشت مثل سلمان وابوذر
ومقداد وعمار وجابر ومانند ایشان مثل حوارین عیسیٰؑ ومولانا محمد امین گفت دریں کہ
بعضے او را اللہ شمردند وبعضے حق او را منکر شدند" اس شرح میں سے آپ نے
اس قول کو کہ "بعضے او را اللہ شمردند وبعضے حق او را منکر شدند" اس خوف سے چھپایا ہے
کہ اس کا نتیجہ آپ کے حق میں بد نکلتا ہے۔ اب ہم اسکی تائید میں آپ کی مشکوٰۃ شریف
اور مسند احمد بن حنبل جلد اول سے ایک ایسی حدیث دکھاتے ہیں جس سے صاف
واضح ہو جائیگا کہ یہود کا مشابہ کون ہے اور نصاریٰ کا مشابہ کون ہے ملاحظہ کیجئے
عن علی قال قال رسول اللہ فیک مثل عیسیٰؑ ابغضہ الیہود حتیٰ بہتوا امہ واحبہ
النصاریٰ حتیٰ انزلوہ بالمنزلۃ التی لیست لہ ثم قال یہلک فیّ رجلان محب مفرط
یفرطنی بمالیس فیّ ومبغض یحملہ شنانی علیّ ان یبہتنی ۔ یعنی حضرت علیؑ سے رسول اللہؐ
نے فرمایا کہ تجھ میں مثال عیسیٰؑ کی ہے۔ یہود نے اُن سے بغض رکھا یہانتک
کہ اُن کی ماں پر بہتان کیا اور نصاریٰ نے اُنکو دوست رکھا یہانتک کہ اُن کو
اُس منزلت پر پہنچایا جو اُن کے لئے نہ تھی۔ بعدہ حضرت علیؑ نے فرمایا میرے
باب میں دو طرح کے لوگ ہلاک ہونگے ایک محب مفرط جو افراط کرے اُس چیز
کی جو مجھ میں نہیں ہے دوسرا وہ بغض رکھنے والا جو مجھسے دشمنی کرکے مجھ پر بہتان کرے"
شیعہ حضرت علیؑ کو جناب ختم الانبیاء صلعم کا خلیفہ بلافصل مانتے ہیں۔ بحکم خدا اُن سے

مودت رکھتے ہیں اور حسب فرمودۂ رسول صلعم ان ہی کے ساتھ متمسک ہیں۔ بجز رسول صلعم کے کسی غیر کو اُن پر ترجیح نہیں دیتے ہیں اس سے زیادہ خواہ افراط کرنیوالے ہوں خواہ تفریط کرنیوالے دونوں سے شیعہ مبرّا ہیں۔ ابن سبا نے افراط کیا کہ حضرت علیؑ کو خدا کہا۔ شیخین نے اپنے سے بلکہ بنی امیہ سے بھی گھٹا دیا کہ اپنے بعد عثمان کو جو بنی امیہ سے تھے خلیفہ بنایا۔ شیخین کو کبھی گوارہ نہ ہوا کہ حضرت علیؑ خلیفہ ہوں انتہا تو یہ ہے کہ بعد قتل عثمان جب مسلمانوں نے حضرت علیؑ کی جانب رجوع کیا تو اُس وقت بھی اولاد شیخین میں سے بجز محمد بن ابو بکر کسی شخص نے حضرت علیؑ کا ساتھ نہ دیا۔ عبداللہ ابن عمر نے حضرت علیؑ کی بیعت نہ کی۔ معاویہ و یزید کی بیعت کر لی اور ان کے معین اور حامی رہے۔ عبید اللہ ابن عمر نے تو جنگ صفین میں حضرت علیؑ سے لڑ کر معاویہ کے قدموں پر اپنی جان نثار کر دی۔ جس سے ظاہر ہے کہ شیخین کا یہی بندوبست تھا کہ عثمان کے بعد معاویہ خلیفہ ہو ورنہ اُن کے بیٹے حضرت علیؑ کو چھوڑ کر معاویہ اور یزید کی بیعت نہ کرتے اور بمقابل حضرت علی و حسنین علیہم السلام کے معاویہ اور یزید کی طرفداری نہ کرتے۔ شیخین کے خاندان سے صرف ایک محمد بن ابو بکر حضرت علیؑ کو امام برحق سمجھتے تھے جس کی وجہ سے عثمان برابر اُن کے قتل کی فکر میں رہے۔ جیسا کہ آئندہ ظاہر ہو گا آخر معاویہ نے اس غریب کو اپنے عہد میں بوجہ حب علی قتل کرا دیا (دیکھو تاریخ ابو الفدا و مروج الذہب مسعودی) آپ لوگ حضرت علی کو چوتھا خلیفہ سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ بات شیخین کے خواب و خیال میں بھی نہ تھی بلکہ کوشاں تھے کہ کبھی حضرت علیؑ کو خلافت نہ ہونے پائے۔ آپ لوگ شیخین کو حضرت علی کا یار قرار دیتے ہیں اور چار یاری بنے پھرتے ہیں حالانکہ وہ لوگ اس جناب کے قتل پر آمادہ تھے اور گھر میں آگ لگانے گئے تھے۔ انتہائے بغض تو یہ ہے کہ معاذ اللہ اس جناب پر پچاس ساٹھ برس تک خطبوں میں

لعن ہوا کیا۔ معاویہ نے شروع کیا عمر ابن عبد العزیز نے ایک یہودی کے ملامت کرنے پر ترک کیا (دیکھو روضۃ الصفا) اب ذرا قدرت خدا دیکھئے فرقہ حقہ کو جس کا نام شیعہ پسندیدۂ خدا تھا ممیز اور منزہ رکھنے کیلئے افراط اور تفریط کرنے والوں کا نام بدلوا دیا۔ افراط کرنیوالے یعنی تابعین ابن سبا اپنے کو نصیری کہتے ہیں اور تفریط کرنیوالے تابعین شیخین اپنے کو اہلسنت والجماعت کہتے ہیں۔

شیخین اور عبداللہ ابن سبا

جسطرح عبداللہ ابن سبا بقول آپ کے عثمان خلیفہ کے زمانہ خلافت میں مدینہ میں کسی بڑے منصب اور ممتاز عہدہ کی لالچ میں آیا لیکن ناکام رہا تو اُن کے برخلاف لوگوں کو بھڑکانے کے لئے مصر چلا گیا اسی طرح شیخین بھی۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کاہنوں اور راہبوں کی پیشینگوئی پر ایمان لاکر خلافت کے ایسے بڑے منصب اور ممتاز عہدہ کی لالچ میں داخل اسلام ہوئے تھے لیکن جب رسولؐ نے اُن کو خلیفہ مقرر نہیں کیا بلکہ حجۃ الوداع سے پھر کر بمقام خم غدیر ارشاد فرمایا کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ تو آنحضرتؐ کے مرض الموت میں مبتلا ہوتے ہی مخالفت پر تل گئے اور بعد وفات رسولؐ ابوسفیان سے ملکر خاندان رسالت کو تباہ و برباد کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ آپ کا یہ لکھنا کہ یہود مردود کے مذہب اور ان کی قوم کو جو ضعف کلی اور بربادی اسلام کے ہاتھ سے پہنچی اُس سے عجب نہیں کہ اس کینہ توز گروہ کے ایک سرگرم ممبر نے اپنے علم و فراست بلکہ اپنے جسم و جان کو بھی انتقام لینے کے ذہن میں وقف کر دیا ہو اور جو دائمی تباہی خاندان کسرے کو اسلام اور خادمان اسلام کے ہاتھ پہنچی کچھ عجب نہیں کہ انھوں نے بھی جوش انتقام میں ابن سبا کے گروہ کا خیر مقدم کیا ہو" محض آپ کا قیاس ہے۔

لیکن واقعات سے ثابت ہے کہ چونکہ کفار قریش کا مذہب اور اُن کی قوم اور اُسکے
اصنام کی جنکی پرستش شیخین چالیس برس تک کرتے رہے بربادی جناب رسولخداؐ
اور علی مرتضےٰ کے ہاتھوں سے ہوئی اور عمر صاحب کے ماموں جان ابوجہل
ودیگر اعزا و احباب شیخین کے مارے گئے اسلئے کینے اُن کے دلونمیں بھرے ہوئے
تھے شیخین اُسی گروہ کے سرگرم ممبر تھے اور اپنے علم و فراست بلکہ اپنے دین و
ایمان کو بھی انتقام لینے کی دُھن میں وقف کر دیا تھا ہر وقت موقع کے منتظر
رہتے تھے۔ بعد وفات رسولؐ موقع ہاتھ آگیا۔ ابوسفیان کا جو دشمن رسولؐ
ودشمن اسلام تھا خیر مقدم کیا اور اپنی تمام ہمت و تمام قوت جو اسلام کے ذریعہ
سے حاصل ہوئی تھی خاندان نبوت کی تذلیل کرنے میں اور اعانت خاندان
ابوسفیان میں صرف کرڈالی۔

واقعی آپ کے شیخین کی کارروائی نے ایسے پاک و پاکیزہ دین اسلام کو مجموعۂ
چیستاں بنا دیا ورنہ کیوں جائیے آج بھی دیکھ لیجئے ابن سعود اور اُن کے تابعین
حنفی۔ مالکی۔ حنبلی اور شافعی فرقہ والوں کو مشرک کہتے ہیں اور ان کا قتل وغارت
جائز کئے ہوئے ہیں (دیکھو اخبار ہمدم ۲۹ ستمبر ۱۹۲۵ء) اور یہ لوگ ابن سعود اور
اس کے تابعین کو کافر کہتے ہیں۔ ہندوستان کے سنیوں میں بھی بعض فرقے
ابن سعود اور اس کے تابعین پر لعنت کرتے ہیں چنانچہ اڈیٹر الفقیہ۔ اپنے
اخبار مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۲۶ء میں لکھتے ہیں کہ قرن الشیطان ثانی ابن سعود ملعون نے
ماثر تبرکہ اور مزارات و مساجد کا انہدام کیا جس پر سارے دنیا کے مسلمان اُس سے
نہ صرف بگڑے بلکہ اس پر لعنت بھیج رہے ہیں"۔ اور وہابی ابن سعود کی طرفداری
میں سنیوں کے دیگر فرقوں سے کہتے ہیں کہ یزید نے سبط رسول الثقلین امام حسینؑ کو
جو رسولؐ کے گوشت و پوست تھے شہید کیا اُس کو تو مسلمان سمجھتے ہو اور نجدیوں

سے نے جو چند مقامات مقدسہ کے مکانات مثل مولد نبیؐ وغیرہ جو خشت گارہ وغیرہ کے
بنے ہوئے تھے منہدم کردیا تو اُن کو کافر کہتے ہو!۔ اہلسنت کے بعض فرقے اپنے
کو اہلحدیث بعض اہلفقہ بعض اہل قرآن کہتے ہیں۔ انگورہ میں شریعت اسلام کی
ترمیم ہورہی ہے۔ ہیٹ پہننے کا حکم ہے اور نماز کے وقت ہیٹ اوتار کر ننگے سر
نماز پڑھو۔ پنجگانہ نماز کی ضرورت نہیں ہے کسی وقت پڑھ لیجائے جیسا کہ ناظرین
اخبار سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اور یہ سب فرقے ایک دوسرے کو بُرا اور
نافہم کہتے ہیں۔ نہیں معلوم آپ کے فرقے والے ان متعدد اور مختلف فرقوں میں
کس کو اچھا کہتے ہیں اور کس کی تقلید کرتے ہیں۔ آپ کے مرزا غلام احمد قادیانی
کو تو ان میں سے کوئی فرقہ کسی شمار میں نہیں لاتا اس چیستاں کو آپ ہی حل کیجئے

بانیان قتل عثمان

آپ عثمان خلیفہ کی عیب پوشی کے لئے جو اُن کے قتل کا
بانی ابن سبا کو اور اُن کے قتل میں شریک رہنے والوں
کو ابن سبا کا ہم نوا بتاتے ہیں۔ یہ آپ کی سخن سازی ہے اسلام میں خاندان
بنی امیہ سے عثمان پہلے خلیفہ ہوئے ہیں انھوں نے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی
مروان بن حکم کو جو طرید رسولؐ تھا مدینہ میں بلاکر اپنا وزیر و مشیر و رازدار بنایا حرکات
وافعال قبیحہ خلاف شرع محمدیؐ شروع کئے۔ اگرچہ شیخین کے دس بارہ برس کے
زمانہ خلافت میں بہت کچھ تغیر واقع ہوچکا تھا تاہم ابھی کچھ جوش اسلامی باقی تھا
عثمان خلیفہ کے افعال ناشایستہ خلاف شریعت اسلام نے مہاجرین و انصار
کو بیچین کردیا حتی کہ بی بی عائشہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ ابتک تو حضرت مصطفےٰ
صلعم کا کفن بھی میلا نہ ہوا اور عثمان نے اُن کی شریعت کو کہنہ کردیا اے لوگو
اس بڈھے ساحر کو مار ڈالو خدا اسے مارے (دیکھو تاریخ اعثم کوفی) کبھی کہتی تھیں
اس نعثل کو مار ڈالو یہ تو کافر ہوگیا۔ ان کے قتل میں تمام اہل مدینہ مہاجر

انصار و دیگر اصحاب رسولؐ قریب قریب کل مسلمان متفق تھے۔ (دیکھو تاریخ الخفا)
غور کیجیے کہ مدینہ منورہ کے اندر اپنے دار الخلافت میں یہ بیٹھے جاتے ہیں عرصہ تک
محاصرہ میں رہکر قتل ہوتے ہیں کوئی بچانیکا قصد بھی نہیں کرتا۔ اگر یہ خلیفہ برحق
ہوتے تو کیا مدینہ اور اوسکے گرد و نواح میں دس پانچ مسلمان بھی ایسے نہ تھے جو
ان کی مدد کرتے؟ عبد اللہ ابن عمر و عبد الرحمن ابن ابوبکر و عبید اللہ ابن عمر اور
ان لوگوں کے کنبے قبیلے والے بھی دین پر لات مار کر گھر بیٹھ رہے ہے؟ دیکھ رہے
ہیں کہ وہ خلیفہ جو اُن کے باپ کی جگہ پر ہے محاصرہ میں گھرا ہے اور بقول آپلوگوں
کے ناحق قتل کیا جاتا ہے زبانی اعانت کو بھی گھر سے نہیں نکلتے۔ بعد شہادت
امام حسینؑ جب اہل مدینہ نے یزید کی خلع بیعت کی تو یہی عبد اللہ ابن عمر اپنے حشم
اور خدم اور اپنی اولاد کو جمع کر کے خلع بیعت سے مانع ہوئے (دیکھو صحیح بخاری)
کیا عثمان خلیفہ یزید سے بھی بدتر تھے کہ اُن کی خبر نہ لی؟ رسالہ عشرہ مبشرہ میں
خود اہلسنت کی کتابوں سے بہ صراحت دکھایا گیا ہے کہ قتل عثمان میں طلحہ و زبیر
و سعد ابن وقاص جنکو اہلسنت عشرہ مبشرہ میں شمار کرتے ہیں خصوصًا و دیگر مہاجرین
و انصار و اصحاب رسولؐ عمومًا سب شریک تھے (نیز دیکھو تاریخ اعثم کوفی) آپ
ان لوگوں کو عبد اللہ ابن سبا یہودی کا ہمنوا بتاتے ہیں اسکو اہلسنت سے
پوچھئے وہی آپ کو اس کا جواب دینگے۔ وہ سب پیروان شیخین تھے اگر وہ
لوگ عبد اللہ ابن سبا کے بھی چیلے ہوں تو ہمکو عذر نہیں۔ بیشک جیسا کہ آپ
لکھتے ہیں جنگ جمل و صفین کے معرکے بھی انھیں مدبرین حاسدان اسلام کمبخت
خانہ برانداز ان کی ریشہ دوانیوں کے نتائج تھے۔ اور جنگ جمل میں تو بی بی عائشہ
سالار لشکر تھیں۔

آپ اپنے ابوبکر خلیفہ کی تعریف میں لکھتے ہیں	ذریعہ فتوحات شیخین اور اس ذریعہ کی تباہی

کہ اُن پر کسی حاسد دشمن کا قابو نہ چلا اور عمر خلیفہ کو فاتح اعظم اور جرنیل محتشم بناتے ہیں اور عموماً آپ لوگ شیخین کی سیاست و انتظام اور فتوحات پر بہت نازاں رہا کرتے ہیں۔ لیکن واقعی ان سب کا ذریعہ جیش اُسامہ تھا۔ وہی جیش جو رسولؐ کے ساتھ غزوات میں جاتا تھا اور فتحیاب ہوتا تھا۔ وہی جیش جو سرایا میں بھی دوسروں کی سپہ سالاری سے جاتا تھا اور فتح حاصل کرتا تھا۔ وہی جیش جو جنگ تبوک میں بھیجا گیا تھا۔ وہی جیش تیار کردہ رسولؐ جس سے شاہان روم و عرب و عجم مرعوب تھے۔ وہی جیش جو حمایت اسلام میں جان و مال سے یکدل ہوکر لڑتا تھا نافرمانی رسولؐ کو گناہ کبیرہ سمجھتا تھا۔ مگر افسوس! آنحضرتؐ کے مرض الموت میں مبتلا ہوتے ہی شیخین نے نافرمانی شروع کردی جیش اُسامہ کے ساتھ جانے سے انکار کر کے ایک گونہ لشکر میں بھی سرتابی کی تخم پاشی کردی۔ بہر کیف آنحضرتؐ کے وقت سے وہ لشکر اور تمام انتظامات ریاست و سیاست مدون چلے آتے تھے کسی امر میں فرق نہیں آیا تھا۔ بعد وفات آنحضرتؐ کے ہنوز آنحضرتؐ کی تجہیز و تکفین بھی نہ ہوئی تھی کہ بمشورۂ عمر۔ ابوبکر حکمت عملی سے ایک مقام پر چند نفر سے بیعت لیکر مسند خلافت پر بیٹھ گئے اور تمام مملکت اسلامی پر قبضہ کرلیا ان دونوں صاحبوں کے عہد خلافت میں جو کچھ فتوحات ہوئے (اگرچہ جسطرح رسولؐ جایا کرتے تھے یہ خود کسی جنگ میں لشکر کے ساتھ نہیں گئے مگر ان سے منسوب کر کے ان کی تعریف کیجاتی ہے) وہ سب فتوحات بوجہ اسی تعلیم و تربیت کے تھی جو رسولؐ نے اپنی سپاہ کو دی تھی اور جسکو بوجہ قرب زمانہ رسولؐ کے وہ لوگ چنداں بھولے نہ تھے لیکن شیخین نے ایسی روش اختیار کی کہ دس بارہ برس کے اندر رسولؐ کی تیئیس ۲۳ برس کی ریاضت پر پانی پھیر دیا اُن کے اخلاق کا خاتمہ ہوگیا اگر کسی مہم پر گئے بھی تو محض قزاقوں کے طریق پر اور بہ طمع مال غنیمت

دین سے یا قومی ہمدردی سے کوئی واسطہ نہیں۔ چنانچہ عثمان جو خلیفہ رسول ص بنے تھے
اور جنکی اطاعت واعانت آپ کے نزدیک مسلمانوں پر واجب ولازم تھی خاص مدینہ منورہ
میں عرصہ دراز تک محاصرہ میں رہکر قتل ہوئے مگر مسلمانوں میں سے کسی ایک فرد نے بھی
ان کی نصرت نہ کی اور نہ قتل سے بچایا۔ یہ نتیجہ اوسی سرتابی اور کج خلقی کا ہے
جو ان لوگوں کو شیخین کی صحبت سے حاصل ہو گئی تھی۔ آنحضرت کے بعد شیخین
کو تو آنحضرت کے حسن انتظام سے ایسا سجا سجایا لشکر ملگیا تھا کہ فتوحات
حاصل ہو گئے لیکن شیخین نے انہیں سے ایک شخص کو بھی ایسا دیندار نہ چھوڑا
جو خود عثمان خلیفہ کی مدد کرتا۔ اب کہئے کیا خوب سیاست وانتظام شیخین
کا تھا: لعن اللہ من تخلف عن جیش اسامہ۔ حدیث رسول ص کو یاد کرو۔

آپ کا یہ لکھنا کہ ابوبکر صاحب پر کسی حاسد دشمن کا قابو نہ چلا بوجہ آپ کی
جہالت کے ہے۔ دیکھیئے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفاء میں لکھتے ہیں
وطی ابوبکر وضرب ضربا شدیدا ودنا منہ الفاسق عتبہ بن ربیعہ فجعل
یضربہ بنعلین مخصوفتین ویحرفھما بوجھہ واثر ذالک حتی مایعرف
انفہ من وجھہ۔ حاصل مطلب یہ کہ ایکدن ابوبکر کو کچھ لوگ خوب زدوکوب
کر رہے تھے اسنے میں عتبہ بن ربیعہ فاسق بھی اُن کے نزدیک پہنچ گیا اور
اپنے دونوں جوتے جنمیں نعل چڑھی ہوئی تھی نکال کر اُن کے چہرہ پر
اسقدر مارا کہ دونوں جوتے پھٹگئے اور اُن کا چہرہ ایسا سوج گیا کہ ناک
اور چہرہ میں تمیز نہ ہوتی تھی (دیکھو ازالۃ الخفا صفحہ ۴۹ ونیز معارج النبوۃ) یہ
وجاہت تو عروج جوانی میں تھی بوڑھاپے میں کیا وجاہت ہو گی؟ نقل
مشہور ہے کہ زدہ رامیتواں زدن۔ اصل یہ ہے کہ ابوبکر صاحب مسند
خلافت پر بیٹھنے کے بعد کل دو ڈھائی برس زندہ رہے اس عرصۂ قلیل میں

چند بار مثلاً خالد کے معاملہ میں اور ایک وثیقہ کے بارہ میں جو ابو بکر نے ایک شخص کو بلا استرضائے عمر لکھدیا تھا دونو صاحبوں میں کئی بار اختلاف ہو گیا تھا۔ اور جیش اسامہ کی روانگی کے قصہ میں ابو بکر نے عمر کی داڑھی پکڑ لی اور بولے کہ ثکلتک امک یا بن الخطاب (روضۃ الصفا صفحہ ۱۴۷) اگر مثل عمر کے ابو بکر بھی کچھ روز زندہ رہتے تو معلوم نہیں کہ عمر کے ہاتھ سے کیا نوبت پہنچتی مگر ابو بکر بڑی پالیسی کے آدمی تھے چونکہ عتبہ کے ہاتھ سے سبق پا چکے تھے حسب منشائے مار گزیدہ از ریسمان می ترسد خالد کے ایسے سرکش و بیباک مجرم کو جس نے ایک مسلمان کو بیگناہ قتل کیا اور اوسی شب اوسکی زوجہ سے زنا کیا اور جو علاوہ دیگر اصحاب کے خود عمر کے نزدیک بھی مجرم تھا ابو بکر خلیفہ نے بوجہ اوسکی سرکشی کے اس کے جرائم سنگین سے درگذر کیا حد شرعی جاری نہ کیا خلاف حکم قرآن رافت کو راہ دیا (دیکھو تاریخ طبری و تاریخ ابو الفدا و تاریخ ابن واضح و روضۃ المناظر وغیرہ) اور اشعث کو جو مرتد ہو گیا تھا بلا کر اپنی بہن سے بیاہ دیا (دیکھو ازالۃ الخفا) اور اس سے خبیث بچے پیدا ہوئے جنکا ذکر آگے آئیگا۔ ابو سفیان جو ان کی خلافت کو درہم برہم کرنے پر آمادہ ہوا تو اس کو ملا لیا اور اوسکے بیٹے کو شام کی گورنری دیدی۔ جب خالد کے ایسا سرکش جنرل اشعث کے ایسا مرتد اور ابو سفیان کے ایسا سفاک سردار بنی امیہ باہم ہو گیا تو عمر کے ایسا آپ کا فاتح اعظم اور جرنیل محتشم بھی دبکر رہگیا۔

ابو بکر ہوں خواہ عمر خواہ عثمان ان میں سے کسی نے رسول ص کی ہمراہی میں اور رسول ص کی اعانت میں کسی ایک کافر یا ایک یہودی یا مجوسی یا نصرانی پر ہاتھ نہیں اوٹھایا ہر جنگ میں اون کے مقابلہ سے اپنے کو کسی نہ کسیطرح بچائے رہے تو پھر وہ لوگ کیوں ان پر ہاتھ چھوڑتے؟ ہاں آخر میں عمر صاحب نے ایک

ادنیٰ مجوسی غلام سے بیمروتی یا کچھ بدسلوکی کی تھی اُس نے فوراً خنجر لگا کر انکا خاتمہ کر دیا
ابوالآمنہ صاحب! آپ کے یہ تینوں اصحاب ثلاثہ ایک قماش کے آدمی تھے
ابوبکر و عمر کا حال اوپر تو دیکھا یا گیا عثمان کا بھی یہی قول تھا کہ جو عمر کرتے تھے وہی
ہم بھی کرتے ہیں کیونکہ اسی شرط پر عبدالرحمن بن عوف وغیرہ نے انکو خلیفہ مقرر
کیا تھا کہ سیرت شیخین پر عمل کریں (دیکھو شرح فقہ اکبر ملا علی قاری) چونکہ ابوبکر و عمر کا
زمانہ رسول صلعم کے زمانہ سے بالکل متصل تھا مسلمان اخلاق رسول صلعم کو اوسوقت چنداں
بھولے نہ تھے ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا اگرچہ منافق ہی سہی بوجہ اوسکے اسلام
ظاہری کے پاس کرتا تھا اگر بعد رسول صلعم فوراً عثمان بجائے ابوبکر خلیفہ ہو گئے ہوتے تو
یہ بھی محفوظ و مصئون دنیا سے گذر جاتے لیکن جو زمانہ بدقسمتی سے عثمان کو ملا
اگر اُس زمانہ میں ابوبکر یا آپ کے فاتح اعظم اور جرنیل محتشم عمر صاحب ہی
ہوتے تو ان کا بھی وہی نتیجہ ہوتا جو عثمان خلیفہ کا ہوا - ان لوگوں کی بداخلاقی
سے یہ حالت ہو رہی تھی کہ ابوبکر کے مرتے ہی جب عمر تخت خلافت پر بیٹھے
تو مثنیٰ بن حارثہ نے جس نے بطور خود اپنی ایک ریاست عراق میں قائم کر لی
تھی فارس پر چڑھائی کرنے کیلئے کمک چاہی تو عمر نے لوگوں کو جمع کر کے کہا
کہ عراق کو جاؤ کسی نے قبول نہ کیا عمر بہت شرمندہ ہوئے دوسرے روز
بھی ایسا ہی کیا کسی شخص نے اجابت نہ کی چند روز برابر خطبہ پڑھتے رہے اور
لوگوں کو ترغیب دیا کئے لیکن کوئی انکی بات نہیں سنتا تھا اور نہ جواب دیتا تھا
جب مثنیٰ نے دیکھا کہ کوئی دعوت خلیفہ کو قبول نہیں کرتا ہے تو بطور خود لوگوں کو
سمجھا کر لیگئے (دیکھو روضۃ الاحباب و تاریخ طبری) پھر لوگ دیکھا دیکھی جانے لگے
اور چونکہ عمر مسند نشین حکومت ہو چکے تھے لامحالہ یہ لوگ ان کے ماتحت رہے
خمس اور مال غنیمت جو کچھ ان کے ہاتھ آتا تھا بوجہ بیت المال ان کے پاس

بھیجنے کو مجبور تھے۔
آپ لکھتے ہیں کہ جنگ جمل و جنگ صفین کے معرکے بھی انھیں مدبرین حاسدان اسلام (ابن سبا کے گروہ) کی ریشہ دوانیوں کے نتائج ہیں۔ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنے تحفہ کے باب اول میں لکھتے ہیں کہ اہلسنت والجماعت ہی شیعہ اولی تھے اور یہی لوگ جنگ صفین وغیرہ میں ہمراہ رکاب جناب امیرؑ تھے اور ان لوگوں نے جو احسان کئے کیا بیان کیا جائے کہ کیا کیا کیا فافہم۔
حضرت علیؑ کی شہادت بھی نتیجۂ خلافت شیخین تھی۔ ابن ملجم لعین جسکو آپ محض شیعوں کا دل دکھانے کیلئے شیعہ کہتے ہیں پکا سنّی تھا۔ اس کا خارجی ہونا آپکا مقبولہ ہے۔ جتنے خارجی ہیں آجتک سنّی ہیں۔ وہ شیخین کا پیرو تھا اور شیخین بوجہ نہ کرنے بیعت کے حضرت علیؑ کا قتل جائز سمجھتے تھے۔ ان ہی کے فتوی پر اس نے عمل کیا۔ شیخین نے اس جناب کے قتل کا ارادہ زبان سے ظاہر کیا تھا اس ارادہ کو ابن ملجم ملعون نے پورا کیا۔

مضمون ابوالآمنہ

(یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم)

شیعیان علیؑ

تھوڑی دیر کیلئے ہم فرض کر لیتے ہیں کہ جناب شیخین رضی اللہ عنہما اور جناب عثمانؓ اور حضرت صدیقہ عائشہ اور امیر معاویہ اور عام اہلسنت اہلبیت کرام کے معتقد و مخلص و محب صادق نہیں۔ لیکن شیعہ جب انکو ازلی ابدی مخالف خاندان نبوت ہی ظاہر کرتے ہیں تو پھر ان سے شکوہ نکث عہد و گلہ عدم ایفا کرنا کیا عبث اور بیجا نہیں ہے؟ مگر تعجب کا مقام تو یہ ہے کہ جو گروہ اپنے کو بڑے فخر سے

ازلی ابدی شیعہ علی و جان نثار اہلبیت کرام ظاہر کرتا ہے اس کا دامن بھی محسن کشی کے خون سے پاک نہیں ہے اصحاب علیؓ اصحاب حسنؓ نے جو بیوفائی اور دورنگی اوقات امتحان میں دکھلائی اسکی نظیر اقوام قدیم وحال کی تاریخ میں تلاشس کرنا فضول ہے اور یہی دلیری اور جسارت جو دوستی کے لباس میں ان کمبختوں سے ظہور میں آئی ایسی افسوسناک ہے کہ اس نے دشمنان اہلبیت کے ظلم وستم کی داستان کو بھی مات اور خارج از آہنگ بنا دیا ہے بقول شخصے ؎

من از بیگانہ گاں ہرگز نہ نالم — کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

یا جیسے کسی اردو شاعر نے کہا ہے ؎

دوستوں سے اسقدر صدمے اٹھائے جان پر — دشمنوں کی بھی عداوت کا گلہ جاتا رہا

اپنے سلف صالحین کے کارنامے مطالعہ کرکے متاخرین میں اگر ذرہ بھی غیرت اور شرم کا مادہ باقی ہو تو وہ کبھی حبّ اہلبیت کی لاف زنی نہ کریں اور مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم اجمعین کی عیب جوئی وطعن تشنیع کا نام تا دم مرگ زبان پر نہ لائیں۔ ہم بڑے زور سے دریافت کرتے ہیں کہ شیعہ صاحبان ہمکو دکھلائیں کہ شیعیان علیؓ نے جناب علیؓ کے ساتھ کونسی وفاداری اور جان نثاری دکھلائی اور اسی طرح شیعیان جناب امام حسنؓ نے ان کے ساتھ کونسا حق تابعداری ادا کیا ؟ اب جبکہ جناب علیؓ موجود ہیں نہ جناب حسنؓ آپ لوگوں کے دعوے حبّ علیؓ کا امتحان ہو تو کس طرح پر ہو ؟ ہاں خوب یاد آیا

محک حبّ علیؑ

آپ لوگ اثنا عشری ہیں بارھویں امام کو صاحب العصر مانتے ہو جو نظروں سے غائب مگر ہر جگہ موجود وحاضر حسب عقیدہ آپ صاحبان کے ہیں۔ چلو اونھیں پر آپ اپنا خالص مخلص شیعہ ہونا ثابت تو کر دیں صافی شرح اصول کافی میں لکھا ہے کہ اگر مخلص شیعہ مومنین تین سو تیرہ جمع

ہو جائیں تو امام غایب فوراً ظاہر ہو جائیں۔ چنانچہ اصل عبارت صافی کی یہ ہے منقول
است کہ اگر عدد اہل ایمان بسی صد و سیزدہ کس باہیئت اجتماعی رسد امام ظاہر میشود
دیکھو صافی شرح کافی باب پنجم ان الارض لاتخلو من حجۃ کتاب الحجۃ صفحہ ۳۵
مطبوعہ لکھنؤ۔ کتنے شرم کی بات ہے امام کو غایب ہوئے ہزار برس گذر گئے لیکن
ہندوستان وایران کے کرورہا شیعوں میں صرف تین سو تیرہ بھی ایماندار شیعوں کا
یکجا ہونا ممکن نہیں۔ ورنہ اپنا غیر خالص و ناقص العقیدہ ہونا تسلیم کریں اور دوسرے
مسلمانوں کے ایمان کی جانچ پرتال آیندہ خدا کے واسطے ترک کریں اور ہمہ تن
اپنی اصلاح میں مصروف ہو جائیں ؎ نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر رہے
دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر + پڑی اپنی بُرائیوں پر جو نظر تو نگاہ میں کوئی بُرا نہ رہا۔
ناظرین متعجب ہونگے جب ان کو معلوم ہوگا کہ واقعہ کربلا جسکو واقعات عالم میں سانحہ

واقعۂ کربلاء کے بانی شیعہ ہی تھے

جانکاہ اور بے نظیر حادثہ کہا جاتا ہے اُسکے بانی مبانی بھی قدیم
شیعہ رافضی صاحبان ہی ہیں۔ میں بآواز بلند دوبارہ کہتا
ہوں کہ قاتلان حسین علیہ السلام مظلوم اُسی گروہ کے ہم مشرب تھے جو ہر سال کمال اہتمام سے
ایران و ہندوستان کے تمام شہروں میں محرم کے عشرۂ اول میں اس واقعہ کی
یادگار تازہ کرتے ہیں۔ تمام مہذب اقوام میں نئے سال کا آغاز عید اور نوروز
سے کیا جاتا ہے۔ لیکن شیعوں کی مہربانی سے اُدھر محرم کا چاند چڑھا اور ادھر سوگ
اور ماتم کے ہنگامے شہر شہر برپا ہو گئے۔ مگر ان لوگوں کو سچ مچ ماتم دار و عزادار
حسین علیہ السلام خیال کرنا جہالت پر مبنی ہے حقیقت ہے کہ یہ لوگ سینہ زنی اور مرثیہ خوانی
اور گریہ و زاری کرکے اپنے قدیم ہمعقیدہ و ہم مشربوں کے گناہ بخشواتے ہیں۔ مگر
یہ تو ایک ایسا سخت کلنک ہے جو کسی گریہ و زاری سے اغلباً دھل نہیں سکتا۔ یہ
لوگ قاتلان حسین علیہ السلام مظلوم دوسرے لوگوں کو جتلاتے ہیں اور اسطرح سے اپنے

گناہ پر پردہ ڈالتے ہیں حالانکہ اصل قاتل خود ان ہی کے ہم مشرب تھے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ امام حسینؑ گنہگار امت کا کفارہ ہو گئے اگر وہ

امام حسین علیہ السلام گنہگار امت کیلئے کفارہ ہو گئے

کفارہ نہ ہوتے تو امت کی بخشش کی کوئی سبیل نہ تھی یہ اسلئے کہ کسی طرح بھی اصل حقیقت قتل امام مظلوم کی لوگوں پر منکشف نہ ہو اور کفارہ کا انعام سنکر مخالف و موافق دونوں گروہوں کی پردہ داری جاری رہے اور تحقیق و تفتیش واقعہ کی ضرورت ہی محسوس نہ ہو مگر حسینؑ مظلوم کا خون کب چھپ سکتا ہے۔ صاحب ناسخ التواریخ اس بحث میں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت اسمٰعیل کا فدیہ ہو گئے لکھتے ہیں کہ در ہمہ آفرینش سائشتہ ایں شہادت کہ مفتاح شفاعت عامہ است جز حسین علیہ السلام کسے نہ بود۔ صفحہ ناسخ التواریخ جلد ششم کتاب دوم۔

شہادت امام حسینؑ کے اسباب و ماخذ

معزز ناظرین! شہیدان کربلا کے مصائب تو آپ اکثر سنتے رہتے ہیں مگر ان مصائب کے اصل اسباب آپ نے شاذ و نادر ہی سنے ہونگے۔ اس مختصر رسالہ میں زیادہ تر اسباب واقعات کربلا ہی پر روشنی ڈالنا مقصود ہے جنکو علمائے شیعہ غالبًا دانستہ ظاہر نہیں کرتے۔ اور ظاہر کریں تو کیونکر اپنے مذہب کی قلعی کھلتی ہے اور قدیم راز ہائے سربستہ طشت ازبام ہو جاتے ہیں۔ رہے عام اہلسنت سو ان لوگوں نے مطالعہ تاریخ اسلام سے مدتیں گذریں گونہ فارغخطی لی ہوئی ہے۔ راقم آثم نے اسباب شہادت کو خاص طور پر شیعہ کی معتبر کتب سے جمع کیا ہے تاکہ کسی مخالف کو شک کرنے کی گنجائش ہی نہ رہے۔ نہ کہیں الفاظ کے لغوی یا اصطلاحی معانی کے نکالنے کی ضرورت ہے نہ کہیں جملوں کی تفسیر و تاویل کی حاجت خدا کے فضل و کرم اور دعائے حضرت امیر المومنین رضؓ (خلیفۃ المسیح اول) سے فقروں کے فقرے اور عبارتوں کی عبارتیں مفید مطلب

ملتی گئی ہیں۔ ان کتابوں میں دو کتابیں علی الخصوص قابل ذکر ہیں۔ پہلی کتاب جلاءالعیون جو ایران کے مشہور و معروف فاضل اجل ملا محمد باقر مجلسی کی تصنیف ہے۔ اصل کتاب فارسی زبان میں ہے لیکن شیعیان لکھنؤ نے اس کا اردو ترجمہ کر کے شایع کرا دیا ہے۔ راقم نے اصل فارسی کتاب کو بھی دیکھا ہے لیکن بوقت تالیف رسالۂ ہذا یہی اردو ترجمہ مدنظر رہا ہے۔ دوسری کتاب ناسخ التواریخ ہے جو شیعہ کی طرف سے سب سے آخری اور معتبر ترین تاریخ ہے اسکے مصنف مرزا محمد تقی لسان الملک اور مستوفی اول اور دیوان اعلی اسلطنت ایران ہیں یہ کتاب شاہ ناصرالدین کجکلاہ ایران کے خاص اہتمام سے مرتب ہوئی اسکے پہلے صفحہ پر اس کتاب کی تعریف میں یوں لکھا ہے "این مبارک کتاب کہ متبارک فصل الخطاب وثانی سبع مثانی وپنجم چارم کتاب آسمانی ششم جلد از مجلدات ناسخ التواریخ الخ" جلاءالعیون کے حوالوں کی توثیق وتصدیق جابجا اسی جلد ششم کتاب دویم سے کی گئی ہے کیونکہ یہ کتاب مجھکو جلاءالعیون سے مضامین اخذ کر لینے کے بعد ایک دوست کے معرفت اتفاقیہ چند روز کے واسطے ملگئی تھی۔ اسیطرح جن دوسری کتابوں کے حوالے اس رسالہ میں دیئے گئے ہیں سب اصل کتابوں سے بچشم خود دیکھ کر دیئے ہیں سنی سنائی بات کو بفضلہ تعالی کہیں درج نہیں کیا۔ جس کا جی چاہے اصل عبارت سے مقابلہ کر کے تسلی کر لے۔ واقعات کربلا کو شروع کرنے سے پہلے جیسا کہ تمہید میں کنایۃً ذکر کیا گیا ہے۔

شیعیان علیؑ کی کیفیت

ہم کو شیعیان علیؑ کی کیفیت ناظرین کے ذہن نشین کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ امام مظلوم کو وطن سے بیوطن کرانیوالے اور میدان کربلا میں ان کے مقابلہ اور مقاتلہ میں آنیوالے یا تو خود شیعیان علیؑ تھے یا ان کی ذریت۔ سو میرے مکرم ناظرین! جناب مرتضوی کی ذات مبارک

سے جو فتوحات مثلاً قلعہ کشائی خیبر وغیرہ زمانۂ رسول صلعم میں منسوب ہیں انکو
تو خدا کا فضل اور رسول صلعم کا فیضان جاننا چاہیئے۔ ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ
بعد وفات حضرت رسول صلعم کے بھی جناب شیر خدا نے کسی حریف دشمن کا
مقابلہ کیا تو کیسے کیا؟ بعد وفات آنحضرت سرور کائنات صلعم پہلے خلفائے راشدین
کا زمانہ تھا۔ اس زمانہ میں نہ تو خود جناب مرتضوی نے انکا مقابلہ کیا نہ انھوں
نے اُس شیر خدا سے پنجہ آزمائی کی یا یہ کہئے کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما جناب
علیؑ اور دوسرے خاندان نبوت کے دل وجان سے ہواخواہ اور خیر اندیش تھے
ان کی موجودگی میں نہ بنی ہاشم جوشش خون ہاشمی دکھا سکتے نہ بنی عباس ماتھے
پر بل لا سکتے یا تیوری چڑھا سکتے نہ بنی امیہ دل میں پیچ وتاب کھا سکتے تھے اور
جناب علیؑ بھی ان کی قدیمی جانفشانیوں اور خدمات اسلامی کو دیکھ کر دل سے
ان کی قدر فرمایا کرتے تھے لیکن افسوس ہے کہ شیخین رضی اللہ عنہما کے فوت
ہو جانے بلکہ ایک اور زمانۂ خلافت کے گذر جانے کے بعد ہی جناب علیؑ کو
امیر معاویہ کا مقابلہ کرنا پڑا۔ جناب شیر خدا کی شہرۂ آفاق شجاعت اور زور ید اللہی
اور تیغ ذوالفقار کے جوہر دکھانے کا یہی تو ایک موقع تھا لیکن افسوس سے
کہنا پڑتا ہے کہ یا تو نعوذ باللہ جناب علیؑ کی ذاتی شجاعت ہی میں فرق آگیا تھا
یا جیسا کہ واقعات نے ثابت کر دیا اصحاب واعوان وشیعیان کی بزدلی اور
دنیوی لالچ مانع ہو گئی۔ اس سے بہتر تھا کہ اس کشمکش کے وقت بھی جناب مرتضوی
تقیہ کی آڑ میں پناہ گزین ہو کر اپنی آبرو کو خطرہ میں نہ ڈالتے اور اگر جہاد کی ٹھان
ہی لی تھی تو پھر ذوالفقار کو نیام میں نہ ڈالتے جب تک فرعون اور لشکر فرعون
کی طرح امیر معاویہ اور ان کے لشکر شام کو غرق فنا نہ کر لیتے۔ فروع کافی میں
ایک باب کتاب الجہاد بھی ہے اور جہاد کے بڑے بڑے فضائل جناب علیؑ

سے مروی ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ صرف زبانی جمع وخرچ بہت ہے اور جہاد مرتضوی میں کوئی بھی واقعہ قابل تحسین نہیں۔ بلکہ یہ پہلی شکست ایسی نصیب ہوئی کہ کسی امام نے پھر جہاد کی جرأت ہی نہ کی البتہ بارہویں امام کے آئندہ عالمگیر جہادوں کے افسانے کتابوں میں بہت بھرے ہوئے ہیں۔ لیکن جو امام کہ ہزار برس سے غایب اور صرف تین سو تیرہ مجاہدین کی اعانت کا محتاج چلا آتا ہے اس کے ذمہ مشرق و مغرب کے فتوحات بھی ہیں عقلمندوں کی نگاہ میں ایسے دل خوشکن افسانوں کی بھی وقعت و حقیقت کیا ہو سکتی ہے۔ آمدم برسر مطلب۔ غرض امیر معاویہ کے مقابل میں جناب علیؑ جیسے کرار غیر فرار کو جو شکست اور دلشکنی نصیب ہوئی وہ بھی شیعہ کی پہلی امت کی بیوفائی بزدلی اور نامردانگی سے ہی ہوئی۔ جو خارجی بنے وہ بھی دراصل اصحاب علیؑ و شیعہ علیؑ ہی تھے۔ عبدالرحمٰن ابن ملجم قاتل شیر خدا بھی شیعہ تھا اور بیعت کرچکا تھا شیعیان علیؑ نے آپ ہی جناب علیؑ کو امیر معاویہ کے مقابلہ میں ثالثوں کا فیصلہ منظور کرلینے پر مجبور کیا اور جب انھوں نے فیصلہ منظور کرلیا تو پھر یہی لوگ اپنے برگزیدہ امام سے برگشتہ ہوگئے اور جناب علیؑ کی امامت کا امتحان اپنے زعم میں کرلیا کہ وہ امام منجانب اللہ

گروہ خوارج

نہیں ہیں اگر منجانب اللہ ہوتے تو پھر ثالثوں کا فیصلہ کیوں منظور کرلیتے؟ پس انھوں نے اپنے عقیدہ کے مطابق سازش کرکے امیر معاویہ اور جناب علیؑ دونوں کا خاتمہ کرنے اور دنیائے اسلام کو آئے دنوں کی خانہ جنگی سے نجات دینے کی ٹھہرالی۔ ادھر جناب علیؑ بباعث قلت اعوان و انصار حیران و پریشان رہگئے اور ان کی کیفیت نہ راہ رفتن نہ جائے ماندن کی سی ہوگئی غرض یہ لوگ جماعت شیعہ سے خارج ہونے کے باعث خارجی کہلائے۔ لیکن جو باقی رہے وہ بھی بدعہد و بیوفا نکلے اسلئے جناب علیؑ ایسے عاجز و درماندہ ہوگئے کہ

امارت وخلافت سے بھی بیزار ہو کر اپنے مرجانے کی آرزو فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ملا محمد باقر مجلسی لکھتے ہیں۔ "احادیث معتبرہ میں وارد ہے کہ جب جناب امیرؑ

اصحاب علیؑ کا سلوک حضرت علیؑ سے

نافرمانی ونفاق وشقاق اصحاب سے دلتنگ ہوئے اور لشکر معاویہ نے اطراف ونواحی ملک آنحضرت پر غارت شروع کی اور اصحاب نے مددگاری نہ کی پس جناب امیرؑ نے بالائے منبر ارشاد فرمایا بخدا سوگند مجھے منظور ہے کہ حق تعالیٰ مجھے تم میں سے اٹھا لے۔ پھر فرمایا خداوندا تو جانتا ہے کہ میں ان سے تنگ آگیا ہوں اور یہ مجھ سے تنگ آگئے ہیں میں ان سے ملول ہوں اور یہ مجھ سے ملول ہیں خداوندا مجھے ان سے راحت عطا کر اور ان کو ایسے شخص کے ہاتھ میں مبتلا کر کہ یہ بعد اس کے مجھے یاد کریں"۔ جلاء العیون باب ۳ فصل ۲ ص ۲۲۹۔ مولف تاریخ روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ اولیاء کی یہ دعا آخر منظور ہو کر رہی کہ اسی رات حجاج بن یوسف ثقفی پیدا ہوا "وازو بکوفیاں رسید آنچہ رسید"۔ (روضۃ الصفا جلد ص ۵۲۴) اور حجاج کے ہاتھ سے جو ظلم وستم کوفیوں پر گذرے ہیں تاریخ داں اصحاب سے مخفی نہیں۔ پھر لکھا ہے "میں ان سے دلتنگ ہوا ہوں اور یہ مجھ سے دلتنگ ہوئے ہیں اور میں ان کا دشمن ہوا ہوں اور یہ میرے دشمن ہوئے ہیں" جلاء العیون باب ۳ فصل ۳ ص ۲۳۶

پھر فروع کافی کتاب الجہاد میں ایک حدیث ہے جس کا ترجمہ فارسی میں ملا محمد باقر مجلسی نے اپنی کتاب حلیۃ المتقین میں لکھا ہے ابتدائے حدیث میں جہاد کی فضیلت اور جہاد نہ کرنے والوں کی مذمت کی ہے۔ پھر جناب علیؑ اپنے اصحاب کی بزدلی کی شکایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں (ترجمہ) کہ "اگر گرم موسم میں تمکو کہتا ہوں کہ جنگ کیلئے نکلو تو کہہ اٹھتے ہو بڑی سخت گرمی ہے ہمکو مہلت دیجئے کہ گرمی کم ہو جائے اور اگر سردی کے موسم میں کہتا ہوں کہ نکلو تو

کہتے ہو کہ سخت سردی ہے ہم کو مہلت دیجے کہ سردی کم ہو جائے۔ جب تم سردی سے بھاگتے ہو تو تلوار سے تو زیادہ بھاگو گے۔ اے لوگو جو لڑکوں اور عورتوں کی مانند عقل رکھتے ہو کاش کبھی تمکو میں نہ دیکھتا اور نہ تمکو پہچانتا میرے دل کو پیپ اور میرے سینہ کو غصہ سے تم نے بھر دیا ہے اور تم نے سخت نافرمانی کی ہے میری رائے کو تم نے ضائع کر دیا۔ قریش کہتے ہیں کہ ابو طالب کا بیٹا بہادر تو ہے مگر جنگ کے ڈہنگ سے واقف نہیں ہے مجھ سے زیادہ جنگ میں کون ماہر ہے اور کون ہے جس نے مجھ سے زیادہ جنگ کئے ہوں۔ ابھی بیس برس کا نہ تھا کہ جہاد کو شروع کیا اور اب ساٹھ برس سے اوپر کا ہوں لیکن جس شخص کا حکم نہ مانیں اس کی رائے کیا فائدہ دے"۔ دیکھو کتاب حلیۃ المتقین باب ۱۴ فصل ۱۲ صفحہ ۱۳۶۔ اصحاب رسول صلعم پر بزدلی اور فرار کے طعن کرنیوالے ذرا شیر خدا کے شیروں اور دلیروں کی بہادری اور نبرد آزمائی کے کارنامے بھی غور سے سن لیں اور خدا کے واسطے انصاف کریں۔ ملا عبدالرزاق لاہجی جو بڑے محقق اور فلاسفر شیعہ عالم ہیں اپنی مشہور کتاب گوہر مراد میں تحریر فرماتے ہیں اس شبہہ کے جواب میں کہ جناب مرتضوی نے کیوں اپنی حق تلفیوں کا انسداد حسب دلخواہ نہ کیا۔ "امارفع نہ کردن علیؑ ظلامہٴ مذکورہ را در زمان خلافت بنابر آں بود کہ خلافت او بعد از ثلاثہ خلافتے نہ بود کہ درآں خلافت عمل بمقتضائے علم خود تواند کرد"۔ پھر قاضی نور اللہ شوستری کتاب مجالس المومنین میں فرماتے ہیں "وحاصل کلام آنکہ آنحضرت مادر آں ایام نام خلافت بیش نبود ہموارہ از فقد تمکن و تقاعد انصار وتخاذل اعوان شکایت می نمودند" پھر لکھا ہے کہ جب قاضیوں نے جناب سے پوچھا کہ فتوے اور فیصلے کسطرح کیا کریں تو جناب نے جو مایوسانہ جواب دیا وہ مسیح کے آخر کلمات مندرجہ انجیل متی ایلی ایلی لما سبقتانی سے کم افسوسناک نہیں

آپ نے فرمایا اقضوا بما تقضون حتی یکون الناس جماعۃ او اموت کما مات اصحابی یعنی جس طرح فیصلے دیا کرتے ہو دیئے جاؤ یہانتک کہ میری خلافت پر اتفاق کریں یا میں بھی مرجاؤں جیسے میرے اصحاب مر گئے۔ دیکھو مجالس المومنین مجلس اول صفحہ ۴۴ مطبوعہ ایران۔ پھر جناب امام حسن علیہ السلام اپنے ایک خطبہ میں حضرت علیؑ کی نسبت فرماتے ہیں" اسیطرح پدرم امیر المومنینؑ نے بعد وفات حضرت رسول صلعم اپنے اصحاب سے استغاثہ اور طلب یاری کی اور جب کوئی یاور نہ پایا خلافت سے دست بردار ہوئے اور اگر یاور پاتے بیشک جہاد کرتے اور خدا نے انھیں معذور کیا" جلاء العیون باب ۳ فصل ۵ صفحہ ۳۲۱ افسوس ہے کہ شیعہ کی کوئی بات واقعات پر مبنی نہیں ہے شاید کوئی روایت نہ ہوگی جسکی متضاد دوسری روایت نہ ہو۔ مثلاً اسی امر کی تحقیق کے لئے کہ آیا واقعی جناب علیؑ کا کوئی مددگار نہ تھا؟ جیسا کہ خطبۂ مذکورۂ بالا میں حضرت امام حسنؑ علیہ السلام کیطرف سے ظاہر کیا گیا ہے۔ لیجے ہم کتب شیعہ سے ابھی ثابت کئے دیتے ہیں کہ جناب مرتضوی کے سچے جان نثاروں کی تعداد ہزاروں تک تھی۔ ذیل میں چند حوالے درج کئے جاتے جن سے انشاء اللہ ہمارے دعویٰ کی کافی تائید ہوجائیگی۔

اول۔ ملا باقر مجلسی فرماتے ہیں" ابن بابویہ بسند حسن از حضرت صادق روایت کردہ است کہ اصحاب رسولخدا دوازدہ ہزار نفر بودند ہشت ہزار نفر از مدینہ دو ہزار از اہل مکہ و دو ہزار رہا کردہ و آزاد کردہ ہا ۔ ۔ ۔ در شب و روز گریہ میکردند و میگفتند خداوندا روحہائے مارا قبض کن پیش از انکہ خبر شہادت حضرت امام حسینؑ بشنویم" (حیوۃ القلوب جلد ۲ صفحہ ۵۹۸) اس روایت کے مطابق بارہ ہزار صحابی شیعیان علیؑ و محبان حسینؑ ثابت ہوئے۔

دوم - قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین مجلس دوم میں علی الخصوص اُن طوائف و قبائل عرب و عجم کا شمار بڑی تفصیل کے ساتھ کیا ہے جو شروع اسلام سے جنگ جمل و صفین تک جناب علیؑ کے مددگار رہے اور ازلی ابدی شیعہ تھے سب سے پہلے انھوں نے انصار کے دو قبائل اوس و خزرج کا ذکر کیا ہے کہ ان دو قبائل کا اخلاص جناب مرتضویؑ کے ساتھ نمایاں طور پر رہا - ان ہی دو قبائل میں سے جو لوگ بمقابلہ امیر معاویہ جناب علیؑ کے ہمراہ آئے تھے ان کی تعداد انھوں نے نوے ہزار لکھی ہے - جناب علیؑ نے انکی جانفشانیوں اور اخلاص کی تعریف میں بطور اظہار خوشنودی چند اشعار صداقت آثار بھی ارشاد فرمائے ہیں جن میں سے ایک یاد ہے

الاوس والخزرج یقوم الذین هُم　　اَوَوْا فاعطوا فوق ما وهبوا

اسیطرح قبیلہ بنی حنیف کی بابت لکھا ہے کہ ہمگی ایشاں از جملہ محبان اہلبیت بودند یعنی سب کے سب محبان اہلبیت سے تھے - اسیطرح قبیلہ ہمدان کا ذکر کیا ہے جسکی سات اور شاخیں ہیں ان کی ذریت کوفہ میں بہت ہے انکی تعریف میں جناب مرتضویؑ کا شعر ہے ؎

فلو کنت بوّاباً علی باب جنة　　لقلت لهمدان ادخلی بسلام

یعنی دروازہ بہشت پر اگر میں دربان ہوتا تو ہمدان کو کہتا کہ داخل ہو آؤ سلامتی کیساتھ پھر قبیلہ شبام کا ذکر کیا ہے کہ سب غلات شیعہ تھے - دیکھو ابن سبا کا زہریلا اثر کہاں تک آگیا - اس قبیلہ میں سے بہت سے لوگ جنگ میں مارے گئے تو جناب علیؑ نے مارے افسوس کے یہ شعر کہا ؎

ووصحت علی شبام فلم یجبنی　　یفرعلیٔ ما لقیت شبام

جو کہ شوستری نے لکھا ہے دیوان علیؑ میں بھی موجود ہے - ان قبائل کے علاوہ

قبائل مذحج و ربیعہ و مضر و ازد و وائل و خزاعہ و طی وغیرہم کا بھی علحدہ علحدہ ذکر کیا ہے جنکو بخوف طوالت نظر انداز کیا جاتا ہے۔

اب اس قسم کے حالات کو مطالعہ کر کے ایک شخص حیران رہجاتا ہے۔ کہ ان ہزاروں مددگاروں کے ہوتے ہوئے جنکی تعریف خود جناب مرتضوی سے منقول ہے پھر جناب علیؑ کو بے یار و مددگار کہنا کیا معنی رکھتا ہے؟ جناب مرتضوی کے آخری حسرتناک کلمات کو اگر صحیح تسلیم کیا جائے تو ان ہزاروں شیعوں کے بارہ میں ہمکو مجبوراً کہنا پڑتا ہے سہ یا وفا خود نہ بود در شیعہ ﴿ یا مگر کس دریں زمانہ نکرد

ناظرین کو جناب علیؑ کے شیعوں کی وفاداری کا حال تو معلوم ہو گیا ہوگا۔

شیعیان امام حسنؑ کی کیفیت

اب حضرت سبط اکبر امام حسن علیہ السلام کے شیعوں کی کیفیت وفاداری بھی ملاحظہ فرمائیں۔ سو واضح ہو کہ امام حسنؑ کے شیعہ کوئی نئی نسل کے نہ تھے۔ بلکہ وہی شیعیان علیؑ تھے یا ان کی ذریت اور بظاہر امید کیجا سکتی ہے کہ جن شیعوں نے جناب مرتضوی کے ساتھ عہد وفا کو پورا نہ کیا وہ اتفاقی تھا یا کسی مجبوری یا لاعلمی کے وجہ سے تھا۔ اور اب جبکہ اسی جناب کے فرزند اکبر مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے ہیں تو ان کے ساتھ تو ایسی وفاداری دکھائیں۔ اور حق جان نثاری ادا کریں کہ تمام گذشتہ قصوروں کی تلافی کر دیں۔ مگر افسوس کہ اس دوسری خلافت ائمہ اہلبیت کے وقت بھی وہ وفادار ثابت نہ ہو سکے۔ بلکہ جناب علیؑ سے بھی بڑھکر امام حسن علیہ السلام کے حق میں وبال جان ثابت ہوئے چنانچہ واقعات و روایات ذیل سے اسکی تصدیق ہوتی ہے۔

شیعیان امام حسنؑ کا جہاد سے فرار اور بیوفائی

اول۔ ملا محمد باقر مجلسی تحریر فرماتے ہیں "جب لشکر کشی معاویہ بجانب عراق امام حسنؑ نے سنی ممبر پر تشریف لائے اور حمد و ثنائے الٰہی یاد فرما کر معاویہ سے جہاد کرنے کا حکم دیا حضرت کے کسی

اصحاب نے جواب نہ دیا پس عدی بن حاتم منبر کے نیچے سے اوٹھ کھڑے ہوئے
اور کہا سبحان اللہ تم لوگ کیا فرقۂ ناہنجار ہو تم کو فرزند رسول خدا جہاد کو حکم
فرماتے ہیں اور تم قبول نہیں کرتے کیا ہوئے تمھارے شجاع آیا تم لوگ غضب خدا
سے نہیں ڈرتے اور ننگ وعار سے پرواہ نہیں کرتے یہ سنکر ایک گروہ نے
اوٹھکر عدی بن حاتم کا ساتھ دیا امام حسنؑ نے فرمایا اگر سچ کہتے ہو تو جانب نخیلہ
جہاں میرا لشکر ہے جاؤ اور مجھے معلوم ہے کہ اپنے قول پر وفا نہ کروگے جسطرح
اس سے وفا نہ کی جو مجھ سے بہتر تھا اور میں تمھارے کہنے پر کیونکر اعتماد کروں حالانکہ
میں نے دیکھا جو کچھ تم نے میرے پدر کے ہمراہ سلوک کیا پس منبر سے نیچے تشریف
لائے اور سوار ہو کر متوجہ لشکرگاہ ہوئے جب وہاں پہونچے اونمیں سے جنھوں نے
اظہار اطاعت کیا تھا اکثر نے اپنے قول پر وفا نہ کی اور حاضر نہ ہوئے پس وہاں
امام حسنؑ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا مجھے فریب دیا جسطرح اپنے پہلے امام کو تم نے
فریب دیا اور نہیں معلوم میرے بعد کس امام سے تم لوگ مقاتلہ کروگے" دیکھو
جلاء العیون باب ۴ فصل ۵ صفحہ ۳۱۲ —

دوم — خود جناب علیؑ بھی امام حسنؑ کو جو وصیت فرمائی تھی اسمیں بھی اپنے اصحاب

وصیت حضرت علیؑ میں
شیعوں کی بیوفائی کا ذکر

کی بیوفائی کا ذکر فرمادیا تھا اور وہ یہ ہے۔ اے فرزند جب
میں دنیا سے مفارقت کروں اور میرے اصحاب تم سے موافقت
نہ کریں پس لازم ہے کہ خانہ نشین رہنا اور گناہوں پر گریہ کرنا اور دنیا کو مقصود بزرگ
اپنا قرار نہ دینا اے فرزند میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ نماز وقت فضیلت بجالانا
اور زکوٰۃ وقت پر مستحقوں کو پہونچانا اور جو کچھ تم پر مشتبہ ہو وہاں پر خاموش رہنا
اور کاموں میں میانہ روی اختیار کرنا جلاء العیون باب ۳ فصل ۳ صہ ۲۴۱ حضرت امام
حسنؑ نے اپنے والد بزرگوار کی اس وصیت پر آخر عمل کر کے اپنی جان بچائی کاش

حضرت امام حسینؑ بھی اس وصیت پر عمل فرماتے اور بیوفا شیعیان کوفہ کے
دھوکے میں نہ آتے۔ ہاں اس وصیت میں نمازوں کو اول وقت میں پڑھنے کی
تاکید فرمائی گئی ہے۔ افسوس کہ آجکل کے شیعوں نے ظہر و عصر اور مغرب و عشا
کی نمازیں دانستہ قضا کر کے ملا کر پڑھنے کی بدعت کو دستور العمل بنایا ہوا ہے
کاش کہ وہ جناب ابو الائمہ و امیر المومنین کی اس آخری وصیت سے عبرت
پکڑیں۔

سوم ۔ اگرچہ حضرت امام حسنؑ کو اپنے شیعوں کی بیوفائی کا یقین کامل ہو چکا

اصحاب حسنؑ کی غداری

تھا تاہم قسمت آزمائی کے طور پر تین چار دفعہ یکے بعد دیگرے
چند سر کردہ آدمیوں کو امیر معاویہ کے مقابلہ میں بھیجا مگر ہر دفعہ یہ لوگ سستی اور نفاق
دکھاتے تھے اکثر دفعہ میدان جنگ سے بھاگ جاتے تھے اور بہ طمع زر و مال
دنیوی ایمان فروشی کرتے تھے بعض لوگ دن کے وقت لشکر امام میں ہوتے
اور رات کو امیر معاویہ کے لشکر میں جا ملتے ایکدفعہ کا ذکر مجلسی نے لکھا ہے کہ
"معاویہ نے دوسرا نامہ امام حسنؑ کے پاس بھیجا اور فہرست اسمائے منافقین
اصحاب آنحضرتؑ (امام حسنؑ) جنھوں نے اوسے (امیر معاویہ کو) لکھا اور اظہار اطاعت
و انقیاد کیا تھا اپنے نامہ میں ملفوف کر کے حضرت کے پاس بھیجدی اور لکھا تمھارے
اصحاب نے تمھارے باپ سے موافقت نہ کی اور تم سے بھی موافقت نہ کرینگے
فہرست ملاحظہ ہو" جلاء العیون باب ۳ فصل ۵ صہ ۲۱۴۔

چہارم ۔ آئے دن کی ناکامیوں سے تنگ آکر آخر حضرت امام حسنؑ نے
دل میں صلح کی ٹھان کر اپنے اصحاب کو جمع کیا اور خطبہ فرمایا کہ "بدرستیکہ میں
بحمد و نعمت خدا امید رکھتا ہوں کہ اوسکی خلق پر خیر خواہ ترین مردم ہوں اور کسی
مسلمان سے میرے دل میں کینہ نہیں ہے اور کسیکی طرف سے میرے دل میں

ارادۂ بدی نہیں ہے اور مسلمانوں کی جمعیت کو پراگندگی سے بہتر جانتا ہوں۔

جلاء العیون باب ۴ فصل ۵ صفحہ ۳۱۳

شیعان امام حسنؑ

اسکے بعد علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ جب ان منافقین نے یہ کلام حضرت سے سنا ایک دوسرے پر نظر کی اور کہا اس کلام سے معلوم

میں آکر اقامت گزین ہوئے۔

ششم:- صلح اور بیعت امیر معاویہ سے شیعہ لوگ اور بھی ناراض اور برافروختہ

امیر معاویہ سے صلح اور شیعوں کی برافروختگی

ہو گئے۔ چنانچہ مجلسی لکھتے ہیں کہ کتاب احتجاج میں روایت کی ہے کہ جب امام حسنؑ نے معاویہ سے

ارادۂ بدی نہیں ہے اور مسلمانوں کی جمعیت کو پراگندگی سے بہتر جانتا ہوں۔
جلاء العیون باب ۴ فصل ۵ صـ ۳۱۳

اسکے بعد علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ جب ان منافقین نے یہ کلام حضرت سے سنا

شیعیان امام حسنؑ بلوہ کرتے ہیں

ایک دوسرے پر نظر کی اور کہا اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو معاویہ سے صلح منظور ہے اور چاہتے ہیں کہ منصب خلافت معاویہ کو دیدیں پس سب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا معاذ اللہ یہ شخص مثل پدر کافر ہو گیا ہے یہ کہہ کر بلوہ کیا اور اسباب امام حسنؑ کا لوٹ لیا یہانتک کہ جائے نماز حضرت کے پاؤں کے نیچے سے کھینچ لی۔ اور ردا دوش مبارک سے اتار لی۔ پس امام حسنؑ نے اپنا گھوڑا طلب کیا اور اہلبیت آنحضرت نے تھوڑے شیعوں کے ہمراہ حضرت کو بیچ میں لے لیا اور جب ساباط مدائن میں پہونچے جراح بن سنان اسدی شقی نے لجام اسپ آنحضرت پکڑ لی اور ایک خنجر ران مبارک پر مارا کہ استخوان تک شگاف ہو گیا۔ اور بروایت دیگر پہلو پر خنجر مارا اور کہا معاذ اللہ تم مثل اپنے باپ کے کافر ہوئے !!! صـ ۳۱۳

پنجم:۔ آخر امام حسن علیہ السلام نے امیر معاویہ کو صلح کے واسطے خط لکھا اور شرائط صلح باہم طے کر کے پچاس ہزار درہم سالانہ تنخواہ پر خلافت سے دست بردار ہو گئے اور امیر معاویہ کی بیعت کر لی اور کوفہ سے مدینۃ الرسول میں آکر اقامت گزین ہوئے۔

ششم:۔ صلح اور بیعت امیر معاویہ سے شیعہ لوگ اور بھی ناراض اور برافروختہ

امیر معاویہ سے صلح اور شیعوں کی برافروختگی

ہو گئے۔ چنانچہ مجلسی لکھتے ہیں کہ کتاب احتجاج میں روایت کی ہے کہ جب امام حسنؑ نے معاویہ سے

صلح کی تو لوگ حضرت کی خدمت میں آئے اور بعضوں نے معاویہ سے بیعت کرنے کی وجہ سے طعن و تشنیع کی حضرت نے فرمایا تم پر وائے ہو تم نہیں جانتے کہ میں نے تمھارے لئے کیا کام کیا ہے۔ بخدا سوگند جو کچھ میں نے کیا ہے میرے شیعوں کے لئے اس سے بہتر ہے کہ آفتاب جس پر طالع ہوتا ہے" صث ۳۲۲۔ بیعت کے متعلق ایک اور روایت بھی قابل اندراج ہے۔ مجلسی لکھتے ہیں کہ امیر معاویہ نے امام حسین علیہ السلام کا بھی تقاضہ کیا تھا اس پر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا "حسین سے کچھ کام نہ رکھ کہ وہ بیعت نہ کرے گا یہاں تک کہ شہید ہو" صث ۳۱۶ لیکن دوسری روایت سے پتہ چلتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام سے بھی بیعت لی گئی تھی۔ چنانچہ کتاب ابحج الاحزان کی ایک روایت ہے جو آگے آئے گی۔ ایک جملہ اس میں یہ لکھا ہے کہ کوفیوں کے سامنے سلیمان بن صرد نے ابتدائی تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ معاویہ برک واصل شد و حسین علیہ السلام بیعت خود را شکستہ و با ایشاں سازش نہ نمودہ صث ۴۱۶ علامہ مجلسی نے مضمون صلحنامہ کو بھی اس کتاب میں درج کیا ہے جس کا پہلا فقرہ قابل غور ہے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حسنؑ بن علیؑ بن ابیطالب نے معاویہ بن سفیان سے اس شرط پر صلح کی کہ در میان مردم بکتاب خدا و سنت رسول خداؐ و سیر خلفائے شائستہ عمل کرے" الخ صث ۳۱۵۔ اس سے ثابت ہوا کہ برخلاف عقاید شیعہ امام مفترض الطاعت کے سوا بھی دوسرے افراد امت کتاب خدا و سنت رسول خداؐ پر نظام شریعت کو قائم و جاری رکھ سکتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ امام حسن علیہ السلام کے وقت کتاب خدا ایک ہی تھی اور وہ کامل و مکمل اور عام طور پر شایع شدہ تھی اور اماموں کے پاس کوئی علحدہ قرآن مجید نہ تھا۔ اسکے علاوہ ایک اور بات بھی اس صلحنامہ سے ثابت ہوتی ہے کہ امیر معاویہ اور امام حسنؑ علیہ السلام سے پیشتر کوئی خلفائے شائستہ بھی ہو گذرے تھے

جن کی سیرت کو امام واجب التقلید جانتے تھے اور جس کو وہ شائستہ جان کر
آرزومند تھے کہ امیر معاویہ بھی اسی سیرت پر کاربند ہو جائے۔ اب شیعہ
صاحبان خود فرمائیں کہ فریقین امام حسنؓ اور امیر معاویہ سے پہلے وہ کون سے
خلفائے رسولؐ تھے جو کہ خود ایسے مشہور و معروف تھے اور ان کی سیرت
ایسی شائستہ تھی کہ امام عالی مقام نے ان کا نام اور خاص کسی سیرت کا ذکر
فرمانا بھی غیر ضروری خیال فرمایا؟۔

ہفتم:۔ اس صلح پر شیعہ کی ناراضگی عالمگیر تھی اور مخلص و منافق سب
حیران تھے کہ کیوں امام نے امیر معاویہ سے دیگر صلح کو منظور فرمالیا چنانچہ
مجلسی لکھتے ہیں۔ ایک شخص سفیان بن لیلی نے کہا۔ السلام علیک اے
ذلیل کنندۂ مومنان ص۳۲۲۔ بحوالہ کتاب احتجاج طبرسی لکھتے ہیں کہ ایک شخص
امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور کہا ہماری گردنوں کو آپ نے
ذلیل کیا اور ہم شیعوں کو آپ نے غلامان بنی امیہ بنایا۔ حضرت نے
فرمایا کیونکر۔ اس نے کہا۔ اس وجہ سے کہ خلافت آپ نے معاویہ کو دیدی
حضرت نے فرمایا بخدا سوگند میں نے کوئی یاور نہ پایا۔ اگر میں یاور پاتا رات
دن معاویہ سے جنگ کرتا یہانتک کہ خدا میرے اور اس کے درمیان
حکم کرتا۔ لیکن میں نے اہل کوفہ کو پہچانا اور امتحان کیا اور جان لیا کہ یہ لوگ
میرے کام نہیں آئیں گے۔ ان کی زبانیں میرے ہمراہ اور دل بنی امیہ کے
ساتھ ہیں۔ جلاء العیون باب ۴ فصل ۶ ص۳۲۶۔

پھر بروائت سید مرتضےٰ مجلسی نے لکھا ہے کہ جب امام حسنؓ نے معاویہ سے

صلح کے دو سال بعد

صلح کی شیعہ آپس میں اظہار حسرت و تاسف اور
آرزوئے قتال رکھتے تھے۔ جب صلح کے بعد

دوسال گذرے حضرت کی خدمت میں آئے اور سلیمان بن صرد خزاعی نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ ہمارا تعجب معاویہ سے صلح کرنے سے برطرف نہیں ہوتا حالانکہ چالیس ہزار مردان کارزار اہل کوفہ آپ کے ہمراہ تھے اور اسی قدر ان کے فرزندان واتباع آپ کے ہمراہ تھے بغیر ان لشکروں کے جو بصرہ اور حجاز میں تھے باوجود اسکے آپ نے معاویہ سے پیمان محکم صلحنامہ میں نہ لیا اور بہرہ کامل عطا میں سے نہ لکھوالیا۔ اگر بوقت مصالحہ اہل مشرق ومغرب کو آپ گواہ کرتے اور نوشتہ اس سے لیتے کہ بعد اسکے خلافت آپ میں ہوتی ہمارا کام آسان تھا ولیکن اسکے اور آپ کے درمیان ایسے چند عہد ہوئے کہ لوگ ان پر مطلع نہ ہوئے الخ باب ۱۲ فصل ۵ ص ۳۲۵۔ سلیمان بن صرد الخزاعی کو قاضی نوراللہ شوستری نے مجالس المومنین میں منجملہ خاص اصحاب امیرالمومنین علی علیہ السلام لکھا ہے ان کا نام ناظرین خوب یاد رکھیں ایک دو اور ضروری مواقع پر بھی ان کا ذکر آئیگا۔

ہشتم:۔ مگر امام حسنؑ علیہ السلام نے ان سب معترضین صلح کے جواب میں اپنے خطبات میں مختلف طور پر ارشاد فرمایا ہے

شیعیان حسنؑ کی اندرونی حالت امام حسنؑ کی زبانی

ایک مقام پر فرمایا ہے "بخدا سوگند اس جماعت سے میرے لئے معاویہ بہتر ہے۔ یہ لوگ دعوے کرتے ہیں کہ ہم شیعہ ہیں اور میرا ارادہ قتل کیا۔ میرا مال لوٹ لیا۔ بخدا سوگند اگر معاویہ سے عہد لوں اور خون حفظ کروں اور اپنے اہل وعیال میں ایمن ہو جاؤں۔ اس سے بہتر ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کریں اور میرے اہل وعیال وعزیز واقارب ضائع ہو جائیں" بخدا سوگند اگر میں معاویہ سے جنگ کروں یہی لوگ مجھے اپنے ہاتھ سے پکڑ کے معاویہ کو دیدیں بخدا سوگند اگر معاویہ سے صلح کروں

اور عزیز رہوں اس سے بہتر ہے کہ اسکے ہاتھ میں آجاؤں اور وہ مجھے بخواری قتل کرے یا مجھ پر احسان کرکے مجھے چھوڑ دے اور تا روز قیامت بنی ہاشم میں یہ عار باقی رہے اور ہمیشہ فرزندان معاویہ ہمارے فرزندوں اور ہمارے مردوں زندوں پر احسان کریں۔ راوی نے کہا یا ابن رسول اللہ اپنے شیعوں کو مثل ان گوسفندوں کے آپ چھوڑے دیتے ہیں جنکا کوئی محافظ نہ ہو۔ حضرت نے فرمایا کیا کروں میں اس کام کو بہتر جانتا ہوں جو ثقات اور سچوں سے مجھے پہنچا ہے ص ۳۲۳ اس خطبہ میں حضرت نے صلح کرنے کی مصلحت صرف اپنی اور اپنے اہل و عیال کے ننگ و ناموس اور جان بچانے کی ظاہر فرمائی ہے۔ دوسرے مقام پر یوں فرماتے ہیں معاویہ نے اس امر میں جو مجھ سے مخصوص اور میں کا میں سزاوار تھا منازعہ کیا اور جب میں نے کوئی یاور نہ پایا بخیال اصلاح و حفظ خونہائے امت خود دست بردار ہوا ص ۳۲۶۔ ایک اور جگہ مجلسی نے بروایت معتبر ابن بابویہ لکھا ہے کہ سدیر صیرفی نے امام محمد باقرؑ سے کہا۔ امام حسنؑ کیونکر امام ہیں۔ حالانکہ انھوں نے خلافت معاویہ کو دیدی۔ امام محمد باقرؑ نے فرمایا بس کر۔ امام حسنؑ نے جو کیا اس سے خوب واقف تھے اگر ایسا نہ کرتے تو سب شیعہ مستاصل ہو جاتے اور امر عظیم حادث ہوتا" ص ۳۲۲۔ دوسری جگہ فرمایا اگر میں معاویہ سے صلح نہ کرتا ایک میرا شیعہ زمین پر باقی نہ رہتا مگر یہ کہ مارا جاتا ص ۳۲۲۔ ایک اور جگہ پر بروایت کلینی بسند معتبر امام محمد باقرؑ لکھا ہے کہ امام حسنؑ کا معاویہ سے صلح کرنا اس امت کے لئے دنیا و ما فیہا سے بہتر تھا۔ بخدا سوگند کہ یہ آیہ در باب صلح آنحضرت نازل ہوا ہے الم تر الی الذین قیل لھم کفوا ایدیکم و اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ فلما کتب علیھم القتال قالوا لولا اخرتنا الی اجل قریب۔ پس حضرت نے آیہ کی یہ تفسیر فرمائی۔ یعنی زمانہ امام حسنؑ میں کہا کہ اطاعت اپنے امام کی کرو اور لڑائی سے

دست بردار ہو نماز کو برپا رکھو اور زکوٰۃ دو گروہ راضی نہ ہوئے پس جب زمانہ امام حسینؑ میں جہاد واجب ہوا کہا کس لئے جہاد میں تا زمانہ حضرت قائم (امام مہدیؑ) تاخیر نہیں فرماتے" ص۳۲۵ - اس روایت سے ظاہر ہوا کہ صلح کی وجہ یہ تھی کہ حضرت امام قائمؑ کے زمانہ تک جہاد موقوف ہو گیا تھا اور اسی واسطے جب امام حسین علیہ السلام کے وقت جہاد کا حکم ہوا تو وہ حیران ہو کر جویا ہوئے کہ امام قائم سے پہلے ہی کیوں پھر جہاد فرض ہو گیا؟ ایک دوسری جگہ پھر بھی امام حسین علیہ السلام نے امام قائم کے ظہور کی خبر دے کر روایت مذکورۂ بالا کی تائید کی ہے اور منجملہ مصالح صلح معاویہ اس مصلحت کو بھی ظاہر کیا ہے کہ سوائے امام مہدیؑ کے باقی ہم سب کسی نہ کسی خلیفہ جور کی بیعت پر مجبور کئے جائیں گے۔ اس واسطے میری بیعت بھی مجبوری ہے۔ البتہ امام قائم کہ خدا نے ولادت ان کی مخفی کی اور ایک شخص لوگوں سے ان کو پنہاں کرے گا اسلئے کہ کسی کو ان کی گردن میں بیعت نہ ہو اور وہ نواں فرزندان حسینؑ سے ہے۔ خدا ان کی غیبت کو طولانی کرے گا بعد اس کے ان کو اپنی قدرت سے بصورت ایک جوان کے کہ چالیس سال سے عمر اس کی کم ہو عیان و ظاہر کریگا تاکہ لوگ جانیں کہ خدا سب چیز پر قادر ہے" ص۳۲۳ - جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے نہایت افسوس کی بات ہے کہ ہیچ قسم کی خانہ جنگیوں کو جہاد سے مخصوص کیا گیا ہے۔ امام بھی عجب امام تھے کہ اپنے حریفوں سے تاب مقابلہ نہ لا سکتے تو اپنے شیعوں کو کوستے تھے اور شیعہ ان کو یہ کہہ کر ملامت کرتے تھے کہ ہم ہزاروں جان نثار موجود ہیں پھر آپ نے کیوں کمزوری دکھائی۔ امام فرماتے کہ میرا کوئی یاور نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس مدتوں امام اپنے شیعوں کی سرپرستی سے دست بردار نہ ہوتے اور شیعہ بھی کہیں نہ کہیں سے بغرض تلافی مافات جمع ہو کر ان کو

فتوحات و ملک گیری پر برابر اکساتے رہے آخر بار بار کے تلخ تجربات کو دیکھ کر بارھویں امام تو ایسے خائف ہو گئے ہیں کہ اپنی رعیت کی نگرانی و ہدایت کے فرض منصبی سے بھی دست بردار ہو چکے ہیں اب تمام دین اسلام کا انتظام امام غائب کے برائے نام قایم مقام گروہ یعنی علمائے کرام کی مرضی پر چل رہا ہے اور ان کا ساختہ پرداختہ بمنزلہ ساختہ پرداختہ حضرت امام مہدیؑ کے ہے اور بس!

جواب

(واللہ متم نورہ)

دشمنوں کی شکایت پر اعتراض کا جواب

آپ پوچھتے ہیں کہ شیخین و عثمان و عائشہ و معاویہ اور عام اہل سنت تو اہل بیت کرام کے محب صادق نہیں تب ان کی کیا شکایت؟ دشمنوں کی شکایت تو خود جناب باری کرتا ہے چنانچہ فرماتا ہے ان الشیطان لکم عدو مبین - جب کسی انسان سے لغزش صادر ہوتی ہے تو شیطان ہی پر لعنت کرتا ہے کیونکہ بدافعالی کا پہلا بانی وہی ہے فافہم - فرعون - ہامان - شداد - نمرود - قوم عاد و قوم ثمود یہ سب دشمنان خدا و رسول تھے - خود جناب باری ان کی شکایتیں قرآن میں فرماتا ہے - چونکہ شیعہ متمسک بہ قرآن و اہلبیت رسول ہیں اسلئے شیعہ بھی دشمنان اہل بیت رسول کی شکایت کرتے ہیں -

اصحاب رسولؐ و اصحاب علیؑ و اصحاب حسنؑ

آپ لکھتے ہیں کہ "اصحاب علیؑ و اصحاب حسنؑ نے جو بے وفائی اور دورنگی اوقات امتحان میں دکھلائی اس کی نظیر اقوام قدیم و حال کی تاریخ میں تلاش کرنا فضول ہے"! ابو الامنہ صاحب! جب ایسے اصحاب نے جو رسولؐ کے ساتھ تئیس ۲۳ برس رہے خود

آنحضرتؐ کے ساتھ ایسی بیوفائی اور احسان فراموشی کی کہ آنحضرتؐ کے مرض الموت کی حالت میں طلب کرنے پر وصیت نامہ لکھنے کے لئے کاغذ اور قلم و دوات نہ دیا (بخاری باب مرض النبیؐ جلد ۶ ص ۹ وایضاً بخاری کتاب الاعتصام جلد ۹ ص ۱۱۶ کنز العمال جلد ۳ ص ۱۳۸)۔ بعد وفات کفن و دفن میں شریک نہ ہوئے۔ بجائے تعزیت بضعۃ الرسولؐ کے گھر میں آگ لگانے گئے (طبری جلد ۳ ص ۱۹۸۔ ابو الفداء جلد ۱ ص ۱۵۶۔ العقد الفرید ۱۲۔) خویش رسولؐ کو گرفتار کرکے منگایا ان کے قتل پر آمادہ ہوئے اور رسولؐ کو نرغہ کفار میں چھوڑ کر بھاگ گئے تو ان ہی کے پیرو جو حضرت علیؑ کو خلیفہ چہارم اور حضرت امام حسنؑ کو چھ ماہ کے لئے خلیفہ پنجم سمجھ کر چند روز ساتھ ہو گئے تھے کیا وفاداری کرتے؟ دیکھئے حضرت موسیٰؑ چالیس روز کے لئے اپنی قوم سے غایب ہوئے تھے بنی اسرائیل سامری کے دام میں آکر گاو پرستی کرنے لگے حضرت ہارون کو نہ مانا ان کے قتل پر آمادہ ہو گئے تو یہ لوگ جو بعد رسولؐ تئیس برس زیر اثر خلفائے ثلاثہ رہے اور ان لوگوں نے جیش اُسامہ کے معاملہ میں خود رسولؐ سے مخالفت کی جسارت کرکے ان کے اخلاق کو بگاڑ رکھا تھا۔ دفعۃً حضرت علیؑ کے ساتھ کیا وفاداری کرتے۔ ہاں عمار یاسر۔ مالک اشتر۔ میثم تمار۔ سلمان فارسی۔ ابوذر غفاری۔ مقداد۔ حذیفہ قنبر۔ طرماح۔ مسلم بن عوسجہ۔ حبیب ابن مظاہر۔ عبد اللہ ابن عفیف۔ محمد بن ابوبکر۔ ابو ایوب انصاری۔ جندب۔ ابو ثمامہ۔ زہیر ابن قین۔ حجر کندی۔ عمرو ابن حمق الخزاعی۔ بریر ہمدانی۔ عروہ۔ اویس قرنی۔ سعید۔ ابو سعید خدری۔ جابر ابن عبد اللہ انصاری وامثالہم رضوان اللہ علیہم کے ایسے وفادار بیشک مخلص شیعۂ علیؑ و جان نثاران اہلبیت کرام تھے جن کی وفاداری شہرہ آفاق ہے کیا مجال آپ کی کہ ایسوں کی بے وفائی آپ ذرہ برابر بھی دکھا سکیں۔ البتہ ایسے

لوگ بمصداق قلیل من عبادالشکور کم ہوتے ہیں اور اب بھی کم ہیں۔ اہلسنت کو بھی دعوہ مودت اہلبیت ظاہراہبت ہے اُن کو شامل کر لینے سے پھر آپ کی آنکھوں میں معلوم ہوگا کہ تمام دنیا شیعیان علیؑ سے بھری ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اُس زمانہ میں جو لوگ حضرت علیؑ کو خلیفہ بلافصل مانتے تھے جیسا کہ اسوقت کے شیعہ مانتے ہیں وہ بھی شیعہ کہلاتے تھے۔ اور جو خلیفہ چہارم سمجھ کر حضرت کے ساتھ تھے وہ بھی شیعہ کہے جاتے تھے جو اب اہلسنت والجماعت کہلاتے ہیں۔ جیسا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے تحفہ اثنا عشری سے ثابت ہے چونکہ خلیفہ چہارم سمجھنے والوں کو اس جناب کا خلیفہ بلافصل سمجھنا ناگوار تھا اسوجہ سے امتیاز کے لئے اپنے فرقہ کا نام بدلدیا۔

ابوالآمن صاحب! چار یاری فرقہ والوں کو آپ شیعہ کہئے یا سنّی۔ انکی سفاکی بیباکی۔ خونریزی بہیمیت۔ خودغرضی۔ دغابازی۔ مکاری کبھی نہ جائے گی ان کی عادت جو پہلے تھی وہ اب بھی ہے۔ طایف اور مکہ معظمہ میں جو ظلم ہو رہا ہے اُسکو سنکر واقعہ حرّہ یاد آتا ہے۔

مکہ معظمہ مدینہ منورہ اور طایف میں سنیوں کی مظالم

اڈیٹر ہمدم اپنے ۲۹ ستمبر ۱۹۲۵ء کے پرچہ میں لکھتے ہیں "طایف میں مردوں بچوں اور عورتوں کا قتل عام کیا گیا اور ان کا مال واسباب لوٹ لیا گیا ... باغات تک تباہ و برباد کئے گئے۔ تمام مقابر اور دیگر تاریخی مقامات طائف اور مکہ دونوں جگہ تباہ اور برباد کئے گئے .... مقامات مقدسہ سے جالیاں اور کٹہرے علحدہ کر دئیے گئے یا جلا دئیے گئے یا فروخت کر دئیے گئے۔ مقام ابراہیمؑ جہاں انھوں نے اپنے فرزند کی قربانی کا ارادہ کیا تھا توپ اور بندوق کی گولیوں سے برباد کر دیا گیا.... مال خریدنیکے قبل دوکاندار نکو مشرک کہہ کر پکارا۔ نجدیوں نے جوتوں کو

ہاتھ میں سلئے ہوئے طواف کیا حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت بھی اسی ہیئت میں تھے مسجد حمزہ اور مسجد اول مدینہ کو نجدیوں نے مسمار کردیا" اور اخبار الفقیہ مورخہ ۷ اگست ۱۹۲۶ء میں ہے کہ خدام الحرمین کا وفد جو غلہ گندم وغیرہ فقرائے حجاز میں تقسیم کرنے کے لئے لیگیا تھا اس پر بھی ابن سعود نے چنگی وصول کیا۔ کفن کے لئے جو تھان لیجاتے ہیں اس پر بھی چنگی وصول کیجاتی ہے۔

بربنائے حدیث صافی قائم کے ظہور میں تین سو تیرہ اصحاب کے انتظار پر اعتراض کا جواب

آپ کتاب صافی سے یہ عبارت لکھ کر کہ "اگر عدد ایشاں بہ سیصد و سیزدہ کس با ہیئت اجتماعی رسد امام ظاہر میشود" اعتراض کرتے ہیں کہ "امام کو غائب ہوئے پورے ہزار برس گذر گئے لیکن ہندوستان و ایران کے کروڑہا شیعوں میں سے صرف تین سو تیرہ بھی ایماندار شیعہ کا ایکجا ہونا ممکن نہیں"۔ اولاً ملاحظہ کیجئے کہ صاحب صافی نے جو تین سو تیرہ کی تعداد لکھا ہے اس کی نسبت لکھتے ہیں کہ "منقول ہے" لیکن کچھ نشان پتہ نہیں دیا ہے اور جس حدیث کی شرح میں ایسا لکھا ہے اس میں تین سو تیرہ کا کوئی ذکر ہی نہیں اصل حدیث کی عبارت صرف اس قدر ہے عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سمعتہ یقول اِنّ الارض لاتخلوا الّا وفیہا امام کیما ان زاد المومنون شیئاً ردھم وان نقصوا شیئاً اتمہ لھم۔ یعنی امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے راوی لکھتا ہے سنا میں نے ان حضرت کو فرماتے ہوئے بدرستیکہ زمین خالی نہیں رہتی خلیفہ الٰہی سے لیکن زمین پر ہمیشہ ایک امام رہتا ہے کہ اگر مومنین کسی تکلیف میں زیادتی کریں مثل رہبانیت وغیرہ کے تو ان کو اس سے باز رکھے اور اگر کمی کریں کسی تکلیف میں تو اس کو پوری کرادے ثانیاً یہ کہ مدارج میں فرق ہوتا ہے۔ ابوبکر و عمر و عثمان و معاویہ و یزید و مرزا

غلام احمد قادیانی اور آپ کے خلیفۃ المسیح اول نور علی میاں۔ بدھو میاں سدھو میاں دمڑی قصاب چندو نداف قمرو جلاہہ بھوندو کنجڑا چھکوڑی دھوبی یہ سب کے سب اہل سنت والجماعت ہیں۔ آپ بھی اپنے کو اہل سنت والجماعت میں داخل کرتے ہیں۔ تو کیا جس درجہ اور قابلیت کے مرزا غلام احمد قادیانی اور نور علی میاں اور شیخین اور عثمان تھے اسی درجہ کا معاویہ یا یزید یا مروان بھی تھا۔ اور جس درجہ کے معاویہ و یزید و مروان تھے کیا ان ہی کے ہمپایہ یہ بدھو سدھو میاں وغیرہ اور آپ ہیں؟ آپ کی کم علمی اور تصنیف و تالیف اور انشا پردازی کی ناتجربہ کاری تو آپ کے دیباچہ میں مقبولہ ہے تو آپ کے خلفاء بھی کیا ایسے ہی تھے یا آپ سے افضل تھے؟ کیا آپ اور بدھو و سدھو و نور علی اور ابو حنیفہ و احمد بن حنبل و شافعی و مالک ایک ہی درجہ کے ہیں؟ لیاقت میں تو آپ لوگ ان کے مقابل نہ ہوں گے عقیدہ آپ کا اور ان کا البتہ یکساں ہوگا وہ بھی سنّی تھے آپ بھی اپنے کو سنّی کہتے ہیں۔

ابو الآمنہ صاحب! آپ سب کو ایک آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ دونوں آنکھیں برابر کرکے دیکھئے۔ جناب باری مرسلینؑ کی نسبت باوجود اسکے کہ وہ سب کامل الایمان تھے۔ فرماتا ہے تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض اسی طرح شیعہ ایران و ہندوستان و عرب و دیگر ممالک میں اب بفضلہ کروروں ہیں۔ ان میں بھی جناب باری نے بعض پر بعض کو فضیلت دی ہے۔ ہوسکتا ہے وہ تین سو تیرہ حضرات جن کا ہمرکاب امام آخر الزمان علیہ السلام ہونا مشیت ایزدی میں گذرا ہے ابھی پیدا ہی نہ ہوئے ہوں۔

ثالثاً آپ کا مقصد اس اعتراض سے جناب باری کی مشیت و قدرت پر اعتراض کرنا ہے۔ حضرت آدم سے جناب ختمی مآب تک چھ ہزار برس سے اوپر زمانہ گزرا اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیار مبعوث ہوئے کیا اتنے زمانہ تک اور اتنے انبیار کی کوشش سے اتنے بھی ایماندار بندے نہ ہوئے کہ جو پیغمبر آخرالزماں کی نصرت کرتے اور کیا وہ تین ہزار ملائکہ بھی جو جنگ بدر میں آنحضرت کی نصرت کو جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے آئے تھے پیشتر سے موجود اور ایماندار نہ تھے کہ جناب باری آنحضرت کی بعثت میں اُن اصحاب و انصار کے پیدا ہونے کی انتظار کرتا رہا جنکو شرف نصرت و شہادت سے آنحضرت کی معیت میں مشرف فرمانا منظور تھا؟ ہاں خوب یاد آیا اگر آنحضرت کی بعثت قبل پیدائش ثلاثہ کے ہوگئی ہوتی تو معرکہ ہائے جنگ میں ان لوگوں کا امتحان کیسے ہوتا؟۔

ابوالامنہ صاحب! آپ لوگوں کی طرح شیعوں میں ہر کس و ناکس امام جماعت نہیں ہوسکتا۔ شیعوں کے امام جماعت میں عدل و دیگر محاسن کی ضروری شرط ہے۔ عالم باعمل ہو۔ مسائل ضروریہ سے واقف ہو تین سو تیرہ نہیں لاکھوں شیعہ ہیں لیکن غور فرما کر دیکھئے جناب شیخ مفید علیہ الرحمۃ و سید مرتضیٰ و سید رضی و قاضی نوراللہ شوستری کے درجہ کے علمار جو قابل مصاحبت امام زمان ہوں ہندوستان میں کتنے ہونگے عرب میں کتنے ہیں عجم میں کتنے ہیں؟ ہم عوام کو نہیں پوچھتے ویسے علمار کو پوچھتے ہیں جن کی تقلید شیعوں کو جائز ہے۔ تا وقتیکہ ایسے قابل مصاحبت امام تین سو تیرہ اشخاص بہ ہئیت اجتماعی ایک زمانہ میں موجود نہ ہوں آپکا اعتراض نہیں ہوسکتا۔

آپ کو ایک ہزار برس بہت معلوم ہوتا ہے حالانکہ سابق انبیاء میں کئی حضرات نے اس سے زیادہ عمر کی ہے حضرت آدمؑ کو دیکھئے حضرت نوحؑ کو دیکھئے اکثر سیارے ایسے ہیں جو ہزار ہزار برس غائب رہتے ہیں پھر نکلتے ہیں اور اُن کے پہچاننے والے ان کو دیکھتے ہیں ان کی رفتار سے تغیرات عالم کی حالت بتاتے ہیں آپ کی عقل میں نہیں آتا تو آپ اُن کے وجود ہی سے انکار کر دینگے حالانکہ ان کے وجود پر نظام عالم کا مدار ہے آپ نہیں سمجھتے کہ کون سا سیارہ کہاں پہونچتا ہے تو بارش ہوتی ہے۔ کون سیارہ کہاں پہونچتا ہے تو گرمی یا سردی ہوتی ہے۔

رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے انّ اھل بیتی امان لاھل الارض کما ان نجوم السماء امان لاھل السماء فاذا ذھب النجوم ذھب اھل السماء واذا ذھب اھلبیتی ذھب اھل الارض (دیکھو صواعق محرقہ صفحہ ۱۹) یعنی میرے اہل بیت زمین کے لئے امان ہیں جس طرح آسمانی ستارے آسمان کے لئے امان ہیں جب ستارے فنا ہونگے تو اہل سماء اور جب میرے اہل بیت سے دنیا خالی ہو جائیگی تو اہل زمین فنا ہو جائیں گے پس جس طرح نجوم کا بقا اہل آسمان کی امان کے لئے تاقیام قیامت ضروری ہے اسی طرح اہل زمین کی امان کے لئے ان کا بقا تاقیام قیامت ضروری ہے۔ جس طرح انجم کی غیبت وظہور سے فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح ان کی غیبت وظہور سے فائدہ پہنچتا ہے اب ان حضرات کی ذات بابرکات کا باعث رحمت ہونا قرآن سے ملاحظہ کیجئے۔ اسلام کا دارومدار قرآن پر ہے۔ قرآن کی ابتدا بسم اللہ سے ہے اس بسم اللہ میں جو اول صفت جناب باری نے اپنی معرفت کے لئے بیان فرمائی ہے وہ الرحمن الرحیم ہے اور اپنی رحمت کا مظہر ہمارے ختم المرسلین کو قرار دیا ہے

چنانچہ فرماتا ہے ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ اور آنحضرتؐ نے فرمایا
حسین منی وانا من الحسین اس سے ظاہر ہوا کہ اس رحمت کی بقا حسینؑ کی ذات
سے متعلق ہے انھیں کی نسل سے بقیہ نو ائمہ جو باعث رحمت ہیں پیدا ہوئے
کہ آخر ان کے جناب مہدیؑ آخر الزمان ہیں حضرت کے وجود کے ثبوت
میں احادیث متکاثرہ ہیں چنانچہ حافظ ابو نعیم جو مشہور محدثین اہل سنت سے
ہیں چالیس حدیثیں صحاح سے روایت کرتے ہیں کہ وہ سب مشتمل ہیں صفات
اور احوال اور اسم اور نسب صاحب الزمان پر اور بھی اس قسم کی روائتیں کتب
اہل سنت میں بہ کثرت مروی ہیں۔ مثلاً فصول مہمہ فضائل ائمہ وصواعق محرقہ
وغیرہ۔ صواعق محرقہ میں یہ بھی ہے کہ حضرت حسن عسکریؑ کی وفات کے وقت
آپ کے فرزند حضرت ابو القاسم محمد الحجۃ کی عمر پانچ سال کی تھی لیکن انکو اسی
عمر میں خدا نے علم و حکمت کی دولت سے مالا مال کر دیا تھا وہ مخلوق کی نظر
سے مخفی و مستور ہیں۔ اور شیخ عبدالوہاب شعرانی کتاب الیواقیت والجواہر میں
فرماتے ہیں کہ وہ حضرت موجود ہیں اور رہیں گے تا اینکہ قرب قیامت حضرت
عیسےٰؑ بن مریم کے ساتھ مجتمع ہوں گے اور ان کی عمر ہمارے زمانہ یعنی ۹۵۸ھ
تک ۷۰۶ سال کی ہوئی۔ الغرض حضرت کا موجود ہونا باتفاق عام مسلمین
ثابت ہے بعض فرقے سنیوں کے مذبذبین سے ہیں۔

سید علی ہمدانی جو بقول شاہ ولی اللہ قطب الاقطاب تھے اپنی کتاب مودۃ القربیٰ
میں لکھتے ہیں کہ فرمایا رسول خداؐ نے انا سید النبیین وعلی سید الوصیین
والاوصیاء من بعدی اثناء عشر اولھم علی واٰخرھم المھدی یعنی فرمایا آنحضرت
صلعم نے کہ میں سردار انبیاء ہوں اور علیؑ سردار اوصیا ہیں میرے بعد بارہ
وصی ہوں گے اول ان کے علیؑ اور آخر مہدیؑ ہیں۔ صاحب جامع الاصول

لکھتے ہیں المہدی من ولد فاطمہ وما الخلافۃ الا فیھم یعنی حضرت مہدی
اولاد فاطمہؑ سے ہیں اور نہیں ہے خلافت نبوی مگر اولاد فاطمہؑ میں۔
بہرکیف چونکہ برابر انبیاء و اوصیا مبعوث و منصوب ہوتے آئے جو باعث
رحمت تھے لیکن ظالموں کے ہاتھ سے کسی کو پناہ نہ ملی۔ کسی نے خوف
سے جلا وطنی اختیار کی کوئی غار میں چھپا کوئی آگ میں ڈالا گیا کوئی دیگ
میں کھولایا گیا کوئی آرہ سے چیرا گیا کسی کا سر طشت میں زن زانیہ کے
لئے تحفہ بھیجا گیا کسی کو صلیب دینے کا سامان ہوا کوئی جیتا جی آسمان پر
چلا گیا اور ختم المرسلینؐ پر تو ایذاؤں کا خاتمہ ہو گیا چنانچہ خود فرماتے تھے
ما اوذی نبی کما اوذیت۔ حضرتؐ کی ذریت سے جو گیارہ معصومینؑ
گذرے اُن پر جو ظلم ہوئے ان سے کون واقف نہیں ہے۔ کوئی
تیغ جفا سے شہید ہوا کوئی مسموم زہر دغا ہوا کسی کی جوانی و پیری اسیری ہی
میں گذر گئے جب ابتدا سے تا بہ امام حسن عسکریؑ ظالموں کا ان حضرات
کے ساتھ جو اپنے اپنے عہد میں حجت خدا اور باعث نزول رحمت
رب العالمین تھے یہ سلوک چلا آیا تو کون کہہ سکتا ہے کہ یہ ظالمین اگر
قائمؑ آل عبا کو بھی پا جاتے تو ان کے ساتھ بھی ایسا ہی ظلم نہ کرتے۔ لہذا اس
ارحم الراحمین نے اپنی کمال رحمت سے اپنے بندوں کے لئے اس آخر
جانشین رحمۃ للعالمین کو عوام کی نظروں سے پنہاں کر دیا تاکہ زمانہ ایسے
وجود ذیجود سے جو حجت خدا اور باعث رحمت و بقائے نظام عالم ہے خالی نہ ہو جائے
حضرت کے وجود کے ان دونوں فائدہ سے تمام عالم اسی طرح مستفیض ہو رہا
ہے جیسا کہ ان سیاروں سے جو نظروں سے غائب ہیں گو عوام الناس اسکو
محسوس نہ کریں مگر اُن کے فوائد سے عالم مستفید ہو رہا ہے باوجود ہزار ہا سال

کی طولانی غیبت کے دنیا کے نظام میں ان کو دخل ہے جو زندہ ہیں مردہ نہیں ہیں وہ شب کو سوتے وقت یقین رکھتے ہیں کہ کلہ آفتاب پھر ظہور کریگا۔ یہی حال اس فرقہ کا ہے جو صاحب الزمان کے ظہور کا منتظر ہے اور جو اس کے مخالف ہیں ان کی مثال مردوں کی ہے۔ من لا یعرف امام زمانہ فمات میتة جاھلیة۔

ابو الآمنہ صاحب! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ نظام عالم کا مدار محض آفتاب وماہتاب وسیارے وآسمان وزمین وآب وہوا وغیرہ پر ہے۔ ایسا نہیں ہے جسطرح نظام عالم کے لئے آفتاب وماہتاب وغیرہ درکار ہیں اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ انبیاء واوصیاء کو نظام عالم سے تعلق ہے۔ چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ اپنے رسولؐ سے فرماتا ہے لولاک لما خلقت الافلاک اور آنحضرت نے بھی فرمایا ہے اول ما خلق اللہ نوری۔ اس سے ثابت ہے کہ اگر صاحب لولاک یا اسکی ذریت طاہرہ ہر زمانہ میں موجود نہ رہے تو آسمان وزمین سب بیکار ہوجائیں بجز خباثت کے کچھ نظر نہ آئے تمام دنیا بھوت خانہ ہوجائے مثل مشہور ہے "خانہ خالی را دیو میگرد" آپ لوگوں کا قائم آل محمدؐ سے انکار کرنا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ایسا قبل سے چلا آتا ہے۔ یہودی حضرت عیسیٰؑ سے انکار کرتے ہیں عیسائی جناب خاتم النبیینؐ سے انکار کرتے ہیں۔ اسی طرح آپلوگ قائم آل محمدؐ سے انکار کرتے ہیں یہ پیشتینی عادت ہے اور جھوٹا دعوے نبوت کرنا مہدی موعود بننا بھی قبل سے چلا آتا ہے۔ ایسا جھوٹا دعوے کرنیوالے سب گذر گئے۔ جب مصلحت خدا ہوگی آخر خلیفہ خاتم النبیین جناب مہدی جن پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے اور حضرت مسیح ابن مریمؑ نزول فرمائیں گے دجال کو قتل اور دنیا کو ظلم وجور سے پاک کرینگے

از غرب تا شرق سب ایک مذہب پر ہو کر رہینگے۔ عارضی ترقی پر نہیں جانا چاہیئے تین مہینہ کے اندر مسیلمہ کے لاکھوں پیرو ہو گئے تھے۔

عشرۂ محرم میں عید نوروز کرنے کی تمنا کا جواب اگر قاتلانِ حسینؑ آپ کے ہم عقیدہ اور ہم مشرب اور آپ کے بزرگانِ دین سے نہ تھے شیعہ تھے تو آپ اس واقعہ کی یادگار قائم کرنے پر چراغپا کیوں ہوتے ہیں اور اس کی یادگار کو اپنے حق میں بُرا کیوں سمجھتے ہیں؟ بہر کیف کسے باشد ان ظالموں پر بآواز بلند لعنت کیجئے ہم آمین کہتے ہیں اور ہم بآواز بلند لعنت کریں آپ بآواز بلند آمین کہیئے ورنہ نقل مشہور ہے چور کی داڑھی میں تنکا۔ آپ کی تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ غرض آپ کی عیب پوشی اپنے فرقہ کے بزرگواروں کی ہے آپ تہذیب اسلام کے مقابل میں غیر مسلم قوموں کی تہذیب کو ترجیح دیتے ہیں اور رشک کرتے ہیں کہ تمام مہذب اقوام میں نئے سال کا آغاز عید اور نوروز سے کیا جاتا ہے لیکن حدیث رسول ہے من تشبہ بقوم فھو منھم۔ وہ غیر مسلم قومیں جنکو آپ مہذب کہتے ہیں مسلمانوں کے پنجوقتہ طریقہ نماز پر ہنستی ہیں وہ بجائے خشوع و خضوع سے نماز پڑھنے کے گا بجا کر اپنے دل کو خوش کرتی ہیں۔ چلا کر اذان دینے پر بھی مضحکہ کرتی ہیں بجائے اذان ناقوس یا گھنٹے بجاتی ہیں۔ مسلمان روزہ رکھ کر تمام دن بھوکے رہتے ہیں وہ غیر مسلم قومیں جنھیں آپ مہذب کہتے ہیں مزے سے اکل و شرب میں مصروف رہتی ہیں۔ ایسی غیر مسلم قوموں کی تقلید کوئی مسلمان تو نہیں کر سکتا ہے آپ البتہ شوق سے غیر مسلم قوموں کی تقلید کیجئے۔ وہ غیر مسلم قومیں جنھیں آپ مہذب کہتے ہیں شمسی سال و ماہ کی پابند ہیں اور مسلمانوں کے قمری حساب پر ہنستی ہیں۔

کہتی ہیں کہ یہ جاہل اور وحشی قوم کا حساب ہے کوئی تعلیم یافتہ قوم اس حساب کو اختیار نہیں کر سکتی۔ پس درحالیکہ آپ کو ان ہی کی تہذیب پسند ہے تو پھر اپنے خلیفۃ المسیح سے پاس کرا کے تمام ایام اعمال وعبادت کے مثل روزہ حج وعید فطر وعید اضحیٰ شمسی حساب سے مطابق کر کے قرار دے لیجئے اور ہمیشہ اسی پر عمل کیا کیجئے اس میں فصل کا تغیر نہ ہوگا برابر ایک فصل پڑا کرے گی پھر بخوشی اپنا نوروز اس کے مطابق بتقلید ہنود یا نصاریٰ یا مجوس جو پسند ہو منایا کیجئے۔ اہل اسلام اگر ایسا کریں تو ان کے کل اعمال باطل ہو جائیں گے۔

محرم کے عشرۂ اول میں پیغمبر اسلام کے جگر بند کے غم میں رونے کی وجہ سے آپ شیعوں پر الزام لگاتے ہیں کہ "اس طرح پر مسلمانوں کے تمام سال کو گونہ منحوس کرتے ہیں"۔ مسلمانوں کا سال آنحضرتؐ کی ہجرت سے شروع ہوا ہے اسی لئے اس کو سنہ ہجری کہتے ہیں۔ چونکہ عین شب ہجرت کو ابوبکر صاحب روئے وہ عین ابتدا میں رونا ان کا آپ کے اصول پر اسلام کے حق میں ہمیشہ کے لئے بدشگونی ہوئی کہ اسلام میں تہتر فرقے ہو گئے فرزند رسولؐ کے غم میں سال بسال رونا اس کی اصلاح کرتا ہے سب کو ایک فرقہ بناتا جاتا ہے۔

آبدالآمنہ صاحب! رونا انسان کا فطرتی امر ہے۔ جو لڑکا پیدا ہوتا ہے روتا ہوا پیدا ہوتا ہے۔ آپ بھی ضرور روتے ہوئے پیدا ہوئے ہیں۔ اگر ابتدا میں رونے سے آئندہ زمانہ منحوس ہو جاتا ہے تو آپ کی اور آپ کے گھر والوں کی تمام زندگی منحوس ہو گئی۔ یہ رونا تا مردن آپ کی جان نہیں چھوڑے گا آپ روتے ہوئے دنیا میں آئے ہیں اور اپنے عزیزوں کو

رُلاتے ہوئے دنیا سے جائیگا - یا اگر آپ ان لوگوں میں ہیں جنکی نسبت شیخ سعدی نے کہا ہے سے بس جان بلب آمد کہ بر وکس نہ گریست - تو ایسوں کا کیا شمار -

آپ تو شیعہ نہیں ہیں - تب شیعوں کا رونا آپ کے حق میں کیونکر منحوس ہوجاتا ہے؟ شیعہ تو عشرۂ محرم میں نواسۂ رسولؐ کا غم کرتے ہیں - بعد ان کا تمام سال خوشی و خورمی میں گذرتا ہے - علاوہ اپنی دنیاوی ذاتی خوشحالی کے - ۱۷ ربیع الاول کو جناب رسولخداؐ کی ولادت کی خوشی کرتے ہیں - ۲۰ جمادی الثانی کو بنت رسولؐ جناب سیدہؑ کی ولادت کی ۱۰ رجب کو امام محمد تقیؑ کی ولادت کی ۱۲ رجب کو امام علی نقیؑ کی ولادت کی ۱۳ رجب کو جناب علی مرتضےؑ کی ولادت کی - ۳ شعبان کو جناب امام حسینؑ کی ولادت کی - ۱۵ شعبان کو صاحب العصرؑ کی ولادت کی - ۱۵ رمضان المبارک کو سبط اکبر جناب امام حسنؑ کی ولادت کی خوشی مناتے ہیں - شوال میں عید الفطر ذی الحجہ میں عید الضحیٰ اور عید غدیر و عید مباہلہ کرتے ہیں حتی کہ ان کا سال بخیر و خوبی ۲۹ ذالحجہ کو جس روز آپ کے خلیفہ ثانی صاحب ابو لؤلؤ کا خنجر کھا کر دنیا سے سدھارے ختم ہوجاتا ہے - یہ سال بھر کی خوشیاں آپ کو کہاں نصیب ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء چونکہ ایام غم فرزند رسول الثقلین میں آپ اور آپ کے ہم عقیدہ خوشی کرنا پسند کرتے ہیں اسلئے آپ لوگوں کا تمام سال منحوس ہوجاتا ہے اور اپنے اوپر قیاس کرکے سمجھتے ہیں کہ دوسروں کا سال بھی منحوس ہوگیا -

نصارا ہی مخصوص اپنے نئے سال کے لئے کوئی خوشی نہیں مناتے بلکہ ۲۴ دسمبر کو حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے ہیں اسی کی خوشی کرتے ہیں - ضمناً

اس میں یکم جنوری بھی داخل ہے۔ اُن کا دوسرا سال جسکو حساب و کتاب کا سال کہتے ہیں۔ اپریل سے شروع ہوتا ہے۔ اس کی پہلی تاریخ ایک دوسرے کو باخود اہیں بیوقوف بناتا ہے۔ کسی کو کچھ جھوٹی خبر دیتا ہے کسی کے پاس لفافہ میں بجائے خط جوتہ کا تلا رکھ کر بھیجدیتا ہے۔ کسی کو گالی لکھ کر بھیجتا ہے۔ غرض اسی طرح کے انواع و اقسام کی مہمل حرکتیں کرتے ہیں۔ کیا خدا اور رسول خدا انھیں باتوں سے راضی و خوشنود ہونگے؟

دوسری آپ کی مہذب قوم ہنود ہیں جو آغاز سال میں تمام شب قماربازی و لہو و لعب میں بسر کرتے ہیں اور ہار جیت سے اپنے سال کا شگون لیتے ہیں انھیں ایام میں رام لیلا کرتے ہیں دیبی کا بت بناکر نکالتے ہیں دوسرا آغاز سال اُن کا ہولی ہے جس میں تمام شب آگ کی پرستش کرتے ہیں اور ان میلا ہو [illegible] کرتے پھرتے ہیں اور دن کو منہ میں سرخ رنگ ابیر کا لگا کر نشہ پیا پورا رقص و غنا میں مصروف رہتے ہیں فحش گالیاں بکتے پھرتے ہیں۔ یہ افعال ان کے آغاز سال کے آپ اپنے لئے مبارک سمجھتے ہیں تو آپ بھی اگر اس کو پسند کرتے ہوں تو ہندوؤں سے فرق کرنے کے لئے منہ میں سیاہی لگاکر یا زرد رو ہوکر نکلئے۔

عارفان حق کا حال تو قرآن پر ہے جناب باری فرماتا ہے واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعینهم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق (یعنی) اور جب سنتے ہیں اس چیز کو کہ اتاری گئی طرف رسولؐ کے دیکھتا ہے تو اُن کی آنکھوں کو جاری کرتی ہیں آنسو اس چیز سے کہ پہچانا انھوں نے حق سے) اور اپنے خلیل حضرت ابراہیمؑ کی شان میں فرمایا ہے ان ابراهیم لاواه حلیم (یعنی حضرت ابراہیمؑ بہت آہ کرنیوالے تھے)۔

واقعہ کربلا کے سانحہ جانکاہ اور بے نظیر حادثہ ہونے پر اعتراض کا جواب

آپ ازراہ طعن لکھتے ہیں کہ "واقعہ کربلا جس کو واقعات عالم میں سانحہ جانکاہ اور بے نظیر حادثہ کہا جاتا ہے" افسوس! دعوئے اسلام اور یہ تحریر! ابوالآمنہ صاحب! آپ کا ایسا لکھنا بوجہ کم علمی اور جہالت اور دشمنی خاندان رسالت و محبت خاندان ابوسفیان کے ہے۔ دیکھئے مورخین و محققین یورپ نے جو تمام دنیا کی کتب تواریخ پر حاوی ہو رہے ہیں اس واقعہ کو کس نظر سے دیکھا ہے۔ حالانکہ دین اسلام سے اُن کو کوئی واسطہ نہیں نصرانی ہیں۔ مگر تعصب کو راہ نہیں دیتے۔ محققانہ و انصافانہ لکھتے ہیں ملاحظہ ہو مشتے نمونہ از خروارے۔ مسٹر مسیو ماربین محقق جرمنی اپنے رسالہ سیاست اسلامیہ کی ساتویں فصل میں لکھتے ہیں "پہلے بھی بہت سے رؤسائے روحانی اور ارباب دین بحالت ظلم قتل کئے گئے ہیں اور ان کے قتل کے بعد بھی ریولیوشن ہوا ہے اور ان کے تابعین نے ان کے دشمنوں پر تلوار کھینچی ہے۔ جس طرح بنی اسرائیل میں بکرات اتفاق ہوا ہے اور حضرت یحییٰ کا قصہ تاریخی بڑے بڑے واقعات میں سے ایک بڑا واقعہ ہے اور اسی طرح جو سلوک یہود نے حضرت مسیح سے کیا اس زمانہ تک اس کی نظیر واقعہ نہ ہوئی تھی۔ مگر حسینؑ کے واقعہ نے تمام وقائع پر فوقیت پیدا کر لی۔ تاریخ سے ایسا نہیں معلوم ہوتا کہ روحانیین و ارباب دین میں سے کسی شخص نے بھی خیالات عالیہ موضوع الذکر کی وجہ سے اپنی ذات کو اپنے علم و ارادہ سے قتل کرایا ہو یعنی ارباب دین سے جو شخص بھی قتل ہوا اس کے دشمنوں نے غفلتہً اس پر حملہ کر کے مظلومیت میں اسے قتل کر دیا اور موافق ان کی مظلومیت کے ریولیوشن بھی آگے

بعد پیش آیا مگر حسینؓ کا واقعہ عالمانہ اور حکیمانہ اور سیاسی حیثیت کا تھا دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ہے۔" (پھر لکھتے ہیں) "جو مصیبتیں کہ حسینؑ نے اپنے نانا کے دین کو زندہ کرنے میں برداشت کیں گذشتہ ارباب دین پر فوق رکھتی ہیں اور سابقین میں سے کسی پر واقع نہیں ہوئیں۔"

اب فرمائیے! صاحب ناسخ التواریخ نے جو لکھا ہے کہ درہمہ آفرینش شائستہ ایں شہادت کہ مفتاح شفاعت عامہ است جز حسین علیہ السلام کس نبود کس قدر صحیح ہے؟۔

آپ کا یہ خیال کہ شیعہ امام حسینؓ کی شہادت کو کفارہ گناہ سمجھ کر معصیت کے مرتکب ہوتے ہیں محض غلط اور آپ کی جہالت پر مبنی ہے۔ حسینؓ نے حق و باطل کو جدا کر کے دکھا دیا نرغہ فوج میں آخر وقت نماز پڑھ کر نماز کی عظمت کو سمجھا دیا۔ اس ہجوم مصائب میں بھی برابر طاعت خدا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی عملی تعلیم دیدی۔ یزید کو فاسق و فاجر و شراب خوار کی بیعت نہ کر کے شیعوں کو گمراہی سے بچا کر صراط مستقیم پر لگا دیا شیعہ اسی راہ پر چل رہے ہیں اور حسینؓ کو اپنا ہادی اور ذریعہ نجات جانتے ہیں۔ مثل آپ لوگوں کے فرقوں کے گمراہ نہیں چھوڑا کہ ایک، دوسرے کو مشرک اور کافر لکھتا ہے جیسا کہ اوپر دکھایا جا چکا ہے۔

آپ علمائے اہل سنت کی نسبت خود لکھتے ہیں کہ "مطالعہ تواریخ سے مدتیں گذریں ان لوگوں نے گونہ فارغ خطی لی ہوئی ہے" واقعی نہ وہ لوگ کچھ جانتے ہیں نہ آپ۔ دیکھئے غیر مذہب والے جو نہ امام حسینؓ کے دوست میں نہ یزید کے طرفدار مگر تواریخ سے ماہر ہیں اور واقعات پر غور کر کے بحیثیت مورخ جانچ و پڑتال کرتے ہیں وہ کیا لکھتے ہیں؟ اگر آپ لوگ بھی براہ انصاف تمام

تواریخ کو دیکھتے اور حالات پر غور کرتے۔ خواہ مخواہ اہل بیت رسولؐ کی عداوت میں تعصب کو راہ دیکر خردہ گیری کرکے اصلیت کو ظاہر کرنے سے چشم پوشی نہ کرتے تو اس ضلالت میں نہ پڑے رہتے نہ سنی کو شیعہ کہتے نہ شیعہ کو سنی۔ دونوں میں فرق کرتے۔ سنی وہ ہے جو حضرت علیؑ کو خلیفہ چہارم سمجھے اگرچہ کسی وقت میں بوجہ ہمراہ رکاب ہونے کے شیعہ کہا جاتا ہو۔ اور درحقیقت شیعہ وہ ہے جو اس جناب کو خلیفہ بلافصل سمجھے خلیفہ چہارم سمجھنے والا اگرچہ حضرت علیؑ اور اہلبیت طاہرین کی مودّت کا دعوے بھی کرتا ہو تاہم درحقیقت وہ سنی ہے اگرچہ بوجہ اظہار محبت حضرت علیؑ واہل بیت علیہم السلام لوگ اوسکو شیعہ سمجھتے ہوں۔ جب آپ کو شیعہ وسنی میں فرق نہیں معلوم ہوتا اور اپنی نافہمی سے گمراہی کی ظلمت میں پڑے ہیں تو اسباب واقعات کربلا پر آپ کیا روشنی ڈال سکتے ہیں۔

روایات پر استدلال کرنے میں ابوالآمنہ کی حرفت

آپ نے جلاء العیون و ناسخ التواریخ و مجالس المومنین و کافی و صافی سے جو واقعہ کربلاء کے کئی صدیوں کے بعد مختلف زمانوں میں لکھی گئی ہیں دبلکہ ناسخ التواریخ تو ناصر الدین شاہ کے عہد میں تیرھویں صدی میں لکھی گئی ہے۔ مختلف اشخاص کے مختلف موقعوں کے مختلف اقوال جو ان کتابوں میں نقل کئے گئے ہیں بعض بعض فقرات بعض بعض مقامات سے اپنے مطلب کے موافق جنکرا بہ فریبی کیلئے لکھا ہے۔ اس طرح تو آپ جناب باری کی وحدانیت میں بھی چند آیات قرآنیہ بلکہ مسلم سورہ لیکر شک دلا سکتے ہیں مثلاً قل یاایھا الکافرون الخ سے دکھا سکتے ہیں کہ خدا کے سوا اور بھی معبود ہیں جنکی عبادت کرنے کو خدا منع نہیں کرتا ہے اور اس سورہ نے

تصنیف کر دیا کہ کوئی دین باطل نہیں ہے ورنہ لکم دینکم ولی دین نہ ہوتا۔ لیکن اگر تمام قرآن کے حرف بحرف اور اس کے نکات و مقاصد پر نظر کریں اور اسی طرح مذکورہ بالا کتابوں کو از ابتدا تا آخر لفظ بلفظ انصاف کے ساتھ غور سے پڑھیں تو حق و باطل میں فرق واضح ہو جائے۔ جلاء العیون و ناسخ التواریخ وغیرہ کے مولفین اس زمانہ میں موجود نہ تھے۔ اُن لوگوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ منقولات ہیں جو آپ لوگوں کی کتابوں سے لئے گئے ہیں۔ واقعۂ کربلا تو تیرہ سو برس کا ہے۔ واقعات حجاز و طائف جو موجودہ زمانہ کے واقعات ہیں۔ فریقین سنی ہیں۔ ان میں کوئی شیعہ نہیں۔ دونوں جانب سے خبر دینے والے بھی سنی ہیں۔ ایک گروہ نجدیوں کے مظالم کی مثلاً طائف میں قتل عام و غارت گری و مقامات مقدسہ پر گولہ باری وغیرہ کی خبر دیتا ہے دوسرا گروہ اُن واقعات کو ہلکا کر کے کچھ قبول کرتا ہے کچھ انکار۔ ہندوستان سے جو خلافت کمیٹی نے اصلی حالات کی تحقیقات کے لئے وفد بھیجا تھا ان کی نسبت کہا جاتا ہے کہ نجدیوں نے ان کو خلعت و انعام دیا اس وجہ سے کل واقعات صحیح نہیں بیان کرتے۔ غرض جیسی جیسی خبر جسکو جسکو ملتی جاتی ہے اخبارات شیعہ سنی سب چھاپ رہے ہیں شیعہ تو نہ وہاں گئے نہ کسی شیعہ نے ان کو خبر دی سنیوں کے اخبار دیکھ کر یا بیان اُن کا سنکر شیعہ اڈیٹروں نے بھی اپنے اپنے اخباروں میں نقل کیا تو کیا اس نقل کی وجہ سے آپ شیعوں کو ملزم ٹھیرائیگا اور ان خبروں کو شیعوں کی روایات قرار دیجئے گا۔ بہرکیف جو باتیں آپ نے جلاء العیون وغیرہ سے لکھی ہیں اس کی حالت ناظرین کو رسالہ ہٰذا کے ملاحظہ سے خود معلوم ہو جائے گی۔

بنی امیہ شیخین سے کیوں نہ بگڑے اور بنی ہاشم کیوں مجبور رہے

آپ شیخین کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ اُن کی موجودگی میں نہ بنی ہاشم جوشیں خون ہاشمی دکھا سکے نہ بنی عباس ماتھے پر بل لاسکے یا تیوری چڑھا سکے نہ بنی امیہ دل میں پیچ وتاب کھا سکے۔ آپ کو اتنا بھی معلوم نہیں ہے کہ بنی عباس بھی حضرت ہاشم ہی کی اولاد سے تھے اور وہ بھی بنی ہاشم ہی کہلاتے ہیں بمقابل شیخین کے آپ ان کی اہانت کرتے ہیں بنی ہاشم میں رسولؐ بھی داخل ہیں۔ بنی امیہ کیوں دل میں پیچ وتاب کھاتے وہ تو شیخین کی کارروائیوں کو دیکھ رہے تھے کہ جو بنی امیہ کا مقصود تھا اوسکو شیخین اپنی حکمت عملی سے پورا کر رہے ہیں خود رسولؐ سے روگردانی کی جیش اسامہ کے ساتھ جانے کو کہا نہیں گئے۔ وصیت لکھنے کے لئے کاغذ قلم دوات مانگا نہیں دیا۔ کفن ودفن میں شریک نہیں ہوئے بنت رسولؐ کے گھر میں آگ لگانے گئے حضرت علیؑ کو گرفتار کرکے پکڑ منگایا بنی ہاشم کا خمس بند کردیا۔ ان کو کسی عہدہ پر مقرر کرنے کی عام ممانعت کردی ایک مختصر جائداد باغ فدک جو جناب سیدہؑ اور حسنینؑ کی اوقات بسری کیلئے تھی اس کو ضبط کرلیا اور مسند خلافت پر بیٹھتے ہی ملک شام کا ابو سفیان سرغنہ خاندان بنی امیہ کے بیٹے کو گورنر بنادیا اب بنی امیہ کی کونسی تمنا شیخین نے باقی چھوڑی تھی کہ وہ دل میں پیچ وتاب کھاتے؟ رہے بنی ہاشم وہ ابو سفیان کی قوت سے واقف تھے کہ وہ اسلام کو نیست ونابود کرنے اور رسولؐ کو شہید کرنے کی فکر میں بار بار رسولؐ کے لشکر پر چڑھائی کرتا تھا اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ رسولؐ کی فوج اور تمام اسلامی قوت اور بنی امیہ کی فوج اور قوت دونو

شیخین کی بدولت مل کر ایک ہو گئی ہیں اور وہ سب شیخین اور بنی امیہ کے قبضہ میں ہیں ایسی حالت میں اگر خود رسولؐ ہوتے تو کیا کرتے؟ دیکھ لیجئے رسولؐ کے آخر وقت میں جب ان لوگوں کے تیور ظاہر ہو گئے نافرمانی کر کے جیش اُسامہ کے ساتھ نہ گئے۔ کاغذ و قلم دوات مانگنے پر نہیں دیا تو رسولؐ نے کیا کیا؟ مگر سبحان اللہ! کیا خاندان رسالت کی شان ہے! زمانہ کو دکھا دیا کہ حق کی فتحیابی کثرت افواج اور شمشیر زنی پر موقوف نہیں ہے۔ بیکسی کی موت اختیار کر کے دین خدا کو قائم کر دیا خصوصاً جناب امام حسینؑ نے جلا وطنی اختیار کر کے ایک جنگل میں جا کر شہادت اختیار کی۔ اپنی جان شیریں اپنے عزیز فرزند اپنے بھائی اپنے بھانجے اپنے بھتیجے اپنے احباب و اقربا۔ مال و اسباب سب حق و باطل میں فرق کرنے اور دین خدا کو قائم کرنے کیلئے قربان کر دیئے حتی کہ اہلبیت کی اسیری گوارہ کی۔ سرہائے مبارک نیزوں پر اور بنات رسولؐ اسیر ہو کر از کربلا تا کوفہ و از کوفہ تا شام و اسرائے آل رسولؐ از شام تا مدینہ گئے۔ یہ دیکھ کر دنیا میں تہلکہ پڑ گیا۔ ایسی مظلومی سے فتح روحانی حاصل کر کے حسینؑ نے قلوب بنی نوع انسان پر قبضہ کر لیا۔ جس کی وجہ سے لوگ جوق جوق دین حق اختیار کرتے جاتے ہیں۔ اور بنی امیہ ایسے نیست و نابود ہوئے کہ آج ان کا ایک فرد بھی نظر نہیں آتا ہے۔ اگر کوئی ہو بھی تو وہ مارے شرم کے اپنے حسب و نسب کو ظاہر نہیں کرتا ہے۔

شیر خدا کے زور ید اللّٰہی پر استہزاء کا جواب

جناب مرتضوی کے فتوحات خیبر وغیرہ کو ایسے لہجہ میں جس سے اُس جناب کی ذاتی شجاعت قابل تحسین نہ سمجھی جائے آپ خدا کا فضل اور رسول صلعم کا فیضان لکھتے

ہیں۔ بیشک افضال خدا اور فیضان رسولؐ ہمیشہ اُس جناب کے شامل حال رہا۔ لیکن آپ کے ابو بکر صاحب پر جیسا فضل خدا و فیضان رسولؐ تھا وہ عتبہ بن ربیعہ کے قصہ سے ظاہر ہے جو اوپر ازالۃ الخفاء سے لکھا گیا وہ دونوں ہاتھوں میں جوتہ لے کر گستاخی کر رہا تھا اور ابو بکر صاحب کا دونوں ہاتھ خالی تھا مگر ان کی اتنی بھی ہمت نہ ہوئی کہ اپنے دونوں ہاتھوں سے اُس نامرد کا دونوں ہاتھ پکڑ کر نعلین مخصوفتین تو چھین لیتے لیکن جیش اُسامہ کی سرداری کی تکرار میں عمر کی داڑھی پکڑ لی اور بابانت کہا کہ تیری ماں تجھکو روئے جیسا کہ اوپر روضۃ الصفا سے دیکھا یا گیا۔ سچ ہے سہ

نزلہ می ریزد بر اعضائے ضعیف۔ الغرض آپ کے خلفائے ثلاثہ اُس فضل خدا اور فیضان رسولؐ سے جیسا کہ حضرت علیؑ پر تھا سدا محروم رہے۔ رہا معاویہ کے مقابل میں جو آپ اُس جناب کی شجاعت اور زور ید اللّٰہی پر معترض ہیں۔ تو کونسی کمزوری آپ نے دیکھی ہے جو گندہ دہنی کرتے ہیں کیا صفین کی معرکہ آرائیاں اور ید اللہ کی ذوالفقار شرربار کے شرارے تاریخوں میں موجود نہیں ہیں۔ کیا اس جنگ میں شیر الٰہی کا ہزاروں منافقوں کو فی النار کرنا صفحات تاریخ میں نمایاں نہیں ہے یہ سب کچھ ہے مگر کور باطن کے دیدے بیٹھ ہو گئے ہے اگر معاویہ لباس اسلام میں نہ لڑتا ہوتا اور مسلمانوں کو نہ لڑاتا ہوتا تو آپ شیر خدا کا زور ید اللّٰہی دیکھتے۔ افسوس کہ مسلمانوں کا واسطہ ہے اور حضرت علیؑ اسلام کا بقا چاہتے ہیں جسی الامکان تباہ و برباد کرنا نہیں چاہتے۔ یہ حضرات اسلام پھیلانے کو اس قدر عزیز رکھتے تھے کہ مولفۃ القلوب کے ساتھ بھی جو واقعی دل سے ایمان نہ لائے تھے۔ ظاہرا مسلمان ہونے کی وجہ سے مدارا فرماتے تھے۔ وہ یہ کھیے

تاریخ ابو الفدا "جب حضرت علیؑ نے ندا دی کہ اے معاویہ ہمارے اور تمھارے درمیان میں لوگ کیوں قتل ہوں۔ آؤ ہم تم لڑیں تاکہ جو شخص اپنے حریف کو قتل کرے امر متنازعہ فیہ اسی کے لئے مستقیم ہو جائے۔ یہ سنکر عمرو عاص نے معاویہ سے کہا کہ علیؑ نے بہت انصاف کی بات کہی ہے۔ معاویہ نے جواب دیا کہ واہ کیا انصاف کی بات کہی ہے! تو جانتا ہے کہ جو علیؑ سے لڑتا ہے وہ ضرور قتل ہوتا ہے۔ عمرو عاص نے کہا مگر اسوقت اُن کا مقابلہ نہ کرنا تمھارے لئے بہت نازیبا ہے۔ معاویہ بولا بجا ہے! تو چاہتا ہے کہ میں قتل ہوں اور میرے بعد تو حکومت کرے"۔ جب معاویہ حضرت علیؑ سے لڑنے کو نہ نکلا اور عمرو عاص نے اس کو اس بات پر ملامت کی تو اس نے خود عمرو عاص کو مجبور کیا کہ تم علیؑ سے لڑنے کو جاؤ۔ بمقتضائے بندگی بیچارگی عمرو عاص لڑنے کے لئے میدان جنگ میں آیا۔ اس مقام پر صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ "جب حضرت علیؑ نے میان سے تلوار گھسیٹ کر عمرو پر حملہ کا ارادہ کیا تو عمرو نے مارے دہشت کے گھوڑے سے گر کر اپنی دونوں ٹانگ اٹھا دی اور ننگے ہو گئے۔ حضرت علیؑ نے منہ پھیر لیا اور عمرو عاص بچکر معاویہ کے پاس بھاگ گیا۔ معاویہ نے کہا اے پہلوان دلاور و جنگجو خدا کا شکر کر اور اپنی شرمگاہ کا ممنون ہو جسنے تجھے بچا دیا۔ یہ کہہ کر معاویہ ہنسا اور عمرو عاص خجل اور شرمندہ ہوا" اور معاویہ کی کیا مجال تھی کہ حضرت علیؑ کے مقابلہ میں آتا وہ تو سعید بن قیس ہمدانی کی شکل دیکھتے ہی۔ مثل روباہ کے بھاگا۔ در خیمہ پر جا کر گر پڑا۔ مارے خوف کے دست بر دست آنے لگے (دیکھو روضۃ الصفا)۔ کیوں ابوالآمنہ صاحب! عمرو عاص کا

ٹانگ اٹھا کر اپنے اندام نہانی کو دکھانا اور معاویہ کی آنتوں کا ڈھیلا ہونا دیکھا؟
آپ کو شرم نہیں آتی کہ ایسوں کے مقابل میں شیر خدا کی شجاعت اور
زور ید اللّٰہی کا موازنہ کرنے بیٹھے ہیں۔ جنگ میں آپ کے معاویہ صاحب
کیا حضرت علیؑ کے مقابل میں کامیاب ہوتے۔ عمر ابن خطاب کا حسبنا
کتاب اللہ والا فقرہ اور رسولؐ سے جیش اسامہ کے معاملہ میں سرتابی
کرنا البتہ اسوقت معاویہ کے کام آگیا۔ چنانچہ آپ کے مورخ مسعودی
مروج الذہب میں لکھتے ہیں کہ "جب وہ شب جمعہ ہوئی جسکو لیلۃ الہریر کہتے
ہیں تو اس رات اور اس کی صبح کو حضرت علیؑ نے بنفس نفیس پانچ سو
تئیس ۵۲۳ آدمی اپنے ہاتھ سے قتل کئے۔ حضرت علیؑ کے میمنۂ لشکر
پر مالک اشتر تھے انھوں نے جنگ میں اس قدر کوشش اور بہادری
کی کہ فتح کے آثار نمایاں ہوگئے قریب تھا کہ حضرت علیؑ مظفر و منصور
ہوں۔ یہ حالت دیکھ کر سرداران لشکر معاویہ چلا اٹھے کہ خدا ہی ہماری
عورتوں اور لڑکیوں پر رحم کرے پس معاویہ نے مضطرب ہو کر عمرو عاص
سے کہا کہ اگر مصر کی حکومت مطلوب ہے تو اب جلد کوئی مکر سوچو ورنہ
ہم لوگ ہلاک ہوا چاہتے ہیں عمرو عاص نے اپنے لشکر والوں سے
کہا ایہا الناس ! جسکے جس کے پاس قرآن ہو وہ اس کو اپنے نیزہ پر
بلند کرے۔ یہ سنتے ہی اہل لشکر نے کثرت سے قرآن مجید نیزوں پر
بلند کر کے ندا دی کہ ہمارے تمہارے درمیان کتاب اللہ ہے"
اس مکر سے کل ثلاثہ پرستوں کا جو حضرت علیؑ کو چوتھا خلیفہ سمجھ کر ہمراہ تھے
رنگ بدلگیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ معاویہ والوں کا فریب ہے۔ جو
انھوں نے قرآن بلند کئے ہیں حالانکہ وہ قرآن سے کوئی تعلق نہیں

رت کہتے ہیں تم سب سے زیادہ کتاب اللہ پر عامل ہوں مگر جانتا ہوں کہ رفع مصاحف سے مخالفین کا مقصود عمل بکتاب اللہ نہیں ہے بلکہ وہ لڑائی سے عاجز آ گئے ہیں اپنی کامیابی سے مایوس ہو چکے ہیں اور ہماری فتح کا ان کو یقین ہو گیا ہے اس مکر سے اپنی جان بچانا چاہتے ہیں۔ یہ سنکر اشعث بن قیس کندی (ابوبکر کا بہنوئی) مسعود تمیمی اور زید بن حصین طائی وغیرہ جو معاویہ سے ملے ہوئے تھے مع ثلاثہ پرستوں کی ایک جماعت کثیر کے جن میں سیرت شیخین کا پورا اثر تھا اور جو حضرت علیؑ کو چوتھا خلیفہ سمجھ کر ساتھ ہوئے تھے امام مفترض الطاعت نہیں سمجھتے تھے حضرت سے منحرف ہو کر خارجی ہو گئے۔ (دیکھو تاریخ ابوالفدا و تاریخ ابن واضح و روضۃ الاحباب و حبیب السیر وغیرہ)

گروہ خوارج | گروہ خوارج کی سرخی دیکر آپ لکھتے ہیں کہ "ان لوگوں نے آپ ہی جناب علیؑ کو امیر معاویہ کے مقابل میں ثالثوں کا فیصلہ منظور کرنے پر مجبور کیا پھر یہی لوگ اپنے برگزیدہ امام سے برگشتہ ہو گئے اور جناب علیؑ کی امامت کا امتحان اپنے زعم میں کر لیا کہ وہ امام منجانب اللہ نہیں ہیں اگر منجانب اللہ ہوتے تو پھر ثالثوں کا فیصلہ کیوں منظور کر لیتے ہ" الوالا منہ صاحب! سب جانتے ہیں کہ فرقہ خوارج بھی ایک فرقہ سنیوں کا ہے جو شیخین کو خلیفہ برحق جانتا ہے اور انکو اپنا پیشوا سمجھتا ہے ان ہی کے مذہب پر چلتا ہے ان لوگوں نے حضرت علیؑ کے ساتھ ویسا ہی کیا جیسا کہ رسولؐ کے ساتھ شیخین نے جیش اسامہ کے معاملہ میں اور صلح حدیبیہ کے موقعہ پر کیا تھا۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے وقت رسولؐ نے حضرت علیؑ کو آگاہ کر دیا تھا۔ اور

فرمایا تھا کہ اے علیؑ تم کو بھی ایک وقت ایسا ہی معاملہ پیش آئیگا (دیکھو
تاریخ کامل و روضۃ الاحباب و معارج النبوت و مدارج النبوت و تاریخ
خمیس و روضۃ الصفا و خصائص نسائی در بیان غزوہ حدیبیہ) منقول ہے
کہ جب جناب رسولؐ خدا کو معلوم ہوا کہ قریش تیاری جنگ کی کر رہے ہیں
تو آنحضرت صلعم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ہم کو چاہیئے کہ اُن
قبیلوں کے اہل و عیال کو تاخت و تاراج کریں جو مکہ میں قریش کی مدد کو
آگئے ہیں تاکہ وہ لوگ دل شکستہ ہو کر قریش کی رفاقت ترک کر دیں۔
قریش تنہا ہو جائیں اور ہم کو ان سے جہاد کرنے میں آسانی ہو۔ لیکن ابوبکر
نے آنحضرتؐ کی مخالفت کی اور اُن ہی کی وجہ سے اکثر صحابہ نے رسولؐ
کا ساتھ نہ دیا۔ حالانکہ آنحضرتؐ کی رائے تمام تر صائب تھی اگر صحابہ اس پر
عمل کرتے بالیقین مشرکین معیت قریش چھوڑ کر چلے آتے اور قریش کو تنہا
آنحضرتؐ سے لڑنے کی طاقت نہ تھی۔ لیکن ابوبکر کو کب یہ گوارہ تھا کہ
ایسی آسانی سے قریش مغلوب ہو کر رسولؐ کے محکوم ہو جائیں۔ آنحضرتؐ
کو لامحالہ قریش سے ان کے حسب دلخواہ صلح کرنی پڑی۔ صلح کرنے پر
بھی صحابہ رسولؐ سے برہم ہوئے اور اپنے زعم میں حضرت کی رسالت کا
امتحان کر لیا کہ اگر منجانب اللہ یہ رسول ہوتے تو یوں دبکر صلح نہ کرتے۔
چنانچہ خود آپ کے عمر صاحب سے مروی ہے کہ جیسا بروز حدیبیہ مجھ کو
شک ہوا ویسا کبھی نہ ہوا تھا۔ میں نے آنحضرتؐ کے پاس جا کر کہا۔ کیا
آپ نبی برحق نہیں ہیں؟ حضرتؐ نے فرمایا بیشک ہوں۔ میں نے کہا
کیا آپ حق پر نہیں ہیں؟ اور آپ کے مخالف باطل پر نہیں ہیں؟ آنحضرتؐ
نے ارشاد کیا ہم ضرور حق پر ہیں اور ہمارے دشمن باطل پر۔ میں نے کہا۔

پھر دین میں نقص وخست چہ معنی دارد! آنحضرت ؐ نے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ؐ ہوں اُس کی نافرمانی نہیں کرتا اور وہی میرا معین ومددگار ہے (قابل غور ہے کہ حضرت کے قلب مبارک پر عمر کی اس تقریر سے کیا گذری کہ ایسا کلمہ "وہی میرا معین و مددگار ہے" ارشاد فرمایا) دیکھو تاریخ خمیس وتفسیر درمنثور سیوطی و سیرہ ابن ہشام وتاریخ کامل ابن اثیر۔ تاریخ کامل میں یہ فقرہ بھی ہے کہ "اسوقت صلح ہونے سے اصحاب رسول ؐ کے دلوں میں ایسی سخت بدگمانی پیدا ہوگئی تھی کہ قریب تھا کہ ہلاک یعنی گمراہ ہوجائیں خاص عمر کا رسول ؐ پر یہ اعتراض تھا کہ آپ نے تو وعدہ کیا تھا کہ عنقریب مکہ میں جاکر طواف وعمرہ ادا کریں گے! آنحضرت ؐ نے فرمایا کہ ہاں وعدہ کیا تھا لیکن یہ نہیں کہ اسی سال یہ امر واقع ہوگا بلکہ یہ کہا تھا کہ عنقریب ہونیوالا ہے۔ رسول ؐ کے اس فرمانے سے بھی عمر صاحب کی تسکین نہ ہوئی" اگر شیخین ایسے ایسے مفسدے پیدا نہ کئے ہوتے تو آج اسلام کا ڈنکہ تمام دنیا میں از غرب تا شرق بجتا ہوتا اور خارجیوں کو بھی حضرت علی علیہ السلام پر اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔ جس قسم کا اعتراض عمر صاحب کا رسول ؐ پر تھا ویسا ہی خارجیوں کا حضرت علی ؑ پر تھا جس طرح رسالت کا امتحان عمر نے لیا اسی طرح امامت کا امتحان خوارج نے لیا لہذا خوارج کا یہ فعل شنیع ان کے خلیفہ کی پیروی میں تھا۔ ہر کیف بعد صلح جناب رسولخدا ؐ نے اصحاب سے فرمایا اٹھو اپنے ہدی کے اونٹوں کو ذبح کرو اور سر منڈاؤ لیکن اس میں بھی ابوبکر صاحب نے مخالفت کی سر نہ منڈایا اور بہ تبعیت اُن کے بہت سے دیگر اصحاب نے بھی ایسا ہی کیا۔ آنحضرت ؐ کبیدہ خاطر ہوکر ام سلمہ کے خیمہ میں تشریف لیگئے اور اُن لوگوں کی شکایت کی

(دیکھئے ان صحابہ کے ہاتھ سے رسول کیسا مجبور ہو رہے ہیں) ام سلمہ نے کہا کہ حضور نحر وحلق کریں تو شاید یہ لوگ بھی اتباع کریں چنانچہ آنحضرتؐ نے ایسا ہی کیا تب بعض صحابہ نے بھی سر منڈایا بعض نے تقصیر کی حضرت سر منڈانے والوں کے حق میں بار بار دعا فرماتے تھے۔ اللھم اغفر للمحلقین۔ تقصیر کرنے والے چلاتے تھے۔ والمقصرین (ابوالآمنہ صاحب! یہ منظر اس مقام کا قابل دیکھنے کے تھا) صحابہ کے اصرار پر رسولؐ نے بھی بطور تالیف قلوب ان کے آخر مرتبہ والمقصرین اضافہ فرمایا"۔ اسی طرح جنگ صفین میں جب اشعث (ابوبکر کا بہنوئی) کلام مخالفانہ کر کے خارجیت کی بناڈالنے لگا اور مالک اشتر نے اس پر تلوار کھینچنی چاہی تو جناب امیر نے مالک اشتر کو روکا اور فرمایا "با ایں قوم مدارا کن چنانچہ من میکنم" (دیکھو روضۃ الصفا) دیکھئے یہ حضرات اسلام کو کیسا عزیز رکھتے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ کسیطرح نام اسلام قایم رہے اور دین خدا جاری ہو۔ لہذا منافق کلمہ گو پر بھی ترحم فرمایا۔ باوجود ایسی ایسی کشمکش کے مثل حضرت نوحؑ یا حضرت یونسؑ بددعا نہیں فرماتے کہ سب غرق و فنا ہو جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ خاتم النبیین واشرف المرسلینؐ اور ان کے اوصیا سید الوصیین قرار پائے۔

ابوالآمنہ صاحب! آپ نے بحوالہ مجالس المومنین لکھا ہے کہ جنگ صفین میں "حضرت علیؑ کے ساتھ نوسے ہزار آدمی تھے"۔ ان میں جیسا کہ قاضی میر حسین شافعی و نیز شاہ عبدالعزیز صاحب اپنے تحفہ اثنا عشری کے باب اول میں لکھتے ہیں۔ نوسو بیعت رضوان والے تھے اور وہ بیعت رضوان اسی غزوہ حدیبیہ میں واقع ہوئی تھی۔ اب تو آپ کو معلوم ہوا کہ جو لوگ شیخین کے ساتھ حدیبیہ کی ہوا کھائے ہوئے تھے اور شیخین کا رنگ دیکھے ہوئے تھے۔

اُن ہی نے جس طرح رسولؐ کی اس رائے کو کہ قریش کے مددگار قبیلوں کے اہل وعیال پر تاخت وتاراج کریں نہ مانا اور رسولؐ کو صلح کرنی پڑی اسیطرح حضرت علیؑ کو بمقابل معاویہ ثالثی سے فیصلہ کرانے پر مجبور کرتے تھے جس طرح بوجہ صلح رسولؐ کی رسالت میں شک کرتے تھے جیسا کہ اوپر دکھایا گیا۔ اُسی طرح باوجود ثالثی پر حضرت علیؑ کے بطیب خاطر راضی نہ ہونیکے اُن پر جھوٹھا الزام حکم قرار دینے کا لگا کر حضرت علیؑ کی امامت میں شک کیا۔ جس طرح اپنی نافرمانی سے رسولؐ کو غضبناک کرتے تھے اُسی طرح حضرت علیؑ کو اپنی نافرمانی سے غیظ وغضب میں لائے۔ یہ وہی بیعت رضوان والے تھے جو جنگ حنین میں رسولؐ کو نرغۂ کفار میں چھوڑ کر بھاگے جاتے تھے اور ہرچند رسولؐ اور حضرت عباسؓ اُن کو یا اصحاب الشجرہ اور یا اصحاب السمرہ کہہ کر بآواز بلند پکارتے تھے پھر کر تکتے بھی نہ تھے (دیکھو صحیح بخاری و تاریخ ابوالفدا و السیرۃ حلبیہ) اُسی طرح حضرت علیؑ اور مالک اشتر لاکھ ان لوگوں کو سمجھاتے تھے یہ لوگ کچھ نہیں سنتے تھے جس طرح کفار نے صلحنامہ میں آنحضرتؐ کے اسم مبارک کے ساتھ آنحضرتؐ کا لقب "رسول اللہ" نہ لکھنے دیا اُسی طرح منافقین نے حضرت علیؑ کے اسم مبارک کے ساتھ ان کا لقب "امیر المومنین" نہ لکھنے دیا۔ جس طرح رسولؐ نے بطور تالیف قلوب اُن لوگ کے اصرار پر مقصرین کے حق میں بھی دعا فرمائی اُسی طرح حضرت علیؑ بھی بطور تالیف قلوب اُن لوگوں کا مدارا کرتے تھے۔ بقول شاہ عبدالعزیز صاحب یہ وہی لوگ تھے جو اب اہل سنت والجماعت کہلاتے ہیں۔ (دیکھو تحفۂ اثنا عشریہ باب اول)۔

آپ لکھتے ہیں کہ "فروع کافی کتاب الجہاد میں ایک حدیث ہے جسکا ترجمہ
فارسی میں ملا باقر مجلسی نے اپنی کتاب حلیۃ المتقین میں لکھا ہے۔ ابتدائے
حدیث میں جہاد کی فضیلت اور جہاد نہ کرنے والوں کی مذمت کی ہے"
ابو الائمہ صاحب! صرف کافی کی حدیث میں نہیں۔ قرآن میں بھی جہاد کی
فضیلت اور جہاد نہ کرنے والوں کی مذمت بکثرت موجود ہے۔ حدیث
کافی بھی قرآن ہی پر مبنی ہے۔

آپ بحوالہ جلاء العیون در وضۃ الصفا (روضۃ الصفا سنیوں کی کتاب ہے)
اور حلیۃ المتقین لکھتے ہیں کہ "جناب علیؑ اپنے اصحاب سے تنگ آکر
ان کی بزدلی اور نافرمانی کی شکایت کرتے تھے"۔ ان کتابوں میں راویوں
کی زبانی روایتیں منقول ہیں۔ قرآن کو دیکھئے جو کلام خدا ہے (جسمیں
کسی طرح کا شک نہیں ہے ہر کہ شک آرد کافر گردد) تب برگزیدگان خدا پر
اعتراض کیجئے گا۔ تمام انبیاء و اوصیا اسی مصیبت میں مبتلا تھے اور ایسے
ہی لوگوں کی ہدایت اور اصلاح کے واسطے وہ حضرات مبعوث ہوتے
رہے۔ جملہ انبیاء اور اُن کی قوموں کا حال لکھنے میں طوالت ہوگی بطور
نمونہ چند مثالیں ملاحظہ کیجئے۔ دیکھئے سورۂ نوح میں کس کسطرح حضرت
نوح اپنی قوم کو سمجھاتے ہیں مگر وہ لوگ نافرمانی سے باز نہیں آتے۔
وہ جناب اُن سے تنگ آکر کس کسطرح شکایت کر رہے ہیں اور جناب
احدیت میں عرض کرتے ہیں "رب انی دعوت قومی لیلاً و نھاراً فلم یزدھم
دعائی الا فرارا" - پروردگارا میں نے رات دن اپنی قوم کو حق کیجانب
دعوت کی لیکن میری دعوت اُنہیں کچھ اثر نہیں کرتی ہے بجز گریز کے۔ پھر
سورۂ ہود میں دیکھئے حضرت نوحؑ کی قوم اُن سے مجادلہ کرتی ہے۔ او

کس شوخی سے وہ لوگ کہتے ہیں۔ یا نوح قد جادلتنا فاکثرت جدالنا الخ۔ حضرت شعیب اپنی قوم کو وعظ و پند کرتے ہیں وہ لوگ جواب دیتے ہیں ہم نہیں سمجھتے تم کیا کہتے ہو۔ اور کہتے ہیں لولا رھطک لرجمناک اگر ہم تمہاری قوم نہ ہوتے تو ضرور تم کو سنگسار کرتے۔ حضرت ابراہیمؑ اپنی قوم کو وعظ و نصیحت کرتے تھے وہ لوگ کہتے تھے اقتلوہ او حرّقوہ۔ اس کو قتل کر دیا جلا ڈالو (سورۂ مائدہ) حضرت موسیٰؑ اپنی قوم سے ارض مقدس میں داخل ہونے کو کہتے ہیں وہ لوگ بخوف جبّارین داخل ہونا قبول نہیں کرتے اور کہتے ہیں فاذھب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون (البقرہ) جاؤ تم اور تمہارا خدا دونوں ملکر لڑو ہم لوگ یہیں بیٹھے رہیں گے۔ حضرت موسےٰ تنگ آکر جناب باری سے عرض کرتے ہیں رب انی لا املک الا نفسی واخی فافرق بیننا وبین القوم الفاسقین۔ ابوالآمنہ صاحب! دیکھئے جس طرح جناب امیر علیہ السلام فرماتے تھے خداوندا میں ان سے تنگ آگیا ہوں یہ مجھ سے تنگ آگئے ہیں میں ان سے ملول ہوں یہ مجھ سے ملول ہیں مجھے ان سے راحت عطا کر۔ اُسی طرح حضرت موسیٰ بھی درگاہ خداوندی میں عرض کرتے ہیں کہ پروردگارا بجز اپنے نفس اور اپنے بھائی کے اور کسی پر میرا بس نہیں ہے ہملوگوں میں اور قوم فاسقین میں جدائی ڈال۔ باوجود ان باتوں کے کوئی نبی کوئی وصی اپنی قوم کی ہدایت اور اصلاح سے باز نہیں آتا تھا نہ ان سے دست بردار ہوتا تھا۔ یہی حالت ہمارے ختم المرسلینؐ اور ان کے اوصیائی تھی۔

آپ لکھتے ہیں کہ جناب علیؑ اپنے اصحاب کی بزدلی کی شکایت کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ اگر گرم موسم میں تم کو کہتا ہوں کہ جنگ کیلئے نکلو تو کہتے ہو

کہ بڑی سخت گرمی ہے ہم کو مہلت دیجئے کہ گرمی کم ہو جائے اور اگر سردی کے موسم میں کہتا ہوں کہ نکلو تو کہتے ہو کہ سخت سردی ہے ہم کو مہلت دیجئے کہ سردی کم ہو جائے" ابوالآئمہ صاحب! یہ تو آپ روایت سے لکھتے ہیں قرآن کو دیکھئے خباب باری اصحاب رسولؐ کی شکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ قالوا لاتنفروا فی الحرّ۔ کہا انھوں نے نہ کوچ کرو گرمی میں کبھی کہتے تھے لو نعلم قتالاً لاتبعناکم۔ ہم لڑنے کا ڈھنگ جانتے ہوتے تو آپ کے ساتھ چلتے۔ خباب باری فرماتا ہے یہ قریب بکفر ہیں یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم۔ منہ سے کہتے ہیں ایسا ان کے دل میں نہیں ہے (سورہ آل عمران)۔ کبھی بہانہ کرتے تھے انّ بیوتنا عورۃ۔ ہم لوگوں کے گھر اکیلے ہیں۔ خباب باری فرماتا ہے وما ھی بعورۃ ان یریدون الّا فرارا۔ گھر اکیلے نہیں ہیں بھاگنا چاہتے ہیں (سورہ احزاب) کبھی معذرت کرتے تھے شغلتنا اموالنا واھلونا۔ ہم لوگ اپنے مال جال اور اہل وعیال میں پھنسے رہ گئے۔ ان کی بھی خباب باری تکذیب کرتا ہے۔ یقولون بالسنتھم مالیس فی قلوبھم۔ زبان سے کہتے ہیں واقعی ایسا نہیں ہے (سورہ الفتح) بلکہ رسولؐ سے تکرار بھی کرتے تھے اور جہاد کے خوف سے جان نکلی جاتی تھی۔ چنانچہ سورہ انفال میں ہے یجادلونک فی الحق مابعد تبین کانما یساقون الی الموت اور خدا ورسولؐ کے وعدوں کو فریب سمجھتے تھے۔ کہتے تھے ماوعدنا اللہ ورسولہ الّا غرورا (سورۂ احزاب) الغرض ان لوگوں کے افسانے کہاں تک لکھیں۔ شیعیان علیؑ کو تو آپ عداوتاً اور تعصباً بزدل اپنے زبان سے بناتے ہیں حالانکہ بزدلی کرنے والے شیعہ نہ تھے آپکے تھے جیسا کہ ہم اوپر سے دکھاتے آتے ہیں۔ اصحاب

رسولؐ کی بزدلی قرآن سے دیکھئے۔ جنگ اُحد کے بارہ میں سورۂ آل عمران
میں خطاب باری صحابۂ رسولؐ کی جانب خطاب کرکے فرماتا ہے اذ ھمت
طائفتان منکم ان تفشلا یاد کرو جب کہ تمہاری دونوں جماعتوں نے بزدلی
کا قصد کیا تھا۔ جنگ اُحد میں جب ان صحابہ کی طماعی اور بزدلی کی وجہ سے شکست
ظاہر ہوئی تو ان لوگوں نے کہا کہ خدا نے تو فتح کا وعدہ کیا تھا شکست کیوں ہوئی جس
اسکے جواب میں ارشاد خطاب باری ہوا۔ ولقد صدقکم اللہ وعدہ اذ تحسونھم
باذنہ حتی اذا فشلتم وتنازعتم فی الامر وعصیتم من بعد ما اراکم ما تحبون
(سورہ آل عمران) جب تک تم لڑتے رہے خدا نے اپنا وعدہ سچا کیا یہاں تک
کہ تم نے بزدلی کی اور جھگڑنے لگے اور نافرمانی کی بعد دیکھنے اس چیز کے کہ جس کو
تم چاہتے تھے۔ پھر اسی سورہ میں فرماتا ہے واذ تصعدون ولا تلون علی
احد والرسول یدعوکم فی اخرٰکم۔ اور یاد کرو اس وقت کو جب تم پہاڑ
پر چڑھے چلے جاتے تھے اور کسی کی طرف مڑکر نہیں دیکھتے تھے حالانکہ رسولؐ
تم کو تمہارے پیچھے سے پکار رہا تھا۔ اور ابوبکر صاحب کی بزدلی تو طشت ازبام
ہے گڑھے میں چھپے ہوئے بخوف کفار رو رہے تھے حالانکہ رسولؐ ساتھ
موجود تھے۔ جس پر حکم لاتحزن نازل ہوا۔ سچ کہا ہے شیخ سعدی نے ؎

ترا اژدہا گر بود یار غار + ازاں بہ کہ جاہل بود غمگسار ۔

شیعوں پر مہاجرین وانصار کو برا کہنے کے الزام کا جواب

آپ کہیں لکھتے ہیں کہ مہاجرین وانصار کو برا کہنا شیعوں کی گھٹی میں ہے کہیں خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ ان کو برا نہ کہیں۔ یہاں بھی آپ لکھتے ہیں کہ اصحاب رسول صلعم پر بزدلی اور فرار کے طعن کرنیوالے خدا کے واسطے انصاف کریں" یہ سب لکھنا آپ کا محض فتنہ پردازی ہے اور شیعوں پر اتہام ہے۔ ہرگز کوئی شیعہ

اپنی طرف سے تعصباً کسی پر نہ طعن کرتا ہے نہ برا کہتا ہے۔ جو حالت اصحاب یا اکثر مہاجرین یا انصار کی تھی وہ قرآن سے دکھادی گئی۔ جن کو قرآن برا کہتا ہے اُن کو شیعہ کیونکر اچھا کہیں؟ شیعہ جو کچھ کرتے ہیں وہ حکم خدا و رسولؐ اور قرآن کی تعمیل کرتے ہیں۔ قرآن میں مودت آل رسولؐ کا حکم ہے حضرت علیؑ جناب سیدہؑ اور حسنینؑ علیہم السلام کے مقابل میں رسولؐ کے ذوی القربےٰ دوسرے نہیں ہو سکتے ہیں۔ جن لوگوں نے ان حضرات پر ظلم کئے اُن سے شیعے بہ تعمیل آیہ مودۃ بیزاری رکھتے ہیں اور اُن پر نفرین کرتے ہیں۔ یہ فطری امر ہے۔ دیکھئے ہابیل اور قابیل دونوں حضرت آدم کے بیٹے تھے لیکن چونکہ قابیل نے ہابیل کو ظلماً مار ڈالا۔ حضرت آدمؑ ہابیل پر نوحہ کرتے تھے اور قابیل پر لعنت کرتے تھے (دیکھو روضۃ الصفا) آپ خود غور کیجئے اور انصاف کو راہ دیجئے کہ اگر کوئی آپ کا دشمن آپ کو زدوکوب کرے تو آپ کے اعزا اور دوست واحباب سن کر خوش ہونگے کہ خوب کیا یا اُس کو بُرا کہیں گے اور نفرین کریں گے۔ اور جو آپ پر ظلم ہوا اس کو سنکر اگر کوئی تمسخر کرے تو آپ اور آپ کے گھر والے اس کو اپنا دوست سمجھیں گے یا دشمن؟ اور آپ کو زدوکوب کرنے والا اور اُس پر تمسخر کرنیوالے مستحق جزائے خیر کے ہیں یا سزا کے؟ للہ جواب دیجئے۔ مہاجرین وانصار کی مذمت کی شیعوں سے آپ عبث شکایت کرتے ہیں۔ ہم قرآن پڑھنے والے ہیں سب اسمیں شریک ہیں۔ اگر آپ قرآن پڑھتے ہیں تو آپ بھی۔

شیعوں کی بہادری وفاداری استقلال دوراندیشی اور عاقبت بینی کا بدیہی ثبوت

اہل سنت حضرت علیؑ کو چوتھا خلیفہ مانتے ہیں اور بقول آپ کے واجب التعظیم سمجھتے

ہیں۔ تب کیا آپ کا اہانت کے لہجہ میں یہ لکھنا کہ "ذرا شیر خدا کے شیردل اور دلیر دل کی بہادری اور نبرد آزمائی کے کارنامے بھی غور سے سنئے" وہ لوگ پسند کریں گے؟ اور باوجود ایسی توہین کرنے کے کوئی ایماندار مسلمان آپ کو مسلمان سمجھے گا؟ بہر کیف شیر خدا کی مناسبت سے آپ نے یہاں شیعوں کو شیر اور بہادر لکھا ورنہ اپنے تمام رسالہ میں آپ، تو اُن کو بزدل اور بیوفا لکھ رہے ہیں۔ شیعوں کی وفاداری۔ بہادری۔ استقلال۔ دوراندیشی عاقبت بینی اُن کی روزانہ ترقی سے مثل آفتاب کے روشن ہے۔ اگر بزدل بیوفا اور طامع ہوتے تو جیسی بیخکنی ان کی بعد وفات رسولؐ شروع ہوئی اور جس طرح سلاطین بنی امیہ و بنی عباس ان کے استیصال پر کئی سو برس تک کمر بستہ رہے آج اُن کا دنیا میں نام و نشان بھی نہ ہوتا۔ کتب تواریخ موجود ہیں ملاحظہ کیجئے۔ محض شیعہ ہونے کے شبہہ پر قتل کئے جاتے تھے رسولی پاتے تھے۔ دار پر کھینچے جاتے تھے۔ قید ہوتے تھے دیواروں میں چنے جاتے تھے۔ مُنہ میں لگام دیجاتی تھی۔ گدی سے زبان کھینچی جاتی تھی۔ مال واسباب لوٹ لیا جاتا تھا۔ املاک ضبط ہوتی تھی۔ گھر کھودا جاتا تھا۔ آگ سے پھونکا جاتا تھا۔ لیکن باوجود ایسے مصائب کے صرف اپنی وفاداری و استقلال و بہادری و مردانگی کی وجہ سے ایسی ترقی حاصل کی کہ از مغرب تا مشرق و از جنوب تا شمال شاذونادر ایسی جگہ ہوگی جہاں شیعے نہ ہوں۔ لیکن اسلام کے دیگر فرقوں کو بھی جو ظاہراً آل رسولؐ کی محبت کے دعویدار ہیں اگر شیعوں میں مخلوط کر لیجئے تو بہت سے بزدل اور بے وفا آپ کے پاس ٹڑوس کیا خود آپ کے پہلو میں نظر آئیں گے۔ شیعوں کی بہادری اور ترقی تو ہم دکھا چکے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اب اپنے لوگوں کی افسوسناک حالت پر

زار زار مثل ابر بہار روئے۔ کہنے کو تو اہل سنت کی بہت بڑی جماعت ہے مگر اپنی بد اصولی کی وجہ سے پاش پاش ہو رہی ہے۔ روز بروز ٹکڑے ٹکڑے ہوتا جاتا ہے چنانچہ منجملہ اہل سنت والجماعت کے تیرہ سو برس بعد ایک نئی کوپل قادیان میں پھوٹی ہوئی ہے۔ اگر ہر ٹکڑے سے مقابلہ کیا جائے تو بحمدہ شیعوں کی تعداد کہیں زیادہ نظر آئے گی۔

قاضیوں کے فتویٰ اور فیصلے دینے کے بارہ میں حضرت علیؑ کے حکم پر اعتراض کا جواب

آپ خود گوہر مراد سے ملا عبدالرزاق لاہجی کا قول لکھتے ہیں کہ "اما رفع نہ کردن علیؑ ظلامۂ مذکورہ را در زمان خلافت بنا بر آں بود کہ خلافت او بعد از ثلاثہ خلافتے نہ بود کہ دراں خلافت عمل بمقتضائے علم خود تواند کرد" جس سے ظاہر ہے کہ دور ثلاثہ میں (جو تئیس ۲۳ برس رہا) تمام ممالک اسلام پیروان ثلاثہ سے بھر گئے تھے۔ ایسے ہنگام میں قاضیوں کے پوچھنے پر کہ فتویٰ اور فیصلے کس طرح دیا کریں حضرت کا یہ فرمانا کہ جس طرح فیصلے دیا کرتے ہو دیئے جاؤ یہانتک کہ میری خلافت پر اتفاق کریں (جیسا کہ آپ نے مجالس المومنین سے لکھا ہے) ویسا ہی تھا جیسا کہ ایک وقت میں جناب باری نے اپنے رسولؐ سے کہلوایا تھا قل یا ایہا الکافرون لا اعبد ما تعبدون ولا انتم عابدون ما اعبد الخ حضرت علیؑ کے ارشاد کو تو آپ نے مسیح کے آخری کلمات ایلی ایلی لما سبقتانی سے مثال دیا اب بتائیے جناب باری کے فرمانے کو کس سے مثال دیجئے گا؟ الٰہی الٰہی جب آپ اس پر حضرت عیسیٰؑ کے ایسے پیغمبر اولوالعزم کے ساتھ استہزاء کر رہے ہیں تو آپ کو کون مسلمان کہہ سکتا ہے۔ بہرکیف جس طرح جناب باری کے قل یا ایہا الکافرون الخ فرمانے سے اس کی خدائی میں کوئی نقص نہ پیدا ہوا اسی طرح حضرت علیؑ کے اس ارشاد سے کہ جس طرح فیصلے دیا

ص حضرت عیسیٰ کے لئے تو اتنی غیرت آئی اور خلفائے ثلاثہ کی اتنی بڑی توہین پر غیرت نہ آئی؟

کرتے ہو دیئے جاؤ یہانتک کہ میری خلافت پر اتفاق کریں" حضرت کی خلافت میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ وہ وقت کفار کی کثرت کا تھا یہ وقت منافقین کی کثرت کا

صحابہ رسولؐ کا غم حسینؑ میں رونا

آپ بحوالہ کتاب حیواۃ القلوب لکھتے ہیں" کہ اصحاب رسولخدا دوازدہ ہزار نفر بودند ہشت ہزار نفر از مدینہ و دو ہزار از اہل مکہ و دو ہزار رہا کردہ واز آزاد کردہ ہا کہ شب و روز گریہ میکردند و میگفتند خداوندا روحہائے ما را قبض کن پیش از انکہ خبر شہادت امام حسینؑ بشنویم" ابوالآمنہ صاحب! اس سے تو عظمت امام حسینؑ کی شہادت کی ثابت ہوتی ہے اور آپ جو لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ کو اس واقعہ کا علم نہ تھا اس کی رد ہوتی ہے۔ جب صحابہ رسول تک واقف تھے تو ان صحابہ میں سے بہت سے اصحاب رسولؐ کے سامنے مرگئے ہونگے بلکہ مرگئے۔ بارہوں ہزار صحابہ کا بہیئت مجموعی واقعہ کربلا تک باقی رہنا ہرگز نہیں پایا جا سکتا۔ آپ ان بارہوں ہزار کو شیعیان علیؑ قرار دیتے ہیں۔ اُن ہی میں ابوبکر و عمر و عثمان وغیرہ سب تھے۔ جب یہ لوگ خود رسولؐ کو جنگ اُحد میں چھوڑ کر بھاگے اور رسولؐ زخمی ہوئے دندان مبارک شہید ہوگئے۔ دوسری کسی جنگ میں بھی بجز ساتھ رہنے کے کسی حریف سے مقابلہ نہیں کیا ایسے ایسے صحابہ تعداد گنانے کے لئے گردروں ہوں تو کیا فائدہ؟ اور جب رسولؐ کے ساتھ وفا نہ کی جان چرایا کئے کبھی ساتھ گئے کبھی حیلہ کرکے گھر بیٹھ رہے۔ جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے۔ تو حضرت علیؑ کے ساتھ جن کی تمام سلطنت دشمن ہورہی تھی کیا وفا کرتے ہیں؟—

حضرت علیؑ کی فوج میں اوس و خزرج کی تعداد نوے ہزار لکھنے میں ابوالآمنہ کی حرفت

آپ نے بحوالہ مجالس المومنین بہ نسبت انصار کے دو قبیلے اوس و خزرج کے جو لکھا ہے کہ" ان ہی دو قبائل میں سے جو لوگ بمقابل امیر معاویہ جناب علیؑ کے ہمراہ آئے تھے اُن کی تعداد قاضی نور اللہ شوستری نے نوے ہزار لکھی ہے" محض غلط اور سراسر آپ کا

فریب ہے۔ صاحب مجالس المومنین نے آپ کے قاضی میر حسین شافعی کا قول نقل کیا ہے۔ اس نے بھی صرف قبیلہ اوس وخزرج کی تعداد نوّے ہزار نہیں لکھی ہے بلکہ کل جمعیت جو حضرت کے ہمراہ رکاب تھی وہ نوّے ہزار کی تھی۔ اس میں انصار صرف آٹھ سو تھے۔ اسی آٹھ سو کے اندر یہ دونوں قبیلے اوس وخزرج کے بھی تھے اور نو سو اہل بعیت رضوان تھے۔ جن کی حالت اوپر دکھائی گئی۔ مجالس المومنین کی عبارت جس میں تحریف کرکے آپ نے صرف اوس اور خزرج کی تعداد نوّے ہزار قائم کی ہے یہ ہے "قاضی میر حسین شافعی گوید کہ از سعید بن جبیر مرویست کہ چوں حضرت علیؑ متوجہ حرب معویہ می شد نود ہزار مرد ہمراہ داشت کہ از انجملہ ہشت صد مرد انصار بود و نہ صد مرد از اہل بعیت رضوان"۔ اب فرمایئے صاحب مجالس المومنین پر آپ کا یہ افترا کرنا کہ "ان ہی (اوس وخزرج کے) دو قبائل میں سے جو لوگ بمقابل امیر معاویہ جناب علیؑ کے ہمراہ آئے تھے ان کی تعداد انھوں نے نوّے ہزار لکھی ہے" کیسا صریح جھوٹ اور آپ کا مکر وفریب ہے؟ اسی پر آپ کو یہ دعویٰ ہے کہ "دعائے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح اول سے فقروں کے فقرے اور عبارتوں کی عبارتیں مفید مطلب ملتی گئی ہیں نہ کہیں الفاظ کے لغوی واصطلاحی معنی نکالنے کی ضرورت ہے نہ کہیں جملوں کے تفسیر وتاویل کی حاجت" اسی سے آپ کے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح کی حقیقت بھی معلوم ہوگئی یہ اُن ہی کا فیضان آپ کے شامل ہے جو آپ ایسا کر رہے ہیں۔ معزز ناظرین! دیکھئے۔ جیسا ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ حجاز کے واقعات میں کوئی شیعہ وہاں نہیں ہے دونوں گروہ سنیوں کا ہے جو خبر وہاں سے آتی ہے ہندوستان کے سنّی اپنے اخباروں میں چھاپتے ہیں۔ شیعہ اُس سے اپنے اخباروں میں نقل کرتے ہیں اسی طرح شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری علیہ الرحمہ نے میر حسین شافعی

کا قول نقل کیا ہے۔ اُس شافعی کے قول میں بھی ابوالآمنہ نے تحریف کی ہے۔ تف ہے ایسی مکاری پر اور زدف ہے ایسی عبارت پر۔ الغرض جب اصحاب رسولؐ اور بیعت رضوان والے خود رسولؐ سے سرتابی کرتے رہے تو بقیہ اٹھاسی نواسی ہزار جن میں اشعث وغیرہ کے ایسے لوگ جمع ہیں اور جو چوبیس پچیس برس تک تحت حکومت خلفائے ثلاثہ تعلیم پاتے رہے اور خلفائے ثلاثہ کو خلفائے برحق سمجھتے رہے۔ حضرت علیؑ کو خلیفہ چہارم سمجھ کر ساتھ ہوئے ہیں۔ اور یہ وہی لوگ ہیں جن کے خیال سے حضرت قاضیوں سے فرماتے تھے کہ "جس طرح فیصلے دیتے ہوئے جاؤ یہانتک کہ ہماری خلافت پر اتفاق کریں" بس ایسے لوگوں کا کیا اعتبار اور انکے مقابل میں اوس وخزرج یا چند دیگر قلیل التعداد مخلصین قبیلے والوں کی۔ اگر ہزار بارہ سو بھی ہوں تو کیا بساط ہے۔ تاہم جو جانفشانیاں ان قلیل التعداد مخلصین نے کیں وہ واقعہ صفین سے ظاہر ہے۔ ایک مالک اشتر یا عمار یاسر یا عبداللہ ابن عفیف یا اویس قرنی یا جندب یا محمد بن حنفیہ کی بہادری اور جانفشانی کو جس کتاب تاریخ میں چاہئے اٹھاکر دیکھ لیجئے۔

شیخین کا مقابلہ حضرت علیؑ سے

آپ بمقابل شیر خدا کے شیخین کو بہادری میں ترجیح دیتے ہیں۔ حالانکہ رسولؐ کے وقت میں آپ کے شیخین کسی جنگ میں کسی حریف سے نبرد آزمانہ ہوئے بلکہ ہر جنگ میں فرار کرتے رہے اپنے عہد خلافت میں بھی کسی جنگ میں خود نہیں گئے اگر گئے ہوتے تو غالباً وہی حالت ہوتی جو ان لوگوں کی جنگ خیبر میں ہوئی تھی کہ یہ لشکر والوں پر اور لشکر والے ان پر جبن کا الزام لگاکر ملامت کرتے تھے۔

حضرت علیؑ کے فتوحات جو عہد رسولؐ میں ہوئے اُس کے آپ خود معترف ہیں۔ بعد وفات رسولؐ تئیس ۲۳ چوبیس ۲۴ برس کے بعد جب معرکہ جمل پیش ہوا تو

حضرت علیؑ نے محض فوج بھیجنے پر اکتفا نہیں کی خود تشریف لیگئے اور جنگ کو سر کیا۔ بی بی عائشہ کو کہ زوجۂ رسولؐ تھیں گھر میں لاکر بٹھایا۔ جنگ صفین میں بھی خود تشریف لیگئے۔ دونوں فوجوں سے مقابلہ ہوا۔ معاویہ نے شکست پر شکست کھائی۔ لیلۃ الہریر میں حضرت نے بنفس نفیس چند ساعت میں بقولے پانچ سو تئیس اور روضۃ الصفا میں خود معاویہ کا قول ہے کہ زاید از نہصد اشرار کو تہ تیغ کیا۔ معاویہ جب ہر طرح جنگ سے مایوس ہوا تو دوران جنگ میں اُسنے فریبًا قرآن بلند کرآئے۔ اُس کی اس حرفت سے بہت سے پیروان شیخین خارجی ہوکر نہروان چلے گئے اور آمادہ بجنگ ہوئے۔ حضرت وہاں بھی بذات خود تشریف لیگئے اور خارجیوں کی سرکوبی کرکے مظفر و منصور کوفہ میں واپس آکر فایز بدرجۂ شہادت ہوئے۔ دیکھئے یہ سب معرکے بعد وفات جناب رسول خدا صلعم کے واقع ہوئے بتائیے کس جنگ میں حضرت کی شجاعت میں فرق پڑا جسکی وجہ سے تلوار ڈالدی یا ذوالفقار کو میان میں رکھ لیا۔ یہی تین معرکے جنگ جمل جنگ صفین اور جنگ نہروان رسولؐ کے بعد حضرت علیؑ کو پیش آئے۔ جو شجاعت اُس شیر خدا کی رسولؐ کے عہد میں تھی وہی ان جہادوں میں بھی تھی۔ استیعاب ابن عبدالبر میں شعبی سے مروی ہے۔ حضرت خود فرماتے ہیں کہ رسولؐ کے بعد ہم کو دعوی تھا کہ آنحضرت کے اہل اور جانشین ہم ہیں اور کوئی شخص آنحضرتؐ کی محبت اور عظمت کو ہم سے نہ چھینے گا مگر قوم نے ہم سے اعراض کیا اور ہمارے اغیار کو ولی امر قرار دیا۔ قسم خدا کی اگر تفرقہ کا اندیشہ اور دین کے نابود ہوجانے کا خوف اور کفر کے عود کرنیکا خیال نہ ہوتا تو ہم قوم کی اُس کارروائی کو پلٹ دیتے۔ پس اپنی مصیبت سوزان پر ہم نے صبر کیا۔ ابو الآمنہ صاحب! بعد وفات رسولؐ از اول تا آخر حضرت علیؑ نے

صبر کرنے کی۔ امام حسنؑ کے جنگ سے باز رہنے کی اور امام حسینؑ کے مظلومی کی موت اختیار کرنے کی یہی وجہ تھی جو خود حضرت علیؑ نے ارشاد فرمائی۔ ورنہ ممکن نہ تھا کہ حضرت علیؑ سے جنھوں نے جنگ صفین میں بنفس نفیس ایک رات میں زاید از نہ صد اشرار کو راہی دار البوار کیا یا امام حسین علیہ السلام سے جنھوں نے بروز عاشورہ بذات خود صرف چند حملوں میں دو ہزار سات سو بادون اشقیا کو واصل جہنم کیا کوئی مقابلہ کرسکتا۔ اب ایک مختصر واقعہ اور ملاحظہ کیجئے اور دیکھئے کہ یہ حضرات کس طرح دین کی حفاظت کرتے ہیں اور اسلام کا بقا چاہتے ہیں۔ صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ جب معاویہ کی فوج والے شکست کھا کر بھاگ گئے تھے اور حضرت کی فتح نمایاں ہوتی تھی تو حضرت جنگ سے ہاتھ روک لیتے تھے اور اپنی فوج کو منع کر دیتے تھے کہ تعاقب نہ کرو۔ جب حضرت کی فوج والوں نے عرض کی کہ جب ہماری فتح کا وقت آتا ہے تو آپ ہم لوگوں کو روک دیتے ہیں۔ معاویہ ایسا نہیں کرتا ہے حضرت نے جواب دیا کہ معاویہ کتاب خدا و سنت رسول خدا پر عمل نہیں کرتا ہے۔ ہم اُس کے ماہر ہیں ہمارے ذمہ حفاظت دین ہے۔ اگر معاویہ کو ہماری معرفت ہوتی اور کتاب سے واقف ہوتا تو ہم سے جنگ نہ کرتا۔ اب فرمایئے یہ حضرت علیؑ کی فتح ہے یا شکست اور ملک گیری ہے یا حفاظت دین؟ شیر خدا کے شیر دل کو دیکھا؟ حکم پاتے ہی رک گئے مثل اصحاب رسولؐ کے جیسا کہ جنگ احد میں ہوا تھا مال غنیمت پر نہیں جھک پڑے

شیخین کے انتظام و سیاست اور اخلاق کی حالت تو آپ دیکھ چکے کہ تئیس ۲۳ برس کے عرصہ میں رسولؐ نے جو لشکر اسلامی فراہم کیا تھا وہ شیخین کی خوش انتظامی اور خوش اخلاقی سے اُن ہی کے وقت کے اندر غایب ہو گیا۔

اسپنے بعد کسی کو ایسا نہ چھوڑا کہ جو ایام محاصرہ میں عثمان خلیفہ کی نصرت و یاری
کرتا اور ان کو قتل سے بچاتا۔ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو عثمان خلیفہ
ایسے ہی تھے یا دنیا اسلام سے خالی ہوگئی تھی۔ اب اخلاق و انتظام و سیاست
خاندان رسالت کو بغور دیکھئے۔ باوجودیکہ باغ فدک جو جناب سیدہؑ اور اُنکے
بچوں کی اوقات بسری کے لئے تھا حکومت نے ضبط کر لیا تھا۔ خمس بند ہوگیا
تھا ہر طرح محتاج کر دیئے گئے تھے۔ اس شبہہ میں کہ طلحہ و زبیر آمد و رفت
رکھتے ہیں حکومت کے خلاف کچھ مشورہ ہوتا ہوگا بنت رسولؐ کے گھر میں آگ
لگانے گئے۔ جناب علی مرتضےٰؑ کو بے یار و مددگار کر دیا۔ عہد ثلاثہ میں حضرت
علیؑ واقعی نظر بند تھے کوئی اُس جناب کیجانب رُخ نہ کرنے پاتا تھا نہ خود حضرت
کسی سے کلام کرتے تھے۔ بنظر بقائے اسلام و حرمت مدینہ تیغ نیام کرلی تھی
لیکن بعد قتل عثمان جب بی بی عائشہ صاحبہ جو ناموس رسولؐ تھیں اور حضرت
علیؑ کی سوتیلی خوشدامن تھیں طلحہ و زبیر کے ورغلانے سے بقصد جنگ بصرہ
پہنچیں اور یہ خبر حضرت علیؑ کو معلوم ہوئی تو اب حضرت پر فرض ہوگیا کہ اُن
اوباشوں کو سزا دیکر ناموس رسولؐ کو اُن سے چھین کر گھر میں لاکر بٹھائیں حضرت
نے تلوار ہاتھ میں اٹھائی۔ لوگ اُس جناب کی منزلت و اخلاق و شجاعت سے
واقف تھے۔ جانتے تھے کہ حضرت کل مسلمانوں کو مساوی درجہ پر رکھتے ہیں
ہر چند بیوفائی اور سرتابی کی عادتیں لوگوں کے دلوں میں عہد خلفائے ثلاثہ میں
مضبوط جڑ پکڑ چکی تھیں جب دیکھا کہ حضرت علیؑ نے تلوار ہاتھ میں لی اور آمادۂ
جنگ ہوگئے تو کہاں تو عہد حکومت ثلاثہ میں حضرت بے یار و مددگار تھے
اور کہاں حضرت کو شمشیر بکف دیکھتے ہی لوگوں کو زمانۂ رسولؐ یاد آگیا۔ دوست
دشمن سب جوق جوق آکر حضرت کی فوج میں داخل ہونے لگے۔ چنانچہ آپ

خود لکھتے ہیں کہ جنگ صفین میں نوّے ہزار آدمی حضرت کے ہمراہ رکاب تھے۔ اب تمام
اہل اسلام انصاف سے کہیں کہ باوجود اُس ابتری کے جو خلفائے ثلاثہ
کے زمانہ میں پیدا ہوگئی تھی اور باوجود حضرت کی بیچارگی کے اسقدر اجماع اہل
اسلام کا حضرت کی خدمت میں آنِ واحد میں ہوگیا تو اگر ابتدا سے بدستور
اسلام حضرت کے ہاتھ میں رہنے پاتا اور حضرت کی تعلیم سے مسلمانان اثر پذیر
ہوتے تو آج اسلام کس عروج پر ہوتا سب ایک دل ہوکر جیسا کہ رسول ص کے وقت
میں تھے رہتے ایک دین اسلام از غرب تا شرق واز جنوب تا شمال پھیلجاتا نہ
کوئی خارجی ہوتا نہ ناصبی نہ رافضی نہ حجازیوں کو مشرک بنانیکا موقع نجدیوں کو
اور نہ نجدیوں کو کافر بنانے کا موقع حجازیونکو ملتا۔ نہ خود عثمان خلیفہ خاص مدینہ
میں دارالامارہ کے اندر اس بیچارگی سے قتل ہوتے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

شیعوں پر بیوفائی کے اتہام کا اور امام حسن ع کے شاکی ہونے پر اعتراض کا جواب

اب آپ سبط اکبر حضرت امام حسن ع کے
کل اصحاب کو شیعہ قرار دیکر ان کی بیوفائی
کا حال اور اُس جناب کا شاکی ہونا لکھتے ہیں۔ ابوالآمنہ صاحب! ان حضرات
کا شاکی ہونا اور وعظ و پند کرنا عام مسلمانوں کو غیرت دلانے اور اُنمیں مادہ
شجاعت پیدا کرنے کے لئے تھا ان مسلمانوں کی حالت وہی ہو رہی تھی جو
بنی اسرائیل کی حضرت موسیٰ کے ساتھ تھی تاہم حضرت موسیٰ بنی اسرائیل
کی حرکتوں سے تنگ آکر اپنے مقصد عالی کو نہیں چھوڑ دیتے تھے نہ انکی
اصلاح سے باز آتے تھے۔ یہ باتیں ابتدا سے آجتک جاری ساری
ہیں۔ ہر بزرگ اپنے تابعین کا عیب ان کو جتا کر ان کی نصیحت کرتا ہے اور
ان کی اصلاح کی فکر میں رہتا ہے۔ جس طرح حضرت علی ع یا حسنین ع ان لوگونکے
شاکی تھے اسی طرح حضرت نوح ع بھی اپنی امت کے شاکی تھے اور اسی قسم

کے کلمات فرماتے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ بھی اپنے قوم کے شاکی تھے مگر باوجود
اس کے اُن سے علحدہ نہیں ہوتے تھے ان کی اصلاح ہی کی فکر فرماتے تھے
جناب ختم المرسلین صلعم بھی شاکی تھے اور فرماتے تھے ما اوذی نبی کما اوذیت
انبیا اور اوصیا کا کام ہدایت کئے جانے کا ہے نہ یہ کہ لوگوں سے تنگ آکر
اُن کو جہالت میں چھوڑ دیں۔ جیسا کہ اوپر بصراحت قرآن سے دکھایا گیا۔ دیکھیے
آپ کے عمر صاحب بھی کوفیوں کے شاکی تھے حالانکہ وہ لوگ ان ہی کے ساختہ
و پرداختہ اور بسائے ہوئے تھے اور دربار خلافت سے روزینہ پاتے تھے
(دیکھو سیرۃ النعمان شبلی) لیکن وہ کمبخت ایسے بیہودہ تھے کہ عمر صاحب کا دم
ناک میں کردیا جس پر تنگ آکر خلیفہ صاحب کہا کرتے تھے من عذیری من
اهل الکوفہ ان استعملت علیهم القوی فجروہ وان ولیت علیهم الضعیف
حقروہ (ترجمہ) کون ہے جو کوفیوں سے میری عذر خواہی کرے کیسے ہی
قوی عامل کو ان پر حاکم کرتا ہوں اس کو عاجز کر ڈالتے ہیں اور اگر کسی ضعیف
کو مقرر کرتا ہوں تو اس کو ذلیل کرتے ہیں باایںہمہ عمر صاحب اُسی کوفہ
کو اپنا کنز الایمان اور رمح اللہ وغیرہ کہتے تھے۔ جیسا کہ آیندہ کسی قدر تفصیل
کے ساتھ آئے گا۔ دور کیوں جائیے خود اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو
دیکھئے کتنے دفعہ آپ کی مرضی کے خلاف اور ناقابل برداشت حرکتیں اُن
لوگوں سے سرزد ہوئی ہونگی کبھی آپ نے اپنے کو کوسا ہوگا کبھی اُن کو اور
اُنھوں نے کبھی اپنے کو کوسا ہوگا کبھی آپ کو۔ لیکن نہ وہ آپ کو چھوڑتے
ہیں نہ آپ اُن کو۔ شیعیان علیؑ و شیعیان حسنؑ کوئی پانچ سات برس
کے لڑکے نہ تھے جو اُن کے عہد حکومت میں پیدا ہوئے تھے نہ کوئی ان
میں نو مسلم تھا۔ یہ وہی لوگ تھے جو تئیس ۲۳ برس تک زیر اثر خلفائے ثلاثہ رہے تھے

جن کی حالت رسولؐ کے وقت سے تا وقت قتل عثمان ہم دکھاتے آتے ہیں۔ جب خود ابوبکر و عمر و عثمان نے رسولؐ کے وقت میں کسی حریف سے مقابلہ نہ کیا تو یہ لوگ کیا کرتے۔ جو جو حرکات و بدسلوکی خود رسولؐ کے اصحاب رسولؐ کے ساتھ اور رسولؐ کی ذریت کے ساتھ کرتے آئے ویسی ہی یہ لوگ بھی کرتے تھے۔ جیسے وہ تھے ویسے یہ۔ لیکن پھر بھی ان کی اصلاح کی کوشش کرنا ضرور تھا لہذا حضرت امام حسنؑ بھی بنظر اصلاح اُن کو اُنکی حرکات و سکنات و کوتاہی و ضعف ایمان پر جو بوجہ حکومت شیخین پیدا ہو گیا تھا مختلف مواقع پر مختلف وعظ و نصائح سے جن کو آپ نے اپنے رسالہ زیر جواب میں نقل کیا ہے حسب مصلحت وقت مطابق اُن کی فہم کے تنبیہ فرماتے تھے اور قلت انصار جانباز کے شاکی تھے تاکہ وہ لوگ اپنی اصلاح کریں۔ بُرے عقیدوں اور خود رائی و خود پسندی کو چھوڑیں اطاعت اختیار کریں راہ راست پر آکر اپنے میں قابلیت نصرت دین کی پیدا کرنے میں غفلت نہ کریں۔ بہرکیف شیعوں کی شکایت تو آپ کی خمیر میں داخل ہے جیسا کہ آپ برابر کرتے آتے ہیں اور ہم اُس کا جواب رسالۂ ہذا میں ازاول تا آخر دیتے آتے ہیں۔ اُن جوابوں کو غور سے ملاحظہ کیجئے وہ سب شیعہ نہ تھے سنّی تھے امام حسنؑ کو پانچواں خلیفہ سمجھ کر ساتھ ہو گئے تھے۔ شیعہ بہت قلیل تھے جو حضرت علی کو خلیفہ بلافصل اور امام حسنؑ کو اپنا دوسرا امام مفترض الطاعت سمجھتے تھے۔

اب مختصر طور پر اسکو بھی سمجھ لیجئے کہ امام حسنؑ نے جہاد کیوں نہیں کیا اور امام حسینؑ کو باوجود اصرار معاویہ صلح میں شریک کرنے سے انکار کیوں کیا ہے۔ سبحان اللہ۔ دیکھئے یہ حضرات کس حُسن اسلوب سے اسلام کے بقا کی صورتیں پیدا کئے جاتے ہیں۔ حالت یہ ہو رہی ہے کہ معاویہ نے جنگ سے عاری

ہو کر مکر و تزویر سے کام لینا شروع کر دیا ہے۔ اس کے مکر سے بہت سے لوگ خارجی ہو گئے اسلام سخت خطرہ میں پڑ گیا ہے اگر جنگ موقوف نہیں کرتے ہیں تو اسلام کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور اگر سکوت محض کر لیتے ہیں تو لوگ معاویہ کو برسر حق سمجھ لینگے اس لئے بنظر اسکے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ معاویہ برسر باطل ہے امام حسنؑ نے دو باتیں کیں ایک یہ کہ معاویہ کی جانب چند بار فوج روانہ کی۔ دوسرے یہ کہ امام حسینؑ کو شریک صلحنامہ کرنے سے صاف انکار کر دیا اور اسی وقت ظاہر کر دیا کہ وہ شہید ہونگے۔ لیکن اسلام کو تباہی سے بچانے اور شورش کو فرو کرنے کے لئے سردست جہاد کو ملتوی کر دیا۔ جو شریک صلحنامہ نہ ہوا اور اپنا اور اپنے عزیز و اقربا کا شہید ہونا گوارہ کرے اس پر گمان بیعت کا کرنا انصاف کا خون کرنا ہے۔ سلیمان بن صرد کے قول کی روایت کی نسبت جو آپ نے لکھا ہے کہ آگے آئے گی ہم بھی اس کا جواب اسی موقع پر دینگے بہرکیف ان حضرات کی رفتار مطابق قول خدا و رسولؐ کے ہوا کرتی ہے۔ ایک وقت میں جناب باری اپنے رسولؐ سے فرماتا ہے۔ کہدو کافروں سے لکم دینکم ولی دین۔ دوسرے موقع پر مباہلہ کا حکم دیتا ہے یعنی تم ان کو کوسو وہ تم کو کوسیں (یہاں لفظ کوسو ابوالآمنہ کی زبان میں استعمال کیا گیا ہے) کبھی حکم دیتا ہے واقتلوھم حیث ثقفتموھم یعنی قتل کرو ان کو جہاں انکو پاؤ۔ تو کیا آپ کی دانست میں جناب باری کی قوت معاذاللہ گھٹتی بڑہتی رہتی ہے؟ نہیں نہیں جو کام ہے مصلحت کے ساتھ ہے۔ اگر تمام کفار مار ڈالے جاتے تو مسلمان کون ہوتا؟ اور اگر تمام مسلمان جو بزمانہ خلافت ثلاثہ ضلالت میں پڑ گئے تھے غرق آب فنا کر دیئے جاتے تو اصلاح کس کی ہوتی۔

آپ صلحنامہ کا یہ	صلحنامہ جو امام حسنؑ اور معاویہ کے درمیان ہوا تھا اس پر تبصرہ

فقرہ لکھ کر کہ "حسنؑ بن علیؑ بن ابیطالب نے معاویہ بن ابوسفیان سے اس شرط
پر صلح کی کہ درمیان مردم بکتاب خدا و سنت رسولخداؐ و سیرت خلفائے شائستہ
عمل کرے،" لکھتے ہیں کہ "اس سے ثابت ہوا کہ برخلاف عقاید شیعہ امام مفترض
الطاعت کے سوا بھی دوسرے افراد امت کتاب خدا و سنت رسولخداؐ پر نظام
شریعت کو قائم و جاری رکھ سکتے ہیں"۔ ابوالآمنہ صاحب آپ بالکل غلط سمجھے
ہیں ہرگز شیعوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ دوسرے افراد امت بہ نیابت امام
مفترض الطاعۃ نظام شریعت کو قایم و جاری نہیں رکھ سکتے ہیں۔ رسولؐ
بھی ایسی ہی ہدایتوں کے ساتھ اپنے عمال کو مختلف مقامات پر متعین فرماتے
تھے۔ حضرت علیؑ بھی اپنے عمال کو ایسی ہی ہدایتوں کے ساتھ والی مقرر
کرکے بھیجتے تھے۔ ویسا ہی حضرت امام حسنؑ نے معاویہ کے ساتھ کیا اور معاویہ
نے شرائط پیش کردہ امام حسنؑ کو منظور کرکے اطاعت اس جناب کی قبول کی۔
اس صلحنامہ کی بنا پر یہ خیال کرنا کہ امام حسنؑ نے معاویہ کی بیعت کرلی صریح غلطی
ہے۔ بلکہ خود معاویہ نے حضرت امام حسنؑ کی بیعت و اطاعت قبول کی تھی۔
کیونکہ بیعت کا قاعدہ یہی ہے کہ بیعت لینے والا شرائط کو پیش کرتا ہے اور بیعت
کرنے والا اُن شرائط کو قبول کرتا ہے۔ چنانچہ بیعت رضوان میں آنحضرت
صلعم نے لوگوں سے اس شرط پر بیعت لی تھی کہ لڑ بھڑ کر مر جائیں گے مگر جنگ
سے منہ نہ موڑیں گے۔ (دیکھئے تفسیر کشاف تحت آیہ کریمہ اذ یبایعونک تحت
الشجرہ) فتح مکہ کے بعد عورتوں سے آنحضرتؐ نے ان شرطوں پر بیعت لی
تھی کہ خدا کے ساتھ کسی شئے کو شریک نہ کریں۔ چوری نہ کریں۔ زنا نہ کریں۔ اپنے
فرزندوں کو نہ مار ڈالیں۔ بہتان نہ باندھیں اور آنحضرتؐ کی نافرمانی امور معروف
میں نہ کریں (دیکھو سورہ ممتحنہ)۔ بیعت رضوان اور بیعت نسوان دونوں سے

ظاہر ہے کہ منجانب رسولؐ شرائط پیش ہوتے تھے اور بیعت کرنیوالے اُن شرطوں کو قبول کرنے سے مطیع ہو جاتے تھے۔ علیٰ ہذا امام حسنؑ نے شرائط پیش کئے اور معاویہ اُن کو قبول کر کے امام حسنؑ کا مطیع ہو گیا یعنی حضرت امام حسنؑ کی بیعت میں داخل ہوا نہ یہ کہ امام حسنؑ نے اسکی بیعت کی۔ ہاں امام مفترض الطاعت سے روگردانی کر کے مطلق العنان ہو کر کوئی شخص اپنی رائے و عقل سے نظام شریعت کو قایم و جاری نہیں رکھ سکتا ہے جیساکہ حدیث ثقلین سے ظاہر ہے ۔

یہ بندوبست امام حسنؑ کا معاویہ کے ساتھ ویسا ہی تھا جیساکہ کوئی مالک اپنے اسٹیٹ یعنی مملکت کو کسی کے ساتھ ٹھیکہ پر بندوبست کرتا ہے۔ جیساکہ خود اُن شرائط سے جو درمیان امام حسنؑ اور معاویہ کے ہوئے تھے ظاہر ہے۔ آپ نے براہ چالاکی صرف ایک شرط جلاء العیون سے لکھی ہے۔ ہم کل شرائط کو جو جلاء العیون میں درج ہیں و نیز دیگر کتب تواریخ سے پائی جاتی ہیں واسطے ملاحظۂ ناظرین کے ذیل میں لکھ دیتے ہیں: بسم اللہ الرحمن الرحیم صلح کرد حسنؑ بن علیؑ بن ابیطالب با معاویہ بن ابوسفیان کہ متعرض او نگردد بشرط آنکہ او عمل کند در میان مردم بکتاب خدا و سنت رسولخدا و سیرت خلفائے شایستہ بشرط آنکہ بعد از خود احدے را برایں امر تعین ننماید و مردم در ہر جائے عالم کہ باشند از شام و عراق و حجاز و یمن از شر او ایمن و اصحاب علیؑ ابن ابیطالب و شیعیان او ایمن باشند بر جانہائے خود و مالہائے خود و زنان خود و اولاد خود و از معاویہ باین شرطہا عہد و پیمان گرفتہ شد و بر آنکہ برائے حسنؑ بن علیؑ و برادرش حسینؑ و سایر اہل بیت و خویشان رسولخداؐ مکرے نہ اندیشد و در آشکار و پنہاں ضررے بایشاں نرساند و احدے را از ایشاں در افقی از آفاق زمین نترساند

وحق ہر صاحب حقے را برساند وہر سال از خراج داراب جرد پنجاہ ہزار درم بالحضرت برساند وآنکہ سبّ امیر المومنین صلوات اللہ علیہ نکند ودر قنوت نماز ناسزا با انحضرت وشیعیان او نگویند چنانکہ میکردند"۔ اور استیعاب ابن عبدالبر میں ہے کہ "اسمیں درمیان علما کے اختلاف نہیں ہے کہ یہ عہد ومیثاق صرف معاویہ کی ذات کے لئے حین حیاتی تھا بعدہ امام حسنؑ کی جانب عود کر جائیگا۔ بلکہ امام قتیبہ وابن حجر عسقلانی ونیز عبید اللہ امرتسری نے اپنی کتاب ارجح المطالب میں صاف صاف لکھا ہے کہ امام حسنؑ کی جانب یا جو اہلبیتؑ میں سے موجود ہو اُس کی جانب عود کر جائے گا۔ اور استیعاب میں ہے کہ معاویہ نے کل شرائط کو قبول کیا۔

ان تمام شروط اور خراج سالانہ پر بندوبست کرنے سے ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ امام حسنؑ نے محض بنظر رفع شر وفساد ومکر ودغائے معاویہ ومحافظت جان ومال مسلمانان وبقائے اسلام ایک قسم کا عارضی بندوبست کر دیا تھا تاکہ معاویہ کی تالیف قلوب ہو جائے اور بطمع حکومت دنیاوی اسلام کو باقی رکھے۔ یہ طریقہ معاملہ کا عام طور سے جاری ساری ہے۔ لوگ اپنی جائداد کو ایک خراج معین کر کے شرائط کے ساتھ بندوبست کرتے رہتے ہیں اس سے اُن کا حق زائل نہیں ہوتا ہے۔ امام حسنؑ کا بھی یہ بندوبست صرف دنیاوی سلطنت اور مملکت کا تھا۔ رسالت یا امامت یا نبوت یا خلافت یا اور کوئی فضیلت مثل شرافت ونجابت وحسب ونسب یا وجاہت خاندانی وغیرہ جو منجانب اللہ عطا ہوئی ہو اُس کو کوئی شخص نہ دوسرے کو دے سکتا ہے اور نہ اُس کے دینے سے دوسرا پا سکتا ہے۔ لامحالہ جو اس کا دعوی کرے وہ باطل پر ہے۔ جناب باری نے حضرت آدمؑ کو خلیفہ مقرر

گیا۔ حضرت آدمؑ کو یہ اختیار نہ تھا کہ اپنی خلافت شیطان کو دیدیں۔ جناب باری نے شیطان کو تمام بنی آدم پر بجز بندگان مخلصین کے تسلط کا اختیار دیا مگر اس تسلط سے اُس کو خلافت نہیں ملی۔ اسی طرح معاویہ کو ایسے تسلط سے خلافت نہیں ملی۔ حاصل یہ ہے کہ معاویہ کا تسلط اور شیطان کا تسلط دونوں یکساں ہے۔ نہ شیطان کو خلافت ملی نہ معاویہ کو۔

امام حسنؑ کی صلح مثل صلح حدیبیہ کے تھی۔ یا اس کو یوں سمجھئے کہ جیسے جناب باری نے چند شرطوں کے ساتھ ابلیس کو ایک مدت کیلئے بنی نوع انسان پر تسلط دیدیا ہے۔

روضۃ الاحباب میں ہے کہ "جب قضیۂ صلح کو ایک مدت گذر گیئی تو معاویہ کو اس بات کا خیال ہوا کہ یزید کو اپنا ولیعہد قرار دے اور مشاہیر زمانہ سے اُس کے لئے بیعت لے مگر چونکہ وہ بالیقین جانتا تھا کہ امام حسنؑ کی موجودگی میں یہ معاملہ (بوجہ ہونے خلاف معاہدہ) خاطر خواہ طے نہ ہوگا لہذا وہ اس کوشش میں مصروف ہوا کہ کسی طرح امام حسنؑ کے وجود ذیجود سے میدان مقصود خالی ہوجائے"۔ آخر زہر دلوا کر شہید کیا اور اُن کے جنازہ اطہر پر تیر بارانی ہوئی ایسا ظلم از وقت آدمؑ صفی اللہ تا ایندم کسی دوسرے پر نہیں ہوا۔ صرف امام حسنؑ پر باوجود صلح کے ہوا ہے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

صلحنامۂ امام حسنؑ میں خلفائے شایستہ سے مراد

صلحنامہ کی اس شرط سے کہ "معاویہ سیرت خلفائے شایستہ پر عمل کرے"۔ جو آپ نے ثلاثہ کو مراد لیا ہے تو اُس وقت میں رسولؐ کے ناشایستہ خلفاء کون تھے شیخین کی شایستگی تو یہی تھی کہ رسولؐ کی تیئیس ۲۳ برس کی ریاضت پر ایسا پانی پھیرا کہ عثمان محصور رہکر مارے گئے ایک آدمی بھی ایسا نہ تھا جو اُن کو بچاتا اگر شیخین کی سیرت

شایستہ ہوتی تو حضرت علیؑ اُن کی سیرت پر عمل کرنے سے انکار کر کے کیوں خلافت سے محروم ہوتے اور عثمان جو بنی امیہ سے تھے کیوں خلیفہ بنائے جاتے کہ جنکی وجہ سے بنی امیہ تمام بلاد اسلام پر مسلط ہوگئے (دیکھو شرح فقہ اکبر ملا علی قاری) ابو الآمنہ صاحب! خلفائے شایستہ انبیا اور اوصیا اور اُن کی ذریت ہیں جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے اور وہ ایسے مشہور و معروف تھے اور اُن کی سیرت ایسی شایستہ تھی کہ امام عالیمقام نے اُن کا نام اور کسی خاص سیرت کا ذکر بھی غیر ضروری خیال فرمایا۔ کیا انبیا اور اوصیا آپ کے خیال میں خلفائے شایستہ نہیں تھے جو آپ نے ابوبکر و عمر و عثمان کو قیاس کر لیا۔ حضرت امام حسنؑ دیکھ چکے تھے کہ ان لوگوں نے اُن کے جد امجد جناب رسولخداؐ کو بیگور و کفن چھوڑا۔ انکے گھر میں آگ لگانے گئے ان کے پدر بزرگوار کو مثل گنہگار کے پکڑ منگایا اُن کے قتل پر آمادہ ہوئے۔ باغ فدک چھین لیا۔ بنی ہاشم پر خمس بند کر کے بالکل محتاج کر دیا۔ جس نے ایسے ایسے مصائب ان لوگوں کے ہاتھ سے جھیلے ہوں وہ کیونکر ان کو خلفائے شایستہ سمجھ سکتا ہے؟۔ ابو الآمنہ صاحب! آپ نہیں سمجھتے ہیں مگر معاویہ خوب سمجھا تھا بلکہ جانتا تھا کہ اس شرط سے امام حسنؑ کا مقصود سیرت شیخین کا انسداد ہے جس پر معاویہ بوجہ آوردۂ شیخین ہونے کے عامل تھا اور قدم بقدم اُن کے چلتا تھا جیسا کہ خود معاویہ کے خط سے جو اُس نے بجواب محمد بن ابوبکر لکھا تھا اور رسالہ ہذا میں اپنے موقع پر نقل کیا گیا ہے ظاہر ہے۔ آپ نے بھی اپنے رسالہ زیر جواب میں لکھا ہے کہ امیر معاویہ حضرت عمر کی اقتدا کرتے تھے۔ اور عمر صاحب خود فرماتے تھے یا حذیفہ باللہ انا من المنافقین۔ اگر خلفائے شایستہ سے مراد خلفائے ثلاثہ ہوتے تو اس شرط کے لکھنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی کیونکہ معاویہ تو ان ہی کی سیرت کو اتباع اسے اپنا دستور العمل بنائے ہو تھا۔ اور اُسنے وہی کر دکھایا جو شیخین کو مد نظر تھا۔

آیہ الم تر الی الذین قیل لھم الخ کی تفسیر میں ابوالآمنہ کی حرفت

ابوالآمنہ صاحب! آپ تو عیاری میں عمرو عاص اور معاویہ سے بھی بڑھ گئے معاویہ اور عمرو عاص کی کیا دی تو صرف ایک فوج کے اندر تھی آپ تمام دنیا کے مسلمانوں کو اپنی کیادی سے گمراہ کیا چاہتے ہیں۔ آیہ کریمہ الم تر الی الذین قیل لھم کفوا ایدیکم و اقیموا الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ فلما کتب علیھم القتال قالوا لولا اخرتنا الی اجل قریب کی تفسیر میں حضرت امام محمد باقرؑ نے یا امام حسنؑ نے یا امام حسینؑ نے کہاں فرمایا ہے کہ امام حسنؑ کے بعد امام حسینؑ سے جہاد ساقط ہو گیا۔ جلاء العیون میں تو اسی قدر ہے کہ آیہ مبارکہ کی تفسیر میں امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ امام حسنؑ کے زمانہ میں لوگوں سے کہا گیا کہ اپنے امام کی اطاعت کرو جنگ سے دست بردار ہو نماز برپا کرو ذکوٰۃ دو تو لوگ راضی نہ ہوئے۔ حضرت امام حسینؑ کے وقت میں جب جہاد واجب ہوا تو لوگ کہنے لگے کہ جہاد میں تا زمانۂ قائم علیہ السلام تاخیر کیوں نہیں کیجاتی۔ یہ آیہ تو صاف صاف امت کی تلون طبعی کی شکایت میں ہے۔ اور تفسیر سے ثابت ہوتا ہے کہ امام حسینؑ کے وقت میں جہاد واجب ہو گیا تھا چنانچہ امام حسنؑ نے بھی بوقت صلح معاویہ سے کہدیا تھا کہ امام حسینؑ شہید ہوں گے مگر شہید نہ ہونگے جبتک اُن کے اہلبیت شہید نہ ہو جائیں اور اُن کے اہلبیت شہید نہ ہونگے تاوقتیکہ اہل شام کو قتل نہ کریں اور آپ خود اسی رسالہ زیر جواب کے صفحہ ۱۴ میں بحوالہ حیوٰۃ القلوب لکھ آئے ہیں کہ بارہ ہزار اصحاب رسولؐ شب و روز روتے تھے اور دعا کرتے تھے کہ خداوندا قبل اسکے کہ ہم لوگ خبر شہادت امام حسینؑ سنیں ہماری روحوں کو قبض فرما۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ حضرت امام حسینؑ کو اپنی شہادت کا علم رسولؐ کے وقت سے تھا۔ تب اس آیہ کی تفسیر جو امام محمد باقرؑ نے فرمائی ہے

اُس کی تحت میں آپ کا اپنی طرف سے یہ لکھنا کہ "اسی واسطے جب امام حسینؑ کے وقت میں جہاد کا حکم ہوا تو وہ حیران ہو کر جویا ہوئے کہ امام قائم سے پہلے ہی کیوں جہاد پھر فرض ہو گیا" کیسا صریح جھوٹ اور فریب اور کیا دی ہے؟۔

مضمون ابو الآمنہ خادم بھیروی (یریدون لیطفئوا نور اللّٰہ بافواھھم)

فضائل کوفہ

کوفہ کو تشیع سے وہ نسبت ہے جو روح کو جسم سے ہے۔ روئے زمین پر کسی شہر کی ایسے فضائل مذکور نہیں جیسے کہ کوفہ کے۔ اغلباً یہی وجہ ہے کہ جناب علیؑ نے مدینۃ الرسولؐ کو چھوڑ کر خلاف سنت خلفائے راشدین کوفہ کو ہی دار الخلافہ بنایا تھا۔ قاضی نور اللہ شوستری کوفہ کی فضیلت میں فرماتے ہیں کہ "کوفہ از امہات بلاد اسلام است کہ در مبادی فتح دیار عجم بنا شد" مولانا شبلی صاحب نے الفاروق میں تشریح کی ہے کہ کوفہ اور بصرہ دونوں شہر اسلامی لشکروں کی قیام کے لئے حضرت عمرؓ نے آباد کئے تھے۔ پھر شوستری صاحب لکھتے ہیں کہ بنی امیہ کی خلافت کے بعد جب اولاد عباسؓ کو خلافت ملی تو منصور عباسی نے چاہا تھا کہ کوفہ کو دار الخلافت بنائے لیکن اہل کوفہ بباعث تشیع و محبت خاندان مرتضوی عباسیوں کی خلافت سے راضی نہ تھے ناچار منصور نے بجائے کوفہ کے بغداد کو دار الخلافہ بنایا۔ پھر اس موقعہ پر شوستری صاحب نے ابو جعفر طوسی کی کتاب امالی سے روایت لکھی ہے کہ اولاد مروان کے زمانہ میں کچھ کوفی لوگ حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر آئے۔ آپ نے پوچھا تم کون ہو۔ انھوں نے کہا کہ ہم اہل کوفہ ہیں۔ اس پر امام صاحب نے فرمایا در ہیچ یک از بلاد آنقدر دوست نداریم کہ در کوفہ۔ پھر فرمایا اے لوگو

اللہ تعالےٰ نے تم کو اس امر میں ہدایت کی جس سے اور لوگ نااہل رہے۔ پس تم نے ہم کو قبول کیا جبکہ اور لوگوں نے ہم کو رنج دیا اور تم نے ہماری بیعت کی حالانکہ اور لوگوں نے ہماری مخالفت کی اور دوسرے لوگوں نے ہماری تکذیب کی حالانکہ تم نے ہماری تصدیق کی۔ اسکے بعد علامہ شوستری فرماتے ہیں "وبالجملہ تشیع اہل کوفہ حاجت باقامت دلیل ندارد وسنّی بودن کوفی الاصل خلاف اصل ومحتاج بدلیل است۔ واگر ابوحنیفہ کوفی باشد" (دیکھو مجالس المومنین مجلس اول ص۲۵ مطبوعہ ایران) اسی طرح فروع کافی کتاب الروضہ میں شیعوں کی تعریف میں ہے "وان لکل شئی عز وعز الاسلام الشیعہ وان لکل شئی ذروۃ وذروۃ الاسلام الشیعۃ ملخصًا۔ یعنی ہر ایک چیز کی ایک عزت ہوتی ہے اور اسلام کی عزت شیعہ ہیں۔ ہر ایک چیز کا کنگرہ ہوتا ہے اور اسلام کا کنگرہ شیعہ ہیں ص۱۰۱ مطبوعہ لکھنؤ۔ افسوس کہ کوفی شیعوں نے اسکے برعکس ہونا ثابت کیا۔ ہاں رجعت کے زمانہ میں ان کی کایا پلٹ ہو جائے تو دوسری بات ہے۔ اور ملا باقر مجلسی نے تو کوفہ کی تعریف میں اور بھی کمال کر دیا ہے آپ حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ کوفہ کی مسجد میں ستر پیغمبروں اور ستر اوصیاء نے نماز پڑھی ہے جن میں سے ایک میں بھی ہوں۔ پھر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ مسجد کوفہ میں ایک ہزار اور ستر پیغمبروں نے نماز پڑھی ہے اور اسی میں ہے عصائے موسیٰؑ اور کدو کا درخت اور انگشتری سلیمان اور اسی سے نوحؑ کا تنور پھوٹ نکلا اور کشتی نوحؑ بھی اسی جگہ بنائی گئی اور وہ بابل کی بہترین جگہوں میں سے ہے اور جگہ جمع ہونے پیغمبروں کی ہے (دیکھو حیوٰۃ القلوب ص۳۱ باب اول فصل چہارم ذکر فضائل انبیاؑ

پھر مجلسی صاحب نے حق الیقین باب رجعت میں لکھا ہے کہ امام مہدیؑ جب خروج کریں تو ان کا دار الخلافہ بھی کوفہ ہی ہوگا۔ اور گوہر مراد مطبوعہ ایران میں علامہ لاہجی نے ایک عجیب روایت لکھی ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ شیعوں کا جنت عدن جس کا نام وادی السلام ہے وہ بھی کوفہ میں ہی ہے چنانچہ حضرت علیؑ کی زبان معجز بیان سے ایک حدیث لکھی ہے کہ وما من مومن یموت فی بقعہ من بقاع الارض وقیل لروحہ الحق بوادی السلام وانھا البقعۃ من جنۃ عدن۔ یعنی کوئی مومن خواہ روئے زمین کے کسی مقام میں فوت ہو اس کی روح کو حکم ہوتا ہے کہ چلو وادی السلام کو اور وہ جنت عدن کا ایک مقام ہے۔ دیکھو گوہر مراد باب چہارم فصل ہفتم مقالہ سوم در حقیقت سوال قبر و عذاب قبر و احوال برزخ۔ پھر مجالس المومنین میں ایک حدیث امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک خدا کا حرم ہے اور وہ مکہ ہے اور رسولؐ کا حرم ہے اور وہ مدینہ ہے اور امیر المومنین علیؑ کا حرم ہے اور وہ کوفہ ہے۔ اصل الفاظ حدیث یہ ہیں الا ان اللہ حرما وھو مکہ الا ان لرسول اللہ حرمًا وھو مدینۃ الا ان لامیر المومنین حرمًا وھو الکوفہ (مجلس اول صلہ ۳۶) پھر علامہ مجلسی نے لکھا ہے کہ کوفہ وہ زمین ہے جس نے ابتدائے آفرینش سے محبت جناب علیؑ کی قبول کی تھی (دیکھو جلاء العیون باب ۳ فصل ۲ صفحہ ۲۲۷)۔ فروع کافی کے حوالہ سے جو حدیث شیعوں کی تعریف میں اوپر مذکور ہوئی اس کا ایک فقرہ یہ بھی ہے وان لکل شئی اماما وامام الارض تسکنھا الشیعہ۔ یعنے ہر ایک چیز کا امام ہوتا ہے اور زمین کا وہ امام مقام ہے جہاں پر شیعہ مقام رکھتے ہوں۔ اس سے بھی ہمارے دعوے کی تائید ہوتی ہے۔ کتاب الروضہ فروع کافی جلد ۳ صلہ ۱۰۱ گویا یہ سمجھنا چاہیئے کہ کوفہ

ہی شیعہ مذہب کا سرچشمہ ہے اور کوفہ ہی باعث آخر دار الخلافہ ہونے امام آخرالزمان کے تشیع جائے باز گشت ہے۔ کوفی ہی سب سے پہلے اور سب سے پچھلے خاص الخاص شیعیان علیؑ و آئمہ اہلبیت کے مخلص ہیں۔ امام مہدیؑ کے دور خلافت میں ساری نعمتوں اور انعاموں کے وارث کوفی ہی قرار دیئے گئے ہیں۔ ہمارے ہندوستانی اور پنجابی شیعوں کو تو خدا جانے اس دار و گیر میں کوئی پوچھے گا بھی یا نہ؟ یونہی اثنا عشری بنے پھرتے ہیں اگر کسی شمار میں یہ لوگ بھی ہوتے تو ضرور کسی کتاب میں شیعیان ہند و پنجاب کا ذکر بھی ہوتا۔ مگر افسوس اماموں کی بارگاہ میں تو صرف کوفہ اور کوفہ والوں ہی کی قدر شناسی رہی اور ہوگی اور بس! لیکن جیسا کہ شیعیان علیؑ و شیعیان حضرت امام حسنؑ کے حالات سے ہم ثابت کر آئے اور آئندہ بھی واضح طور پر انشاء اللہ ثابت کریں گے سب سے پہلے دشمنان علیؑ و بدخواہان اہلبیت بھی یہی کوفہ والے ثابت ہوئے۔ چنانچہ ناسخ التواریخ میں لکھا ہے کہ ابن زیاد کا لشکر جس کی تعداد اسی ہزار تھی۔ اور جو امام حسینؑ کے مقابلہ اور مقاتلہ کے لئے کربلا میں جمع ہو گر آئے تھے سب کوفی ہی تھے ان میں کوئی حجازی نہ تھا نہ شامی چنانچہ اس کی اصلی عبارت یہ ہے و ابی مخنف لشکر ابن زیاد را ہشتاد ہزار سوار نگاشتہ و گوید ہمگان کوفی بودند و حجازی و شامی با ایشاں نبود (ناسخ التواریخ جلد ۲ کتاب دوم ص۲۷۰) اسی روایت کو مصنف کتاب مرقع کربلا نے بھی لکھا ہے۔ اور اہل عراق کی بیوفائی اور عہد شکنی کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے تعلق (انتقام خون حسین) آں بہ عراق بوجہ بیوفائی و عہد شکنی و ارتکاب قتل و نہیب کوفیان است او محتاج بیان نیست ابو مخنف در مقتل گفتہ فتکمل العسکر ثمانون الفا فارس من اهل الکوفہ لیس فیهم شامی ولا حجازی (دیکھو مرقع کربلا مطبوعہ ریاضی

امروہہ صـ۲۰) - معزز ناظرین! جائے غور ہے جس مذہب نے شروع میں ہی ایسے ظالم و عہد شکن اور دشمنان اہلبیت کے گروہ میں تربیت پائی اور وہی لوگ اسکے پہلے راوی ہوں کیا وہ مذہب قابل تقلید ہو سکتا اور اس کی صداقت کا اعتبار ہو سکتا ہے؟ کلام مجید جیسی کامل کتاب جس کی حفاظت کا خود خدا ذمہ دار ہو محض بوجہ جمع کرنے اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے اس کو محرف اور غیر مرتب اور ناقابل اعتماد ماننے میں تو شیعہ تامل نہیں کرتے لیکن تعجب ہزار تعجب کہ شیعیان کوفہ جیسے بدعہد اور غداروں کی بیان کردہ احادیث و مرویات کو بلا چون و چرا تسلیم کر بیٹھے ہیں اور ان کو سچ مچ جناب علیؓ اور دوسرے ائمہ کرام کی احادیث صحیحہ بلا کم و بیش مانتے ہیں - ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا - یہ تعصب نہایت ہی سخت افسوس کے لائق ہے -

جواب (واللہ متم نورہ)

فضائل کوفہ پر اعتراض کا جواب

ابوالآمنہ صاحب! مکہ معظمہ جہاں بیت اللہ ہے اس کی منزلت میں تو غالباً آپ کو شک نہ ہوگا - وہاں قبل بعثت رسولؐ تمام تر کفار بھرے ہوئے تھے - حتی کہ خاص خانۂ کعبہ قبیلہ قبیلہ کے بتوں سے معمور تھا - رسولؐ کو جناب باری نے وہیں مبعوث فرمایا - اسی طرح سمجھئے کہ چونکہ کوفہ عمر صاحب کا بسایا ہوا تھا تمام تر منافقین سے بھرا تھا اس لئے لازمی تھا کہ وہی حضرت علیؑ کا دارالخلافہ قرار پائے - آپ حضرت علیؑ کے اس فعل کو خلاف سنت خلفائے راشدین قرار دیتے ہیں جیسے وہ راشدین تھے ہم اوپر دکھا چکے ہیں - اگر وہ راشدین ہوتے تو شوریٰ میں حضرت علیؑ ان کی سیرت پر عمل کرنے سے انکار نہ فرماتے اور یہ نہ کہتے کہ ہم بجز کتاب خدا و سیرت رسولؐ کسی دوسرے کی سیرت پر عمل نہ کرینگے

چنانچہ اس معاملہ میں بھی حضرت نے سیرت رسولخدا پر عمل فرمایا۔ آنحضرت صلعم نے حرم خدا سے ہجرت فرماکر مدینہ کو شرف بخشا۔ حضرت علیؑ نے حرم رسولؐ سے ہجرت فرماکر کوفہ کو شرف بخشا مگر افسوس جس طرح خلفائے ثلاثہ کی وجہ سے مدینہ میں تغیر آگیا تاریکی پھیل گئی اُسی طرح اُن کے جانشین معاویہ کی وجہ سے کوفہ میں تغیر واقع ہوا اور تاریکی پھیل گئی۔ قاضی نور اللہ شوستری یا مجلسی یا علامہ لاہجی رضوان اللہ علیہم کے اقوال پر آپ کیا طعن آتے ہیں۔ خود آپ کے عمر صاحب کوفہ کو اپنا کنز الایمان سمجھتے تھے۔ رمح اللہ۔ جمجمۃ العرب کہتے تھے۔ الراس الاسلام۔ الی راس العرب اپنے خط میں لکھتے تھے (دیکھو سیرۃ النعمان شبلی) ان سب الفاظ کی شرح کیجئے اور صراحت لکھئے تو دیکھئے کوفہ کیا ثابت ہوتا ہے؟ جو کچھ قاضی نور اللہ شوستری وغیرہ اعلی اللہ مقامہم نے لکھا ہے اس سے بدرجہا فضائل کوفہ آپ کے عمر صاحب کے اقوال سے بڑھجاتے ہیں یا نہیں؟ پہلے عمر صاحب کی خبر لیجئے تب ان لوگوں پر اعتراض کیجئے گا۔

آپ کہتے ہیں اور شیعوں کی کتابوں سے دکھاتے ہیں کہ کوفی سب شیعہ تھے اور ہم آپ کی کتاب سے دکھاتے ہیں کہ خود عمر صاحب جو خلیفہ دوم تھے کوفہ کو اپنا کنز الایمان سمجھتے تھے راس الاسلام یعنی کنگرۂ اسلام کہتے تھے۔ اور بقول صاحب روضۃ الصفا اہل کوفہ مودت زبیر داشتند۔ اب آپ ہی بتائیے کہ یہ کوفی جن کو عمر صاحب اپنا کنز الایمان سمجھتے تھے اور جو زبیر کے شیدا تھے شیعہ تھے یا پیروان ثلاثہ سنی۔ اگر شیعہ تھے اور آپ کے خلیفہ دوم صاحب اُن کو اپنا کنز الایمان اور کنگرۂ اسلام سمجھتے تھے تو اُن کے کنگرۂ اسلام ہونے پر آپ کا تمسخر کرنا اپنے خلیفہ دوم صاحب کے ساتھ تمسخر کرنا ہے۔ اور اگر ثلاثہ پرست سنی تھے اور طریقہ ابوسفیان پر چلتے تھے جو

قتل رسولؐ کے درپے تہا تو اُس کے قاتلان حسینؑ فرزند رسول الثقلین ہونے پر کیا التعجب ہے؟۔

ابو الامنہ صاحب! ابوسفیان اور اُس کا لشکر سب مکی تھے اور جناب رسولخداؐ اور اُن کے مہاجرین بھی سب مکی تھے۔ تو کیا اس بنا پر آپ کہدیجئے گا کہ آنحضرتؐ کے دندان مبارک کو صدمہ پہنچانیوالے اور حضرت حمزہ کو شہید کرنے والے خود آنحضرتؐ کے وہی مکی مہاجرین ابوبکر و عمر و عثمان وغیرہ تھے اور یہی لوگ بے وفا و بزدل مکی مہاجرین تھے؟ اسوقت ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ کسی کا مکی الاصل ہونا دلیل کافی اُس کے مسلمان ہونے کی ہے اگرچہ ابوجہل مکی ہو۔ تو کیا اس بنا پر ابوجہل وغیرہ جو لشکر گراں لیکر جناب رسولِ خدا کو قتل کرنے پر آمادہ ہوکر آئے تھے وہ بھی مسلمان ہی سمجھے جائینگے۔ آج کل کسی کے قادیانی کہلانے سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ یہ شخص مرزا غلام احمد قادیانی کا پیرو ہے۔ محتاج کسی دوسری دلیل کا نہیں ہے۔ حالانکہ مرزا صاحب کے پیر قادیان میں صرف چند نفر ہیں۔ دیگر اقوام مثل برہمن، چھتری، کایستھ، کلوار، گوالہ، چمار، ڈوم، دوساد، دھوبی، مہتر، وہابی، اہلحدیث، حنفی، کرستان وغیرہ وغیرہ جو مرزا غلام احمد کو کچھ نہیں سمجھتے تعداد میں ہزاروں ہوں گے تو کیا محض قادیان کا باشندہ ہونیسے وہ سب بھی مرزا صاحب کے پیرو سمجھے جائیں گے؟۔

ہمارا خیال تھا کہ ہر ملک ہر شہر ہر قریہ میں نیک و بد۔ ابرار و اشرار ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ لیکن کتاب سیرۃ النعمان میں شبلی صاحب کی یہ تحریر دیکھکر کہ عمر صاحب کوفہ کو اپنا کنز الایمان و رمح اللہ وغیرہ سمجھتے تھے ہم کو سخت حیرت تھی کہ عمر صاحب نہ تو مکہ معظمہ کو جہاں خانۂ خدا ہے اور نہ مدینہ منورہ کو جو حرم رسولؐ ہے اپنا کنز الایمان یا جمجمۃ العرب کہتے تھے۔ کوفہ میں کیا

خصوصیت تھی جس کو وہ ایسا سمجھتے تھے؟ اب آپ کے لکھنے سے ہماری تشفی ہو گئی کہ کوفہ تمام صفات رذیلہ مثل بزدلی۔ بیوفائی۔ عہد شکنی۔ دروغگوئی طماعی۔ محسن کشی۔ دغا بازی وغیرہ کا سر چشمہ تھا اور عمر صاحب نے زیادہ تر اپنے ہی صفات کے لوگوں کو چن چنکر بسایا تھا ؎ کند ہمجنس باہمجنس پرواز۔ عمر صاحب پہلے رسول کو قتل کرنے آئے تھے۔ بعد اسلام ابوبکر کی بیعت کے لئے حضرت علیؑ کے قتل پر آمادہ تھے۔ اُن کے گھر میں آگ لگانے گئے۔ اسوقت اُن کا حوصلہ پورا نہ ہو سکا لیکن کوفہ میں ایسی جماعت تیار کر گئے کہ جس نے ان کی دلی آرزو کو کربلا میں خاندان رسالت کو تباہ کر کے پوری کر دی۔ اور اپنے کو عمر صاحب کا کنز الایمان ہونا اپنے کردار ناہنجار سے ثابت کر دیا۔ اگر اب بھی آپ کی سمجھ میں نہ آیا ہو تو کسیقدر اور وضاحت سے ہم آپ کو سمجھا دیتے ہیں۔ بغور ملاحظہ کیجئے۔ بزمانہ واقعہ کربلا تین قسم کے لوگ کوفہ میں تھے۔ ایک تو وہی باقی ماندہ چار پانچ شیعہ مثل حبیب ابن مظاہر و مسلم بن عوسجہ و زہیر بن قین و ہانی بن عروہ کے جنھوں نے اپنی بہادری اور وفاداری دکھا کر محبت اہلبیت طاہرین میں اپنی جانوں کو نثار کر دیا۔ دوسرا گروہ سواد اعظم اسی ہزار لشکر ابن زیاد کا تھا جس کو حکومت نے خاندان رسالت کو تباہ و برباد کرنے کے لئے تیار کر رکھا تھا جسکی صراحت آیندہ آئیگی۔ تیسرا گروہ بھی اگرچہ سنّی مذہب تھا لیکن خاندان رسالت کے ساتھ ارادت و عقیدت رکھتا تھا جیسا کہ فی زماننا بھی اکثر غیر متعصب سنیوں کی حالت ہے کہ اگر کوئی کلمہ خلاف شان اہلبیت رسالت سنتے ہیں تو برافروختہ ہو جاتے ہیں۔ ایسی ہی وہ لوگ بھی تھے حکومت کیجانب سے جو حرکت ہو رہی تھی اُس سے ناواقف تھے سادہ لوحی سے بسر کرتے تھے۔ بعد واقعہ کربلا جب حکومت

کے ظلم کا راز فاش ہو گیا تو سمجھ گئے کہ ازاول تا آخر اہل بیت رسالت پر ظلم ہوا
حق کی تصدیق کی مذہب باطل سے توبہ کیا اور اُن لوگوں سے جنھوں نے ظلم
کیا تھا علحدگی اختیار کی۔ انتقام لینے کو کھڑے ہو گئے۔ آپ نے ناواقفوں کو
دھوکہ دینے کیلئے جو یہ روایت مجالس المومنین سے لکھی ہے کہ اولاد مروان
کے زمانہ میں کچھ شیعہ جناب امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے
تو حضرت نے اُن سے فرمایا کہ "اور کسی بلاد میں ہمارے اُتنا دوست نہیں ہیں
جتنا کہ کوفہ میں۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو اس امر میں ہدایت کی جس سے اور لوگ نااہل
رہے پس تم نے ہمکو قبول کیا جبکہ اور لوگوں نے ہم کو رنج دیا اور تم نے ہماری
بیعت کی حالانکہ اور لوگوں نے ہماری مخالفت کی اور دوسرے لوگوں نے ہماری
تکذیب کی حالانکہ تم نے ہماری تصدیق کی" یہ محض آپ کا فریب ہے۔ ہر
عاقل جو ان واقعات سے واقف ہے سمجھ سکتا ہے کہ حضرت نے یہ
کلمات جن کی نسبت فرمائے ہیں وہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے امام حسینؑ کی
نصرت کی اور ان کے خون کا انتقام لیا نہ غیر۔

مسجد کوفہ میں انبیاء و اوصیاء کے نماز پڑھنے اور وہاں تنور نوحؑ و عصائے موسیٰ و انگشتری سلیمانؑ وغیرہ کے ہونے پر اعتراض کا جواب

آپ مسجد کوفہ میں پیغمبروں اور اوصیا کے نماز پڑھنے
پر اور وہاں عصائے موسیٰ اور درخت کدو و انگشتری سلیمانؑ کے ہونے۔ تنور نوحؑ
کے پھوٹ نکلنے اور کشتی نوحؑ کے بنائے جانے پر تمسخر کرتے ہیں۔

ابوالآمنہ صاحب! ہم آپ کو خیر خواہانہ سمجھاتے ہیں کہ جب آپ اسقدر جاہل
ہیں کہ اپنے ہاں کی کتابوں سے بھی واقف نہیں ہیں تو تالیف و تصنیف کا
حوصلہ کرکے اپنے کو فضیحت نہ کیا کیجئے۔ آپ کوفہ میں کشتی نوحؑ کے بنائے
جانے۔ تنور نوحؑ کے پھوٹ نکلنے اور درخت کدو وغیرہ وہاں ہونیکی رد یا ت

کو اپنی جہالت سے شیعوں کی روایت سمجھ کر تمسخر کرتے ہیں۔ اگر اس کا جواب ہم کتب سماوی و تفاسیر قرآن سے دینا شروع کریں تو بہت طول ہو جائیگا۔ یہ ایسی بات ہے جسکو تمام مورخین لکھتے آتے ہیں۔ جلاء العیون و حیوٰۃ القلوب جن پر آپ اعتراض کرتے ہیں ان سے بہت قبل کی سنیوں کی کتاب روضۃ الصفا ہے جس کا جابجا آپ نے بھی حوالہ رسالۂ زیر جواب میں دیا ہے۔ چونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ روضۃ الصفا آپ کے پاس موجود ہے اسلئے اسی سے ہم دکھاتے ہیں۔ صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ "جبرئیل چوب ساج آوردہ بہ نشان آں نوحؑ را اشارت کرد و او بفرمودہ عمل نمودہ بعد از بست سال یا چہل سال علیٰ اختلاف الروایتیں درخت متانت و استحکامے پیدا کرد آنرا بریدہ و خشک گردانیدہ باسہ فرزند و یک کس دیگر در بریۂ بہا از بیابانہائے کوفہ بتعلیم جبرئیل تراشیدن کشتی آغاز نہاد" اور فار التنور کے بارہ میں لکھتے ہیں "آں تنور نزدیک بابل بود قرب مسجد کوفہ و نوحؑ از انجا در کشتی نشست"۔ ابو الائمہ صاحب! کوفہ میں کشتی نوحؑ کے بنائے جانے پر آپ کو تعجب تھا اب تو آپ اور مثل ساکھو کے جلینگے کہ حضرت جبرئیل نے بھی چوب ساج لاکر کوفہ ہی کے میدان میں اس کا درخت لگایا۔ اور حضرت یونسؑ کے قصہ میں صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ "با مردم نینوا گفت ان العذاب یاتیکم بعد ثلاثۃ ایام.... حق عزوعلا فی الحال درخت کدوئے رویانید یونسؑ در سایۂ آں شجرہ آسائش یافت" اور آیۂ کریمہ وانبتنا علیہ شجرۃ من یقطین وارسلنا الیٰ مائۃ الف او یزیدون کے تحت میں صاحب تفسیر حسینی لکھتے ہیں "و برویانیدم بر سر او (یونس) درختے از کدو تا بہ برگہائے خود او را سایہ کرد.... و فرستادیم او را دیگر بارہ بسوئے صد ہزار مرد یا زیادہ بہ بست ہزار

یا ہفتاد ہزار۔ چوں خبر رسیدن یونسؑ بہ اہل نینوی رسید ملک با تمام قوم باستقبال وے بیرون آمدند"۔ سابق زمانہ کی تواریخ وکتب سماوی کو ملاحظہ کیجیے کوفہ و ماریہ و نینوا و شط فرات یہ سب مضافات بابل سے ہیں اور قریب قریب تمام انبیا و اوصیا کا مسکن یہیں تھا۔ منجملہ ان کے حضرت ابراہیم تھے جو اپنے فرزند کو جیسا کہ توریت میں ہے اسی ارض ماریہ پر جسکو اب کربلا کہتے ہیں قربانی کے لیے لائے تھے۔ ان کی نسل میں لاکھ سے زیادہ انبیا گذرے ہیں۔ کیا آپ کو انبیا و اوصیا کے زاہد و عابد اور نمازی ہونے میں شک ہے جو آپ مسجد کوفہ میں اُن کے نماز پڑھنے پر مضحکہ کرتے ہیں؟

حضرت سلیمان اور حضرت موسیٰ بھی حضرت ابراہیمؑ کی ذریت سے تھے انگشتری سلیمانؑ یا عصائے موسوی کا کوفہ میں ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ جناب ختم الانبیا صلعم مدینہ کے رہنے والے تھے۔ ان کا موئے مبارک ناخن اور قمیص کا شام میں معاویہ کے پاس ہونا آپ قبول کرتے ہیں اور انبیا کی چیزوں کا خود اُن کے وطن میں ہونا باور نہیں کرتے۔ آپ کی عقل سے تعجب ہے۔

صاحب العصرؑ کے ظہور پر اور اُنکا دار الخلافہ کوفہ ہونے پر اعتراض کا جواب

جناب امام مہدی صلواۃ اللہ علیہ کے ظہور پر اور اُس جناب کا دار الخلافہ کوفہ ہونے پر آپکا اعتراض ویسی ہی جہالت کی وجہ سے ہے جیسی جہالت میں کفار مکہ مبتلا تھے اور کتب سماوی پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ جو پیشین گوئیاں پیغمبر آخر الزمان کے بارہ میں ہزاروں برس پیشتر سے ہوتی آتی تھیں بوجہ طوالت زمانہ جھوٹھ سمجھتے تھے۔ آخر جب وقت معین آیا تو کفاروں نے دیکھا کہ آنحضرت تشریف لائے اور خانۂ خدا کو جو بتوں سے بھرا ہوا تھا اور کفار کے قبضہ میں تھا پاک و صاف کیا

اسی طرح امام آخرالزمان بھی تشریف لاکر دنیا کو ظلم و بدعت و کفر و نفاق سے پاک و صاف کرینگے۔ اولاً حضرت کا ظہور مکہ معظمہ میں ہوگا جہاں کفار بھرے تھے اور رسولؐ مبعوث ہوئے بعدہ وہ ناخدائے سفینۂ نجات کوفہ میں تشریف لائیگا جہاں حضرت نوحؑ نے کشتی بنائی تھی اور جہاں طوفان نوحؑ کا پانی تنور سے جوش مارتا ہوا نکلا تھا۔ جو لوگ کشتی نوحؑ میں سوار ہوئے انھوں نے نجات پائی باقی سب غرق ہوئے اسیطرح جو سفینۂ آل محمدؐ سے متمسک ہوگا نجات پائیگا تخلف کرنیوالے ہلاک ہونگے۔ حدیث رسولؐ ہے مثل اھلبیتی کمثل سفینۃ نوح من رکب فیھا نجا ومن تخلف عنھا غرق (دیکھو تفسیر نیشاپوری تحت آیۂ کریمہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ)

شیعونکا ایمان بالقرآن آپ لکھتے ہیں کہ شیعہ قرآن پر اعتماد نہیں کرتے کوفیوں کی حدیثوں پر اعتماد کرتے ہیں۔ محض غلط و جھوٹ ہے۔ آپ لوگوں کا قرآن جو شیخین نے جمع کیا تھا اس کو تو عثمان خلیفہ نے اپنے عہد میں جلا دیا جو قرآن بین الدفتین لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے اسکے حرف حرف کو شیعہ منزل من اللہ سمجھتے ہیں اور جو اس پر اعتماد نہ کرے اس کو کافر سمجھتے ہیں۔ یہ اتہام کہ شیعونکا ایمان معاذ اللہ بالقرآن نہیں ہے محض عداوتاً شیعونکا دل دکھانے کیلئے لگایا جاتا ہے ورنہ سنّی بھی خوب جانتے ہیں کہ شیعوں کا تمام تر دارومدار اسی قرآن موجودہ پر ہے اور اسی قرآن کے ساتھ وہ حسب فرمان رسولؐ متمسک ہیں۔ جیسا اعتراض آپنے کیا ہے ویسا ہی ایک ہندو لالہ اندرمن نے اپنی کتاب صولت ہند میں شیعہ اور سنّی دونوں پر کیا تھا جس کا جواب اہلسنت کے ایک عالم مولوی محمد علی صاحب نے کتاب ظفر مبین مطبوعہ مطبع صدیقی واقع بریلی میں دیا ہے۔ جو جواب

۵ جہاں منافقین کا غلبہ تھا

۵ امیر المومنین آل محمد کا دار الخلافہ تھا جہاں مخلصین بھی

موصوف نے اُس ہندو کو دیا ہے وہی جواب آپ کے لئے سزاوار ہے۔ موصوف نے شیعوں کا ایمان بالقرآن ہونے کے ثبوت میں بہت سے علمائے شیعہ کے اقوال اُن کی کتابوں سے لکھے ہیں۔ جنکو بخیال طوالت ترک کر کے ہم صرف صدوق علیہ الرحمہ کا قول نقل کرتے ہیں۔ اعتقادنا فی القرآن ان القرآن الذی انزل اللہ تعالیٰ علیٰ نبیہ ھو ما بین الدفتین وھو ما بین ایدی الناس۔ یعنی اعتقاد ہمارا قرآن کے باب میں یہ ہے کہ بیشک جو قرآن کہ اُتارا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر وہ یہی ہے جو درمیان دونوں دفتیوں کے ہے اور یہ وہی ہے جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ رہیں حدیثیں تو شیعہ نہ کوفیوں کی حدیثوں کو مانتے ہیں نہ حجازی یا کسی دیگر بلاد والوں کی۔ جو حدیثیں آئمہ اطہار سے باسناد صحیحہ منقول ہیں اُنکو قبول کرتے ہیں جو مشتبہہ ہوتی ہیں ان کو قرآن پر عرض کرتے ہیں اگر موافق قرآن ہے تو قبول کرتے ہیں ورنہ رد کر دیتے ہیں چنانچہ دیباچہ اصول کافی میں پہلے ہی لکھدیا ہے اعرضوا علیٰ کتاب اللہ فما وافق کتاب اللہ عزوجل فخذوہ وما خالف کتاب اللہ فردوہ۔ اس کے برعکس سنّی قیاس پر عمل کرتے ہیں دشمنان اہلبیت سے حدیثیں لیتے ہیں۔ مثلاً عمر ابن سعد ابن وقاص وغیرہ سے اور حدیث احاد سے احکام قرآن کو رد کرتے ہیں۔ مثلاً حدیث نحن معشر الانبیا لا نرث ولا نورث سے احکام ارث کو رد کر دیا۔

اگر آپ کا ایمان قرآن پر ہوتا تو آپ اس حدیث پر وما من مومن یموت فی بقعۃ من بقاع الارض وقیل لروحہ الحق بوادی السلام الخ پر تمسخر نہ کرتے کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے یوم ندعوا کل اناس بامامھم تب

ضرور ہے کہ جناب باری کل مومنین کی ارواح کو وادی السلام میں اُن کے امام جناب امیر المومنینؑ کے زیر سایہ جمع کرے اور وہ اپنے امام کے ساتھ محشور ہو کر وادی السلام سے دار السلام میں جائیں ۔ ایکا ایمان بالقرآن نہ ہو تام

مضمون ابوالآمنہ خادم بھیروی (یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم)

دربیان شیعیان امام حسینؑ تا وفات امیر معاویہ

جناب علیؑ اور حضرت امام حسن علیہما السلام کے شیعوں کا حال قبل ازیں ناظرین پر واضح ہو چکا ہے ۔ اس کے بعد سیدنا حسین علیہ السلام اور اُن کے شیعوں کے متعلق بعض واقعات کو لکھا جاتا ہے جو واقعہ کربلا کے اسباب و وجوہ پر مبنی ہوں ۔ امام حسن علیہ السلام کی وفات سے تھوڑے ہی عرصہ بعد عراق و حجاز کے شیعوں نے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آنا جانا شروع کر دیا ۔ علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ مروان نے جو اسوقت مدینہ کا گورنر تھا امیر معاویہ کو رپورٹ کر دی تھی کہ :۔ ایک گروہ عراقی و حجازی امام حسینؑ کے پاس آمد و رفت رکھتے ہیں مجھے خوف ہے کہ کہیں فتنہ نہ برپا ہو جائے ۔ اب جو مجھے حکم ہو اس کی تعمیل کروں ۔ جلاء العیون باب ۵ فصل ۳ ص ۳۶۹ اس خفیہ رپورٹ کے جواب میں جو خط امیر معاویہ نے مروان کو لکھا وہ اسطرح پر ہے :۔ کہ تمھارا خط میرے پاس آیا جو کچھ اس میں لکھا تھا معلوم ہوا تم ہرگز متعرض حسینؑ نہ ہونا اور جب تک وہ تم سے تعلق نہ رکھیں تم بھی اُن سے علاقہ نہ رکھنا کہ جب تک وہ میری بیعت پر وفا کریں گے میں اُس کا متعرض نہ ہونگا ۔“ ص ۳۶۹ اس روایت سے معاویہ کے ہاتھ پر امام حسینؑ کا بیعت کرنا بھی ثابت

ہوتا ہے۔ ناسخ التواریخ مضمون خط ہذا میں ایک فقرہ اور بھی درج ہے اور وہ یہ ہے :۔ "ما در ہیچ امرے متعرض حسینؑ نیستم۔ مادام کہ متعرض سلطنت ما نیست پس پوشیدہ دار خاطر خود چندانکہ آشکارا نہ کردہ است مخاطرات خود را از برائے تو۔" ناسخ التواریخ جلد ششم کتاب دوم ص۲۶۷ علاوہ اسکے معاویہ نے ایک خط براہ راست امام حسین علیہ السلام کو بھی لکھا ہے جس سے

امیر معاویہ اور حضرت امام حسینؑ کی خط وکتابت

اسکی نیت کا پتہ لگتا ہے کہ آپ کے کئے امور مجھے دریافت ہوئے اگر وہ درحقیقت سچے ہیں لازم ہے کہ انھیں ترک کیجئے اسلئے کہ جس نے خدا سے عہد و پیمان کیا ہے لازم ہے کہ اپنے عہد و پیمان پر وفا کرے (اگر) جو کچھ میں نے سنا ہے باطل ہے (تو اس تہمت سے اپنے کو بری الذمہ جانئے بروایت ناسخ التواریخ ص۲۶۷) اور جب آپ عہد شکنی کریں گے میں بھی عہد شکنی کرونگا۔ اور آپ اگر بمقام غدر آئیگا میں بھی آپ سے مکر کرونگا پس اس امت کے اجتماع کو برہم نہ کیجئے اور موجب حدوث فتنہ نہ ہوجئے۔ بدرستیکہ آپ لوگوں کو پہچانتے ہیں اور امتحان کرچکے ہیں پس اپنے اوپر رحم اور اپنے دین اور اپنے جد کی امت پر رحم کیجئے بیخرد اور احمقوں سے دھوکا نہ کھائیے۔ جلاء العیون اردو ص۳۶۹ و ناسخ التواریخ ص۲۶۷۔ اس کے جواب میں جو خط امام حسین علیہ السلام نے امیر معاویہ کو لکھا وہ بہت طویل ہے تاہم اسکے مضمون کا اندازہ اول و آخر خط کے دو فقروں سے ہوجائیگا۔ "میرا تجھ سے ارادہ جنگ نہیں ہے اور میں تجھ سے مقام مخالفت میں نہیں ہوں مگر بخدا سوگند میں ڈرتا ہوں کہ پیش خدا تیرے ترک مخالفت سے مستحق عقاب ہوں تو نے مجھے لکھا ہے کہ اپنے اوپر اور اپنے دین اور اپنے

جلد کی امت پر رحم کرو اور اس امت میں فتنہ برپا نہ کرو۔ پس واضح ہو کہ میں
کوئی فتنہ اس امت میں تیری خلافت سے عظیم نہیں جانتا ہوں اور کوئی
چیز اس سے بہتر نہیں جانتا کہ تجھ سے جہاد کروں" صفحہ ۳۷ جلاء العیون باب ۵
فصل ۳۔ اس خط و کتابت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسین علیہ
السلام کو معًا بعد وفات اپنے برادر بزرگوار کے امیر معاویہ کے ساتھ
پرخاش ہو چلی تھی۔ بلکہ کتاب مقتل ابو مخنف میں جو کوائف واقعہ ہائلہ کربلا
میں سب سے قدیم اور شیعہ کی نہایت معتبر کتابوں سے ہے ایک
روایت میں لکھا ہے کہ صلح امیر معاویہ پر نہ صرف شیعیان علیؑ ہی امام
حسنؑ پر معترض تھے بلکہ خود امام حسین علیہ السلام کو بھی اس صلح کا خاص طور
پر رنج تھا اور آپ نے بکمال حسرت وملال یہانتک اس کا اظہار کیا بھائی
جان نے صلح کر کے گویا ہماری ناک کاٹ ڈالی ہے (دیکھو مقتل ابو مخنف
مطبوعہ بمبئی صفحہ ۳۔ ہاں امام حسین علیہ السلام کو واقعی دل میں اس صلح کا کمال رنج تھا

شیعیان عراق امام حسینؑ کو امیر معاویہ کے خلاف بھڑکاتے ہیں

کیونکہ ابھی امیر معاویہ زندہ ہی تھے کہ شیعیان
عراق امیر معاویہ کو خلافت سے معزول کرنیکا
منصوبہ باندھ کر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آ کر حاضر ہوئے تھے مگر انھوں
نے اسوقت میں اس مفسدہ انگیزی کو مناسب نہ جانا گویا امام حسن علیہ السلام نے
شیعوں کو جو جہاد سے دست بردار ہونے اور نماز زکوٰۃ میں مصروف رہنے
کی وصیت کی تھی ان کی وفات کے بعد جلدی ہی انھوں نے اس وصیت کو پس
پشت ڈالدیا اور نئے سرے سے حمایت خاندان نبوت کی آڑ میں ملک و ملت
میں آتش فتنہ وفساد کو بھڑکانے پر آمادہ ہو گئے۔ ان کی بلا سے اگر وہ بقیہ آل عبا
و جگر گوشۂ رسول مقبول اس کشمکش ملکی میں ہلاک ہی ہو جائے بلکہ اگر وہ خود بھی اس

معرکہ آرائی میں آخر کار بدعہدو بیوفا ثابت ہوکر دنیا و آخرت کی روسیاہی کے
وارث ہوں تو کچھ پرواہ نہیں مگر ایک دفعہ ملک میں فساد ضرور ڈالا جائے
س نازم کہ از رقیبان دامن کشاں گذشتی + گو مشت خاک ماہم برباد رفتہ باشد
چنانچہ علامہ مجلسی لکھتے ہیں اور شیخ مفید و سید ابن طاؤس و ابن شہر آشوب
وغیرہم رضوان اللہ علیہم نے روایت کی ہے کہ جب امام حسنؑ نے انتقال فرمایا
شیعیان عراق نے مستعد ہوکر ایک عریضہ امام حسینؑ کو لکھا کہ ہم معاویہ کو خلافت
سے معزول کرکے آپ سے بیعت کرتے ہیں امام حسینؑ نے اسوقت موافقت
ان کی صلاح وقت نہ جانی اور حکم بصبر فرمایا۔ جلاء العیون اردو صہ ۴۳۲ باب ۵
فصل ۱۲ توجہہ سید الشہداء بجانب مکہ۔ ان روایات سے ظاہر ہے کہ ان
نادان دوستوں نے اپنی جلد بازیوں سے امام حسینؑ کی اور اپنی نسبت
امیر معاویہ کو ان کی زندگی ہی میں غیر مطمئن اور بدظن کردینے کا موقع دیدیا تھا
مگر معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہ کی عین منشا تھی کہ مشکلکشا کے فرزند دلبند کی
پیچیدگیوں کو حتی المقدور بغیر استعمال سیف وسنان ناخن تدبیر سے ہی کھولا
جائے تو بہتر ہوگا۔ چنانچہ صلح کے بعد سے تادم زیست شام سے وہ امام
حسن علیہ السلام کی خدمت میں برابر وظائف اور تحفے تحائف مقررہ بھیجتے رہے
اور بنی ہاشم و دیگر خاندان اہل بیت کے لوگوں سے تواضع و مدارات تمام
پیش آتے رہے جنکی کسیقدر تفصیل آگے آتی ہے۔ اور پھر سب سے
بڑھ کر انھوں نے مرتے وقت اپنے بیٹے یزید کو وصیت کی ہے جو علامہ
مجلسی اور صاحب ناسخ التواریخ دونوں نے بطریق خاص یعنی اپنے ائمہ
کرام کی زبانی لکھی ہے وہ ہمارے دعوے کی زور سے تائید کرتی ہے
علامہ مجلسی نے لکھا ہے۔ ابن بابویہ رحمۃ اللہ علیہ نے بسند معتبر امام

امیر معاویہ کی وصیت اور یزید کو نصیحت

زین العابدین سے روایت کی ہے کہ جب ہنگام ارتحال معاویہ پہنچا اپنے فرزند یزید کو طلب کیا اور اپنے پاس بٹھا کر کہا۔ لیے فرزند واضح ہو میں نے تیرے لئے گردن کشان جہان کو ذلیل و منقاد کیا اور جمیع بلاد کو تیرے تحت تصرف میں دیا۔ اب میں تین شخصوں سے تجھپر ڈرتا ہوں اول عبداللہ پسر عمر بن الخطاب دوم عبداللہ پسر زبیر سوم حسینؑ بن علیؑ۔ ولیکن عبداللہ پسر عمر پس وہ تجھ سے جدا نہ ہوگا اگر اس کی خاطر و مدارات تو کریگا ولیکن پسر زبیر اگر اس پر تیرا دست رس ہو جائے بند بند اس کا جدا کر ڈالنا اسلئے کہ وہ ہمیشہ تیری گھات میں ہے مثل اس شیر کے جو شکار کی گھات میں بیٹھا ہو اور مانند روباہ شب و روز باندیشہ و فکر مشغول ہے کہ تیری دولت کو تباہ کرے ولیکن امام حسینؑ پس ان کی نسبت قرابت کا حال رسولخداؐ سے تجھے معلوم ہے کہ وہ پارۂ تن حضرت رسولخداؐ کے ہیں اور انکے گوشت و خون سے پرورش ہوئے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ بیشک اہل عراق ان کو اپنی طرف بلائینگے اور یاری و نصرت ان کی نہ کرینگے بلکہ ان کو تنہا چھوڑ دینگے لازم ہے کہ اگر تو ان پر ظفر پائے ان کی حق حرمت کو پہچاننا اور ان کی منزلت و قرابت جو حضرت رسالت سے ہے اسکو یاد کرنا اور ان کی باتوں پر ان کو مواخذہ نہ کرنا اور جو روابط اس مدت میں ان سے میں نے محکم کئے ہیں ان کو قطع نہ کرنا اور ہرگز ہرگز ان کو کوئی صدمہ و ضرر نہ پہنچانا۔ جلاء العیون باب ۵ فصل ۱۲ صـ ۴۲۱ و صـ ۴۲۲۔ ناسخ التواریخ میں علاوہ ان تین بزرگواران قریش کے عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم کا نام بھی مذکور وصیت ہے۔ علاوہ ازیں حضرت عبداللہ ابن عمر کی نسبت اس میں یہ عبارت ہے:۔ اما عبداللہ بن عمر مردے است کہ بیشتر وقت بہ عبادت پرداختہ است

دعبادت اوراگداختہ است گاہے کہ ہمگاں باتو بیعت کنند او نیز طریق متابعت
سپارد" (دیکھو جلد ششم کتاب دوم صفحہ ۱۱۲ ناسخ التواریخ) اس وصیت کے
بعد علامہ مجلسی نے امیر معاویہ کی نسبت لکھا ہے کہ غرض اس کی ان نصیحتوں
سے حفظ ملک و بادشاہی یزید تھی اسلئے کہ جانتا تھا کہ بعد شہادت امام حسینؑ
سلطنت میں تزلزل ہوگا اور جمیع خلق مومن و منافق یزید سے منحرف ہو گئے"
علاوہ اس کے لکھا ہے کہ وہ بدبخت اعتقاد بخدا و روز جزا و نبوت سید انبیاء
نہ رکھتا تھا اور اس کا کفر و نفاق تمام عالم پر ظاہر تھا۔ مگر افسوس ہے کہ اگر
علامہ مجلسی صاحب کی طرح بزرگان دین کے کاموں کی اغراض کو سامنے
رکھا جائے تو پھر اکثر اہل غرض نکلینگے اس امر کی تائید کے لئے کہ امیر معاویہ
حضرت علیؓ اور اہل بیت رسول صلعم کی صدق دل سے تعظیم کرتے تھے
اور ان کو میدان جنگ سے باہر کوئی خاص پرخاش خاندان نبوت سے
نہ تھی۔ ہم چند اور روایات اس جگہ پر درج کرتے ہیں تاکہ ثابت ہو کہ بقول
خود امام حسن علیہ السلام اسوقت کے شیعوں سے امیر معاویہ بدرجہا بہتر تھے۔

امیر معاویہ اہلبیتؑ کی عزت کرتے تھے

جو خط و کتابت شروع میں مروان کے ریپوٹ پر امیر
معاویہ کی طرف سے مروان اور امام حسین علیہ السلام
کے نام پر ہوئی ہے اور جس کو ناظرین ملاحظہ کر چکے ہیں اس سے بخوبی تائید ہمارے
دعوے کی ہو سکتی ہے۔ پھر جو خط امام حسین علیہ السلام نے امیر معاویہ کو لکھا تھا
اس کا لہجہ اور پیرایہ نہایت سخت تھا۔ اور جس کے پڑھنے سننے پر امیر معاویہ کو
عبداللہ بن عمرو عاص اور خود یزید نے باتفاق رائے ترغیب دی تھی کہ امام
حسینؑ کے عیب اور نقص بھی جواب خط میں لکھدو تو امیر معاویہ ہنس پڑے اور
جو کچھ کہا ناسخ التواریخ میں یوں مرقوم ہے۔ معاویہ بخندید و گفت ہر دو آں نمط سخن ا

گردید من در عیب حسینؑ بن علیؑ چہ سخن کنم واز مثل من کس روا نیست کہ از در باطل بعیب کسے سخن آغاز د و مردمان بہ تفسیر و تکذیب او پردازند و چگونہ عیب کنم حسینؑ را کہ سوگند با خدائے در وسے موضع عیب بدست نشود خواستم بسوئے او مکتوب کنم و او را بوعید تہدید بیم ہم روا ندیدم و قرع الباب لجاع نہ کردم بالجملہ سخنے کہ بر حسین علیہ السلام ناگوار باشد تحریر نہ کرد۔ و مقرر داشت کہ ہر سال ہزار ہزار درہم از بیت المال بہ حضرت او برند و بیرون ایں مبلغ ہموارہ خدمتش را بہ عروض و جوایز متکاثرہ متواترہ میداشت ص۳۰۲ جلد ششم کتاب دوم۔ جس سے معلوم ہوا کہ امیر معاویہ نہ صرف مرتے دم یزید کو حسینؑ کی رعایت کرنے کیلئے وصیت بغرض بقائے سلطنت کر گئے بلکہ شروع سے ہی ہمیشہ اور ہر سال حضرت امام حسینؑ کو ہزار ہزار درہم سالانہ اور اس کے علاوہ بھی تحفے تحایف اور نذرانے بقول صاحب ناسخ التواریخ بھیجا کرتے تھے نیز انھوں نے تحریرًا بھی کبھی کوئی بات امام حسین علیہ السلام کو ایسی نہ لکھی جو انھیں ناگوار خاطر ہو۔ جس شخص کا جو نیک کام بطور معمول و دستور العمل کے ایک عرصہ تک رہا ہو بلکہ وہ شخص اس کام کی نسبت وصیت بھی کر جائے اسکو ایک خاص غرض پر مبنی سمجھ کر اس پر بدظنی کرنا کیا ملا صاحب کے کمال تعصب و ناانصافی پر مبنی نہیں ہے؟۔

دوم۔ ناسخ التواریخ میں علاوہ اسکے لکھا ہے کہ امیر معاویہ نے یزید کو اور بہت سی نصیحتیں کیں جن سے ان کی عام جبلیت اور نیک مزاج ہوتے کا پتہ لگتا ہے کہ "اے پسر بہ حلال قناعت کن و از حرام مناعت جوئے و در کار رعیت انحراف مورز" پھر اسی موقعہ پر وصیت کے آخر ہی الفاظ یہ ہیں۔ انگاہ گفت اے پسر ہوس باز آر و خویشتن را نیک واپائے کہ چوں در حضرت حق حاضر شوی خون حسینؑ بن علیؑ در گردن نداشتہ باشی کہ ہیچگاہ روئے

امیر معاویہ کی وصیت یزید کو

آسائش دیدار نہ کنی و موبد و مخلد فرسائش عقاب و عذاب بینی - پھر یزید کو بروایت
ابن عباس ایک حدیث سنائی جس کا یہ مطلب ہے کہ آنحضرت صلعم نے
فرمایا کہ اے پروردگار اس شخص سے برکت لے لے جو میرے حسینؑ کی
حرمت میں کمی کرے اسکے بعد لکھا ہے - این بگفت و اور اغشی فراگرفت (دیکھو
ناسخ التواریخ صہ ۱۱۱) امید نہیں کہ کوئی انصاف پسند ان متواتر نصائح و وصایا کو اور
ان کے طریق اظہار کو ریا اور دنیوی غرض پر محمول کرے -

سوم - مجلسی صاحب نے جو امیر معاویہ کو کفر و نفاق سے نسبت دی ہے اس سے
بھی سراسر ان کی بے انصافی ٹپکتی ہے اگر وہ کافر و منافق ہوتے تو حضرت امام
حسنؓ اور امام حسینؓ ہر سال اُن سے ہزاروں روپئے کی تنخواہ اور تحایف متواتر
ہرگز قبول نہ فرماتے - ہر شخص کے اندرونی نیک و بد کو اسکے ظاہرا اعمال تصدیق

امیر معاویہ کا حُسن انجام

کرنے والے ہوتے ہیں اور اصل اندرونی کیفیت مجلسی
صاحب تو کیا سوائے ذات خداوندی کسی نبی اور امام کو بھی معلوم نہیں ہو سکتی -
علاوہ ازیں صحابہ رضی اللہ عنہم کے مناقب مندرجہ قرآن و احادیث پیش
کئے جانے پر شیعہ لوگ جواب دیتے ہیں کہ نیک وہ ہے جس کا انجام
نیک ہے اسواسطے ان ہی کے مقررہ اور پسندیدہ معیار پر امیر معاویہ کے
انجام کی بابت ناسخ التواریخ سے لکھا جاتا ہے کہ جیتے اور مرتے دم بھی امیر
معاویہ نے اپنے متعلق یہ وصیت کی تھی - ہمان قمیصے و ازارے و ردائے
از رسولؐ خدا در نزد معاویہ بود و از موئے سر آنحضرت مبلغے داشت و مقدارے
از ناخن پیغمبر ہنگام چیدن اندوختہ بود و وصیت کردہ بود کہ چوں من بمیرم مرا
دریں جامہ ہائے مبارک درپیچید و بینی و دہان مرا از موئے سر آنحضرت
و پارہ ہائے ناخن او انباشتہ سازید صہ ۱۱۴" ایک مسلمان کے لئے ایک

مسلمان کے حسنِ انجام کی شہادت کے واسطے میرے نزدیک یہی شہادت ایک شیعہ مورخ کی کتاب سے کافی ہے ورنہ وادی السلام والوں کے حسن انجام کی بھی کوئی بہترین دلیل پیش کرنی پڑے گی۔

آمدیم برسر مطلب امیر معاویہ کی یہ وصیت میں نے تاریخ کامل ابن اثیر میں ایک دفعہ بچشم خود دیکھی تھی اور کچھ عرصہ ہوا کہ علامہ عمادی صاحب نے اخبار وکیل امرتسر میں بدعات محرم پر تین اشاعات میں مضمون نکالا اور بعض شیعہ صاحبان نے اس پر تعریض کیا تو ایک مضمون میں انھوں نے تاریخ طبری کا بھی حوالہ لکھا تھا گویا وصیت کی کوئی گمنام روایت نہیں ہے لیکن چونکہ ہم نے صرف شیعہ کتابوں سے روایات اور واقعات اخذ کرنے کا التزام کیا ہے اسواسطے اہل انصاف کے واسطے محقق ابن بابویہ کی روایت جو امام زین العابدین علیہ السلام تک منتہی ہوتی ہے اور جس کو علامہ مجلسی بسند معتبر فرماتے ہیں کہ نہایت کافی سند ہے۔ اس میں غور کرنے کے لائق یہ بات ہے کہ آخر امیر معاویہ کو امام حسین علیہ السلام کا اسقدر پاس خاطر کیوں تھا بار بار انھوں نے اپنے بیٹے یزید کو آنحضرت کی سفارش کی۔ کیا وہ شیعیان علیؑ سے ڈرتے تھے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ ان کی دلاوری اور مہارت فن جنگ وہ کئی بار نیچا دکھا چکے تھے بلکہ اگر شیعہ روایات پر اعتماد کیا جائے تو اسوقت کوئی شیعہ پہلے سے ہی عراق بھر میں نہیں رہگیا تھا کیونکہ صلح امام حسنؑ کے بعد کے واقعات میں علامہ مجلسی لکھتے ہیں۔

"اسوقت بلیہ اہل کوفہ سب سے زیادہ ہوا اسلئے کہ وہاں اور جگہ سے شیعہ زیادہ تھے پس معاویہ نے زیاد کو کوفہ اور بصرہ کا والی کیا چونکہ زیاد پلید شیعوں کو پہچانتا تھا ایک مدت تک جناب امیرؑ کے ہمراہ رہا تھا پس وہ شقی

شیعیان جناب امیرؑ کو ڈھونڈتا تھا اور جہاں پاتا تھا ان کو قتل کر دیتا تھا۔ شیعوں کو
ڈراتا اور ہاتھ پاؤں ان کے کاٹتا تھا اور درختان خرمہ میں لٹکا کر پھانسی دیتا
تھا اور آنکھیں نکلواتا اور شہر سے نکالدیتا اور آوارہ وطن کرتا تھا۔ یہانتک
کہ سب شیعوں کو عراق سے نکالدیا اور عراق میں کوئی شیعہ نہ رہا مگر مارا گیا یا
سولی دیا گیا یا قید کیا گیا یا آوارہ وطن کر دیا گیا (دیکھو جلاء العیون باب ۴ فصل ۵
صفحہ ۳۲۶)۔ ہندوستان و ایران کے شیعہ شاید انہی آوارہ وطن کوفیوں کی
یادگار ہیں ورنہ امیر معاویہ جیسے مطلق العنان بادشاہ ملک شام
و عراق کے گرفت سے شیعیان کوفہ عراق سے نکلکر تعجب ہے کہ
کہاں پوشیدہ ہو گئے تھے۔ اس صورت میں بیچارے شیعیان عراق
کیا اور ان کا اندیشہ بغاوت کیا جو امیر معاویہ کو اپنے محل سرا میں فوت
ہونے کے وقت اصلی غرض کے اظہار سے مانع ہوسکتا۔ باقی رہے
صحابہ اور ان کی اولاد جو اکثر مدینہ منورہ میں مقیم تھے ان کی نسبت پہلے
ہی شیعہ صاحبان نے فیصلہ کر لیا ہوا ہے کہ سب مہاجرین و انصار
اور تابعین جو ان واقعات میں زندہ تھے کچھ تو امیر معاویہ کی داد و دہش
پر اور کچھ اپنے زمانہ جاہلیت کے کینوں کی وجہ سے خاندان نبوت
کے بدخواہ دشمن ہو گئے تھے۔ اب دو باتوں سے ایک بات ضرور
تسلیم کرنی چاہیئے یعنے یا تو زیاد کے ظلم و ستم اور قتل عام والی روایت
غلط ہے یا یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ خاندان نبوت سے سب اہل اسلام
کو ہمدردی تھی اور سب تہ دل سے امام حسینؑ کے خیر خواہ تھے اگر امام
حسین علیہ السلام اپنی مرضی سے یا کوفیوں کی ترغیب سے کوفہ کو نہ جاتے
اور حجاز میں ہی مقیم رہتے اور یزیدیوں کا لشکر ان پر چڑھائی کر کے آتا جسطرح

عبداللہ ابن زبیر پر چڑھ کر مکہ و مدینہ کی طرف آیا تھا اور قیامت خیز معرکہ ہوا تھا اور اسوقت اپنے پیارے نبیؐ کے نواسہ کی کوئی امداد نہ کرتا اور وہ بیکس و بے مدد گار شہید ہو جاتے تو پھر شیعوں کو حق تھا کہ مہاجرین و انصار کی اولاد پر بیوفائی کا طعن کرتے۔ غرض تعصب بُری چیز ہے اچھے اچھے مدعیان تحقیق و عدل کی زبان کو اظہار حق سے روک دیتا ہے اور جوش تعصب میں کچھ زبان اور قلم سے کلمۂ حق نکل بھی جاتا ہے تو ساتھ ہی اس میں کوئی وسوسہ و شبہہ بھی ڈال ہی دیتے ہیں مگر آخر تا بکے ع تاڑ جاتے ہیں تاڑنیوالے جو اصل بات ہے وہ صاف طور پر عیاں ہے کہ مسلمانوں کے سب سے پہلے بادشاہ امیر معاویہ عظیم الشان سلطنت کی بنیاد قایم کر کے اسکی باگ اپنے بیٹے کے ہاتھ میں دیرہے ہیں انھوں نے کمال شفقت سے اپنی عمر بھر کے تجربہ کی باتوں اور پند و نصائح سے اسکے کان کھولدیئے ہیں یزید کو خود خوب معلوم تھا کہ امیر معاویہ حضرات حسنین علیہم السلام سے کس طرح کا سلوک کرتے رہے پھر امیر شام جیسے پختہ کار انسان سے بالکل ناممکن ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو ایک ایسے امر کی وصیت کریں جس پر انھوں نے خود اپنی زندگی میں عمل کر کے نہیں دکھایا۔ ہرگز نہیں امیر معاویہ کے عمل درآمد کا کسی قدر ذکر پیشتر ہو چکا ہے اور کسی قدر آگے بھی عنقریب ذکر ہوگا نفس مضمون وصیت میں ہم جہانتک غور کرتے ہیں کوئی بات خلاف واقعہ نہیں ہے ملکی نشیب و فراز پر کافی نظر رکھنے کے لئے وہ اپنے بیٹے کو سمجھاتے ہیں کہ تمام ملک عرب و شام میں اگر کوئی تیرے خلاف ہے تو تین یا چار شخص ہیں اول عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سو ان کی نسبت انھوں نے ظاہر کر دیا ہے کہ ان سے تو تجھ کو اندیشہ نہ ہوگا۔ دوسرے مدعیان خلافت اگر مصلحت

کرینگے تو وہ بھی کر لیں گے اور دوسرے عبداللہ ابن زبیر کی نسبت صاف طور پر کہا گیا کہ وہ تیرے سخت دشمن ہیں ان کا تو بھی سختی سے مقابلہ کرنا یہاں پر سوچنا چاہیئے کہ عبداللہ ابن زبیر کون تھے۔ ان کی حیثیت اور رسوخ اہل اسلام میں کسقدر تھا کہ امیر معاویہ جیسے مدبر ملکی کی نگاہ میں اُن کا اندیشہ عبداللہ بن عمر اور جناب امام حسینؑ سے بھی بڑھ کر ایک عظیم فتنہ کی شکل میں کھٹک رہا ہے۔ تیسرے امام حسینؑ سو اُن کی نسبت ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ امیر شام نے اپنے بیٹے کو کسقدر مفصل اور مختلف پیرایوں میں فہمائش کر دی ہے اور حضرت کی ذات ملکی صفات اور مقدس تعلق نبوی کو کیسا کھول کر بتلا دیا ہے کہ اس میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا۔ آپ کے بارہ میں امیر شام نے اپنی سلطنت کیلئے کسی اندیشہ کا وہم ہی نہیں کیا البتہ حسینؑ کی اپنی ذات کو اہل عراق کی بغاوت اور ان کو کوفہ کیطرف بلانے سے جو ناقابل تلافی نقصان متصور تھا باوجود عالم ما کان ما یکون نہ ہونیکے امیر معاویہ نے اسکو بھی ظاہر کر دیا اور تعجب ہے کہ ایک غیر معصوم کی بات آخر کار حرف بحرف پوری ہو کر رہی۔ اصول کافی کتاب الحجۃ میں ایک باب ہے جس کا عنوان یہ ہے کہ امام وہ ہوتا ہے جو واقعات گذشتہ کا علم بھی رکھتا ہو اور جو کچھ آئندہ واقعہ ہونا ہے اس کا بھی اُسکو علم ہو۔ اور یزید نے بھی اپنے شفیق باپ کی وصیت کے اس خاص حصہ پر پورا پورا عمل کیا یعنی عبداللہ ابن زبیر کا نہایت سختی سے مقابلہ کیا اور بے رحمی کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا لیکن امام مظلوم کے بارہ میں ظاہر ہے یزید نے نہ تو از خود ان پر چڑھائی کی نہ ان کو خاص طور پر مدینہ منورہ چھوڑنے پر مجبور کیا بلکہ ان کا حال دوسرے مدعیان خلافت کے ساتھ مشترک تھا۔

دیکھو بعیت کیلئے حاکم مدینہ کو لکھا گیا تو صرف امام کی بعیت کیواسطے ہی نہیں بلکہ دوسروں کی بعیت کے واسطے بھی۔ دوسرے مدعی آخر تک مدینۃ الرسول میں مقیم رہے اور زہد و گوشہ نشینی میں عمر بسر کر دی اور کسی نے ان کا بال تک بیکا نہ کیا۔ تیسرے جوانمرد نے میدان کارزار میں نہایت جوانمردی و استقامت سے حریف کا مقابلہ کر کے قریشی شجاعت کا نمونہ دکھا دیا لیکن افسوس امام حسینؑ پر جنھوں نے اپنے مرکز کو کوفیان بیوفا کے کہنے پر چھوڑ دیا ورنہ عبداللہ ابن زبیر اور امام حسینؑ دونوں قریش اور بنی ہاشم کے چشم و چراغ باہم متفق ہو کر یزید کا مقابلہ کرتے تو یہ قومی جنگ تاریخ اسلام میں دنیا کے عظیم الشان معرکوں میں شمار ہوتا اور بنی ہاشم کی دھاک دینوی جاہ و جلال کے رنگ میں بھی بلاد اسلام میں بندھجاتی۔ غرض ان واقعات کے ہر ایک پہلو پر سیر کن بحث ہو سکتی ہے لیکن بخوف طوالت ان کو قلم انداز کر کے قوم کے ہونہار نوجوانوں کی طبع آزمائی کے لئے چھوڑ دیتا ہوں امیر معاویہ کی وصیت کے ایک فقرہ کی تصریح قابل بیان معلوم ہوتی ہے اسکے بعد پھر واقعہ کربلا کا ذکر آئے گا۔ وہ فقرہ یہ ہے۔

امیر معاویہ اور امام حسینؑ کے روابط

کہ جو روابط میں (امیر معاویہ) نے اس مدت میں ان (امام حسین علیہ السلام) سے محکم کئے ہیں ان کو قطع نہ کرنا۔ ان روابط کے متعلق چند روایات ذیل میں درج کیجاتی ہیں جن سے ظاہر ہو گا کہ امیر شام کے تعلقات عام اہل اسلام سے عموماً اور بنی ہاشم اور حضرات حسنین علیہم السلام سے خصوصاً کس قسم کے تھے۔

اول۔ علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ قطب راوندی نے جناب صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایک روز امام حسنؑ نے امام حسینؑ و عبداللہ ابن جعفر سے

فرمایا کہ جایزہ معاویہ کی جانب سے پہلی تاریخ تمھیں پہنچیگا جب پہلی تاریخ
ہوئی جس طرح حضرت نے فرمایا تھا جایزۂ معاویہ پہنچا اور امام حسنؑ بہت قرضدار
تھے جو کچھ حضرت کے لئے اس نے بھیجا تھا اس سے اپنا قرض ادا کیا اور
باقی اہل بیت اور اپنے شیعوں میں تقسیم کر دیا اور امام حسینؑ نے بھی اپنا قرض
ادا کیا اور جو کچھ باقی رہا اُس کے تین حصے کئے ایک حصہ اپنے اہلبیت اور
شیعوں کو دیا اور دو حصے اپنے عیال کیلئے بھیجے اور عبداللہ ابن جعفر نے
اپنا قرض ادا کیا اور جو باقی بچا وہ معاویہ کے ملازم کو انعام میں دیا اور جب
یہ خبر معاویہ کو پہنچی اس نے عبداللہ ابن جعفر کیلئے بہت مال بھیجا (دیکھو جلاء العیون
باب ۲ فصل ۴ ص ۳۰۲ بیان معجزات امام حسنؑ)

دوم۔ روایت ہے کہ جب امام حسنؑ معاویہ کے پاس شام میں گئے پس
اُس روز بہت مال و متاع کسی موضع سے معاویہ کے لئے لائے اور
فہرست اس کی معاویہ کو دی معاویہ نے امام حسنؑ علیہ السلام کو دیدیا (جلاء العیون
ص ۲۹۶ باب ۲ فصل ۴۔

سوم۔ روایت ہے کہ جب معاویہ مدینہ میں آکر مجلس عام میں بیٹھا اشراف
مدینہ کو بلایا اور ہر شخص کو موافق اس کی لیاقت کے پانچہزار درہم سے سو سو
ہزار تک عطا و بخشش کرتا تھا۔ پس امام حسنؑ آخر مجلس میں داخل ہوئے امیر
معاویہ نے کہا آپ دیر میں آئے اس لئے کہ مجھے بہ بخل منسوب کیجئے
اور میرے پاس کچھ موجود نہ ہو کہ لائق آپ کے ہو پس معاویہ نے اپنے
خزانچی سے کہا کہ اب تک جس قدر میں نے تقسیم کیا ہے اس سب کے
برابر امام حسنؑ کو دیا جائے۔ جلاء العیون ص ۲۹۵۔

چہارم۔ جناب علیؑ کے سگے بھائی عقیل بن ابیطالب خلافت مرتضوی

میں بوجہ قلت تنخواہ و مواجب جناب علی علیہ السلام سے خفا ہو کر معاویہ کے پاس شام چلے گئے تھے اور امیر معاویہ کے دربار میں ان کی کمال تعظیم و توقیر کی جاتی تھی (دیکھو مجلس سوم مجالس المومنین ذکر حضرت عقیل صفحہ ۸۵ مطبوعہ ایران -

پنجم - حضرت علیؑ کے برادر زادے عبدالرحمن بن جعفر طیار بھی جیسا کہ روایت اول میں مذکور ہوا دربار امیر شام میں بہت رسوخ رکھتے تھے چنانچہ امیر معاویہ نے ایک لاکھ درہم آپ کو صرف اس آرزو میں دیا تھا کہ آپ اپنے صاحبزادے کا نام انکے نام پر رکھیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا - (دیکھو مجالس المومنین ہشتم صفحہ ۲۶۲ ذکر عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار)

ششم - مورخ ناسخ التواریخ وقایع سال پنجاہ و چہار میں لکھتے ہیں کہ اس سال میں ملک یمن کا خراج امیر شام کے واسطے اونٹوں پر شام کو لیجا رہے تھے جب یہ لوگ مدینہ میں پہنچے حسین علیہ السلام نے حکم فرمایا کہ اس سب مال و اجناس کو ماخوذ کر لیں اور پھر سب مال کو اپنے اہل بیت اور دوستوں میں تقسیم فرمایا اور امیر معاویہ کو خط لکھدیا کہ امابعد ملک یمن سے ایک قافلہ اونٹوں کا ہمارے ہاں گذرا جن پر مال اور عنبر و خوشبو تمہارے لئے جا رہے تھے تاکہ خزانہ دمشق میں داخل کرے یا تیرے رشتہ دار ان کو کام میں لاویں چونکہ مجھ کو ضرورت تھی اسواسطے میں نے لے لیا والسلام - کتاب مذکور صفحہ ۵۷ و ۵۸ امیر معاویہ نے باوجود اس عیش دستی کے امام حسین علیہ السلام کو نہایت نرم پیرایہ میں اس واقعہ کی شکایت لکھ بھیجی اور آخر معاف بھی کر دیا اصل عبارت خاص موقعہ کی نمونتہً نقل کیجاتی ہے

"اگر آں (قافلہ شتران) را ترک کردی تا بمن آوردند از انچہ بہرہ و نصیبہ تو بود دریغ نداشتم لکن گمان میکنم اے برادر زادہ کہ ترا خیال مدارات

"مصافات نیست و در زمان من با محبت من این کردار بر تو صعب نمی افتد چه بر قدر و منزلت تو دانایم و معفو میدارم الخ"

ھفتم :- پھر ناسخ التواریخ جلد مذکور میں ایک اعرابی سائل کا ذکر ہے کہ امیر شام اور حسین علیہ السلام ہمکلام تھے۔ سائل کی طرف امیر نے توجہ نہ کی اس نے امام کو مخاطب کیا۔ امام علیہ السلام کی سفارش پر امیر نے سائل کا سوال پورا کر دیا۔ اعرابی امام کا شکریہ اور ستایش کرنے لگا اس پر امیر نے سائل سے پوچھا کہ عطیہ میں نے کیا اور شکریہ امام کا اسکی کیا وجہ ہے تو اعرابی نے جواب دیا کیونکہ عطا ان کے حق سے ہوئی اور میری حاجت روائی ان کے فرمودہ سے ہوئی اسواسطے مستحق شکریہ بھی وہی ہیں بروایت ابن شہر آشوب ص۱۵۷

ھشتم۔ ناسخ التواریخ کے حوالہ سے بیشتر روایت لکھی گئی ہے کہ امام حسین علیہ السلام اور دوسرے بزرگان بنی ہاشم کی تنخواہیں مقرر تھیں اور ہر سال ان کو تنخواہ اور تحایف مدینۂ منورہ میں بھیجے جاتے تھے جو حسب ذیل ہے۔

"مقرر داشت کہ ہر سال ہزار ہزار درہم از بیت المال بحضرت او برند و بیرون این مبلغ ہموارہ خدمتش (حسینؑ) را بہ عروض و جوایز متکاثرہ متواتر میداشت ص۲۵۷ جلد ششم کتاب دوم ناسخ التواریخ مطبوعہ ایران۔ اسیطرح جلد مذکورہ ناسخ التواریخ میں کافی کی روایت سے لکھا ہے کہ معویہ بن سفیان نے مروان بن الحکم کو جو حاکم مدینہ تھا حکم بھیجا کہ ہر ایک قریشی نوجوان کی تنخواہ بیت المال سے مقرر کرے تاکہ ہر سال وصول کیا کریں اور اپنے خرچ میں لادیں۔

اور اس موقعہ پر ایک عجیب روایت بھی لکھی ہے کہ حضرت امام زین العابدینؑ اسوقت خورد سال تھے۔ فرماتے ہیں۔ مجھ سے مروان نے پوچھا

آپ کا نام کیا ہے میں نے کہا علیؑ بن الحسینؑ کہا کہ آپ کے بھائی کا نام میں نے کہا علیؑ۔ اس نے کہا بس علی ہی علی؟ غالباً آپ کے والد بزرگوار کا ارادہ ہے کہ اس کا کوئی بیٹا نہ ہو جس کا نام علیؑ نہ ہو۔ پھر لکھا ہے این بگفت و مبلغ در وجہ من مقرر داشت چوں بنزد پدر آمدم واین قصہ را باز گفتم۔ فقال الحسین ویل علی ابن الزرقا و دباغة الادم لو ولد لی مائة لاحببت ان لا اسمی احدا منھم الا علیا (دیکھو جلد مذکور صہ ۷۹)

نہم۔ عام ملت اسلام کے ساتھ نیکی و بھلائی کرنے کے متعلق صاحب ناسخ التواریخ فرماتے ہیں۔ مادام کہ معاویہ زندہ بود مسلمانان را بہ بذل حبیبہ وابرے دانفاد مواہب و عطا یا خورسند میداشت صہ ۵۳ جلد مذکور۔

دہم۔ شاید شیعہ کہیں کہ عام مسلمانوں کو دیتا تھا کیونکہ سب لوگ پیروان سنت شیخین رضی اللہ عنہما تھے سوال یہ ہے کہ شیعوں کو بھی کچھ ملتا تھا یا نہ؟ سو جواباً تحریر ہے اگر شیعوں کو اپنی شکم پر وری کا خیال نہ ہو تو جب ثابت کیا گیا کہ تمام شاہزادگان بنی ہاشم و جوانان قریش وخصوصاً حضرات حسنینؑ کو مقررہ مواجب اور جایزے دیدیے اور تحایف ہمیشہ پہنچتے رہتے تھے اور کبھی کبھی جو وہ خود ہی بلا اجازت امیر شام کے مال و اموال پر متصرف ہو جاتے تھے تاہم امیر شام ان کو اپنا عزیز مکرم جان کر ان کی ناز برداری کیا کرتے تھے تو اس صورت میں خواہ شیعوں کو کچھ بھی نہ ملتا تب بھی اپنے اماموں کی خاطر امیر شام کے زیر بار احسان تھے۔ مگر امیر شام کی داد و دہش پر تعجب ہے کہ کوئی مسلمان بھی خواہ شیعہ ہو خواہ غیر شیعہ اس کی سخاوت سے محروم نہ تھا بلکہ سباب شیعوں کی زبانی خطاہائے باصواب

سنکر بھی ان کو معقول عطیہ و انعام سے لاجواب کردیتے۔ چنانچہ ناسخ التواریخ کی جلد مذکور میں لکھا ہے کہ امیر معاویہ کے ساتھ صلح کرنے کی وجہ سے سب لوگ امام حسن علیہ السلام کو ملامت کا نشانہ بناتے تھے اور معاویہ سے اپنا حق طلب کرنے اور مقابلہ کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے اور امام حسن علیہ السلام کی طاقت سے معاویہ ڈرتا رہتا تھا۔ آگے اصلی عبارت لکھی جاتی ہے تاکہ کسی کو شبہہ نہ رہے۔ وبا شیعیان امیر المومنین علیہ السلام کار برفق و مدارا میفرمود چندانکہ شیعیان علیؑ سفر شام میکردند و معاویہ را بہ شنعت و شتم می آزردند باینہمہ عطائے خود را از بیت المال میگرفتند و بسلامت می رفتند ص۳۷ جلد مذکور۔ اور صاحب مہیج الاحزان نے بھی لکھا ہے کہ امیر معاویہ کی طرف سے شیعوں کو بہت کچھ داد و دہش ہوتی تھی۔ اصل عبارت یہ ہے (امیر معاویہ) ہر کسے را ہدیہ میفرستاد و ہر کس را تحفہ میداد ص۹۲ مطبوعہ ایران

چلو چھٹی ہوئی سے ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے + اسکی زلفوں کے سب اسیر ہوئے۔ وتلک عشرۃ کاملۃ۔

ناظرین روایت متذکرہ بالا کا مقابلہ علامہ مجلسی کی اس روایت سے کریں جس میں انھوں نے لکھا ہے کہ بحکم امیر معاویہ زیاد نے تمام شیعیان عراق کو قتل یا جلا وطن کر دیا تھا اور علمائے شیعہ کے انصاف اور دیانت کا اندازہ کریں۔ کیا اس احسان عام کا بدلہ جو بروایت شیعہ امیر شام تمام عمر عام مسلمانوں سے کرتے رہے اور خصوصاً حضرات حسنین علیہما السلام سے کرتے رہے یہی بدلہ ہے کہ ان کو کافر و منافق کہا جاوے اگر وہ سچ مچ کافر و منافق تھے تو بنی ہاشم و امام حسین علیہ السلام کا جو ہمیشہ انکے

ہاں سے نقد و جنس تنخواہ و تحایف ہی لیتے رہتے تھے کیا حال ہو گا؟
کسی کافر یا منافق کے مال سے تنخواہ و تحایف لینا امام حسین علیہ السلام
جیسے باخدا اور حق پرست بزرگان دین کے پاک دامن پر کیا بدنما دھبہ
نہیں لگاتا؟ اور تمام بنی ہاشم جو امیر معاویہ کی عنایتوں کے منتظر و
دست نگر رہتے تھے ان کی ذاتی وجاہت و خاندانی غیرت کو خاک
میں نہیں ملا دیتا۔ کیونکہ جیسا پیشتر امام حسن علیہ السلام کی زبانی بجواب
شیعہ معترضین صلح امیر معاویہ ذکر ہو چکا ہے امام حسنؑ امیر معاویہ کے
تھوڑے احسان کو بھی بنی ہاشم کے لئے عار کا موجب ظاہر فرما چکے
ہیں۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ امیر معاویہ معصوم تھے یا فرشتہ تھے یا ان سے
کوئی امر مکروہ بتقاضائے بشریت سرزد نہیں ہو سکتا۔ لیکن جس صورت
میں کہ آپ کے تعلقات بنی ہاشم و حضرات حسنین علیہما السلام کے ساتھ
باوجود ایک عرصہ تک ملکی مخالفت کے بالکل برادرانہ اور اسلامی اخوت
کی شان رکھنے والے رہے ہیں اگر کوئی امر مکروہ بھی تاریخ اسلام میں
ان کی طرف منسوب ہو تو ہمیں ایسا ظاہر کرنا کہ وہ سرے سے کافر و
منافق تھے اور اسی امر مکروہ کو ہر دفعہ افشار کرنا اور ان کے اچھے کاموں کو
بھلا دینا یا ان کو عمداً عوام سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرنا خلاف
انصاف ہی نہیں ہے بلکہ اخلاق اسلام کے بھی برخلاف ہے
عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو　　نفی حکمت مکن از بہر دل عامے چند
شیعہ راویوں کے تعصب کی ایک اور مثال اس موقعہ پر ہدیہ ناظرین
کیجاتی ہے کہ جب اعتراض کیا جائے کہ مانا کہ باغ فدک کو شیخین
نے جناب سیدہؓ سے غصب کر لیا تھا لیکن جناب علیؓ نے اپنی خلافت

میں کیوں اس پر تصرف نہ کیا تو جواب دیا جاتا ہے کہ اہلبیت کی شان سے
یہ امر بعید ہے کہ غصب شدہ مال کو پھر اپنے تصرف میں لائیں۔ رسول صلعم
بھی جب مکہ معظمہ سے ہجرت کر گئے تھے تو حضرت علیؓ کے بھائی
حضرت عقیلؓ نے حضرت کے گھر کفار کے ہاتھ فروخت کر دیئے تھے
اور پھر جب آنحضرت صلعم فتح مکہ کے وقت واپس تشریف لے آئے
تو ان گھروں کو واگذاشت نہ فرمایا بلکہ اسی بیع کو بحال رکھا چنانچہ قاضی
نور اللہ شوستری مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام ہمام جعفر صادق
را پرسیدند کہ سبب چہ بود کہ حضرت امیر در ایام خلافت خود در فدک
تصرف ننمود جواب فرمود دراں اقتدا بحضرت رسولؐ نمود ند کہ عقیل بن
ابیطالب خانہ آنحضرت را قبل از فتح مکہ بہ غصب فروختہ بود و چوں فتح
مکہ شد بعض از اصحاب دراں اثنا حضرت رسالت را گفتند کہ الحال بخانہ
خود نزول باید نمود آنحضرت فرمود مگر عقیل بجہتہ ما خانہ گذاشتہ ہے ما از اں
اہل بیتیم کہ ماے را کہ از ما بہ ظلم گرفتہ باشند باں رجوع نمیکنیم (دیکھو مجلس
اول ذکر فدک صفحہ ۲۸)۔ فدک پر تصرف نہ کرنے میں تو آنحضرت صلعم
کی اقتدا تجویز کی گئی لیکن امیر معاویہ کی خلافت جو باعتقاد شیعہ غصب
شدہ تھی اس سے ہزاروں روپوں کا فائدہ اٹھانا اور حرام و حلال کی تمیز
نہ کرنا کس کی اقتدا ہے؟۔ امیر شام نے جو حق خدمت اہلبیت کرام ادا
کیا خدا ان کو اس کی جزائے خیر بخشے۔ یہ صفت انکی از خود نہ تھی بلکہ
حضرت عمر کی اقتدا تھی۔ علامہ بلاذری نے فتوح البلدان میں تصریح
کی ہے کہ حضرت عمر نے جب سب مہاجرین و انصار کی تنخواہیں مقرر فرمائی
تھیں تو سب سے زیادہ لحاظ اصحاب بدر کا کیا گیا تھا۔ اور ان کی تنخواہ پانچہزار

درہم تھی اور حضرات حسنین علیہم السلام کو باوجودکہ اصحاب بدر سے نہ تھے لیکن بپاس خاطر اہلبیت رسالت ان کی تنخواہ بھی پانچہزار مقرر فرمائی تھی فتوح البلدان مطبوعہ یورپ صـ ۔ ناظرین یہ سلوک اہل بیت کرام کے ساتھ ان لوگوں کے ہیں جو باعتقاد شیعہ نہ دل سے ایمان لائے تھے نہ آنحضرت کے خیر خواہ تھے خواہ وہ اصحاب ثلاثہ ہوں خواہ مہاجرین وانصار اور خواہ امیر معاویہ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ جو لوگ ازل سے شیعیان علیؑ تھے اور جن کی مٹی بھی حضرت علیؑ واہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹی سے مخمر تھی اور دشمنان اہلبیت کے افعال ناسزا اور ان کے عذاب وعقاب کو بھی جانتے تھے انھوں نے اہل بیت کرام کے ساتھ کون سا حق وفاداری ولازمہ جان نثاری ادا کیا بلکہ متواتر بداطواریوں اور بیوفائیوں سے کن لوگوں کی اقتدا کی؟ شیعیان حضرت علیؑ حضرت امام حسنؓ کے اعمالنامے کسقدر ناظرین پر واضح ہو چکے ہیں اب ہم حضرت امام حسین علیہ السلام کے شیعوں کا حال بھی عرض کرتے ہیں:۔

جواب (واللہ متم نورہ)

اہلبیت رسولؐ نظر بند تھے انکے پاس آنا جانا جرم تھا	ابوالآمنہ صاحب! کیا خدا نے آیہ مودۃ میں رسولؐ کے ذوی القربیٰ کی مودت کرنیکا

اور رسولؐ نے حدیث ثقلین میں اپنی عترت سے تمسک کرنے کا جو حکم دیا تھا اس کا مطلب یہی تھا کہ ان حضرات کے پاس کوئی آنے جانے نہ پائے ناپرسانی کی حالت میں رہیں اور امت جہالت میں پڑی سب سے ہم

ایسی نظر بندی تو کفار نے بھی رسولؐ کی نہ کی تھی۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر ان حضرات کی ذات سے خدا و رسولؐ نے وابستہ کر دیا تھا۔ ان کے پاس ان کے جد کی امت بالغرض دریافت مسائل واحکام الہی آنے جانے کیلئے مجبور تھی۔ لیکن یہ حضرات اسطرح نظر بند کئے جاتے ہیں اور اجرائے دین خدا کی اس طرح روک تھام کیجاتی ہے کہ ان حضرات کے پاس لوگوں کا آنا جانا جرم ٹھہرایا جاتا ہے۔ جو آئے وہ مجرم اور اپنے پاس آنے دینے کے یہ مجرم۔ آپ بھی محض مروان کے خط سے اقتباس کر کے امام حسینؑ پر یہ جرم لگاتے ہیں کہ عراق وحجاز کے شیعہ امام حسین کی خدمت میں آتے جاتے تھے! مگر نہ کسی کا نام ہے نہ کسی جماعت کے آنے کا یا ان سے کسی قسم کی گفتگو ہونے کا کوئی ثبوت۔ جھوٹا الزام لگانے کیلئے زبان سے جو چاہتے ہیں کہے جاتے ہیں۔

مروان اور معاویہ کے خطوں کا منشاء

اولاً یہ امر قابل غور ہے کہ یہ مراسلات درمیان معاویہ جو بادشاہ وقت بنا ہوا ہے اور اس کے گورنر مروان کے بطور راز سلطنت کے ہو رہے ہیں اس کی خبر دوسروں کو کیونکر ہو سکتی ہے خصوصاً جبکہ معاویہ تاکیداً لکھتا ہے کہ مخاطرات خود را پوشیدہ دار اس خط کے طشت از بام ہونے سے اور کتابوں میں درج ہونے سے صاف ظاہر ہے کہ یہ دونوں خط مکاری کے تھے اور مکاری سے مشتہر کئے گئے ہیں۔ غرض معاویہ کی محض جھوٹی خبر بعیت حسین کی مشتہر کرانی تھی۔ رپورٹ جس کی ظاہر کی جاتی ہے یہ وہی مروان طرید رسولؐ ہے جس کو رسولؐ نے مدینہ سے نکلوا دیا تھا دیکھو

تاریخ مروج الذہب مسعودی) یہ وہی مروان ہے جس نے عثمان خلیفہ کے حکم سے ظاہرا حکومت مصر کی سند لکھ کر محمد بن ابو بکر کو دیدی اور عقب سے خفیہ خط والی مصر کے نام لکھ کر روانہ کر دیا کہ محمد بن ابو بکر کو قتل کر ڈالنا (دیکھو تاریخ ابو الفدا) یہ وہی مروان ہے جس نے معاویہ کے حکم سے رسول ص کے سبط اکبر امام حسن ع کو بخطا زہر دغا سے شہید کرایا اور ان کے جنازہ پر اپنے ہمراہ بی بی عائشہ کو لیکر تیر بارانی کرائی (دیکھو روضۃ الصفا) اب اس شہید ستم جفا کے چھوٹے بھائی کو قتل کرانیکی فکر ہو رہی ہے۔

ابو الآمنہ صاحب! مروان کی جھوٹی رپورٹ فتنہ انگیزی پر مبنی تھی اور معاویہ بن ابو سفیان مولفۃ القلوب یعنی ناقص الایمان جو حریص بیعت حسین کا تھا اس کا خط بنام مروان یہ غلط افواہ پھیلا کر مسلمانوں کو دھوکہ دینے کیلئے تھا کہ لوگ سمجھیں کہ حسین نے بیعت کی ہے اور معاویہ خلیفہ برحق واجب التعظیم ہے مسلمانوں سے تحفہ جات اور مال خدا پانے کا مستحق ہے۔ یہ دونوں خط راز سلطنت کے ہیں اگر واقعی راست بازی سے ہوتے تو ان کی خبر دوسروں کو نہ ہوتی لیکن چونکہ صرف بیعت حسین ع کی جھوٹی خبر طشت از بام کرنا مقصود تھا اسطرح شایع کیا گیا کہ ہزار برس کے بعد مجلسی علیہ الرحمہ نے بھی اپنی کتاب جلاء العیون میں آپ لوگوں کی کتابوں سے نقل کیا حالانکہ ہرگز مجلسی علیہ الرحمہ بیعت کے قایل نہیں ہیں مگر اس خط کے نقل کرنے سے آج آپکو موقع استدلال کا ملا جو مطلب معاویہ کا تھا اس کو آج آپ ہی پورا کر رہے ہیں۔ ان دونوں خطوں کے مضامین کا فریبی اور جھوٹا ہونا اولاً

امام حسینؓ کی مظلومانہ شہادت اختیار کرنے اور اس خط سے جو حضرت
نے معاویہ کو لکھا تھا ثابت ہے۔ اگر واقعی جیسا کہ مروان نے بعد وفات
امام حسنؓ اپنی رپورٹ میں لکھا تھا سچ ہوتا تو درحالیکہ حضرت علیؑ کے آمادہ
جہاد ہونے پر آن واحد میں نوے ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ امام حسین
کے ساتھ دس برس کے عرصہ میں کربلا تک کروروں آدمی جمع ہو جاتے
جیسا کہ مسٹر میبو ماربین جرمنی نے بھی اپنی مورخانہ تحقیقات اسباب
واقعہ کربلا میں لکھا ہے۔ مگر حسینؓ کل سترہ بنی ہاشم جنمیں صرف فرزند
بھائی۔ بھتیجے۔ بھانجے حتی کہ ایک ششماہہ بچہ بھی داخل ہے اور پینسٹھ
رفقا جن میں بعض ہفتاد سالہ و ہشتاد سالہ صحابۂ رسولؐ بھی ہیں لیکر
حق و باطل میں فرق دکھانے کیلئے سربکف نکلتے ہیں۔ جو اس طرح راہ
خدا میں اپنی جان قربان کرنے پر از اول تا آخر آمادہ ہوا و خلافت معاویہ
کو اس امت میں عظیم ترین فتنہ سمجھا ہو اس کی نسبت یہ خیال کرنا کہ
بیعت کی ہوگی حق کا خون کرنا ہے۔ خود حضرت کے جواب سے ظاہر
ہے کہ آپ نے معاویہ سے بیعت نہیں کی تھی علاوہ اسکے آپ
خود ہی لکھتے ہیں کہ امام حسینؓ صلح معاویہ سے ناخوش تھے اور
پھر اس جناب پر بیعت کا اتہام بھی لگاتے ہیں۔ چہ خوش! ع
خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم۔ ثانیاً یہ کہ معاویہ و مروان کے خطوط کا
بطلان معاملہ صلح سے بھی ثابت ہے کہ جب معاویہ نے اصرار کیا
تو امام حسنؓ نے صاف فرما دیا کہ حسینؓ شریک صلحنامہ نہ ہونگے نہ بیعت
کرینگے حتے کہ وہ خود اور ان کے اہلبیت شہید ہو جائینگے۔ دیکھئے!
امام حسنؓ نے امام حسینؓ کو شریک صلحنامہ کرنے سے بھی انکار کیا

تاکہ بوجہ شرکت صلحنامہ بیعت کا اشتباہ بھی نہ ہونے پائے۔

ثالثاً خود امام حسینؑ کے خط سے جو بجواب معاویہ لکھا تھا معاویہ و مروان کے خطوط کی غلط بیانی صاف صاف ثابت ہے۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں کہ "اے معاویہ تو نے میری طرف سے ان مخالفتوں کا ذکر کیا ہے جن کی جانب تو میرے لئے راغب ہے اور میں ان سے بری ہوں اور تو نے میری نسبت لوگوں سے جو سنا ہے یہ خوشامدی اور جھوٹے لوگوں نے مجھ پر صاف صاف تہمت باندھی ہے" اس سے صاف تکذیب مروان کے خط کی ہوگئی اور یہ بھی کھل گیا کہ خود معاویہ حضرت کے قتل کی فکر میں ہے۔ کیا دی سے بطور پشیندی حضرت پر اتہام باندہ رہا ہے اور معاویہ نے جو اپنے خط میں فریباً لفظ بیعت لکھکر جو پھیلانی چاہی تھی اس کی بھی تکذیب حضرت کے خط سے ظاہر ہے۔ حضرت نے معاویہ کی بدنیتی دروغگوئی۔ سفاکی۔ مکاری۔ قتل اصحاب رسول صلعم و دیگر زہاد و عابدین و صلحائے امت اور تمام عہد شکنیوں۔ بدکرداریوں۔ افعال قبیحہ و خلاف شریعت امور جو معاویہ سے سرزد ہوئے سکھے لکھکر قلعی کھولدی اور صاف لکھدیا کہ میری دانست میں تیری خلافت سے بڑھکر اور کوئی فتنہ دوسرا اس امت میں نہیں ہے اور میرے نفس اور میرے دین اور سارے امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کوئی دوسری چیز اس سے بڑھکر مفید نافع اور افضل نہیں ہے کہ میں تیرے ساتھ جہاد کروں۔ اگر میرا یہ مقابلہ اور مقاتلہ انجام پا گیا تو مجھ کو حضرت رب العزت میں شرف قربت حاصل ہوگا اور اگر میں اس کو ترک کروں تو مجھ کو اسکے لئے استغفار کرنا چاہیئے اور خدائے تعالیٰ سے طلب ارشد کرنا چاہیئے۔

ص۲۰ج۲ امامت وسیاست

ایسے حضرات پر اتہام بیعت لگانا بجز مکاری کے اور کیا کہا جاسکتا ہے؟
ابوالآمنہ صاحب! آپ نے امام حسینؓ کے خط سے صرف دو فقرے مختلف مقامات سے اول و آخر کی عبارت چھوڑ کر اپنے مطلب کے مطابق تراش کر اس مقام پر اپنے رسالہ میں لکھے ہیں۔ اول فقرہ تو یہ ہے کہ "میرا تجھ سے ارادۂ جنگ نہیں ہے اور میں تجھ سے مقام مخالفت میں نہیں ہوں" یہ فقرہ تو کسی طرح آپ کے مفید مطلب نہیں ہے بلکہ برعکس ہے۔ معاویہ زبردستی فتنہ پردازی کر رہا ہے۔ جس کی تصریح بھی حضرت نے اپنے خط میں کر دی کہ "تو نے میری طرف سے اپنے لئے ان مخالفتوں کا ذکر کیا ہے جن کی جانب تو میرے لئے راغب ہے اور میں ان سے بری ہوں" اس فقرہ سے آپ چشم پوشی کر گئے ہیں۔ دوسرا فقرہ جو امام حسینؑ نے غالبًا بایں خیال کہ پہلے فقرہ سے لوگ معاویہ کو خلیفہ برحق نہ سمجھ لیں اس کی بیدینی اور ناقابل برداشت ظلم کو جسنے تمام مسلمانوں کو مشوش اور مضطرب الحال بنا رکھا تھا اپنے جواب میں دکھا کر تحریر فرمایا تھا اور جس کو آپ نے اپنے لئے مفید مطلب سمجھ کر لکھا ہے یہ ہے "مگر بخدا سوگند میں ڈرتا ہوں کہ پیش خدا تیری ترک مخالفت سے مستحق عقاب ہوں تو نے مجھے لکھا ہے اپنے اوپر اور اپنے دین اور اپنے جد کی امت پر رحم کرو اور اس امت میں فتنہ برپا نہ کرو پس واضح ہو کہ میں کوئی فتنہ اس امت میں تیری خلافت سے عظیم نہیں جانتا ہوں اور کوئی چیز اس سے بہتر نہیں جانتا کہ تجھ سے جہاد کروں" اسی دوسرے فقرہ کو لکھ کر آپ لکھتے ہیں کہ اس خط و کتابت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ "امام حسینؑ کو مع‌ًا بعد وفات اپنے برادر

بزرگوار کے امیر معاویہ کے ساتھ پرخاش ہو چلی تھی" یہ کیسی بے ایمانی کی بات ہے؟ حضرت پہلے فقرہ میں صاف انکار فرماتے ہیں آپ اس کو گو جاتے ہیں اور دوسرے فقرہ پر استدلال کرتے ہیں۔ آپ کا منشاء یہ ہے کہ امام حسنؑ کو جو حسین کے پیارے بھائی رسول کے سبط اکبر اور بزرگ خاندان تھے معاویہ نے بعد صلح باوجود گوشہ نشینی بنخیطا زہر دغا سے شہید کرا دیا تو کیا۔ خود حسینؑ پر جھوٹا اتہام لگا کر ان کو شہید کرنے کی فکر میں تھا تو کیا۔ ایسے صحابہ رسولؐ کو جو مرد صالح تھے جن کے جسم کثرت عبادت سے گھل گئے تھے قوتیں زائل ہو گئی تھیں رخسارے مائل بزردی ہو گئے تھے اور نیز دیگر ایسے شخصوں کو جو نماز گذار و عابد و پرہیز گار تھے ظلم و بدعت کو برا سمجھتے تھے اور راہ خدا میں کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے خوف نہیں کرتے تھے معاویہ نے باوجود غلیظ قسمیں کھا کر امان دے رکھنے کے بعد بغیر اسکے کہ وہ لوگ کوئی فتنہ برپا کریں محض اس جرم پر کہ وہ لوگ اہل بیت رسولؐ کی تعظیم کرتے تھے ظلم و بدعت سے قتل کر ڈالے تو کیا۔ صالحان خدا کو تہمت لگا کر ان میں سے بہتوں کو قتل اور بہتوں کو جلا وطن کر دیا تو کیا امت رسولؐ کو مشوش اور مضطرب الحال بنا رکھا تھا تو کیا۔ دین خدا میں ہزار رخنے ڈالتا تھا تو کیا یزید کے ایسے شرابخوار اور بیدین فاسق و فاجر کی بیعت لیکر جو شرائط صلحنامہ کے بالکل خلاف تھی۔ دین ابو سفیانی تو جاری کر رہا تھا حسینؑ کو معاذ اللہ چاہیئے تھا کہ باوجود ان سب مظالم کے معاویہ اور یزید کا خلیفہ برحق ہونا تسلیم کر لیتے حق گوئی کو راہ دیکر ان کے عیوب کو ظاہر کرتے

امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے چشم پوشی کرتے۔ مکارم الاخلاق کی جس کے لئے ان کے جدامجد مبعوث ہوئے تھے تعلیم نہ دیتے معاویہ نے تو اپنی مکاری کو جتا کر اسی غرض سے خط لکھا تھا کہ حسینؑ اس کی مکاری سے ڈر کر اور کچھ نہ لکھیں صرف اس کا خلیفہ برحق ہونا تسلیم کرلیں۔ لیکن حسینؑ وہ ہیں جنھوں نے زمانہ سے اقرار کرادیا ؎

دین است حسین و دیں پناہ است حسین
سر داد نداد دست در دست یزید × حقا کہ بنائے لاالہ است حسین

آپ نے معاویہ کے مظالم کو چھپانے کی غرض سے امام حسینؑ کے پورے خط کی نقل یا اس کا ترجمہ نہیں لکھا ہے ہم روضۃ الاحباب سے جو اہلسنت کی مشہور و معروف کتاب ہے اور جس کا حوالہ آپ نے بھی بعض مقام پر رسالہ زیرجواب میں دیا ہے معزز ناظرین کے ملاحظہ کے لئے حضرت کے مسلّم خط کا جو عربی میں ہے ترجمہ ذیل میں درج کردیتے ہیں تاکہ آپ کی حرفت کھلجائے اور معاویہ کے مظالم ناظرین پر ظاہر ہوجائیں۔

امام حسینؑ نے جو جواب معاویہ کے خط کا لکھا تھا اُس کا ترجمہ

اما بعد تیرا خط آیا جس میں تو نے میری طرف سے اپنے لئے اُن مخالفتوں کا ذکر کیا ہے جن کی جانب تو میرے لئے راغب ہے اور میں اُن سے بری ہوں یہ سمجھ لے کہ دروازہ حسنات بغیر حکم خدا کے نہ کبھی کھلتے ہیں اور نہ کبھی بند ہوتے ہیں اور تو نے جو کچھ لوگوں سے میری نسبت سنا ہے یہ خوشامدی اور جھوٹے لوگوں نے مجھ پر صاف صاف تہمت باندھی ہے تجھے خوب معلوم ہے کہ میں تجھ سے جنگ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا ہوں اور تجھ کو بھی خلاف کرنا نہیں چاہیئے۔ لیکن خدا کی قسم میں اپنی ترک مخالفت سے خوش نہیں ہوں اور اس ترک مخالفت کی وجہ سے تجھ کو اور تیرے تابعین

کو جو فاسطین و ملحدین اور گروہ شیاطین اور لشکر ظالمین ہیں کوئی حق یا کوئی
عذر نہیں ہو سکتا ہے۔ کیوں اے معاویہ کیا تو وہ شخص نہیں ہے جس نے
حجر ابن عدی کندی کو قتل اور ایسے شخصوں کو جو نماز گذار و عابد و پرہیز گار تھے
ظلم و بدعت کو بُرا سمجھتے تھے اور راہ خدا میں کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے
خوف نہیں کرتے تھے تو نے ظلم و تعدی سے قتل کیا حالانکہ ان کی امان
اور تحفظ کے لئے تو نے غلیظ قسمین کھائی تھیں اور عہد ہائے استوار کئے
تھے بغیر اس کے کہ یہ لوگ تیرے ملک میں کوئی فتنہ برپا کریں تو نے
ان سب کو ہلاک کیا۔ اور اے معاویہ کیا تو وہ شخص نہیں ہے جس نے
عمرو بن الحمق خزاعی کو قتل کیا جو صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
تھے اور ایسے مرد صالح تھے کہ کثرت عبادت نے ان کے جسم کو
گھلا دیا تھا ان کی قوتوں کو زائل اور ان کے رخساروں کو مائل بہ زردی
کر دیا تھا بعد اس کے کہ تو اُن کو خط امان دیچکا تھا اور اپنے اس عہد پر
حلف محکم لے چکا تھا اور وہ تیرے ایسے اقرار تھے کہ انسان کیا اگر
کسی طائر کو بھی تو نے ایسا اطمینان دلایا ہوتا تو وہ ضرور پہاڑ کی چوٹی سے
اڑ کر تیرے پاس چلا آتا مگر تو نے اس کے بعد بھی اپنے پروردگار
پر جرأت کی اور اُس عہد کا استخفاف کر کے ان کو قتل کر ڈالا۔ ہاں
اے معاویہ کیا تو ایسا شخص نہیں ہے جس نے زیاد بن سمیہ کو جو
غلامان ثقیف سے ایک غلام کے نطفہ سے ہے اپنا بھائی بنا لیا اسکو
ابوسفیان کا بیٹا قرار دیا حالانکہ حسب الارشاد رسالت پناہ زنا کار کی
سزا پتھر ہے تو نے اپنی خود غرضی کی وجہ سے سنت رسولؐ کو ترک
کیا اور ثقفی غلام زادہ کو اپنا بھائی بنا کر حکومت عراقین پر مامور کیا اُسنے

مسلمانوں کے ہاتھ اور پانوں کاٹ ڈالے ان کی آنکھیں نکلوا کر گرم لوہے
سے اندھا کیا اور ان کے اجسام کو درختوں کی شاخوں پر لٹکایا گویا
وہ لوگ اس امت سے نہیں تھے اور تجھ سے کوئی علاقہ نہیں رکھتے
تھے۔ ہاں اے معاویہ کیا تو وہ شخص نہیں ہے کہ تیرے حکم سے
زیاد بن سمیہ نے لکھ بھیجا کہ قبیلہ حضرمین کے لوگ حضرت علی علیہ السلام
کے دین پر ہیں تو تو نے اس کو حکم دیدیا کہ عموماً جو شخص طریقہ علی پر پایا
جاوے اس کو قتل کر ڈالو اور ان کی امثال سے ایک کو بھی نہ چھوڑو
حالانکہ خدا کی قسم ہے علی علیہ السلام نے دین خدا کے لئے تجھ کو اور تیرے
باپ اور بھائی کو اپنی شمشیر آبدار کے نیچے رکھا تھا ان ہی امور کے
کینہ و حسد سے تو تو نے آج مسند خلافت کو غصب کر لیا ورنہ تیرا
اور تیرے باپ کا شرف تو رحلت الشتاء والصیف تھا اور تو نے
جو اپنے خط میں یہ لکھا ہے کہ اپنے نفس اور اپنے دین اور امت
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نظر کیجئے اور شق عصائے امت اور
تفرقۂ جماعت سے پرہیز کیجئے تو میری دانست میں تیری خلافت سے
سے بڑھ کر اور کوئی فتنہ دوسرا اس امت کے لئے نہیں ہے
اور میرے نفس اور میرے دین اور سارے امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے لئے کوئی دوسری چیز اس سے بڑھ کر مفید و نافع اور افضل
نہیں ہے کہ میں تیرے ساتھ جہاد کروں اگر میرا یہ مقابلہ اور مقاتلہ انجام
پا گیا تو مجھ کو حضرت رب العزت میں شرف قرب حاصل ہوگا اور اگر
میں اسکو ترک کروں تو مجھ کو اسکے لئے استغفار کرنا چاہیئے اور خدا
تعالی سے طلب رشد کرنا چاہیئے۔ اور تو نے یہ جو لکھا ہے کہ اگر آپ

میرے حقوق کا انکار کیجئے گا تو میں بھی آپ کے حقوق کا انکار کرونگا اور اگر آپ میرے حقوق پر تاکید فرماوینگے تو میں بھی آپ کے حقوق پر تاکید کرونگا پس افسوس ہے تجھ پر مجھ کو تو تجھ سے امید رکھنے کے عوض میں یہ یقین کامل ہے کہ تیرے مکر سے کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔ بلکہ وہ الٹ کر تجھ پر آتا رہے گا کیونکہ تو اپنی جہالت پر سوار اور عہد شکنی پر حریص ہو گیا ہے اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تو نے اپنے معاہدوں میں سے کسی ایک عہد پر بھی وفا نہیں کی اور تو نے اپنے اقرار اور پیمان و معاہدہ صلح کے بعد جن پر تو نے سخت سے سخت قسمیں کھائی تھیں ان مسلمانوں کو بغیر اس کے کہ تجھ سے منازعہ پر آمادہ ہو کر کسی طرح کی مخالفت پیش کریں تو نے مار ڈالا اور ان کا کوئی گناہ یا تقصیر بجز ہماری محبت ہماری تعظیم اور ہمارے ذکر فضیلت کے اور کچھ نہیں تھا اور تو نے ان لوگوں کو خاص کر اس وجہ سے قتل کرایا کہ شاید تو مر جائے اور یہ لوگ زندہ رہجائیں تو قتل سے بچ جائیں گے۔ پس اے معاویہ تجھ کو قصاص کی بشارت ہو اور یقین کر کہ روز حساب بہت جلد آنیوالا ہے اور یہ بھی یقین کر لے کہ خدائے منتقم کے پاس ایسی جامع کتاب ہے کہ دنیا کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا گناہ ایسا نہیں ہے جو اس میں درج نہ کیا جاتا ہو۔ خدا تیری ان حرکتوں کو خوب دیکھتا ہے کہ تو نے آدمیوں پر بہتان رکھا ہے اور صالحان خدا کو تہمت لگا کر ماخوذ کیا ہے ان میں سے بہتوں کو تو نے قتل کرا دیا اور بہتوں کو ان کے مساکن و شہر سے جلا وطن کرا دیا اور اپنے بیٹے یزید کے لئے جو شراب پیتا اور کتوں سے

کھیلتا ہے تو خلق خدا سے بیعت لیتا ہے۔ یہ امر سوائے اس کے
نہیں ہے کہ تو نے اپنے نفس کو سخت نقصان میں ڈالا ہے اور اپنے
دین کو ہلاک کیا ہے اور اپنے ماتحت رعایا کو مشوش اور مضطرب
الحال بنایا ہے اور اپنی امانت و دیانت کو خراب کیا ہے جہال زمانہ
کی باتوں کو سنتا ہے اور نکوکاروں و پرہیزگاران عالم کو ڈراتا ہے
اور دھمکاتا ہے صرف اسلئے کہ اپنے حصول مقاصد پر تو فائز ہو والسلام"
ابوالآمنہ صاحب! آپ بحوالہ ابو مخنف لکھتے ہیں کہ "امام حسنؑ نے جو
معاویہ سے صلح کی تھی اس کا امام حسینؑ کو خاص طور پر رنج تھا" اس
مقام پر جو کلمہ آپ نے بے ادبی کا اپنے مضمون میں استعمال کیا
ہے اس کو ناظرین خود آپ کے مضمون میں دیکھ لیں گے ہم اس کا
اعادہ نہیں کر سکتے۔ دیکھئے امام حسینؑ کے اس خط سے جو حضرت
نے معاویہ کے جواب میں لکھا ہے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ حضرت
لکھتے ہیں کہ اے معاویہ تو خوب جانتا ہے کہ ہمارا ارادہ تجھ سے
جنگ کا نہیں ہے۔ تو نے میری طرف سے اپنے اُن مخالفتونکا
ذکر کیا ہے جن کی جانب تو میرے لئے راغب ہے تو نے
عہد شکنی کی بعد مصالحت کے کسی ایک عہد پر بھی وفا نہ کی اور تو نے
اپنے اقرار اور پیمان و معاہدہ صلح کے بعد جس پر تو نے سخت
سے سخت قسمیں کھائی تھیں مسلمانوں کو بغیر اس کے کہ وہ تجھ سے منازعت
پر آمادہ ہو کر کسی طرح کی مخالفت پیش کریں تو نے مار ڈالا ابوالآمنہ صاحب!
آپ اپنے بغض و عناد سے جو ہر مقام پر شیعوں پر اکسانیکا اتہام لگاتے
آتے ہیں اس کی بھی رد حضرت کے اس خط سے ہوگئی۔ حضرت صاف

تحریر فرماتے ہیں کہ ان کا کوئی گناہ یا تقصیر بجز ہماری محبت ہماری تعظیم اور ہمارے ذکر فضیلت کے اور کچھ نہیں تھا۔ حضرت اس کی عہد شکنیوں اور مظالم کو نام بنام جتا کر فرماتے ہیں کہ اے معاویہ تو نے حجر ابن عدی اور عمرو بن الحمق خزاعی کے ایسے صحابہ رسولؐ و زاہد و عابد متقی و پرہیزگار کو بلا قصور قتل کر ڈالا۔ اپنے بیٹے یزید کے لئے جو شراب خوار ہے اور کتوں سے کھیلتا ہے تو خلق خدا سے بیعت لیتا ہے۔ مسلمانوں کی گردنیں اس کے ہاتھ میں دینا چاہتا ہے۔ اور نصیحت کرتے ہیں کہ اے معاویہ خدا سے ڈر قیامت قریب ہے اپنے مظالم سے باز آ۔ مظالم دکھا کر اور سمجھا کر تحریر فرماتے ہیں کہ دین اسلام کے لئے کوئی چیز اس سے بڑھ کر مفید اور نافع و افضل نہیں ہے کہ تجھ سے جہاد کیا جائے کیونکہ ایسی حالت میں تجھ سے جہاد نہ کرنے میں خوف عقاب ہے لیکن بمصداق آیہ ختم اللہ علی قلوبھم الخ حضرت کے افہام و تفہیم اور وعظ و نصائح پر بھی معاویہ متنبہ نہ ہوا اور اپنے مظالم سے باز نہ آیا۔ دیکھئے اس کے مظالم کی حالت آپ کے امام ابوالحسن ابن محمد باسناد صحیح مسلم باب الفتن اپنی کتاب الاحداث میں لکھتے ہیں جس کو شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اپنی کتاب ازالۃ الخفا میں نقل کیا ہے اور محمد بن یوسف الکنجی شافعی نے بھی اپنی کتاب غارات میں صحیح مسلم کے اسناد سے لکھا ہے کہ چون امر سلطنت بر معاویہ استوار ایستاد فرمان گذار خویش را در امصار و بلاد فرمان داد کہ برئت الذمۃ ممن روی شیئا من فضل ابی تراب و اهل بیتہ عہد خویش را شکستم و حبل بیعت و پیمان خود را گسستم از انکہ فضائل علی ابن ابیطالب علیہ السلام و اہلبیت او سخنے بر زبان آرد و

روایت یا حدیثے کند چوں ایں خبر در بقاع و بلاد پراگندہ گشت در ہر بقعہ
و بلدہ خطیبے بر منبر عروج داد نخستیں زباں بہ لعن و شتم (معاذ اللہ) علیؑ و
اہلبیت علیہم السلام کشاد و برأت از حضرت ایشاں جست و خاصتہً در کوفہ
کہ شیعیان علیؑ علیہ السلام از دیگر امکنہ اینجا زیادہ بودند زیاد بن ابیہ کہ دریں
وقت حکومت کوفہ و بصرہ داشت و شیعیان علی علیہ السلام را چہ از مرد
و چہ از زن از شیخ و کودک ہر یک را نیکو میشناخت چرا کہ سالہائے فراواں
در شمار عمال جناب علی علیہ السلام می بود و ایشاں را بہتر میدانست و
منزل و ماوائے ایشاں را ہر چند در زاویہا و تیعولہا بودی نیکو میشناخت
دست ظلم و ستم بیازید و ہمگاں را دستگیر ساخت و با تیغ در گذرانید جماعتے
را میل در کشید و نابینا ساخت و گروہے را دست و پا ببرید و از شاخہائے
نخل در آویخت و گروہے را کہ در مواکہائے و تنگاہائے کبار مستور
می شدند کمتر از شناختگان شیعیان علی علیہ السلام در عراق بجا نماندند
ہمچناں در تمامت آفاق بدینگونہ بہ عمال خویش ابلاغ کرد کہ جا مدہید شیعہ علی
علیہ السلام را کہ حاضر شوند برائے ذکر احادیث و اخبارے کہ مشعر است
بر فضائل علی علیہ السلام۔

اب ذرا بصرہ کے شیعوں کی حالت بھی اسی کتاب الاحداث
کی سند سے ملاحظہ فرمائیے "زیاد بن ابیہ ثمرہ بن جندب را بجائے خود
گذاشتہ از کوفہ مراجعت نمود و از پس او ثمرہ بن جندب ہشت ہزار
مردم بصرہ و بیرون بصرہ را گردن زد و در میان ایشاں چہل و ہفت
تن حافظ و قاری تمام قرآن بودند جرم و جریرت اینجماعت حب علی ابن
ابیطالب علیہ السلام بود بلکہ بعضے را بہ تہمت از شیعیان علیؑ گفتند و سر

برگرفتند۔

ایک دوسرا حکمنامہ بھی معاویہ نے اپنے مملکت کے جمیع عمالان کو عام طور پر لکھا کہ "نیک نگراں باشید در حق ہر کس کہ استوار افتاد کہ از دوستداران علیؑ ابن ابیطالب و محبان اہلبیت اوست نام اورا در دیوان عطایا کہ از بیت المال مقرراست خط ترقین برکشید و ساقط سازید وجیبہ و اجرائے اوراہم رضانہ داد"۔ ابوالآمنہ صاحب! آپ اپنے معاویہ کے داد و دہش کی تعریف کرتے ہیں اور سرے لکھتے ہیں چلو چھٹی ہوئی۔ آپ کے اس لکھنے سے معاویہ کا حق الناس سے چھٹکارا ناممکن ہے۔ وخطے دیگر نگاشت کہ ہر کس راکہ بدوستی علی علیہ السلام واہلبیت او متہم سازند اورا ہرچند کہ استوار نباشد و گواہے بر ایں معنی حاضر نشود بہماں تہمت اورا دستخوش نقمت سازند و سراز تنش بردارید چوں ایں حکم از معاویہ پراگندہ شد عمال وحکام او برقتل شیعیان علی علیہ السلام بپرداختند و بسیار کس را بہ تہمت نادرست و گمان سست باتیغ درگذرانیدند وخانہ ہائے ایشاں را خراب ساختند"۔

دیکھیے ایسا ظلم قبل صلحنامہ نہ تھا تاہم امام حسین علیہ السلام از عہد امام حسن علیہ السلام یعنے ونیس بیس برس سے برابر اپنے وقت تک مظالم اور سختیاں دیکھتے آتے ہیں اور وعظ و نصائح کرتے آتے ہیں جیسا کہ حضرت کے خطے سے ظاہر ہے۔ نہیں چاہتے ہیں کہ نوبت جنگ و جدال کی آئے۔ خلق خدا زیادہ قتل ہو اور خونریزی عظیم ہو۔ اب ملاحظہ کیجیے تاریخ طبری جلد ۶ میں ہے کہ "حضرت علیؑ کے کئی دوستوں اور شیعوں کو معاویہ نے زندہ دفن کرادیا"۔ فرمائیے کیا آپ کے

نزدیک یہی مناسب تھا کہ امام حسین علیہ السلام ایسے ایسے مظالم دیکھا کرتے اور اس کے انسداد کا کچھ بندوبست نہ کرتے؟ حضرت کی شان سے بعید تھا کہ اب ان کو ایسی بیکسی کی حالت میں چھوڑ دیں اور یہ بھی حضرت کی مروت کا مقتضا نہ تھا کہ جہاد کیلئے ان سے اعانت طلب کریں کیونکہ وہ تو خود قتل و غارت ہو رہے تھے اور نیست و نابود کئے جاتے تھے اب بقیۃ السیف کو کیوں اپنے ہمراہ لیجا کر تلواروں کی باڑھ پر رکھدیں کہ دنیا شیعوں کے وجود سے قطعاً خالی ہو جائے ہنوز حضرت اسی فکر میں تھے اور اپنی مظلومانہ شہادت کا تہیہ فرما رہے تھے کہ دفعۃً معلوم ہوا کہ معاویہ مرگیا۔ اور یکایک خط اسی یزید ناہنجار کا جس کی نسبت امام حسینؑ نے معاویہ کو لکھا تھا کہ مسلمانوں کی گردنیں اسکے ہاتھ میں نہ دے۔ حاکم مدینہ کے پاس پہنچا کہ حسینؑ سے اور عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن زبیر سے بیعت لے۔ اگر انکار کریں تو سر کاٹ کر بھیجدے۔ فرمائیے! جس شخص کی نسبت حضرت نے خود معاویہ کو لکھا تھا کہ شرابخوار ہے اور کتوں سے کھیلتا ہے اس کو مسلمانوں پر مسلط نہ کر اور اس کے لئے مسلمانوں سے بیعت نہ لے اب حضرت خود کیونکر اس کی بیعت کر لیتے؟ بجز اسکے کہ مظلومانہ شہادت اختیار کریں اور کوئی چارہ نہ تھا۔ بیعت بھی کیسی بیعت تھی؟ ملاحظہ کیجئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب جذب القلوب میں لکھتے ہیں کہ بیعت اس شرط پر لیجاتی تھی کہ یزید چاہے ان کو بیچڈالے چاہے آزاد کرے۔ چاہے ان سے خدا کی اطاعت کرائے چاہے ان کو خدا کی نافرمانی کا حکم دے!!!

بتائیے یہ دین خدا کی بیعت تھی یا دین ابوسفیانی کی؟

ابوالآمنہ صاحب! آپ مقتل ابومخنف کو شیعوں کی کتاب کہتے ہیں تو آپ کی اصطلاح کے مطابق ابومخنف بزدل بیوفا دغاباز مکار لالچی اور کاذب تھا۔ ایسے کے قول و فعل کا کیا اعتبار؟ ارے صاحب ابومخنف سُنی تھا۔ وہ جو لکھتا ہے کہ "صلح امیر معاویہ سے نہ صرف شیعیان علیؑ ہی امام حسنؑ پر معترض تھے بلکہ خود امام حسینؑ کو بھی اس صلح کا خاص طور پر رنج تھا" ہم نے اس کی حالت خود امام حسینؑ کے خط سے اور معاویہ کے مظالم اور عہد شکنیوں پر حضرت کے و نیس بیس برس تک تحمل فرمانے سے دکھا دیا اگر معاویہ صلح پر قایم رہتا اور حضرت کے افہام و تفہیم کو مانتا تو ہرگز ضرورت جہاد کی نہ ہوتی اور یوں خاندان رسالت تباہ و برباد نہ ہوتا۔

شیعوں پر اُکسانے اور بیوفائی کے اتہام کا جواب

ابوالآمنہ صاحب ہم نے حضرت علیؑ کا حال امام حسنؑ کا حال اور امام حسینؑ کا حال لکھکر اوپر دکھا دیا۔ اب بتائیے کہ ان تینوں حضرات میں سے کون معصوم اکسانے اور جلد بازی سے کسی شیعہ کے بلا مصلحت وقت جہاد پر گیا ہے البتہ طلحہ و زبیر نے بی بی عائشہ کو اکسایا اور معاویہ نے زبیر کو بخطاب امیر المومنین یہ خط لکھ کر کہ ہم تمھارے لئے بیعت لے رہے ہیں اور طلحہ کو تمھارا ولیعہد بنایا ہے طلحہ و زبیر و بی بی عائشہ صاحبہ کو اکسایا یہی باعث جنگ جمل و جنگ صفین کا ہوا (دیکھو تاریخ اعثم کوفی و ابوالفدا اور روضۃ الصفا وغیرہ) ان ناکثین و قاسطین و مارقین سے جہاد کرنے کیلئے خود رسولؐ فرما گئے تھے (دیکھو اسد الغابہ و نہایہ ابن اثیر)

اور معاویہ امام حسنؑ سے صلح کرنے کے بعد شرائط صلح پر قائم نہ رہا عہد شکنی
کی تاہم حضرت ساکت رہے۔ حتے کہ یزید کا خط حاکم مدینہ کے نام خاص
امام حسینؑ کو قتل کرنے کیلئے آیا۔ یہی باعث معرکۂ کربلا کا ہوا۔ اسکے
قبل نہ حضرت ابھی جہاد کے لئے تیار تھے نہ مدینہ سے باہر قدم نکالا تھا۔
امام حسنؑ بھی بلا لحاظ گفت وشنود اعوان و انصار ضرور جہاد فرماتے
اگر حضرت علیؑ اپنی وصیت میں ان کو ایسا حکم دیئے ہوتے۔ دیکھئے
مصلحت وقت دیکھ کر اس شورش کو فرو کرنے کے لئے جو معاویہ کے
مکر سے اسلام میں پیدا ہو گئی تھی۔ بہت سے لوگ خارجی ہو گئے تھے
ہاتھ جہاد سے روک کر اسلام کو بچانے کیلئے حضرت علیؑ نے امام
حسنؑ کو جہاد کا حکم نہیں دیا۔ ہر ایک امام اپنے امام ماسبق کے منشاء پر
عمل کرتا ہے۔ اب ملاحظہ فرمائیے کہ امام حسنؑ نے بخیال اسکے
کہ یہ صلح جو مصلحتاً وقتی شورش کو فرو کرنے اور اسلام کو تباہی سے
بچانے کیلئے کی جاتی ہے اس سے لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ معاویہ
حق پر ہے اسی وقت امام حسینؑ کو شریک صلحنامہ کرنے سے صاف
انکار کر دیا اور امام حسینؑ کے جہاد کی خبر بھی دیدی۔ چنانچہ امام حسنؑ
کے اسی منشاء پر امام حسینؑ نے عمل فرمایا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عہد خلافت
بنی امیہ میں شیعہ انگلیوں پر گننے کے قابل تھے۔ آج کوئی بقعہ
دنیا میں کم ایسا ہوگا جہاں شیعہ نہ ہوں اللھم صل علی محمد وآل محمد۔

بعد صلح معاویہ حسنینؑ کے ساتھ کس طرح پیش آتا تھا

آپ اپنے امیر معاویہ کی بہت تعریف کرتے
ہیں بلکہ اُس کے والہ ہیں۔ اُس کے مظالم پر
غور نہیں کرتے معاویہ ابوسفیان کا بیٹا تھا۔ یہ دونوں باپ بیٹے بار بار

خود رسولؐ کے قتل پر آمادہ ہو کر چڑھائی کرتے تھے۔ اس کے نزدیک
حسنینؑ کو شہید کرنا کیا بات تھی۔ دیکھئے! معاویہ جب مدینہ منورہ
میں یزید کی بیعت کی فکر میں آیا ہے تو امام حسینؑ کو دیکھتے ہی کہا لا اھلا
ولا اھلا اور قتل کی دھمکی دی کہ یہ ایک دنبہ ہے جس کا خون پھڑک رہا
ہے۔ قسم خدا کی اس کا خون بہایا جائیگا (دیکھو عقد الفرید و تاریخ کامل
و روضۃ الصفا وغیرہ) اور منبر پر علیؑ رؤس الاشہاد کہا کہ اگر یزید کی
بیعت نہ کریں گے تو ہم ایسا کریں گے جیسا کرنا چاہیئے۔ اور مکہ معظمہ
میں شامی سپاہیوں کو متعین کر دیا تھا کہ شمشیر برہنہ سر پر علم کئے
رہیں اور سکھا دیا تھا کہ ہم منبر پر کہیں گے کہ ان لوگوں نے یزید کی بیعت
کر لی اگر تکذیب کریں تو فوراً تلوار سے سر اوڑا دینا۔ کہئے ابو الآمنہ صاحب!
جگر بند ہندۂ جگر خوار اپنے ناخن تدبیر سے کیسا سامان قتل دلبند
مشکلکشا فرزند رسول خداؐ کا اور اپنے فرزند یزید پلید کے استحکام
سلطنت کیلئے کر رہا ہے۔ چنانچہ آپ خود لکھتے ہیں کہ معاویہ اپنے
مرنے کے وقت یزید سے بفخر و مباہات کہتا تھا کہ میں نے تیرے
لئے گردن کشان جہان کو ذلیل و منقاد کیا۔ بہر کیف جب دیکھا کہ از
شام تا مدینہ اور از مدینہ تا مکہ کوئی مکر اس کا ان لوگوں سے بیعت
لینے کے لئے کارگر نہیں ہوتا تو مایوس ہو کر یزید کو بنظر بقائے سلطنت
اس کے چاپلوسی کی تعلیم کی جیسا کہ آپ نے جلاء العیون
سے نقل کیا ہے۔ لیکن قابل غور یہ بات ہے کہ جس شخص کے دل
میں اس طرح کی خاندانی عداوت پیچیدہ ہو کہ امام حسینؑ کے پدر بزرگوار
پر منبروں پر خطیبوں سے لعن کھلواتا ہو کیا اسکے فعل کو حسنینؑ کے

متعلق کوئی عاقل راستبازی پر مبنی ہونا قبول کر سکتا ہے؟۔
آپ لکھتے ہیں کہ صلح کے بعد معاویہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ساتھ بمدارات پیش آتا تھا۔ مدارات کا حال تو خود امام حسینؑ کے خط سے ظاہر ہے۔ علاوہ برایں ایک کو اپنے بندوبست سے زہر دغا دیا اور دوسرے کو حوالۂ تیغ جفا کیا۔

وصیت معاویہ آپ بحوالۂ جلاء العیون لکھتے ہیں کہ "جب ہنگام ارتحال معاویہ پہنچا تو اپنے فرزند یزید کو طلب کیا اور اسے اپنے پاس بٹھا کر کہا اے فرزند واضح ہو کہ میں نے تیرے لئے گردن کشان جہان کو ذلیل و منقاد کیا اور جمیع بلاد کو تیرے تحت تصرف میں دیا۔ اب میں تین شخصوں سے تجھ پر ڈرتا ہوں۔ اول عبد اللہ پسر عمر ابن الخطاب دوم عبد اللہ پسر زبیر سوم حسینؑ بن علیؑ (در بروایت ناسخ التواریخ عبد الرحمن بن ابی بکر کا نام بھی لکھا ہے) و لیکن عبد اللہ پسر عمر وہ تجھ سے جدا نہ ہوگا اگر اس کی خاطر و مدارات تو کریگا۔ ولیکن پسر زبیر اگر اسپر تیرا دسترس ہو جائے بند بند اس کا جدا کر ڈالنا ..... ولیکن امام حسینؑ پس ان کی نسبت قرابت کا حال رسولؐ خدا سے تجھے معلوم ہے کہ وہ پارۂ تن حضرت رسول کے ہیں اور ان کے گوشت و خون سے پرورش ہوئے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ بیشک اہل عراق انکو اپنی طرف بلائیں گے اور یاوری و نصرت ان کی نہ کریں گے۔ بلکہ ان کو تنہا چھوڑ دینگے لازم ہے کہ اگر تو ان پر ظفر پائے ان کے حق حرمت کو پہچاننا اور ان کی منزلت و قرابت جو حضرت رسالت سے ہے اسکو یاد کرنا اور ان کی باتوں پر ان کو مواخذہ نہ کرنا اور جو روابط میں نے

اس مدت میں ان سے محکم کئے ہیں ان کو قطع نہ کرنا اور ہرگز ہرگز انکو کوئی صدمہ و ضرر نہ پہنچانا"

وصیت معاویہ کی حقیقت و کوایف

ابوالآئمہ صاحب! آپ لطایف وصیت معاویہ کو دکھا چکے اب ہم اس کی حقیقت و کوایف کو دکھاتے ہیں بغور ملاحظہ کیجئے:۔

اول یہ کہ معاویہ جو کچھ کرتا اپنے بیٹے یزید کے واسطے کرتا تھا دین خدا سے واسطہ نہ تھا جیساکہ خود معاویہ کے اس قول سے جو اسی وصیت میں موجود ہے ظاہر ہے کہ "تیرے لئے گردن کشان جہان کو ذلیل و منقاد کیا اور جمیع بلاد کو تیرے تصرف میں دیا"

دوم۔ یہ کہ جب معاویہ مدینہ منورہ و مکہ معظمہ میں یزید کی بعیت کی فکر میں گیا تھا تو عبداللہ ابن عمر و عبدالرحمن ابن ابوبکر و عبداللہ ابن زبیر و امام حسین علیہ السلام ان چاروں شخصوں میں سے کسی نے بعیت نہ کی بجز اسکے معاویہ یا یزید کے ساتھ کوئی مخالفت زمانہ معاویہ میں عبداللہ ابن زبیر کی پائی نہیں جاتی ہے۔ تب خاص کر عبداللہ ابن زبیر کا بند بند کاٹنے کی کیوں وصیت کی؟ اگر بعیت نہ کرنے کے قصوروار تھے تو جیسے عبداللہ ابن زبیر تھے ویسے ہی عبداللہ ابن عمر و عبدالرحمن بن ابوبکر وغیرہ بھی تھے۔ اور اگر عبداللہ ابن زبیر اسی قابل تھا اور بقول معاویہ مثل شیر کے شکار کی گھات میں رہتا ہے اور مانند روباہ شب و روز اندیشہ میں۔ تو خود معاویہ جیسے مطلق العنان بادشاہ ملک شام و عراق نے جس نے گردن کشان جہان کو ذلیل و منقاد کیا اپنی زندگی بھر کیوں اس روباہ کو چھوڑ رکھا؟ کبھی ایک طمانچہ بھی تو

نہیں مارا۔ اب وہی روباہ جوان کے مرنے کے بعد شیر ہو جانیوالا ہے اس کے منہ میں جانے کی اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہیں بہر کیف جس طرح عبداللہ بن عمر و عبدالرحمن بن ابوبکر کا معاویہ یا یزید نے بال بیکا نہیں کیا اسی طرح عبداللہ بن زبیر کا بھی نہ باپ نے بال بیکا کیا نہ بیٹے نے۔ یہ عبداللہ ابن زبیر وہی ہیں جو اپنے باپ زبیر کے ساتھ معاویہ کی اطاعت میں اپنی خالہ بی بی عائشہ صاحبہ کو ہمراہ لیکر بصرہ گئے اور حضرت علیؑ سے جنگ کی جو جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے مگر خایب و خاسر رہے۔

آپ کا یہ لکھنا کہ "یزید نے بھی اپنے شفیق باپ کی وصیت کے اس خاص حصہ پر پورا پورا عمل کیا یعنی عبداللہ ابن زبیر کا سختی سے مقابلہ کیا اور بیرحمی کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا" سراسر جھوٹ ہے زبان آپ کے منہ میں ہے اور قلم ہاتھ میں۔ جو چاہتے ہیں بکتے ہیں اور جو چاہتے ہیں لکھتے ہیں۔ جو بے رحمی امام حسینؑ کے ساتھ کی گئی وہ کہاں عبداللہ ابن زبیر کے ساتھ کی گئی۔ کہاں اس کے فرزند۔ بھائی۔ بھتیجے بھانجے چھوٹے چھوٹے بچے تشنہ و گرسنہ قتل کئے گئے۔ کہاں اس کی عورتیں اور اطفال اسیر کرکے دربدر پھرائے گئے۔

سوم۔ یہ کہ اس وصیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ معاویہ پہلے سے جانتا تھا کہ بیشک اہل عراق امام حسین علیہ السلام کو اپنی طرف بلائینگے اور یاوری و نصرت ان کی نہ کریں گے بلکہ ان کو تنہا چھوڑ دینگے۔ جب یہانتک معاویہ کو معلوم تھا تو ضرور یہ بھی معلوم تھا کہ یزید اس جناب کو بجور و ستم شہید کریگا۔ بند بند قطع کرنے والی وصیت عبداللہ بن زبیر کے واسطے نہ تھی۔

بلکہ واقعات سے ثابت ہے کہ حسینؑ کے واسطے تھی۔ اور آپ نے
جو لکھا ہے کہ یزید نے اپنے شفیق باپ کی وصیت پر پورا پورا عمل کیا
ابن زبیر کے ساتھ کوئی دقیقہ بے رحمی کا باقی نہ چھوڑا۔ ایسا نہیں ہے۔
بلکہ وہ بے رحمی کی وصیت حسینؑ کے بارے میں تھی جس کو یزید
نے پورا کیا۔ دیکھئے امعاویہ کی دوراندیشی۔ چونکہ وہ جانتا تھا کہ امام
حسینؑ مدینہ کے سردار ہیں حضرت کی شہادت سے لامحالہ مدینہ
میں انقلاب پیدا ہوگا اسی وقت یہ بھی وصیت کی کہ جب مدینہ میں
انقلاب پیدا ہو تو اس مہم کے سر کرنے کیلئے مسلم بن عقبہ کو بھیجنا
چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب جذب القلوب میں
لکھتے ہیں کہ "معاویہ در حالت احتضار موت یزید پلید را پیش خود طلبیدہ
گفتہ بود کہ چنیں دانم کہ ترا از اہل مدینہ روزے پیش خواہد آمد باید کہ
علاج آں واقعہ بہ مسلم بن عقبہ کن کہ ہیچ کس را ناصح تر از وے
دریں واقعہ نمی بینم۔ چوں یزید پلید بعد از پدر بر سریر امارت نشست
بر وصیت پدر عمل نمود"۔ اس تخصیص سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ
نے مسلم بن عقبہ کو پہلے سے سکھا پڑھا کر پختہ کر دیا تھا۔ اسی طرح
کوفیوں کو بھی جو بقول آپ کے امیر شام کے دربار سے وظائف
و انعام پا کر عیش کرتے رہتے تھے قبل سے تیار کر رکھا تھا اور
ان لوگوں سے ۵۶ھ میں یعنی اپنے مرنے سے چار برس
قبل یزید کی اطاعت و فرمانبرداری کی بیعت لے چکا تھا۔ اب تو
صاف کھلگیا کہ خود معاویہ کے بندوبست سے امام حسینؑ کوفہ میں
طلب کیے گئے اور میدان کربلا میں۔ جیسا کہ معاویہ نے اپنی وصیت

میں اشارہ کیا تھا کہ وہ تنہا کرا کے شہید کئے گئے اور بعد شہادت امام حسینؑ کے یزید نے حسب وصیت اپنے باپ کے مسلم بن عقبہ کو تاراجی مدینہ رسولؐ کیلئے بھیجا اور اس نے حسب تعلیم معاویہ اسکو انجام دیا۔ چنانچہ اسی جذب القلوب میں محدث موصوف لکھتے ہیں کہ

واقعہ حرّہ | یزید بن معاویہ مسلم بن عقبہ را با لشکر عظیم از اہل شام بقتال اہل مدینہ فرستاد تا ایشان را بہ حرّہ مدینہ منورہ در غایت شناعت و قباحت بقتل رسانیدند و سہ روز ہتک حرمت شہر نبوی نمودہ داد الحاد دادند و از یں جہت ایں واقعہ را حرہ نام آمد کہ وقوع ایں واقعہ در حرّہ واقم بود کہ بر مسافت یک میل از مسجد سرور انبیاء است و یکہزار و ہفت صد تن از بقایائے مہاجرین و انصار و علمائے تابعین اخیار بقتل رسانیدند و از عموم ناس ورائے نسا و اطفال دہ ہزار کس را کشتند و ہفت صد تن از حاملان قرآن مجید و نود و ہفت از قوم قریش را در تحت تیغ ظلم آوردند و فسق و فساد و زنا را مباح ساختند تا بحدیکہ ہزار زن بعد از واقعہ حرہ اولاد زنا زائیدند و اسپاں را در مسجد پیغمبر جولان دادند و در مسجد شریف .... اسپاں بول و روث کردند و مردم را بر بیعت یزید پلید بر عہد عبودیت مجبور ساختند کہ اگر خواہد بفروشد و اگر خواہد آزاد کند و خواہ با طاعت خدا خواند خواہ بہ معصیت خدا۔ عجب استنے لڑکے زنا سے پیدا ہوئے تو پھر ان سے کتنے لڑکے پیدا ہوئے ہونگے اور ان کی نسل کہانتک پھیلی ہوگی۔ سمجھنے کی بات ہے مورخ ابوالفدا لکھتے ہیں کہ یزیدیوں نے عورتوں کے ساتھ حرامکاری کو حلال کر رکھا تھا۔ ہم کو حیرت تھی کہ حجاز اور شام میں شیعہ کیوں کم ہیں؟

لیکن اس واقعہ کے دیکھنے سے تشفی ہو گئی۔ کیونکہ ایسے لوگوں میں
مادہ ولایت اہل بیت طاہرین کا نہیں ہوتا ہے۔ تب شیعہ
کیونکر ہو سکتے تھے جن لوگوں کے دلوں میں ولائے اہل بیت
نہیں ہے یزید کی محبت ہے یہ شامیوں کے نطفہ کا اثر ہے بعد
تاراجیٔ مدینہ نبوی۔ مسلم بن عقبہ نے مع فوج مکہ معظمہ کا رخ کیا
مگر اثنائے راہ میں وہ مر گیا۔ بجائے اُس کے حصین بن نمیر سپہ سالار
بن کر مکہ معظمہ پہنچا اور عبداللہ ابن زبیر کو محاصرہ میں لے کر اہل کا قتل
و غارت شروع کیا اور خانہ کعبہ پر سنگ باری کر کے آگ لگا دی
اس اثنا میں دفعتہً یزید کے مرنے کی خبر آئی۔ مکہ معظمہ کی غارتگری
اور خانہ کعبہ کی بے حرمتی سے فرصت ہو چکی تھی حصین بن نمیر
وہاں سے مع فوج روانہ ہو گیا۔ (دیکھو تاریخ ابو الفدا و جذب القلوب)
عبداللہ ابن زبیر کے ساتھ بے رحمی کیسی اس کا تو بلکہ اس کے
کسی لونڈی غلام کا بھی بال بیکا نہ کیا۔ اور نہ عبداللہ ابن زبیر نے
فوج یزیدی سے کسی قسم کا تعرض کیا۔ البتہ یزید کے مرنے کی خبر
جب مکہ میں پہنچی تو۔ جیسا کہ تاریخ ابن الوردی میں ہے اہل مکہ نے
عبداللہ ابن زبیر کی بیعت کر لی۔ کہئے اب تو آپ کو معلوم ہوا کہ مجلسی
علیہ الرحمہ نے معاویہ کی نسبت جو لکھا ہے کہ "غرض اس کی ان
نصیحتوں سے حفظ ملک و بادشاہی یزید تھی اسلئے کہ جانتا تھا کہ
بعد شہادت امام حسینؑ سلطنت میں تزلزل ہو گا اور جمیع خلق مومن
و منافق یزید سے منحرف ہونگے وہ بدبخت اعتقاد بخدا و روز جزا
و نبوت سید انبیاء نہ رکھتا تھا اور اس کا کفر و نفاق تمام عالم پر ظاہر تھا

واقعات پر مبنی ہے تعصب پر نہیں۔ کیا مدینۃ الرسولؐ کی بے حرمتی کی جائے بوڑھے بچے قتل و غارت کئے جائیں۔ زناکاری ہو مسجد رسولؐ میں گھوڑے بول دبراز کریں۔ خانہ کعبہ پر سنگباری کیجائے۔ آگ لگا دیجائے۔ حسینؑ جو پارہ تن رسولؐ ہیں اور ان کے گوشت و خون سے پرورش ہوئے ہیں شہید کئے جائیں اسی کا نام اسلام ہے؟۔

معاویہ کی وصیت کے بارہ میں روایتیں مختلف ہیں۔ واقعات سے ملا کر دیکھنا چاہیئے کہ اصلیت کیا ہے؟۔ آپ جلاء العیون سے لکھتے ہیں کہ معاویہ نے عبداللہ ابن زبیر کا بند بند کاٹنے کی وصیت کی تھی لیکن روضۃ الصفا میں جو جلاء العیون سے صدہا سال پیشتر کی کتاب اہل سنت والجماعت کی ہے اور اس کے مولف معاویہ کو اپنے خلفاء میں شمار کرتے ہیں ایک روایت ملاحظہ کیجئے معاویہ یزید سے وصیت کرتا ہے "باو (عبداللہ ابن زبیر) ہمچناں زندگانی کن کہ او با تو کند مگر آنکہ بجبت تو گراید و با تو متابعت نماید انگاہ رعایت بجانب او نمائے و لعطائے وافرش ممنون گرداں" دیکھئے واقعات سے بھی اسی وصیت کی تصدیق ہوتی ہے نہ کہ بند بند کاٹنے کی۔

روضۃ الصفا کی بعض روایت میں ہے کہ خود یزید موجود تھا اور معاویہ نے اسی سے وصیت کی اور اس پر مسلم بن عقبہ اور ضحاک کو گواہ کیا اور اسی کتاب کی بعض روایت میں ہے کہ یزید موجود نہ تھا معاویہ نے مسلم بن عقبہ اور ضحاک سے کہا کہ یہ وصیت یزید کو پہنچا دینا۔ اس

جماعت میں وہاں کوئی شیعہ نہ تھا۔ ان ہی دشمنان دین نے جہاں جیسا موقع محل دیکھا ویسا بیان کیا۔ اسی کو معتبر غیر معتبر جس نے سنا بیان کیا اور لکھا۔ شیعوں نے بھی نقل کیا۔ پس جیسا کہ ہم تمثیلاً اوپر نجدیوں کے مظالم کی نسبت جو حجاز میں ہو رہے ہیں لکھ آئے ہیں کہ دونوں فریق سنی ہیں ان میں کوئی شیعہ نہیں۔ جیسی جیسی خبریں وہ لوگ دیتے ہیں سنی اخباروں میں درج ہوتی ہیں اسی سے شیعہ بھی نقل کرتے ہیں۔ یہی حال ان روایتوں کا ہے جن کو آپ جلاء العیون و ناسخ التواریخ وغیرہ سے پیش کرتے ہیں چنانچہ بحوالہ ناسخ التواریخ آپ لکھتے ہیں کہ یزید نے اپنے خط میں عبدالرحمن ابن ابی بکر سے بھی بیعت لینے کو لکھا تھا اور روضۃ الصفا کی بھی ایک روایت میں ایسا ہی ہے لیکن خود صاحب روضۃ الصفا اس کی رد کرتے ہیں کہ عبدالرحمن ابن ابی بکر تو معاویہ کی زندگی ہی میں مرچکا تھا۔ بتائیے ایسی روایتوں پر کیونکر استدلال ہو سکتا ہے؟ اسی ناسخ التواریخ سے آپ معاویہ کی وصیت میں عبداللہ ابن عمر کا عابد و زاہد ہونا دکھانے کیلئے یہ بھی لکھتے ہیں کہ "اما عبداللہ بن عمر مردے است کہ بیشتر وقت بعبادت پرداختہ است و عبادت او را گداختہ است"۔

لیکن صاحب روضۃ الصفا جن کے گھر کی یہ بات ہے لکھتے ہیں کہ معاویہ نے اپنی وصیت میں یزید کو سمجھایا کہ "ابن ابی بکر و ابن عمر را ہمتے نیست مگر بزنان ولہو و اکل و شرب از ایشاں مترس" کیوں ابوالآمنہ صاحب! آپ اسی کو زہد اور عبادت کہتے ہیں؟۔

الغرض عبداللہ ابن عمر و عبدالرحمن ابن ابوبکر و عبداللہ ابن زبیر تینوں کے متعلق جو معاویہ کی وصیت تھی اس کو صاف طور پر ہم نے دکھا دیا۔ اب آپ خود بتائیے کہ بند بند جدا کرنے کی وصیت کا نفاذ کس کے ساتھ ہوا اور واقعہ کس کو بتاتا ہے؟۔

معاویہ کا اعتراف کہ حسینؑ عیب سے مبرا ہیں

یہ تو آپ خود لکھتے ہیں کہ "امیر معاویہ کو عبداللہ ابن عمرو عاص و یزید نے ترغیب دی کہ امام حسینؑ کے عیب اور نقص بھی جواب خط میں لکھدو تو معاویہ نے کہا سوگند با خدا اے در وسے موضع عیب بدست نشود" جب خود قسم کھا کر کہہ رہا ہے کہ حسینؑ میں کوئی عیب پایا ہی نہیں جاتا ہے تو کیا لکھتا؟ لیکن آپ اپنے معاویہ صاحب کی نیکی دکھانے کے لئے جو اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ معاویہ نے تحریراً بھی کوئی بات امام حسینؑ کو ایسی نہ لکھی جو انھیں ناگوار خاطر عاطر ہو یہ آپ کا صریح فریب ہے۔ معاویہ تو معاذاللہ حضرت علیؑ کی شان میں منبروں پر لعن جاری کئے ہوئے تھا جیسا کہ اوپر دکھایا گیا اور خود امام حسینؑ سے مدینہ میں جیسی توہین آمیز باتیں کیں وہ بھی شمتۃً اوپر دکھادیا صراحت کے لئے تاریخ کامل و دیگر کتب تواریخ ملاحظہ فرمائیے

معاویہ کیوں ہزار درہم سالانہ اور تحفے تحائف امام حسینؑ کی خدمت میں بھیجتا تھا

آپ معاویہ کا احسان جتانے کے لئے بحوالہ جلاء العیون لکھتے ہیں کہ "معمول تھا کہ معاویہ ہر سال ہزار ہزار درہم بیت المال سے امام حسینؑ کی خدمت میں بھجواتا اور اس کے علاوہ تحفے تحائف بیش بہا بھی ہمیشہ ارسال کرتا تھا۔" ابوالآمنہ صاحب! اشرائط صلحنامہ جو

آپ ہی لوگوں کی کتابوں سے اوپر درج ہو چکیں۔ دیکھئے اور انصاف سے کہیئے کہ معاویہ حضرت کا حق دیتا تھا یا احسان کرتا تھا؟ اگر آپ اپنی جائداد کسی کے ساتھ عارضی طور پر بشرطیکہ وشرطیکہ بطور ٹھیکہ بندوبست کیجئے اور وہ وہاں کا منافع اور تحفہ تحایف بھیجے تو وہ آپ کا حق سمجھا جائیگا یا اس ٹھیکہ دار کا احسان؟ یہاں تو آپ ہزار ہی درہم سالانہ لکھتے ہیں حالانکہ صلحنامہ کے روسے حضرت پچاس ہزار درہم سالانہ پانے کے مستحق تھے۔ صلحنامہ کے قبل بھی جیسا کہ آپ خود اپنے علامہ بلاذری کی کتاب سے لکھتے ہیں ان حضرات کا بیت المال سے پانچہزار درہم سالانہ مقرر تھا مگر اس بدعہد اور خسیس معاویہ نے کسی رقم کو قائم نہ رکھا۔ نہ تو صلحنامہ والی رقم کو اور نہ سابق پانچہزار کو۔ سب کو پس پشت ڈال کر ہزار درہم کر دیا۔ بایں ہمہ ہم آپ کی خاطر سے فرض کر لیتے ہیں کہ معاویہ اپنے بیٹے یزید کو اس سے بھی بڑھ کر مدارات کرنے کی وصیت کر گیا تھا۔ مگر دیکھئے اگر مثل عبداللہ ابن عمر و عبدالرحمن ابن ابوبکر طمع دنیا ہوتی اور اپنی اور اپنے اہل و عیال کی آسایش کو حفاظت دین سے بہتر سمجھتے تو ان ہی لوگوں کی طرح حضرت بھی آرام سے گھر بیٹھ رہتے۔ مگر آپنے جد کے دین کی حمایت میں دنیا کو کچھ نہ سمجھا اور نہ اپنی جان نہ اپنے اہل و عیال کی جان کو عزیز کیا حتےٰ کہ شش ماہہ بچہ کو بھی اپنے ہاتھوں پر نشانہ تیر بنوا کر دین کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو بچا لیا۔

معاویہ کا انجام بخیر ہونے کی رد	معاویہ کا انجام بخیر دکھانے کیلئے آپ ناسخ التواریخ سے لکھتے ہیں کہ "معاویہ نے وصیت کی تھی کہ جب

وہ مرجائے تو اس قمیص اور تہبند اور چادر مبارک میں جو اس کے پاس تھی لپٹیں اور آنحضرتؐ کے تھوڑے ناخن اور موہائے مبارک جو اس نے جمع کر رکھے تھے اس کے منہ اور ناک میں بھر دیں" لیکن آپ نے ناسخ التواریخ کی یہ عبارت کیوں چھوڑ دی کہ "او ادل منافق نیست کہ از پیراہن پیغمبر کفن خواست بلکہ عبداللہ ابن سلول کہ درنزد علمائے عامہ وفقہائے اثنا عشریہ راس المنافقین است پیراہن پیغمبر را کفن کرد"۔ (نیز دیکھو ازالۃ الخفا) تب معاویہ اور عبداللہ ابن سلول دونوں کا یکساں حشر ہو گا۔ معاویہ کی اس وصیت کو ناسخ التواریخ سے نقل کرنے کے بعد آپ یہ بھی لکھتے ہیں کہ "امیر معاویہ کی یہ وصیت ہیں نے تاریخ کامل بن اثیر ہیں ایک دفعہ بچشم خود دیکھی تھی" ہم کہتے ہیں کہ یہی روایت روضۃ الصفا میں بھی موجود ہے۔ اور اسی لئے ہم آپ کو برابر سمجھاتے آتے ہیں کہ شیعوں کی کتابوں میں بھی آپ لوگوں کی کتابوں سے روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ نقل کرنے سے وہ شیعوں کی روایتیں نہیں ہو جائینگی۔ تاریخ کامل و روضۃ الصفا دونوں سنیوں کی کتابیں ہیں اور سیکڑوں برس قبل کی ہیں۔ ناسخ التواریخ تیرہویں صدی میں لکھی گئی ہے۔

ابو الآمنہ صاحب! آپ لوگوں کے اعتقاد میں تو خود خاصان خدا سے کوئی حاجت براری نہیں ہو سکتی ہے تب ان کپڑوں اور ناخن اور بالوں سے معاویہ کی کیونکر اور کون سی حاجت پوری ہونے کی امید تھی جو ایسی وصیت کی؟ اور جب یہ کپڑے اور ناخن اور بال کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے تو اس سے معاویہ کا نیک انجام ہونا کیونکر آپ نے قیاس کر لیا؟۔

آپ نے معاویہ کی نیک انجامی ہونے کے استدلال میں اس کی وصیت کا حال تو لکھا لیکن رسول ص کی وہ حدیث بھول گئے جس میں آنحضرت ص نے خبر دی تھی کہ معاویہ کا حشر غیر ملت اسلام پر ہوگا جس کی تصدیق بھی ہو گئی کہ جب تک اس نے اپنے گلے میں صلیب نہ ڈالی نہ مرا (دیکھو کتاب محاضرات امام راغب)

ابوالآمنہ صاحب! آپ کے لکھ دینے سے معاویہ کا انجام بخیر نہیں ہو سکتا۔ آپ لکھا کیجئے وہ دنیا ہی سے عذاب خدا میں مبتلا ہو کر روتا ہوا گیا۔ خود کہتا تھا کہ "مرض عارض عضوے از اعضائے من شدہ کہ آنرا پیوستہ کشادہ باید داشت و میترسم کہ ایں بلا نازل بجہۃ آن باشد کہ حق امیر المومنین علی ع را بستم تصرف کردم" جب غش سے ہوش میں آتا تھا۔ کہتا تھا۔ ہائے کیوں حجر بن عدی کو قتل کیا! ہائے کیوں عمرو بن الحمق کو شہید کیا! ہائے کیوں حضرت علی ع سے مخالفت کی اور ان کا حق بجور و ستم غصب کیا! ہائے کیوں یزید کو امت محمد ص پر والی کیا۔ اس کی محبت میں اپنی عاقبت کو خراب کیا! (دیکھو روضۃ الصفا) یہ مظالم وہی ہیں جن کا ذکر امام حسین ع نے اپنے خط میں فرمایا تھا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ اُس وقت اپنی بدکرداریوں کو نہ سمجھا اب مرنے کے وقت ان کو یاد کر کے اپنے انجام پر رو رہا ہے الآن وقد عصیت قبل الآیہ۔ ابوالآمنہ صاحب! یہ ناخن اور موئے مبارک جس کے ہیں وہ ظلم و جور سے دنیا کو پاک کرنے آیا تھا نہ کہ ظالموں کی اعانت کرنے۔ یہ ناخن و موئے مبارک جناب احدیت میں بروز حشر فریاد کریں گے کہ جس رسول ص کے ہم ناخن اور بال

ہیں اس کے گھر کو ان ظالموں نے برباد کیا اور حسینؓ کو جنھوں نے رسولؐ کے گوشت و خون سے پرورش پائی تھی بے جرم و خطا شہید کیا اور تیرے دین کو خراب کیا۔ ہم اس مجرم کو گرفتار رکھنے کیلئے اس کے ہمراہ تھے ورنہ ہم کجا اور یہ کجا!۔

ابو الآمنہ صاحب! دیکھئے معاویہ خود اقرار کرتا ہے کہ حضرت علیؑ کا حق اس نے بجور و ستم اپنے بیٹے یزید کی محبت میں لے کر اپنی عاقبت کو خراب کیا۔ اور قبل میں محمد بن ابوبکر کو اپنے خط میں جس کی نقل آئندہ اپنے موقع پر لکھی جائے گی۔ لکھا تھا کہ تیرے باپ نے ظلم کیا کہ حق علیؑ کو غصب کیا اگر وہ ایسا نہ کرتا تو میں حضرت علیؑ کا مطیع و فرمانبردار رہتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ فعل شیخین کا معاویہ کو بھی ناگوار تھا۔ اگر وہ نہ کرتے تو معاویہ کی بھی جرأت نہ بڑھتی نہ یہ بلا خاندان رسالت پر آتی۔

ابو الآمنہ کے اس دعوی کی کہ صرف شیعہ کی کتابوں سے روایات لکھنے کا التزام کیا ہے تکذیب

آپ لکھتے ہیں کہ "ہم نے صرف شیعہ کی کتابوں سے روایات اور واقعات اخذ کرنے کا التزام کیا ہے" یہ بھی آپ کا ایک فریب ناواقفوں کو دھوکہ دینے کے لئے ہے اکثر سنیوں کی کتابوں سے روایتیں نقل کر کے آپ نے خلاف اپنے عہد کے اور خلاف داب مناظرہ استدلال کیا ہے مثلاً تاریخ بلاذری۔ روضۃ الصفا۔ روضۃ الاحباب۔ تاریخ کامل۔ ترمذی۔ ابن خلدون۔ تاریخ الخلفاء۔ سیرۃ النعمان شبلی۔ اسپرٹ آف اسلام وغیرہ۔ یہ سب مشہور کتابیں اہلسنت کی ہیں۔

مجلسی علیہ الرحمہ کی اس روایت پر کہ معاویہ نے زیاد کے معرفت شیعوں کا استیصال کرا دیا تھا اعتراض کا جواب

مجلسی علیہ الرحمہ نے جو روایت لکھی ہے کہ معاویہ نے زیاد کے معرفت کوفہ میں شیعوں کا استیصال کرایا اس پر آپ شبہہ کرتے ہیں، حالانکہ اس کا صحیح ہونا امام حسینؑ کے خطبے سے جو حضرت نے خود معاویہ کو اس کے مظالم دکھا کر لکھا تھا اور جو اوپر نقل کیا جا چکا۔ اور نیز ازالۃ الخفا وصحیح مسلم وکتاب احداث وکتاب غارات سے جو آپ لوگوں کی نہایت معتبر کتابیں ہیں اوپر بصراحت دکھا دیا گیا۔ بلکہ جس قدر سنی مورخین نے لکھا ہے اس کا عشرِ عشیر بھی مجلسی علیہ الرحمہ نے نہیں لکھا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو تاریخ ابوالفدا وتاریخ روضۃ المناظر ابن شحنہ۔ انتہا تو یہ ہے کہ جب سنتے تھے کہ کسی لڑکے کا نام علی رکھا گیا تو اس کو بھی بنی امیہ مار ڈالتے تھے (دیکھو تدریب الراوی علامہ سیوطی) خیریت ہوئی کہ آپ کے نور علی خلیفہ ان کے زمانہ میں نہ پیدا ہوئے۔

شیعوں کی ترقی آپ کو تعجب معلوم ہوتا ہے کہ جبکہ امیر معاویہ کے ایسے مطلق العنان بادشاہ شام وعراق نے شیعوں کا اس طرح خاتمہ کرا دیا تھا تو پھر اس زمانہ میں اس قدر کہاں سے اور کیونکر ہو گئے۔ افسوس! آپ کو اس کا احساس مسلمان ہو کر نہیں ہوتا ہے۔ غیر قومیں اس کو محسوس کر رہی ہیں۔ چنانچہ مسٹر مسیو ماربین جرمنی لکھتے ہیں "جو شخص پیروان علیؑ کی صد سالہ ترقیوں کو ہندوستان میں غور کرے جنھوں نے عزاداری اپنا شعار قرار دیا ہے ضرور تصدیق کریگا کہ ترقی کے بہت بڑے ناتہ کی وہ لوگ پیروی کر رہے ہیں۔ سو برس پہلے علی وحسنینؑ

کے پیرو ہندوستان میں انگلیوں پر گننے کے قابل تھے۔ اور آج ہندوستان میں بحیثیت شمار کے تیسری قوم قرار پا گئے اور یہی حال ان کا دیگر ملکوں میں بھی ہے"۔ اور مسٹر جوزف فرانسیسی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ "بموجب اُس اندازہ کے جو بعض فرانس کے سیاحوں نے کیا ہے۔ چھ سات مسلمانوں میں ایک شیعہ ہوتا ہے۔ اس ترقی سے جو اس فرقہ نے بغیر ظلم کے تھوڑے عرصہ میں کی ہے کہہ سکتے ہیں کہ ایک دو قرن میں مسلمانوں کے تمام فرقوں سے بڑھ جائیں گے"۔ ابوالآمنہ صاحب! شہادت حسینؑ کا یہی اثر تھا کہ لوگوں کی آنکھیں کھل جائیں حق کو پہچانیں۔ چنانچہ مسٹر مسیو ماربین لکھتے ہیں کہ "ابھی حسینؑ کے قیدی یزید کے پاس پہنچے بھی نہ تھے کہ ریولیوشن یزید کی مخالفت میں شروع ہو گیا۔ حسینؑ کی مظلومیت نے بنی امیہ کی تمام سیرتوں کو کھول دیا ان کی نیتوں کا پردہ فاش کر دیا باوجود اس کے کہ کسی کی مجال نہ تھی کہ حسینؑ اور خاندان علیؑ کا نام یزید کے قریب اور اُس کے مخصوصین کے سامنے خیر و خوبی کے ساتھ لے سکے اس واقعہ کے ہوتے ہی دربار عام اور خلوت و جلوت میں حسینؑ اور خاندان علیؑ کا نام تقدس اور عظمت و مظلومیت کے ساتھ مجبوراً یزید کو سننا پڑتا تھا اور باوجودیکہ ان باتوں کا سننا اس پر بہت گراں تھا سوائے سکوت کے کوئی چارہ نظر نہ آتا تھا"۔

معاویہ کی وصیت حسینؑ کی شہادت کے متعلق حرفاً بحرفاً پوری ہوئی

آپ لکھتے ہیں کہ "حسینؑ کی اپنی ذات کو اہل عراق کی بغاوت اور ان کو کوفہ

کی طرف بلانے سے جو ناقابل تلافی نقصان متصور تھا باوجود عالم ما کان ما یکون نہ ہونے کے امیر (معاویہ) نے اس کو بھی ظاہر کر دیا اور تعجب ہے کہ ایک غیر معصوم کی بابت آخر کار حرفاً بحرفاً پوری ہو کر رہی۔" ابو الآمنہ صاحب! یہ تعجب کی جگہ نہیں ہے بلکہ اس طرح حرفاً بحرفاً معاویہ کی بابت کا پورا ہونا بیّن ثبوت اس امر کا ہے کہ شہادت حسینؑ کا اہل کوفہ کے معرفت اور تاراجی مدینہ و مکہ و بیحرمتی حرم رسول و حرم خدا کا مسلم بن عقبہ کے معرفت معاویہ اپنی زندگی ہی میں پختہ بندوبست کر چکا تھا۔ جیسا کہ (۱) امام حسینؑ کے خط سے جس میں حضرت نے معاویہ کو تحریر فرمایا تھا کہ تو خوب جانتا ہے کہ میں تجھ سے ارادۂ جنگ نہیں رکھتا ہوں تو نے میری طرف سے ان مخالفتوں کا ذکر کیا ہے جس پر تو میرے لئے راغب ہے اور میں ان سے بری ہوں (۲) خلاف شرط صلحنامہ ۵۶ھ میں یزید کے لئے بعیت لینے سے اور (۳) معاویہ کی وصیت کی حقیقت اور کوائف سے جو اوپر دکھائی گئی ثابت ہے اسکے ارادہ اپنے افعال اور اپنے بندوبست سے ہر شخص بخوبی واقف رہتا ہے اسکے لئے عالم ماکان و مایکون ہونے کی ضرورت نہیں ہے کوفہ معاویہ کے زیر حکومت تھا۔ اس کا گورنر۔ اس کی پولیس۔ اس کے عمال۔ اس کے ہی خواہ۔ اس کے متوسلین۔ اس کے مقربین سب وہاں موجود تھے۔ جیسا کہ اس نے بندوبست کیا اپنے بیٹے سے وصیت میں ظاہر کر دیا کہ بیشک اہل کوفہ حسینؑ کو بلائیں گے اور ان کی یاوری و نصرت

نہ کریں گے بلکہ تنہا چھوڑ دینگے اور مسلم بن عقبہ مدنیہ کا علاج کرے گا۔ جب تک اپنا باندھا ہوا بند وبست نہ ہو کوئی شخص اس طرح تیقن کے ساتھ حرفاً بحرفاً قبل از وقوع واقعہ بیان نہیں کر سکتا ہے۔ کوفیوں سے خطوط میں یہ لکھوا کر مدنیہ بھجوا دیا کہ ہم لوگوں نے معاویہ کی بعیت توڑ دی ان ہی کی تعلیم اور انہی کا کرشمہ تھا۔ یاد کیجئے امام حسینؑ کو بذریعہ خط اپنے مکر کی دھمکی دیچکا تھا) اور ما بعد میں ایسے بارہ ہزار خطوط کہ ہم امام نہیں رکھتے ان ہی کوفیوں سے مکہ بھجوانا بھی انہی کے اس بند وبست کے مطابق تھا جو اپنی زندگی میں کر گئے تھے جب ان خطوں پر امامؑ نے توجہ نہ فرمائی تو اس گروہ کو ان لوگوں کے پاس بھجوانا جن کو امام حسینؑ کی خدمت میں رسوخ تھا اور انکو مغالطہ میں لا کر ان سے بھی خط لکھوانا ان ہی کی تعلیم کا ثمرہ تھا۔

اگر بعیت توڑنے والا خط فریبًا کوفیوں نے لکھ کر امام حسینؑ کے پاس مدنیہ معاویہ کی زندگی میں باایمائے معاویہ نہ بھیجا ہوتا تو معاویہ اپنے مرنے کے وقت۔ جیسا کہ صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں۔ ان کی خاطر اور مدارات کرنے کی وصیت نہ کرتا اور یہ نہ کہتا کہ اگر وہ ہر روز ایک عامل بدلنے کو کہیں تو ہر روز بدلتے رہنا۔ اگر واقعی وہ معاویہ کے خلاف ہوتے اور اس کے خلاف رائے بعیت شکنی کا خط لکھے ہوتے تو اپنی زندگی ہی میں ان کو نیست و نابود کر دیتا نہ کہ ایسی رعایت کرتا کہ اگر ہر روز عامل بدلنے کو کہیں تو بدلتے رہو۔

یہ بھی قابل غور ہے کہ جب محبت علیؑ کے شبہ میں لوگوں کے ہاتھ کاٹے جاتے تھے پاؤں کاٹے جاتے تھے آنکھیں نکالی

جاتی تھیں۔ قتل ہوتے تھے۔ سولی پاتے تھے۔ زندہ دفن کئے جاتے تھے۔ تنخواہیں بند ہوتی تھیں۔ تو کس کی مجال تھی کہ معاویہ کی مخالفت میں جو بقول آپ کے شام و عراق کا مطلق العنان بادشاہ تھا علانیہ خط لکھتا کہ ہم لوگوں نے معاویہ کی بعیت توڑ دی؟ بقول صاحب کتاب الاحداث شیعوں کا تو ایسا استیصال کیا گیا تھا کہ "یک تن از شناختگاں شیعیاں علیؑ علیہ السلام در عراق بجا نماند" تب ان خطوط کو شیعوں کے خطوط قرار دینا صاف صاف سفید جھوٹ ہے۔ لاریب یہ خط کوفیوں کی طرف سے حکومت نے بھجوائے تھے ابن زیاد لعین نے جو لشکر قتل امام حسینؑ کے لئے کربلا بھیجا تھا اس میں وہی لوگ تھے جنھوں نے حکومت کے اغوا سے خطوط لکھے تھے پس اگر یہ ملاعنہ درحقیقت یزید کے باغی ہوتے تو ہرگز زندہ نہ چھوڑے جاتے۔

افسوس! اس طرح دغابازی سے سبط رسولؐ کو مہمان بلاکر عالم غربت و تنہائی میں شہید کرانا معاویہ اور یزید اور ابن زیاد ہی کا کام تھا۔ اہل کوفہ تو محض بطور آلہ کے ان لوگوں کے ہاتھ میں تھے۔ جب معاویہ ایسا عیار تھا کہ جعدہ بنت اشعث کو جو امام حسنؑ کی زوجیت میں تھی اپنے دام میں لاکر اُسکے ہاتھ سے امام حسنؑ کو زہر دغا دلوایا (دیکھو تذکرۃ الخواص الامہ سبط ابن جوزی) تو کوفیوں سے جو عمر صاحب کے بسائے ہوئے تھے اور جن کے اعزا و اقربا و احباب جنگ بدر و احد و خندق و حنین و جمل و صفین و نہروان میں حضرت علیؑ کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے جن کا کینہ ان کے

دلوں میں بھرا ہوا تھا اور جو معاویہ کے رعیت و ذلہ خوار سے تھے۔ جن کے سرغنہ اسی جعدہ کے بھائی محمد بن اشعث و اسحق بن اشعث و قیس بن اشعث سے تھے ان سے امام حسینؑ کے ساتھ دغا بازی کرانا کوئی بڑی بات نہ تھی۔

امام حسینؑ کے مدینہ چھوڑنے پر اعتراض کا جواب

آپ امام حسینؑ کے مدینہ چھوڑنے پر اعتراض کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ "یزید نے نہ خود چڑھائی کی اور نہ امام حسینؑ کو مدینہ چھوڑنے پر مجبور کیا" افسوس صد افسوس! تعصب کو چھوڑ کر دیکھئے۔ یزید کا باپ معاویہ قتل کی دھمکی دیچکا تھا خدا کی قسم کھا کر کہا تھا کہ یہ خون گرایا جائیگا۔ اب یزید کا خط حاکم مدینہ کے نام آگیا کہ "ابن زبیر کی فکر نہ کر حسینؑ بن علیؑ کا سر جواب نامہ کے ساتھ میرے پاس بھیجدے اور میری عنایت کا امیدوار رہ کہ تجھ کو منصب عالی عطا کرونگا" (دیکھو روضۃ الاحباب) اگر امام حسینؑ مدینہ نہ چھوڑتے تو واقعہ حرہ جو بعد میں ہوا اسیوقت حضرت کے ساتھ پیش آتا۔ اور جتنے مہاجر و انصار تھے سب کا الزام حضرت پر عاید ہوتا۔ حرم رسولؐ کی سب بے حرمتی ہوتی اسیوجہ سے حضرت مدینہ منورہ سے کہ حرم رسولؐ تھا اور مکہ معظمہ سے کہ حرم خدا تھا۔ دونوں سے جدا ہو کر اس جگہ تشریف لے گئے جہاں کی رسولؐ اپنے زمانہ میں خبر دے چکے تھے جس پر بارہ ہزار اصحاب رو رو کر دعا کرتے تھے کہ خداوندا ہم لوگوں کی روحوں کو قبض کرلے قبل اس کے کہ امام حسینؑ کے شہید ہونے کی خبر سنیں۔ اور جہاں کی مٹی لا کر جبرئیل نے رسول کو دی تھی اور رسولؐ

دیکھ کر رو رہے تھے۔ امام حسنؑ بھی اس شہادت کی خبر صلح کے
وقت معاویہ کو دے چکے تھے۔ امام حسینؑ دفعتہً بلا سمجھے بوجھے نہیں
نکلے تھے۔ سمجھتے تھے کہ یزید پلید سے مقابلہ ہے جو ایسا بے دین
و فاسق و فاجر و بیباک سفاک ہے کہ اس کے دل میں نہ حرم
خدا کی وقعت ہے نہ حرم رسولؐ کی منزلت جیسا کہ واقعہ حرّہ سے
ظاہر ہے۔ حسینؑ نے حرمین کا خیال کرکے کہ وہاں خونریزی نہ
ہونے پائے نہ اس کی کسی طرح کی بے حرمتی ہو۔ ان دونوں
مقامات سے احتیاط فرمایا۔ اس پر آپ کا یہ جاہلانہ اعتراض
قابل صد نفرین ہے۔

آپ جو لکھتے ہیں کہ ان واقعات کے ہر ایک پہلو پر سیر کن
بحث ہو سکتی ہے جس کو آپ اپنی قوم کے ہونہار نوجوانوں کے
طبع آزمائی کے لئے چھوڑتے ہیں تو اس وقت کے واقعات
کو قلم انداز کرکے آپ اپنی قوم کے ہونہار نوجوانوں کی طبع آزمائی
کیلئے کیا چھوڑیں گے۔ اس وقت بھی حرمین شریفین کی بےحرمتی
ان ہی ظالموں کے یادگاران مجدی یا وغیرہ کے ہاتھوں
سے اسی طرح ہو رہی ہے اور آپ کی قوم کے نوجوان اور
پیر فرتوت سب اپنی طبع آزمائی کر رہے ہیں۔

معاویہ کی دادو دہش کی حقیقت

آپ اپنے امیر معاویہ کی دادودہش پر جو
اسی مال سے کرتا تھا جس کو امام حسنؑ نے
عارضی طور پر بنظر تالیف قلوب بشرطہا و شروطہا اس کے سپرد
کیا تھا۔ بہت ناز کرتے ہیں۔ اگر آپ صلح کو نہیں مانتے اور معاویہ

کو مالک کمل سمجھتے ہیں تو اس کی مثال ویسے ہی ہے جیسا کہ ایک
اعرابی مال بطور ناجایز حاصل کر کے فقراؤ مساکین کو تقسیم کر دیتا تھا
ایک دوسرا شخص جو اس کی دونوں حرکتوں کو دیکھ رہا تھا معترض
ہوا۔ اعرابی نے جواب دیا کیا تو نے قرآن میں یہ آیت نہیں
پڑھی ہے۔ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا ومن جاء بالسیئۃ
فلا یجزی الا مثلھا۔ ایک حسنہ کا بدلہ دس ہے اور ایک سیئہ کی
جزا ایک ہی ہے۔ پس ایک حسنہ ایک سیئہ میں مجرا ہو گیا باقی رہے
نَو وہ میرے سئے ہیں۔ معترض نے جواب دیا اے اعرابی
تو جاہل ہے۔ قرآن میں دیکھ انّما یتقبل اللہ من المتقین۔ اللہ
نہیں قبول کرتا ہے مگر متقیوں سے۔ حسنہ تیرا بالائے ہوا ہو گیا
سیئہ کا عذاب تجھ پر باقی رہا۔ بہر کیف معاویہ کو تو ثواب و عذاب
کا اعتقاد ہی نہ تھا۔ بقول آپ کے وہ بادشاہ مطلق العنان تھا
جس طرح بادشاہ اپنی سلطنت جمانے کے لئے داد و دہش کیا
کرتے ہیں۔ یہ بھی کرتا تھا۔ تو یہ قابل اعتبار نہیں۔

معاویہ کی داد و دہش کے متعلق جو دس روایتیں آپ نے
بحوالہ جلاء العیون و ناسخ التواریخ لکھی ہیں۔ یہ داد و دہش اُسی محال
سے تھی جو امام حسنؑ نے بذریعہ صلح اس کے سپرد کیا تھا۔ لوگ
اپنے اپنے وظایف مقررہ بیت المال سے پاتے تھے اور
جو کچھ داد و دہش معاویہ کرتا تھا اُسی بیت المال سے کرتا تھا۔ چنانچہ
آپ خود ایک اعرابی کی حکایت ناسخ التواریخ سے لکھتے ہیں کہ امیر
شام اور حسین علیہ السلام ہمکلام تھے۔ سائل کی طرف امیر نے توجہ

نہ کی اس نے امامؑ کو مخاطب کیا امام علیہ السلام کی سفارش پر امیر نے
سائل کا سوال پورا کر دیا اعرابی امام کا شکریہ اور ستائش کرنے لگا
اس پر امیر نے سائل سے پوچھا کہ عطیہ میں نے کیا اور شکریہ امام کا
اس کی کیا وجہ ہے؟ اعرابی نے جواب دیا۔ کیونکہ عطا ان کے
حق سے ہوئی اور میری حاجت روائی اُن کے فرمودہ سے
ہوئی اس واسطے مستحق شکریہ بھی وہی ہیں"۔ دیکھئے آپ نے
اس باب میں جو کچھ لکھا ہے سب کا جواب اسی ایک اعرابی نے
دیدیا۔ معاویہ کے باپ دادا کا مال نہ تھا کہ معاویہ کا احسان کہا جائے
معاویہ اپنے مرنے کے وقت خود روتا تھا کہ ہائے کیوں حق علیؑ
کو بجور وستم غصب کیا! الغرض وہ حضرات جو کچھ پاتے تھے اپنے
حق سے پاتے تھے معاویہ کا احسان نہ تھا۔
حضرت عقیل کی نسبت جو آپ نے لکھا ہے کہ "بوجہ قلت تنخواہ و
مواجب جناب علی علیہ السلام سے خفا ہو کر معاویہ کے پاس شام
چلے گئے تھے" اس سے حضرت علی علیہ السلام کا عدل ظاہر ہے
جیسی نظر حضرت کی اپنے عزیزوں پر رہتی تھی ویسی ہی عام مسلمانوں
پر مثل خلفائے ثلاثہ کے اپنے کنبہ قبیلہ والوں کو دیگر مسلمانان پر ترجیح
نہیں دیتے تھے نہ کسی کو وجاہت دنیاوی کے سبب سے
اپنی سازش میں رکھنے کیلئے مال کثیر دیکر اپنا مقرب بناتے
تھے حضرت کا عمل تمام تر سیرت رسولؐ پر تھا معاویہ کا عمل سیرت
شیخین پر۔ حضرت عقیل حضرت علیؑ کے حقیقی بھائی اور رسولؐ
کے ابن عم تھے ان کا معاویہ کے پاس جو بنی امیہ سے تھا جانا

لیجانا البتہ دردناک ہے۔ لیکن مجبوراً اسلئے معاویہ کے پاس جانا پڑا کہ وہ بیت المال کو جو مال خدا تھا خود اپنے عیش و عشرت میں اور اپنے کنبہ قبیلہ والوں اور غیر مستحقین کو بیدریغ دیکر لٹا رہا تھا ایسے شخص کے قبضہ سے جس قدر مال خدا صرف بیجا سے محفوظ رہکر ذیحق تک پہنچ جائے مستحسن ہے۔

آپ لکھتے ہیں کہ عبداللہ ابن جعفر نے اپنے جایزہ میں سے کچھ بچا کر معاویہ کے آدمی کو بطور انعام کے دیا تو اس کے صلہ میں معاویہ نے عبداللہ ابن جعفر کو اور بہت سا مال بھیجا"۔ مال مفت دل بیرحم! خیر یہ پالسی ان کی شاید مدبر ملکی کی حیثیت سے ہوگی دنیادار لوگ ایسا کرتے ہی رہتے ہیں لیکن اس بحث میں یہ جو عجیب روایت آپ نے لکھی ہے کہ عبدالرحمن ابن جعفر کو معاویہ نے ایک لاکھ درہم صرف اس آرزو میں دیا کہ وہ اپنے صاحبزادہ کا نام اس کے نام پر رکھیں۔ بتائیے یہ بیجا اوڑانا ہے یا نہیں؟ حق سبحانہ تعالےٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ اِنَّ المبذرین کانوا اخوان الشیاطین معاویہ نے تو جو کچھ کیا کیا۔ آپ کو تو لکھتے ہوئے بھی شرم نہ معلوم ہوئی ؏ نازم کہ از رقیبان دامن کشاں گذشتی + گو مشت خاک ماہم برباد رفتہ باشد۔ تمام مہذب و غیر مہذب ہندو۔ نصاریٰ یہودی۔ مجوسی۔ مسلمان۔ طبقہ اعلیٰ سے ادنیٰ تک پوچھئے بلکہ ہم خود آپ سے اور آپ کے خلیفۃ المسیح سے پوچھتے ہیں کہ معاویہ کا یہ فعل کیسا تھا؟ لوگ خطاب حاصل کرنے کیلئے بادشاہوں کو لاکھوں روپئے نذرانہ دیتے ہیں اور خرچ کرتے ہیں یہاں معاملہ

برعکس ہے۔ معاویہ اس خوشامد میں کہ لوگ اپنے بچوں کا نام اسکے نام پر رکھیں لاکھوں روپیہ دیتا ہے۔ اے ۵ برایں عقل و دانش بباید گریست۔ آپ اپنے کسی لڑکے کا نام اپنے خلیفۃ المسیح کے نام پر رکھنے کیلئے اُن سے روپیہ مانگئے تو دیکھئے ایک جھنجھی کوڑی بھی دیتے ہیں۔

منجملہ ان ہی دس روایتوں کے ایک روایت یہ بھی آپ نے لکھی ہے کہ مروان نے حضرت زین العابدین علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے تو فرمایا علیؑ۔ بھائی کا نام پوچھا تو فرمایا علیؑ۔ مروان نے کہا بس علیؑ ہی علیؑ! یزید نے بھی ایسا ہی سوال کیا تھا اور حضرت کے جواب دینے پر کہا تھا کہ سب علیؑ ہی علیؑ ہیں۔ لوگ قتل ہونا گوارہ کرتے تھے مگر اپنے بچوں کا نام علیؑ رکھتے تھے۔ جیسا کہ اوپر دکھایا گیا رسالہ زیر جواب سے ظاہر ہے کہ آپ اور نور علی دشمن خاندان علیؑ ہیں تاہم آپ لوگوں کے والدین نے آپ کا نام خادم حسین اور آپ کے خلیفۃ المسیح کا نام نور علی اور آپ کے پیر و مرشد کا نام غلام احمد اور ان کے باپ کا نام غلام مرتضٰے رکھنا باعث فخر سمجھا۔ اسکے لئے کسی نے آپ لوگوں کے والدین کو روپیہ نہیں دیا نہ کسی شیعہ نے خوشامد کی ۵ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ۵ خوشا خوشا دین و دنیائے ما + کہ ہم چو علیؑ ہست آقائے ما۔

ابوالامنہ صاحب! آپ کے ثلاث عشرۃ کاملۃ کا حال تو معلوم ہوگیا اب ہم آپ کو ایک روایت آپ کے ہاں کی مستند تاریخ روضۃ الصفا سے دکھاتے ہیں جس سے خود معاویہ کی زبانی اس کی طبیعت کی افتاد

اور اس کی نیت جو اس کی داد و دہش سے بھی ظاہر ہو جائیگی ۔ ملاحظہ کیجیے ۔
۵۶ھ میں معاویہ جب حجاز میں لوگوں سے یزید کی بیعت لینے کے
قصد سے آیا اس موقع پر عبد اللہ ابن عمر و عبد الرحمن ابن ابی بکر و عبد اللہ
بن زبیر سے جو گفتگو بیعت یزید کے بارہ میں ہوئی اور ان لوگوں نے
بیعت کرنے سے انکار کیا ۔ اس کو لکھنے کے بعد صاحب روضۃ الصفا
لکھتے ہیں "و معاویہ دراں چند روز کہ در مکہ اقامت داشت نظر بہ بخشش
و ترفیہ حال قریش گماشت اما بنی ہاشم را چیزے نداد ۔ و عبد اللہ
بن عباس رض چوں بر آں حال اطلاع یافت با معاویہ گفت کہ قریش
را رعایت بسیار نمودی اما بنی ہاشم را محروم گذاشتی .... معاویہ
گفت از امام حسین ع رنجیدہ ام با پسر من بیعت نمیکند و این معنی مرا مانع
است از عطائے ایشاں عبد اللہ ابن عباس گفت جمعی دیگر ہستند
کہ با یزید بیعت نہ کردہ اند و عطاہائے ایشاں از عطاہائے خود گرانبار
گشتہ معاویہ گفت کار امام حسین ع نوعی دیگر است آنانکہ بیعت نکردند
و از احسان من بہرہ ور گشتہ آں منزلت ندارند کہ امام حسین ع دارد ابن
عباس رض بہ سبیل مطایبہ گفت کہ اگر بنی ہاشم را از مواہب خویش محروم
گذاری من در شان تو گویم آنچہ باید گفت و دل مردم را از دوستی و محبت
تو بجانب بغض و عداوت مایل گردانم معاویہ گفت برائے خاطر تو بنی ہاشم
را خوشنود گردانم و در احسان و انعام ایشاں خود را معاف و معذور
ندارم و بر حسب وعدۂ خویش بنی ہاشم را صلات کرامند داد و نزد امیر المومنین
حسین ع بیش از دیگران فرستادہ جانب او را مرجح داشت اما آنجناب
صلہ او را (جو خوشامدانہ اور بطور رشوت کے تھا) قبول نہ فرمود" دیکھا

ابو الآمنہ صاحب! اب تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ معاویہ کی داد و دہش کس غرض سے تھی اور کیسا بزدل بیوفا دنی بخیل اور بیدین تھا؟ اور آپ نے جو یہ لکھا کہ "امیر معاویہ جیسے مدبر ملکی کی نگاہ میں ان (عبداللہ ابن زبیر) کا اندیشہ عبداللہ ابن عمر اور جناب حسینؑ سے بھی بڑھکر ایک عظیم فتنہ کی شکل میں کھٹک رہا ہے" اس کی حقیقت بھی اسی روایت میں خود معاویہ کی زبان سے ظاہر ہو گئی کہ عبداللہ ابن عمر و عبداللہ ابن زبیر وغیرہ کی وہ کچھ حقیقت نہیں سمجھتا تھا۔ صاف کہدیا کہ ان لوگوں کی وہ منزلت نہیں ہے جو امام حسینؑ کی ہے۔ اور عبداللہ ابن زبیر تو ایسا ڈرپوک تھا کہ بیعت سے انکار کرنے پر جب معاویہ نے اُسکو گھُڑکا تو صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ "عبداللہ (ابن زبیر) متامل و خایف بمنزل خود باز گشت" اور معاویہ صاحب جن کو آپ بادشاہ مظلق العنان شام و عراق لکھتے ہیں اور جن کے ساتھ آپ شیر خدا کی شجاعت کا موازنہ کرنے چلے تھے ان کی شجاعت اور رعب و داب کی بھی اسی روایت سے قلعی کھل گئی کہ ابن عباسؓ کا تیور بگڑا ہوا دیکھکر خوشامدانہ باتیں کرنے لگے۔

آپ نے اپنے امیر معاویہ کے حسب حال یہ شعر خوب لکھا ہے۔

عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو ❀ نفی حکمت مکن از بہر دل عامے چند

معاویہ کو مثال شراب سے خوب ہی دی ہے۔ ہم بھی اس پر صاد کرتے ہیں۔ جیسا نفع و ضرر شراب سے ہے ویسا ہی ان کی ذات سے تھا۔ دیکھئے جناب باری سورۂ بقرہ میں فرماتا ہے یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر و منافع للناس و اثمہما اکبر من نفعہما

آیہ ہے جو عمر صاحب کے اصرار شرب خمر پر نازل ہوا تھا (دیکھو کنز العمال برحاشیہ مسند احمد بن حنبل مطبوعہ مصر ۱۳۱۳ھ)

مال غضب واپس لینے اور نہ لینے کا اختیار

مال غضب کے کسی موقع پر واپس نہ لینے اور کسی موقع پر لینے کی نسبت جو آپ کا اعتراض ہے محض آپ کی جہالت اور نافہمی ہے۔ اپنے حق کو واگذاشت کرنا عیب نہیں ہے اور لے لینا بھی عیب نہیں ہے لیکن غاصب کو نکال غضب سے مفر نہیں ہے۔

جناب رسول خدا نے جو اپنے اُس مکان پر جسکو حضرت کے عم زاد بھائی عقیل رض نے قبل فتح مکہ بیچڈالا تھا بعد فتح بھی قبضہ نہ کیا فرمایا کہ جو مال ہم اہلبیت سے بظلم لیا جائے اس کی جانب پھر رجوع نہیں کرتے اور حضرت علیؑ نے جو فدک پر جس کو شیخین نے غضب کر لیا تھا اپنے عہد میں کبھی ذاتی تصرف نہ کیا ان ہی دونوں واقعات کے متعلق مجالس المومنین سے امام جعفر صادقؑ کی ایک روایت جس میں حضرت نے فرمایا کہ اپنے عہد میں فدک پر تصرف نہ کرنے میں حضرت علیؑ نے رسول اللہ کی اقتدا کی۔ لکھ کر آپ امام حسینؑ پر اعتراض کرتے ہیں کہ "فدک پر تصرف کرنے میں تو آنحضرتؐ کی اقتدا تجویز کی گئی لیکن امیر معاویہ کی خلافت جو باعتقاد شیعہ غضب شدہ تھی اُس سے ہزاروں روپوں کا فائدہ اٹھانا اور حلال و حرام کی تمیز نہ کرنا کس کی اقتدا ہے؟" افسوس! ابو الائمہ صاحب آپ کچھ بھی عقل سے کام نہیں لیتے ہیں۔ مثالیں ایسی پیش کرتے ہیں جن میں ایک کو دوسرے سے کوئی مشابہت ہی نہیں۔ رسولؐ کے مکان کے بارہ میں نہ کوئی مصالحہ تھا نہ واپس لینے کی کوئی شرط۔

علی ہذا فدک کے معاملہ میں بھی نہ کوئی مصالحہ تھا نہ کوئی شرط۔ حضرت عقیلؓ
جو رسولؐ کے عزیز تھے مکان بلا اجازت رسول خداؐ بیچ ڈالا تھا جس کا آنحضرتؐ
کو ملال تھا چنانچہ فرمایا "مگر عقیل برائے ما خانہ گذاشتہ ہے؟" اس کے علاوہ
اگر آپ حضرتؐ پھر اس مکان پر قبضہ فرماتے تو ایک شخص ثالث کی
جس نے روپیہ دیکر خریدا تھا حق تلفی ہوتی اس کو حضرتؐ کب گوارہ فرما سکتے
تھے۔ فدک کا معاملہ تو اور بھی سخت تھا۔ بعد غصب بنت رسولؐ اس کے
مطالبہ کیلئے دربار خلافت میں گئیں استغاثہ کیا مگر کچھ شنوائی نہ ہوئی
ابوبکر نے سند واگذاشت لکھ بھی دی تو عمر نے اس کو چھینکر چاک
کر ڈالا (دیکھو السیرۃ الحلبیہ و شرح ابن الحدید) جناب سیدہؑ رنجیدہ و کبیدہ
خاطر دنیا سے گئیں۔ ایسی حالت میں حضرت علیؑ یا حسنین علیہم السلام
کو کیونکر گوارہ ہوتا کہ جس شئے کیلئے وہ معصومہ اس طرح صدمہ اٹھا کر
دنیا سے تشریف لیگئیں آپ خود اس سے متمتع ہو کر دل شاد ہوں۔
معاویہ کا معاملہ نہ رسولؐ کے مکان والے واقعہ سے کوئی مشابہت
رکھتا ہے نہ قضیہ فدک سے۔ امام حسنؑ کے صلحنامہ میں جو اوپر نقل
ہو چکا دیکھ لیجئے صاف صاف شرط واپس لینے کی موجود ہے
رہا یہ جو آپ معاویہ کے معاملہ میں پوچھتے ہیں کہ امام حسینؑ نے کس کی
اقتدا کی تو ظاہر ہے کہ حضرت نے بنت رسول خداؐ کی اقتدا کی جو
شفیعۂ روز جزا ہیں (دیکھو نور العین فی مقتل الحسین ابو اسحاق اسفراینی)
آپ کے بعض مورخین کا قول ہے کہ جناب سیدہؑ کا دعویٰ نسبت
فدک بربنائے عطیہ تھا جو آنحضرتؐ نے بہ تعمیل آیۂ کریمہ فآت ذا القربی
حقہ الخ کیا تھا (دیکھو السیرۃ الحلبیہ جلد ۳) بعض کا بیان ہے کہ [illegible]

میراث تھا۔ بہر تقدیر اس معصومہ کا حق ضرور تھا مگر شیخین نے جناب سیدہؑ کی حقیت سے انکار کیا۔ معاویہ کو حقیت سے انکار نہ تھا۔ وہ اپنے مرنے کے وقت خود کہتا تھا۔ ہائے! حضرت علیؑ کا حق بجور وستم لیکر اپنی عاقبت کو خراب کیا۔ جس طرح جناب سیدہؑ رسولؐ کی وارث تھیں اسی طرح امام حسینؑ حضرت علیؑ کے وارث تھے۔ جس طرح وہاں تحریری عطانامہ بھی تھا اسی طرح یہاں تحریری صلحنامہ بھی تھا۔ جس طرح جناب سیدہؑ ظلم وستم سہہ کر دنیا سے گئیں شیخین نے ان کا حق نہیں دیا۔ اسی طرح معاویہ ویزید نے امام حسینؑ کو ان کے حق سے محروم کیا اور دشت کربلا میں مہمان بلا کر شہید کیا۔

آپ لکھتے ہیں کہ "حرام وحلال میں تمیز نہ کرنا کس کی اقتدا ہے؟" جس حسینؑ کے گھر سے حرام وحلال کی تعلیم دیگئی اس کی شان میں آپ کا یہ گستاخانہ کلام! ابوالآمنہ! خدا سے ڈرو۔ اس مقام پر ہم کو بیساختہ وہ شعر یاد آتا ہے ؎ حجام ہر دو دست ترا قطع لازم است + اصلاح میدہی خط پروردگار را۔ کیوں صاحب! کیا اگر کوئی چور یا غاصب مال مسروقہ یا مغصوبہ میں سے کچھ اس مال کے مالک کو دے۔ یا اس مال سے مالک کچھ پا جائے یا چور کے ہاتھ سے چھین لے تو وہ مالک پر حرام ہوگا؟ ایسا تو شریعت اسلام میں نہیں ہے شاید آپ کے فرقہ میں ایسا ہو تو اس کی پابندی اہل اسلام کو نہیں ہے۔ پہلے غاصب پر حرام تھا اب کیا مالک پر حرام ہو جائیگا؟ غاصب کی نجات کی صورت یہی ہے کہ مال مغصوبہ مالک کو پہنچا کر توبہ کرے۔ اگر

مالک پر مال مسروقہ یا مغصوبہ لینا حرام ہو تو کبھی کسی کی بخشائش ممکن ہی نہیں ہے نعوذ باللہ من ذالک۔

مضمون ابوالآمنہ (یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھہم)

شیعیان امام حسین علیہ السلام

امام حسن علیہ السلام کی وفات کے بعد جو واقعات وقتاً فوقتاً ظہور پذیر ہوتے رہے امید ہے کہ ناظرین کو یاد ہونگے۔ یعنی یہ کہ امام حسین علیہ السلام

بعد وفات امیر معاویہ یزید کا امام حسین علیہ السلام سے بیعت طلب کرنا

اور شیعیان علیؑ امیر معاویہ کی زندگی ہی میں دل سے خلافت امیر شام سے کبیدہ خاطر اور ناراض تھے اور امام حسین علیہ السلام کو خلافت دلانے کی سازشیں کرتے رہتے تھے جن کا امیر معاویہ کو بخوبی علم ہو چکا تھا۔ لیکن وہ دانشمند اور ایک مدبر کی طرح نرمی و آشتی سے خلافت کا کام چلاتے رہے۔ لیکن اب وہ فوت ہو چکے ہیں اور یزید کو ضروری ہدایات نشیب و فراز وصیت میں سمجھا گئے ہیں۔ اب مدعیان خلافت کیلئے پولٹیکل مطلع صاف ہو گیا ہے اور شیعوں کے مفسدہ پرداز گروہ میں از سر نو گرمی اور جوش موجزن ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ فوراً سے پیشتر یزید کو خلافت سے معزول کر کے امام حسین علیہ السلام کو خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین بنایا جائے اور گذشتہ تمام ناکامیوں اور فروگذاشتوں کی کماحقہ تلافی کیجائے۔ ادھر یزید بھی خلافت پر بیٹھتے ہی اپنے باپ کی وصیت کے مطابق سب سے پہلے مدعیان

خلافت کے آگے بیعت کا سوال پیش کرنے اور آرام سے حکومت کے مزے اڑانے کی فکر میں لگ گیا ہے۔ علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ امام زین العابدینؑ نے فرمایا جب معاویہ مر گیا اور

یزید کا امام حسینؑ وغیرہم سے بیعت طلب کرنا

یزید مسند خلافت پر بیٹھا اپنے چچا عتبہ پسر ابو سفیان کو اور بروایت شیخ مفید وغیرہ (ولید پسر عتبہ پسر ابو سفیان کو) حاکم مدینہ کر کے مدینہ میں بھیجدیا اور مروان بن حکم کو کہ معاویہ کی طرف سے حاکم مدینہ تھا معزول کیا جب عتبہ داخل مدینہ ہوا اور مسند امارت پر متمکن ہوا چاہا حکم یزید در باب مروان جاری کرے مروان بھاگ گیا اور عتبہ کی دسترس اس پر نہ رہی۔ پس اس نے امام حسینؑ کے پاس ایک قاصد بھیجا کہ یزید نے مجھے حکم دیا ہے کہ اس کے لئے آپ سے بیعت لوں" جلاء العیون باب ۵ فصل ۱۲ ص ۴۲۲۔ مروان کے معزول کرنے میں جو جناب علیؑ اور ان کی اولاد کا مشہور دشمن تھا اور ولید کو جو بقول مجلسی خیر خواہ خاندان نبوت تھا اور ہرگز امام حسینؑ کے برخلاف کارروائی کرنا نہیں چاہتا تھا (ص ۴۲۴ و ۴۲۵) مدینہ کا حاکم کر کے بیعت جیسے اہم کام کے سپرد کرنے میں خدا جانے یزید کی نیت کیا تھی؟ یزید نے ولید کو نہ صرف بیعت امام حسینؑ کا حکم دیا بلکہ عبد اللہ بن عمر و عبد اللہ بن زبیر و عبد الرحمان بن ابی بکر کے لئے بھی یہی حکم تھا (دیکھو آخر سطر ص ۴۲۲ جلاء العیون) اس روایت میں لکھا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر اور عبد الرحمٰن بن ابی بکر نے امام حسین علیہ السلام کی زبانی بیعت کا احوال سنکر کہا کہ ہم اپنے اپنے

گھر جا کر دروازہ بند کئے لیتے ہیں (صـ۴۲۳ جلاء العیون)۔ پھر مجلسی لکھتے ہیں کہ ولید نے شب اول عبداللہ بن زبیر سے بیعت لینے میں بہت مبالغہ کیا اور وہ صبح ہوتے ہی مدینہ سے مکہ کی جانب روانہ ہوا (صـ۴۲۲) یہ واقعہ جمعہ کی رات کا معلوم ہوتا ہے کیونکہ امام حسینؑ کی بیعت کے بارہ میں لکھا ہے کہ جب روز شنبہ تمام ہوا ولید نے کسی کو امام حسینؑ کے پاس بھیجا اور در بارہ بیعت بہت تاکید کی۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ دو صبر کرے۔ میں اس شب سوچوں اور فکر کردوں (صـ۴۲۴) اس سے معلوم ہوا کہ یزید نے بھی حسب وصیت امیر شام عبداللہ ابن زبیر کی بیعت پہ زور دیا ہوگا جب ہی ولید نے امام حسین سے بھی پہلے عبداللہ بن زبیر سے بیعت کی خواہش کی۔ چنانچہ مجلسی نے امام حسین علیہ السلام کی ملاقات کی تاریخ شب شنبہ ۲۷ ماہ رجب لکھی ہے اور عبداللہ بن زبیر کی ملاقات اس سے پیشتر ہو چکی ہے اور وہ صبح شنبہ کو مدینہ سے مکہ معظمہ کو بھاگ گئے ہیں۔ اور بروایت شیخ مفید شب یکشنبہ امام حسینؑ علیہ السلام متوجہ مکہ ہوگئے لیکن عبداللہ بن زبیر کے پیچھے لکھا ہے کہ جب ولید اس کے فرار پر مطلع ہوا ایک شخص کو بنی امیہ میں سے مع چالیس سواروں کے اس کے تعاقب میں روانہ کیا صـ۴۲۴ اور امام حسینؑ علیہ السلام کو گھر میں نہ پایا تو ولید نے سنکر کہا کہ "میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ وہ شہر سے چلے گئے" صـ۴۲۵ پھر مجلسی فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر نے ہی سب سے پہلے کہا تھا کہ میں یزید سے ہرگز بیعت نہ کروں گا۔" اور امام حسینؑ نے فرمایا البتہ میں ولید کے پاس

جاؤنگا صہ ۲۲۳ پس حضرت نے تیس شخصوں کو اپنے اہلبیت اور غلاموں
اور موالیوں کو حکم فرمایا کہ ہتھیار سج لیں جب سب تیار ہو چکے امام حسینؑ
اپنے ہمراہ لیگئے اور فرمایا تم سب دروازہ پر ٹھیرو جب میری
آواز بلند ہو اندر چلے آنا۔ جب امام حسینؑ داخل مجلس ولید ہوئے
دیکھا مروان ولید کے پاس بیٹھا ہے۔ ولید نے خبر مرگ معاویہ
حضرت سے بیان کی۔ حضرت نے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون
ولید نے یزید کا خط پڑھا۔ حضرت نے فرمایا مجھے یہ گمان نہیں ہے
کہ مجھ سے پنہاں تم یزید سے بیعت کرنے پر راضی ہو۔ ضرور چاہوگے
علانیہ لوگوں کے سامنے میں بیعت کروں۔ ولید نے کہا ہاں یہی
مقصود ہے۔ حضرت نے فرمایا کل صبح جو اس باب میں دیکھونگا
جواب دونگا۔ اور تم بھی اس بارے میں خیال کرنا بعد اسکے
آپس میں مناظرہ کرکے ہم میں سے جو لایق خلافت ہو اس کی بیعت
قبول کرنا۔ ولید نے کہا بہت اچھا خدا حافظ آپ تشریف لیجائیے
پھر مجمع مردم میں آپ سے ملاقات کرونگا صہ ۲۲۳ اس روایت سے
ظاہر ہوا کہ اگر مخفی بیعت پر تسلی ہو سکتی تو امام حسین علیہ السلام ولید کے
ہاتھ پر یزید کی بیعت بھی فرما لیتے گویا نفس بیعت سے آپ کو انکار
نہ تھا۔ پھر روایت مذکورہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ امام حسینؑ نے فرمایا کہ چونکہ
یزید فاسق و شرابخوار ہے مجھ ایسا اس ایسے فاسق سے ہرگز
بیعت نہیں کر سکتا اور عام شیعہ بھی بیعت نہ کرنے کی یہی وجہ بیان
کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر امام بیعت یزید کر لیتے تو دین اسلام
برباد ہو جاتا امام نے اپنی جان قربان کرکے اپنے نانا کے دین

کی لاج رکھ لی چنانچہ ذیل کی رباعی اکثر ان کے ورد زبان رہتی ہے

شاہ ہست حسینؓ و بادشاہ است حسینؓ ؛ دین ہست حسینؓ و دیں پناہ ہست حسینؓ
سر داد نہ داد دست در دست یزید ؛ حقا کہ دلیل لا الہ ہست حسینؑ

اس بارہ میں امام حسین علیہ السلام کی غیرت ایمانی واقعی قابل تعریف ہے جنھوں نے امام حسنؓ کی اقتدا میں امیر شام کی بیعت تو منظور کر لی لیکن یزید کی بیعت سے انکار فرما دیا لیکن شیعہ راویوں کی مہربانی سے یہ غیرت بھی واقعہ کربلا کے ساتھ ہی خاک میں مل چکی ہے کیونکہ فروع کافی میں لکھا ہے کہ امام زین العابدینؑ نے اس یزید بن معاویہ کی بیعت کا اسکے وارد مدینہ ہونے پر اقرار کر لیا تھا دیکھو کتاب الروضہ صفحہ ۱۱۱ حدیث علیؑ بن الحسینؓ اور اس کی تائید ایڈیٹر صاحب اصلاح نے بھی کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں اس طرح کی بیعت تو امام زین العابدینؓ نے بھی یزید کی کی تھی اصلاح نمبر ۱ جلد ۱۲ صفحہ ۹ سطر ۴۔ اگرچہ گو امام حسینؑ نے محض دین کیخاطر اپنی اور اپنے اہلبیت کی جان قربان فرمائی لیکن افسوس امام زین العابدینؑ نے صرف اپنے جان کے خوف سے اس ساری محنت کو برباد ہی کر دیا اور پھر انکار بیعت یزید سے شیعہ مذاق کے مطابق امام حسینؓ علیہ السلام نے دین اسلام اور اپنے خاندان کا کیا سنوارا کیونکہ سب سے پہلے جناب علیؓ ایک چھوڑ تین خلفائے جور کی بیعت کر چکے تھے۔ پھر امام حسن اور امام حسین علیہما السلام نے بھی امیر معاویہ کی بیعت کر ہی لی تھی۔ پھر آپ کو یہ بھی معلوم ہی ہو گا کہ واقعہ کربلا کے بعد جلدی ہی امام زین العابدینؓ بھی یزید کی بیعت کر لینگے

کیونکہ امام کو تو زمانہ گذشتہ اور زمانہ آئندہ کا ضرور ہی علم حاصل ہوتا ہے۔ تو خاص امام حسینؑ کے لئے یزید کی بیعت کو عار سمجھنا اور آخر تک اس کا انکار کئے جانا کوئی خصوصیت نہیں رکھتا کیونکہ اگر بیعت منافقین سے دین اسلام برباد ہو جاتا ہے تو یہ بربادی تو حسب عقیدۂ شیعہ پہلے سے ہوتی چلی آتی تھی اور بعد واقعۂ کربلا کے بھی ہوتی تھی۔ ہاں اگر حسب عقیدۂ اہلسنت اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم اور معاویہ کی خلافتوں کو واقعی عروج اسلام کا زمانہ مانا جائے تو بیعت یزید کا انکار واقعی امام حسینؑ کی غیرت و حرارت دینی کو ظاہر کرتا ہے ورنہ خروج امام سے تو جو نقصان ملت اسلام اور بنی ہاشم کی آئندہ امیدوں اور کامیابیوں کو خصوصاً پہنچے اور جنکی تلافی کبھی ممکن ہی نہیں ہے اسکی جوابدہی براہ راست شیعوں کے ذمہ ہے۔ آمدم برسر مطلب تو امام خفیہ بیعت یزید کر لینے پر مائل تھے اور علانیہ بیعت کر لینے میں آپ کو تامل ہوا اور یہ تامل اغلبًا اس واسطے تھا کہ میرے شیعہ بھی کہیں میرے ساتھ ویسا ہی سلوک نہ کر گذریں جیسے جناب علیؓ اور حضرت امام حسن علیہم السلام کے شیعوں نے امیر معاویہ کے ہمراہ علانیہ مصالحت اور بیعت پر کیا تھا اور شیعوں کی بیوفائی کو بارہا آزما چکنے کے باوجود دل میں تقاضائے بشریت اپنے حق خلافت کیلئے ان ہی شیعوں کے ساتھ وعدوں پر لڑنے مرنے پر تیار رہیں پھر امام حسین علیہ السلام نے ولید کے ساتھ امر خلافت کے فیصلے کا مدار مناظرہ پر ٹھہرایا ہے اس سے ثابت ہوا کہ جیسا کہ عام اعتقاد ہے کوئی نص امامت

وخلافت امام حسینؑ کے حق میں اسوقت موجود نہ ہوگی ورنہ مناظروں پر منصوص خلافت کا فیصلہ اور دار و مدار کیا معنی رکھتا ہے؟ کوئی شیعہ کہہ سکتا ہے کہ امام نے ولید سے ڈر کر ایسا فرما دیا ہوگا مگر اول تو امام تنہا نہیں تھے تیس چالیس اصحاب مسلح آپ کے ہمراہ تھے حالانکہ ایک دفعہ امام نے تن تنہا حاکم مدینہ ولید بن عتبہ کو ایک زمین کے تنازعہ پر ایسا ذلیل کیا کہ سر سے عمامہ اٹھا لیا اور اس کی گردن میں لپیٹ کر زمین پر دے مارا تھا (جلاء العیون باب ۵ فصل ۳ صـ ۳۶۵ و ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب دوم صـ ۳۷۲) خیر آخر کار دو مدعیان خلافت یعنی عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق اور عبداللہ بن عمر فاروق تو سب سے پہلے دنیوی جاہ و جلال پر لات مار کر اپنے گھروں میں گوشہ نشین ہو گئے نہ ولید اُن کا کچھ بگاڑ سکا نہ یزید اور باقی دو جو قریش و بنی ہاشم کے چشم و چراغ ہیں گھر سے نکل کر اپنے حقوق قومی و ملکی کے حاصل کرنے کیلئے حریفوں سے قسمت آزمائی کرنے لگے ہیں ہر چہ بادا باد ایک تو عبداللہ بن زبیر ہیں وہ سب سے پہلے عازم مکہ ہو چکے ہیں دوسرے امام حسین علیہ السلام ہیں بھی مدینہ کو چھوڑ کر سفر کا عزم بالجزم فرماتے ہیں۔ اس موقع پر آپ کے بھائی محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوتے ہیں اور بعد اظہار خیر خواہی مشورہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں جس سے امام کے ارادوں اور سفر کی وجہ کسی قدر معلوم ہو سکتی ہے:-

محمد بن حنفیہ ہجرت کا مشورہ دیتے ہیں

میں آپ کے حق میں یہ صلاح مناسب جانتا ہوں کہ بیعت یزید سے کنارہ کیجئے۔ اور شہروں سے دوری اختیار کر کے جنگل کی طرف تشریف لیجائیے اور

لوگوں کے پاس قاصدوں کو بھیجکر اپنی بیعت کی دعوت کیجئے اگر
جمع ہو جائیں اور آپ کی بیعت اختیار کریں اسوقت جو آپ کیخاطر
مبارک میں ہے اس کا قصد کیجئے اور اگر وہ لوگ آپ کی اطاعت
نہ کریں آپ خود مختار رہئیے۔ مجھے خوف ہے کہ آپ کسی شہر میں داخل
ہوں اور اہالیان شہر مختلف ہو کر کچھ آپ کی طرف ہو جائیں اور کچھ
مخالفت کریں اور آخر بہ جدال و قتال نوبت پہنچے اور آپ کی جان
شریف اور آپ کے اہل بیت کی جانیں جو شریف ترہیں تلف ہو ئیں
امام حسینؑ نے فرمایا اے برادر کہاں جاکے توقف کروں؟ محمد بن حنفیہ
نے کہا کہ مکہ تشریف لیجائیے اور اگر ہو سکے وہاں قیام کیجئے۔ اگر
اہل مکہ رشیوۂ بیوفائی پیش آئیں یمن تشریف لیجائیے کہ اہالیان بلاد
یمن آپ کے پدر و جد کے شیعہ ہیں ان کے دل رحیم اور عزم صمیم
ہیں اور شہر ان کا وسیع ہے اور اگر وہاں بھی موقع قیام کا نہ ملے
تو پہاڑوں اور جنگلوں میں جائیے اور منتظر فرصت رہئیے کہ حق تعالیٰ
آپ کے اور فاسقوں کے درمیان بحق حکم کرے (جلاء العیون باب ۵
فصل ۱۲ ص۴۲۶ اور مہیج الاحزان ص۲۵ و ناسخ التواریخ) شفیق بھائی نے
واقعی قابل تعریف مشورہ دیا ہے اور اس کا ایک ایک لفظ امام کے
حق میں مفید اور قدر کرنے کے لائق ہے۔ تعجب ہے کہ ایک غیر معصوم
بھائی کو واقعات آئندہ کے نتائج اور ان کی مناسب تدبیر کے متعلق
کیسا صاف ادراک حاصل ہے اور جو معصوم سر بکف ہو کر قسمت آزمائی
کو نکلے ہیں اور باعتقاد شیعہ گذشتہ اور آئندہ حوادث سے باخبر
ہو سکتے ہیں ان کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ میں کہاں جاؤں۔ بظاہر اس

جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کیلئے مسیح ناصری کی طرح سر
چھپانے کی بھی جگہ نہ تھی۔ مگر محمد بن حنفیہ نے مکہ اور یمن اور جنگلوں اور
پہاڑوں کا پتہ تبلا دیا ہے اور یقیناً کہا جا سکتا ہے کہ اگر امام حسینؑ
یا تو مکہ میں رہ کر عبد اللہ بن زبیر سے متفق ہو کر دشمن کا مقابلہ کرتے
یا مکہ سے بجائے عزم کوفہ کے یمن کی طرف چلے جاتے تو آپ کی
جان عزیز یوں ضایع نہ ہوتی۔ اور پھر تعجب ہے کہ امام کو اس موقعہ
پر ان دو شہروں کا خیال ہی نہ رہا جہاں سوائے آپ کے اور
امام حسین علیہ السلام کے کوئی حجت نہیں ایک مشرق میں ہے دوسرا
مغرب میں جن کی بابت مجلسی نے بسند ہائے صحیحہ بروایت صفار
امام جعفر صادقؑ سے روایت لکھی ہے:۔ امام حسنؑ نے ایک روز
منبر پر فرمایا کہ خدا کے دو شہر ہیں ایک مغرب میں اور (عجیب غریب
شہر) دوسرا مشرق میں اور ان دو شہروں میں سے ہر ایک میں
قلعہ آہنی ہے اور ہر شہر میں ہزار ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے
سے ستر ہزار آدمی داخل ہوتے ہیں اور ہر شہر میں ہزار لغتیں ہیں کہ ہر
طائفہ ایک دوسرے سے جدا زبان میں کلام کرتا ہے اور میں انکی
سب زبانیں جانتا ہوں اور ان دونوں شہروں میں اور وہاں کے
ساکنوں پر بغیر میرے اور برادر کے کوئی دوسرا حجت و امام نہیں ہے
(جلاء العیون باب ۴ فصل ۳ صفحہ ۲۲۴۔ ناسخ التواریخ میں بحوالہ بصائر الدرجات
شیخ مفید امام جعفر صادقؑ سے یہی روایت مروی ہے (دیکھو کتاب دوم
جلد ۶ صفحہ ۳۵۰ و صفحہ ۳۵۹) ویسے شہر موجود ہیں جن کی آبادی بھی اس قدر کثیر ہے
پھر امام فرماتے ہیں "میں کہاں جاؤں" شیعہ کہہ سکتا ہے کہ دونوں شہر

انتہائے مشرق و انتہائے مغرب میں واقع تھے امام بوجہ بعد مسافت اس وقت مدینہ سے وہاںتک جلدی نہ جاسکتے ہونگے۔ لیکن یہ عذر بھی معقول نہیں ہے کیونکہ صفات امامت میں سے یہ بھی صفت ہے کہ امام ایک رویت میں جہاں سے جہاں جانا چاہے فوراً پہنچ جاتا ہے دیکھو کتاب الحق الیقین مجلسی جلد اول مقصد دوم صفحہ ۱۸۔ القصہ محمد حنفیہ کے جواب میں امام حسینؑ نے فرمایا اے برادر اگر کہیں بھی مجھے پناہ نہ ملیگی یزید پلید سے بیعت نہ کرونگا۔ پس محمد بن حنفیہ کلام تمام کیا اور بہت روئے اور امام حسینؑ بھی روئے پس فرمایا اے برادر خدا تمکو جزائے خیر دے تم نے مجھ کو نصیحت کی اور میری خیر خواہی کی اب میرا ارادہ مکہ معظمہ کا ہے اور میں اس سفر کا عازم ہوا ہوں اور اپنے بھائیوں اور بھائی کے فرزندوں شیعوں کو اپنے ہمراہ لئے جاتا ہوں۔ اگر مناسب ہو تم مدینہ میں رہو اور میری جانب سے ان اشقیا پر بطور جاسوس رہو جو کچھ گذرے مجھے لکھو (جلاء العیون صفحہ ۱۷۱)

جواب (واللہ متم نورہ)

آپ لکھتے ہیں کہ شیعیان علیؑ معاویہ کی زندگی ہی میں دل سے خلافت امیر شام سے ناراض تھے۔ ہم بھی آپ کے ہاں کی معتبر کتابوں سے اوپر مفصلاً دکھا چکے کہ بوقت صلح جب امام حسنؑ نے امام حسینؑ کو شریک صلحنامہ کرنے سے انکار کیا اور فرمایا کہ وہ مع اپنے عزیز و اقربا کے شہید ہونگے تاوقتیکہ شامیوں کو قتل نہ کریں یہ سنتے ہی معاویہ سمجھ گیا کہ یہ صلحنامہ اس کے حق میں بیکار ہے ان حضرات سے اور ان

ازالۂ شبہ نمبر ۳

حضرات کے متمسکین سے دنیا کو خالی کرنے کی فکر میں پڑ گیا چنانچہ زیاد بدنہاد کے ہاتھ سے کوفہ میں شیعوں کا ایسا استیصال کرایا کہ از شناختگان شیعہ یکتن بجا نماند اور امام حسنؑ کو زہر دغا سے شہید کرانے کے بعد قتل حسینؑ کا بندوبست کر رہا تھا۔ کہ مرض الموت میں مبتلا ہوا۔ وصیت میں اپنے بیٹے یزید کو سمجھاتا ہے اور کہہ رہا ہے کہ ہم نے تیرے لئے گردن کشان جہان کو ذلیل و منقاد کیا۔ دیکھ اہل عراق امام حسینؑ کو بلائینگے اور یاوری و نصرت ان کی نہ کریں گے بلکہ ان کو تنہا چھوڑ دینگے۔

ابوالآئمہ صاحب! حسینؑ کے قتل کو معاویہ اپنے بیٹے یزید کے لئے بہت آسان کر گیا تھا اب یزید کو نہ کسی بات کا خوف تھا نہ توقف کی ضرورت۔ معاویہ ۲۲ رجب کو مرا کم از کم تین روز اس کی مرگ کے اطعام حاضری و رسوم تعزیت و انتظام خانہ داری و تاجپوشی وغیرہ میں گذرنا چاہیئے تھا۔ مگر نہیں ادھر معاویہ ۲۲ کو مرا ۲۳ کو فرمان بیعت طلبی تہدید قتل کے ساتھ شام سے روانہ ہوا اور ۲۶ رجب کو سانڈہنی سوار تیز رفتار وہ فرمان لئے حاکم مدینہ کے پاس پہنچا اور جیسا کہ آپ کی تحریر سے ظاہر ہے اسی روز عبداللہ بن زبیر حسب الطلب ولید حاضر ہوا اور فرمان کا حال سنکر بروز شنبہ کہ تاریخ ۲۷ رجب تھی علی الصباح مدینہ سے بھاگ گیا اور شب یکشنبہ کو امام حسینؑ متوجہ مکہ معظمہ ہوئے

اب فرمائیے یہ لکھنا آپ کا کہ "اب وہ (معاویہ) فوت ہو چکے ہیں مدعیان خلافت کیلئے پولیٹکل مطلع صاف ہو گیا ہے اور شیعوں کے مفسدہ پرداز گروہ میں از سر نو گرمی اور جوش موجزن ہے چاہتے ہیں

کہ امام کو مسند خلافت پر بٹھائیں کس قدر سفید جھوٹ ہے آپ کے
اس لہجہ اور اس طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ کو مرے کچھ سال
مہینہ گذر چکا تھا۔ یزید اپنے باپ کے سوگ میں ہو گا اس قدر وقت
کافی ملگیا کہ معدودے چند شیعہ جو زیاد و ابن زیاد کے ہاتھوں سے
بچکر متفرق جنگلوں اور پہاڑوں کے دروں میں پوشیدہ تھے اُنکو خبر
ملگئی اکبارگی جمع ہوگئے اور دفعتہً ایسے صاحب اختیار ہوگئے کہ یزید
کو معزول کردیں جو مطلق العنان بادشاہ شام و مصر و عرب و عجم و حجاز
و عراق و یمن وغیرہ کا تھا جہاں اسکے اپنے یگانہ بنی امیہ حکمراں تھے
علاوہ اُن ممالک کے جو عہد خلفائے ثلاثہ و عہد معاویہ میں فتح ہوئے
تھے جہاں شیعوں کا نام و نشان بھی نہ تھا نہ آل رسولؐ کے نام سے
کوئی واقف تھا بنی امیہ کا سکہ تمام جاری تھا۔ ارے صاحب!
آفت زدہ مظلوم معدودے چند شیعوں میں اتنی قدرت اتنا اختیار
اور ایسی قوت کہاں کہ ایسے زمانہ قلیل دو تین روز کے اندر سب پر
ایسے حاوی ہو جائیں کہ یزید کو معزول کرکے امام حسینؑ کو مسند حکومت
پر بٹھانے کا وہم و گمان بھی کریں۔ یزید نے تو بقول شخصے سعدی چندان
اماں نداد کہ شب را سحر کند۔ باپ کے مرتے ہی کفن و دفن کا بھی غالبا
انتظار نہ کیا۔ پہلا کام کیا تو یہی کہ بیعت طلبی کا خط ظالمانہ حکم کے ساتھ مدینہ
بھیجا اسوقت تک خود حاکم مدینہ کو مرگ معاویہ کی خبر نہ تھی۔ جب ولید
(حاکم مدینہ) نے آدمی بھیجا تو عبداللہ ابن زبیر کو تحاشہ ہوا امام حسینؑ سے
تعجبانہ کہنے لگا کہ کیوں بلایا ہے حضرت نے فرمایا میں گمان کرتا ہوں
کہ معاویہ مرگیا۔ خادم صاحب! اب معاویہ کے مرنے کی تاریخ اور

فاصلہ شام و مدینہ کو خیال کیجئے اور اپنی سخن سازی اور شیعوں
پر اتہام لگانے کو دیکھئے۔ تف ہے ایسے تعصب پر۔

وصیت معاویہ کا ظہور عملی صورت میں

مدعیان خلافت آپ نے چار شخصوں کو لکھا ہے۔
عبدالرحمن بن ابوبکر۔ عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن زبیر
اور امام حسین علیہ السلام عبدالرحمن ابن ابوبکر تو معاویہ کی زندگی ہی میں
مر چکے تھے۔ کیا ابوبکر کے خاندان کے مردونکو بھی دعوۂ خلافت تھا جو
آپ ان کو مدعیان خلافت میں شمار کرتے ہیں؟ عبداللہ ابن عمر کی نسبت
اسی وصیت میں جسکو آپ نے پیش کیا ہے معاویہ نے یزید سے
کہدیا تھا کہ وہ تجھ سے جدا نہ ہوگا اگر اس کی خاطر و مدارات کریگا۔ عبداللہ
ابن زبیر کے بارہ میں بھی خاطر و مدارات ہی کی وصیت تھی جیسا کہ روضۃ الصفا
سے اوپر دکھایا گیا۔ رہ گئے صرف امام حسینؑ ان کے متعلق آپ جلاء العیون
سے لکھتے ہیں کہ "عتبہ نے جو یزید کا چچا اور اس کی طرف سے حاکم مدینہ تھا
امام حسینؑ کے پاس ایک قاصد بھیجا کہ یزید نے مجھے مامور کیا ہے کہ اسکے
لئے آپ سے بیعت لوں" دیکھئے اس میں نہ عبداللہ ابن عمر کا ذکر ہے
نہ عبداللہ ابن زبیر کا۔ صرف امام حسینؑ سے بیعت لینے کا حکم ہے
اسی روایت میں یہ بھی ہے (جس کو آپ نے نہیں لکھا ہے) کہ
عتبہ کے یہ لکھنے پر کہ امام حسینؑ تیری بیعت پر راضی نہیں ہیں یزید نے
حکم بھیجا کہ "اسکے جواب میں حسینؑ کا سر بھیجدے" اب تو خود آپ
کی تحریر سے ظاہر ہو گیا کہ تمام تر واقعہ کربلا کی بنیاد خود معاویہ کی ڈالی
ہوئی تھی جس کو معاً بعد وفات معاویہ حسب وصیت اس کے یزید
نے انجام دیا۔ یہ بھی واضح ہو گیا کہ آپ جو اپنے رسالہ میں جا بجا شیعوں

پر اکسانے اور جلد بازی کرنے کا اور امام حسینؓ پر پیشقدمی کرنے کا اتہام لگاتے ہیں سراسر جھوٹ اور فریب ہے۔

ولید دشمن اہلبیت تھا

ابو الآمنہ صاحب! کیوں جھوٹ بکتے ہیں۔ کہاں مجلسی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ ولید خیر خواہ خاندان اہلبیت تھا۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ ولید بنی امیہ سے تھا بلکہ یزید کا حقیقی چچیرا بھائی اور مدینہ میں یزید کا جانشین تھا۔ اس نے بھی حسینؑ کی شکایت میں یزید کو خط لکھا تھا کہ وہ تیری بیعت پر راضی نہیں ہیں جس کے جواب میں یزید نے اس کو بھی لکھا تھا کہ حسینؑ بن علیؑ کا سر جواب نامہ کے ساتھ میرے پاس بھیجدے۔ (دیکھو روضۃ الاحباب) جس سے صاف ظاہر ہے کہ ولید اور اس کا باپ عتبہ دونوں دشمن حسینؑ تھے اور دونوں اُس جناب کے قتل پر مدینہ ہی میں مامور کئے گئے تھے۔ دشمن کو دوست اور سنّی کو شیعہ کہنا آپ ہی کا کام ہے۔

مروان کی معزولی اور ولید کی تقرری پر آپ کو تعجب کیوں ہوتا ہے؟ ولید بہ نسبت مروان کے یزید سے رشتہ میں قریب تر تھا۔

اِسی سُرخی کے تحت میں اولاً آپ یہ دکھاتے ہیں کہ "جب عتبہ داخل مدینہ ہوا اور مسند امارت پر متمکن ہوا چاہا حکم یزید در باب مروان جاری کرے۔ مروان بھاگ گیا اور عتبہ کی دسترس اس پر نہ رہی" بعدہ آگے بڑھکر لکھتے ہیں کہ "جب امام حسینؑ داخل مجلس ولید ہوئے دیکھا مروان ولید کے پاس تنہا بیٹھا ہے" اب فرمائیے مروان کا بھاگنا اور اس پر دسترس نہ ہونا سراسر جھوٹ ہے یا نہیں؟ پھر کیف عتبہ ہو یا ولید یا مروان یہ سب زرقا کی تھیلی کے چٹے بٹے تھے۔ سگ زرد برادر شغال

عبداللہ ابن زبیر کی یزید کو چنداں فکر نہ تھی

آپ قیاس کرتے ہیں کہ یزید نے حسب وصیت امیر شام عبداللہ بن زبیر کی بیعت پر زور دیا ہوگا۔ قیاس پر عمل نہ کیجئے قیاس کام شیطان کا ہے۔ ہم نے اوپر بحوالہ دمعۃ الاحباب یزید کا خط دکھا دیا جس میں اس نے ولید کو لکھا تھا کہ ابن زبیر کی فکر نہ کر حسینؑ بن علیؑ کا سر جواب نامہ کے ساتھ بھیجدے۔ اس خط کے آنے کے بعد جب امام حسینؑ نے مکہ معظمہ میں جا کر پناہ لی تو وہاں بھی یزید نے حضرت کا تعاقب کیا اور تیس شیاطین بنی امیہ کو حضرت کے قتل کیلئے معین کیا۔ (دیکھئے ینابیع المودۃ و تاریخ اعثم کوفی وغیرہ) جب وہاں سے بھی حضرت علحدہ ہونے لگے تو عمرو بن سعد بن العاص جو یزید کیطرف سے حاکم مکہ تھا مزاحم ہوا۔ دیکھئے عبداللہ بن زبیر بھی مکہ میں موجود ہے آزادانہ پھرتا چلتا ہے اس کے ساتھ کسی قسم کا تعرض نہیں ہے نہ کوئی بازپرس ہے۔ جیسے عبداللہ ابن عمر آزادی سے ہیں یہ بھی ہیں۔ اب تو آپ کو معلوم ہوا کہ یزید کو ابن زبیر کی چنداں فکر نہ تھی۔ ان دونوں باپ بیٹوں کو جو عداوت تھی فرزند رسولؐ سے تھی۔ ہم واقعات سے دکھاتے ہیں مثل آپ کے سخن سازی نہیں کرتے ہیں۔ انصاف کو راہ دیجئے۔

امام حسینؑ پر معاویہ اور یزید کی بیعت کی نسبت اتہام کا جواب

آپ یہاں پھر لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ نے امیر شام کی بیعت منظور کر لی۔ پناہ بخدا! یہ کیسی بیعت ہے کہ جس کے آپ ایسے گرویدہ ہو رہے ہیں۔ منہ کی کھاتے جلتے ہیں اور پھر وہی کہتے جاتے ہیں۔ ارے صاحب! امام حسینؑ اور معاویہ دونوں موجود ہیں۔ امام حسنؑ معاویہ کے منہ پر کہہ دیتے ہیں کہ امام حسینؑ شہید ہو جائیں گے مگر بیعت نہ کریں گے۔ اسنے خط میں معاویہ

نے جس مکاری سے لفظ بعیت استعمال کر کے مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہا
تھا اور جس پر آپ نے استدلال کیا تھا وہ بھی اوپر دکھا دیا گیا لیکن آپکی
وہی حالت ہے سه
نصیحت کن مرا چندانکہ خواہی ؛ کہ نتواں شست از زنگے سیاہی
آپ یہ بھی قیاس کرتے ہیں کہ "امام حسینؑ کو نفس بعیت یزید سے انکار
نہ تھا" حالانکہ معاویہ از شام تا مدینہ و از مدینہ تا مکہ ہر طرح کی کوشش کر کے تھک
گیا امام حسین علیہ السلام نے شہید ہونا۔ جیسا کہ امام حسنؑ نے فرمایا تھا۔ گوارہ
کیا مگر نہ معاویہ کی بعیت کی نہ یزید کی تب ایسا قیاس کرنا بجز شیطنت کے
اور کیا ہے؟
یہ تو متحتم ہے کہ امام حسینؑ نے بعیت نہیں کی اور اسی بعیت کیلئے
شہید کئے گئے۔ لیکن آپ اپنی عیاری سے لکھتے ہیں کہ "اگر ولید کی
تشفی مخفی بعیت سے ہو جاتی تو امام حسینؑ بعیت پر مائل تھے" محض غلط
ہے۔ ولید نے تو اسی وقت بعیت لینے کیلئے طلب ہی کیا تھا اور
چاہتا تھا کہ فوراً بعیت ہو جائے۔ مگر حضرت نے اپنے کلام بلاغت
نظام سے اس وقت اس کے شر کو روک دیا بعیت والی روایت جو آپ
نے جلاء العیون کے اردو ترجمہ سے لکھی ہے وہ روضۃ الصفا میں بھی
موجود ہے۔ جو جلاء العیون سے بہت قبل کی کتاب ہے معلوم ہوتا
ہے مجلسی علیہ الرحمہ نے بھی اسی سے اخذ کیا ہے۔ روضۃ الصفا میں ہے
کہ حضرت نے ولید سے فرمایا "مناسب نیست کہ ہمچو من کسے در ستر بعیت
کند فردا کہ این خبر آشکارا شود دعامہ اہل اسلام مجتمع گردند ہر چہ مصلحت
باشد تبقدیم رسانیدہ آید ولید گفت یا ابا عبداللہ سخن سنجیدہ فرمودی بہ سعادت

باز گردد"۔ مروان نے اصرار کیا کہ اسی وقت بیعت ہونی چاہیئے۔ حضرت نے ولید سے فرمایا "تو میدانی کہ ما اہلبیت نبوت و معدن رسالتیم و خانۂ ما محل رسالت و مکان آمد و شد ملائکہ است با یزید فاسق کہ شراب میخورد و انواع فسق بر علانیہ از وصادر میشود چگونہ بیعت کنیم"۔ ابوالآمنہ صاحب! آپ کو شرم نہیں معلوم ہوتی؟ اس صورت واقعہ کو دیکھ کر آپ کے اس لکھنے پر کہ امام حسینؑ خفیہ بیعت کر لینے پر مائل تھے صاحبان عقل آپ کو کیا کہینگے؟

آپ لکھتے ہیں کہ علانیہ بیعت کرنے میں اغلباً اسواسطے تامل تھا کہ میرے شیعہ بھی کہیں میرے ساتھ وہی سلوک نہ کر گذریں جیسے خباب علیؑ اور حضرت امام حسن علیہما السلام کے شیعوں نے امیر معاویہ کے ہمراہ علانیہ مصالحت اور بیعت پر کیا تھا"۔ ہاں صاحب! اگر امام حسین علیہ السلام آپ لوگ کے چھٹے خلیفہ قرار پاتے تو وہ لوگ جو حضرت علیؑ کو چوتھا اور امام حسنؑ کو چھ مہینہ کیلئے پانچواں خلیفہ سمجھ کر ساتھ ہوئے تھے البتہ وہ لوگ امام حسینؑ کو چھٹا خلیفہ سمجھ کر ہزاروں ہزار ان کے گرد جمع ہو جاتے اور ان سے امام حسینؑ کو خوف ہوتا کہ کہیں یہ لوگ ہمارے ساتھ بھی وہی بدسلوکیاں نہ کریں جو حضرت علیؑ اور امام حسنؑ کے ساتھ کی ہیں۔ اس جماعت نے تو خاندان رسالت کا ساتھ صلح ہوتے ہی چھوڑ دیا۔ اس زمانہ کے کسی سنّی سے جو ان ہی لوگوں کے متاخرین سے ہیں پوچھئے تو امام حسنؑ کے بعد امام حسینؑ کو چھٹا خلیفہ سمجھتے ہیں؟ جیسے یہ لوگ حضرت کو چھٹا خلیفہ نہیں سمجھتے وہ لوگ بھی نہیں سمجھتے تھے تب وہ کیوں حضرت کے ساتھ ہوتے؟ اب تو حضرت کے ساتھ صرف وہی لوگ ہیں جو امام حسینؑ کے ساتھ صلح

چونکہ ولید کے ہاں گئے ہوئے تھے یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کربلا میں اپنی جانیں حضرت کے قدم پر نثار کر دیں۔ ایسے لوگوں کی اُس وقت سے لیکر آجتک کوئی بیوفائی آپ ہرگز نہیں دکھا سکتے۔ حضرت کے زمانہ سے تا دور ہیں فرق ہو گیا ہے۔ شیعہ اور سنی علحدہ ہو گئے۔ حضرت کے ساتھ میں بجز شیعیان مخلصین کسی غیر کے گھسنے کا موقع نہ رہا۔ شیعہ از اول تا آخر خاندان رسالت سے متمسک رہے اور ہیں۔ سنی بعد رسولؐ بنی تیم و بنی عدی سے بعدہ بنی امیہ سے متمسک رہے اور ہیں ؎

مغفر غلامان علیؑ با علیؑ + حشر غلاماں عمر با عمر

غلط فہمی بنسبت بیعت سید سجادؑ

آپ لکھتے ہیں کہ "فروع کافی میں لکھا ہے کہ امام زین العابدینؑ نے یزید بن معاویہ کی بیعت کا اُس کے وارد مدینہ ہونے پر اقرار کر لیا تھا" آپ فروع کافی سے پوری روایت لکھے ہوتے تو معزز ناظرین کو موقع انصاف کا ملتا لیکن آپ کا مقصود تو یزید کی وحشیانہ اور خونخوار رفتار پر پردہ ڈالنا ہے۔ اب اس خونی منظر کو جو صاحب فروع کافی نے لکھا ہے معزز ناظرین ملاحظہ کریں "ابن محبوب ابن ایوب سے اور وہ یزید بن معاویہ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتا ہے میں نے ابو جعفر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ یزید بن معاویہ حج کے ارادہ سے داخل مدینہ ہوا تو ایک مرد قریش کو بلا بھیجا جب وہ آیا تو یزید نے اس سے کہا کہ آیا تو اقرار کرتا ہے کہ تو میرا غلام ہے اگر میں چاہوں تجھ کو بیچ ڈالوں اور اگر چاہوں اپنے پاس رکھوں اس مرد نے کہا قسم خدا کی اے یزید تو قریش میں از روئے حسب مجھ سے بہتر نہیں ہے اور نہ تیرا باپ میرے باپ سے جاہلیت میں خواہ اسلام میں بہتر تھا اور

تو مجھ سے نہ دین میں بہتر ہے نہ خیر میں تب کیونکر میں اقرار کروں اس کا کہ جو تونے سوال کیا ہے۔ یزید بولا کہ اگر نہیں اقرار کریگا تو قسم خدا کی تجھ کو قتل کر ڈالونگا اس مرد نے کہا کہ میرا قتل کرنا تیرے لئے قتل حسینؑ ابن علیؑ فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ سے بڑھ کر نہیں ہے یزید نے حکم دیا وہ بیچارہ مرد مسلمان قتل کر دیا گیا"۔ کیوں معزز ناظرین یہ کیسی بیعت ہے؟ جناب باری اپنے رسولؐ کو ایک وقت میں کافر زید سے بھی ہی کہنے کا حکم دیتا ہے کہ لکم دینکم ولی دین۔ نہ معلوم یہ بیعت کیسی بلائے مبرم ہے کہ جس کے نہ کرنے پر مسلمان کی گردن ماریجاتی ہے۔ وہ بیچارہ مظلوم مسلمان کہتا ہے کہ ہمارا دین اسلام تیرے دین سے بہتر ہے۔ اور جناب باری فرماتا ہے لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد الخ۔ معلوم نہیں یہ یزید کس دین پر تھا کہ مسلمانوں کے واسطے یہ سزا تجویز کی تھی کہ اگر دین اسلام پر رہنا ہے تو اس ملعون کی غلامی اختیار کریں چاہے وہ بیچے چاہے اپنی خدمت میں رکھے۔ مسلمان ہوکر اگر اس کی غلامی اختیار نہ کرینگے تو گردن ماریجائیگی اگر یہ مظلوم قریشی مسلمان نہ ہوتا کسی دوسرے دین پر ہوتا تو ایسا سخت ظلم اس پر نہ ہوتا جزیہ ہی دیکر اپنی جان بچالیتا۔ گویا مسلمان ہونا ہی ایسا جرم تھا کہ بغیر غلامی اختیار کئے۔ جان بخشی نہیں ہوسکتی تھی۔ اگر رسولؐ اس غلامی کی شرط پر بیعت لیتے ہوتے کہ چاہے تم کو ساتھ رکھیں گے یا بیچ ڈالیں گے تو کوئی بھی مسلمان نہ ہوتا اور ایسے اسلام سے زیادہ برا کوئی دین نہ ہوتا۔ اب تو آپ سمجھے کہ یزید دین محمدی پر نہ تھا بلکہ دین ابوسفیان و دین معاویہ پر تھا اسی کو جاری کر رہا تھا اسلام کو بدنام کرنے اور اس سے غیر قوموں کو

نفرت دلانے کی فکر میں تھا۔ اسلام کی تعلیم قرآن میں دیکھئے کس کس طرح رواج جاہلیت کو مٹاکر انسانوں کو غلامی سے آزاد کرانے کی صورتیں پیدا کر رہا ہے اگر کوئی مومن کسی دشمن قوم کے آدمی کو بھی مار ڈالے تو اسکا کفارہ بندہ آزاد کرنا ہے۔ اگر کسی قوم کے ساتھ میثاق ہے مثل ذمی وغیرہ کے اس کے کسی آدمی کو مار ڈالے تو اس کا کفارہ بھی بندہ آزاد کرنا ہے۔ لغو قسم کھانے کا کفارہ بندہ آزاد کرنا ہے۔ ظہار کا کفارہ بندہ آزاد کرنا ہے فی سبیل اللہ غلام کو آزاد کر دینے میں ثواب ہے۔ اسکے برعکس اگر کوئی کسی مومن کو عمداً قتل کرے جیساکہ یزید کر رہا ہے تو اسکی سزا خلود نار ہے۔ بتایئے قرآن میں یا رسولؐ کی کسی حدیث میں بجبر بیعت لیکر کسی مسلمان کو غلام بناکر اپنی خدمت کیلئے رکھنے یا بیچ ڈالنے کا اور بصورت انکار اس پر حد قتل جاری کرنے کا حکم کہاں ہے؟ ایسی ظالمانہ بیعت کی مثال تو از آدم صفی اللہ تا انہدام اسلام کیا کسی دین و ملت میں نہیں پایئے گا۔ اس ظالمانہ بیعت کی ایجاد آپ کے عمر صاحب نے ابوبکر کی بیعت کیلئے حضرت علیؑ کے انکار پر کیا تھا مگر ان کو اس پر عمل کرنے کی نوبت نہیں آئی یزید نے اس پر عمل کرکے دکھا دیا کیونکہ بقول آپ کے ان کے باپ امیر معاویہ بھی عمر صاحب ہی کی اقتدا کرتے تھے۔ آمدم برسر مطلب۔ اس بیچارے مرد قریشی کو قتل کرنے کے بعد جیسا کہ فروع کافی میں منقول ہے۔ یزید نے علیؑ ابن الحسینؑ (زین العابدین) علیہما السلام کو بلا کر وہی کہا جو قریشی سے کہا تھا۔ علی ابن الحسین علیہما السلام نے فرمایا انا عبد مکرہ لک فان شئت فامسک وان شئت فبع۔ اس روایت میں حضرت کا یہی کلمہ انا عبد مکرہ لک صاف صاف بیعت کی رد کر رہا

سے ہے۔ اس کلمہ انا عبد مکرہ لک سے دنیا میں کون صاحب عقل کہہ سکتا ہے کہ حضرت نے بعیت کی؟ حضرت اپنے خاندان کے ساتھ دشمنی اور بیدینی بنی امیہ کی حالت اور بعیت کی شورش قبل سے دیکھتے آتے ہیں اور سنتے آتے ہیں اور اس بعیت سے اپنے آباؤ اجداد کا انکار و ملال اور کشیدگی ادراک کرتے آتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے سیرت شیخین کو قبول نہ کیا۔ جناب سیدہؑ نے بعد غصب فدک تا وفات شیخین سے کلام نہ کیا بلکہ وصیت کی کہ جنازہ پر بھی نہ آنے پائیں۔ امام حسینؑ نے جو امام زین العابدینؑ کے پدر بزرگوار تھے اسی پلیدی بعیت کی وجہ سے اپنی اور اپنے اعزا واقربا کی شہادت قبول کی۔ اپنے اہلبیت کی اسیری گوارہ کی۔ ایسی حالت میں یہ خیال کرنا کہ حضرت نے بعیت کی تمام تر خلاف عقل ہے۔ بلکہ حضرت نے یزید کے بررو صاف کہدیا انا عبد مکرہ لک اور جیسا کہ بعیت کا قاعدہ ہے یزید کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیا۔ اس کو کوئی حق پسند بعیت نہیں کہہ سکتا۔ اگر حضرت بررو اس کے صاف صاف اپنا اکراہ نہ ظاہر کرتے جبراً المقتضائے وقت اپنی جان بچانے کیلئے کچھ کہے ہوتے تو وہ فرمانا حضرت کا ویسا ہی ہوتا جیسا حضرت ابراہیمؑ نے نمرودیوں سے کہدیا تھا کہ ان کے بڑے نے توڑا ہے قال بل فعلہ کبیرہم (سورۂ انبیاءؑ) یا حضرت کا فرمانا ویسا ہی ہوتا جیسا کہ کفار کے مجبور کرنے سے عمار یاسر نے کلمۂ کفر کہدیا اور ان کا فرول کی تسکین ہو گئی اس سے کوئی حضرت عمار کا کافر ہونا قبول نہیں کر سکتا (دیکھو تفسیر آیہ کریمہ من کفر باللہ بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان۔ (النحل ۱۴)

حضرت کے جواب میں لفظ مکرہ اسی اکرہ سے ماخوذ ہے۔ ابو الآمنہ حبیب ۱۲

سمجھئے اگر کوئی ہندو جبراً کسی مسلمان سے بعیت لے اور وہ مسلمان اپنے عقیدۂ اسلام پر قائم رہکر نمائشی بعیت کرے تو اس کا کیا نتیجہ ہوگا ہے۔

بعیت وقتاً فوقتاً ضرورت کیلئے اگر بعیت کرنے والے بہ طیب خاطر قبول کریں لی جاتی ہے۔ جیسے بعیت رضوان۔ جبریہ نہیں۔ اگر کسی ملت کا پیشوا دیندار و نیکوکار صاحب کمال ہو اور اپنے مذہب پر اعتقاد کامل رکھتا ہو۔ صالح و ابرار ہو تو اس کی ملت کے عوام بوجہ اس کی دینداری کے خود بخود گرویدہ ہو کر اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ نصاریٰ اپنے پیشوا کی جانب۔ ہندو اپنے پنڈت کی جانب مسلمان اپنے علماء کیجانب بوجہ ان کے کمالات دینی کے رجوع کرتے ہیں۔ ہم اُن لوگوں کو کہتے ہیں جو دینی خیالات سے رجوع کرتے ہیں نہ بطمع مال و زر مثل عبداللہ ابن عمرو عبدالرحمن وغیرہ کے یا بوجہ تسلط شاہی مثل عوام شامی و حجازی و عراقی کے۔ اگر یزید پلید میں واقعی دینداری ہوتی اور دینداری میں مسلمانوں میں فضیلت رکھتا ہوتا تو از خود لوگ رجوع کرتے ایسی سختی کی ضرورت نہ تھی اور اگر اپنی بددینی کی حالت میں خود رسولؐ ہی سے بعیت لیتا تو کیا ہوتا۔ اپنی قبر کو آگ سے بھرتا۔

امام زین العابدینؑ کا یہ فرمانا ان شئت فامسک وان شئت فبع ویسا ہی ہے جیسا حضرت نے اپنے اسیری کی حالت میں فرمایا تھا۔

امعاد ذلیلاً فی دمشق کاننی   من الزنج عبد غاب عنه نصیر

بندی بنانے اور بیچنے کا حوصلہ یزید نے واقعہ کربلا ہی میں پورا کر لیا تھا حضرت کو مع بنات رسولؐ اسیر کرا کے دربار شام میں منگایا اپنے سامنے کھڑا رکھا اور محبوس کیا۔ اسی وقت ایک شامی نے اُن قیدیوں میں سے

ایک لڑکی کو یزید سے اپنی کنیزی میں طلب کیا مگر جب شامی کو معلوم ہوا کہ یہ آل
رسولؐ ہیں تو شش و پنج ہو کر نادم ہوا۔ لیکن آپ کا دل یہی چاہتا ہے کہ آل
رسولؐ یزید پلید کے غلام سمجھے جائیں۔ خدا سے آپ جناب چاہتے ہیں کہ
ایسی فضیلت دیگران کو کیوں پیدا کیا۔ ان تمام حالات کو پیش نظر رکھ کر تمام
دنیا کی مہذب قوموں سے۔ بجز یزیدی فرقہ والوں کے پوچھ لیجئے حضرت
کے اس کلمہ سے انا عبد مکرہ لک حضرت کا بیعت سے اکراہ اور ان
شئت فامسک وان شئت فبع فرمانے سے حضرت کی مظلومی اور یزید پلید
کی ناہنجاری بدکرداری سفاکی اور بددینی ثابت ہے یا بیعت؟ لعنۃ
اللہ علی القوم الظالمین۔ لیجئے ابو الآمنہ صاحب فروع کافی کی حدیث
بیعت کا دعوے کرنے والے کیلئے لعنت کا طوق ہو گئی۔
آپ اسی روایت کی بناء پر لکھتے ہیں کہ امام زین العابدینؑ نے یزید کی
بیعت کر لی لیکن خود یزید ایسا نہیں سمجھتا تھا۔ حضرت کے اس فرمانے پر
انا عبد مکرہ لک ان شئت فامسک وان شئت فبع یزید ویسا ہی مبہوت
ہوا جیسا حضرت ابراہیمؑ کے بل فعلہ کبیرھم فرمانے پر نمرود ہی مبہوت
ہو گئے تھے۔ اگر یزید یہ سمجھتا کہ حضرت بیعت کر چکے ہیں تو مسلم بن عقبہ کو
جس کو واقعہ حرّہ میں اہل مدینہ سے بیعت لینے کیلئے بھیجا تھا حضرت سے
تعرض کرنے کو منع کر دیتا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ جس طرح مسلم بن عقبہ
نے بیعت کیلئے دیگر اہالیان مدینہ کو بلایا اسی طرح حضرت کو بھی طلب
کیا لیکن مسلم بھی حضرت کے تشریف لانے پر ویسا ہی مبہوت ہو گیا
جیسا یزید ہوا تھا۔ چنانچہ آپ کے امام مسعودی مروج الذہب میں لکھتے
ہیں۔ [illegible] نے یزید کی غلامی کا اقرار کر کے بیعت کر لی اور حسن نے

انکار کیا وہ قتل ہوا سوا امام زین العابدینؑ کے چنانچہ جب وہ مسلم بن عقبہ کے پاس لائے گئے تو باوجودیکہ مسلم مذکور ان کو اور ان کے بزرگوں کو برا کہہ رہا تھا مگر سامنا ہوتے ہی کانپنے لگا اور سر وقد تعظیم دیکر امام زین العابدینؑ کو اپنے برابر بٹھا لیا بعد ازاں جب حضرت وہاں سے واپس گئے تو لوگوں نے مسلم بن عقبہ سے پوچھا کہ جس وقت تک یہ صاحبزادے نہ آئے تھے اس وقت تک تو ان کو اور ان کے بزرگوں کو برا کہہ رہا تھا پھر کیا سبب ہے کہ ان کے آنے پر تو نے ان کی بڑی قدر و منزلت کی مسلم نے کہا میں نے قصداً ان کی تعظیم و تکریم نہیں کی بلکہ ان کو دیکھتے ہی میرے قلب پر ایسا رعب چھا گیا کہ میں مجبور ہو گیا"۔

اگر یزید امام زین العابدینؑ سے بعیت لینے پر قادر ہوتا تو حضرت زنجیر و طوق میں جکڑے ہوئے اس کے پاس دربار شام میں گئے تھے اور بار بار وہ لعین حضرت کے قتل کا حکم دیتا تھا حضرت کیلئے قبر کھودی جاتی تھی۔ جیسا کہ آئندہ آئیگا۔ وہیں بعیت لے لئے ہوتا لیکن قدرت نے مجبور رکھا۔

ابو الآمنہ صاحب! فروع کافی والی روایت جو آپ نے لکھی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعد واقعہ کربلا یزید حج کیلئے مکہ میں آیا تھا جہاں عبداللہ بن زبیر بھی موجود ہے لیکن یزید اس سے کسی قسم کا تعرض یا بازپرس نہیں کرتا ہے۔ اب تو صاف ثابت ہو گیا کہ عبداللہ ابن زبیر کا نبذ نبذ کا والی معاویہ کی وصیت دراصل امام حسینؑ کی نسبت تھی۔

ابو الآمنہ صاحب! آپ خود لکھتے ہیں کہ کافی کی تدوین دو آنزدہ الملوک کے بعد ہوئی۔ اس کے مولف کلینی علیہ الرحمہ کو کسی معصوم کا زمانہ نہ ملا۔ ما بعد

میں جو کچھ روایتیں اور حدیثیں راویوں یا دوسروں کی کتابوں سے ملیں انکو
ضبط قلم فرماتے گئے۔ لیکن ان کی احتیاط کو دیکھئے۔ نقادی کے لئے دیباچہ
کتاب میں واضح طور پر لکھدیا اعرضوا علی کتاب اللہ فما وافق کتاب اللہ عزوجل
فخذوہ وما خالف کتاب اللہ فردوہ اب ہم اس روایت کو جس پر آپ نے
استدلال کیا ہے کتاب اللہ پر عرض کرتے ہیں تو کسی نبی یا وصی کو نہیں پاتے
کہ کسی ظالم کا اتباع کیا ہو۔ حق سبحانہ تعالی فرماتا ہے لاینال عھدی الظالمین
تب یزید کے ایسے ظالم کو خلیفہ یا امام قرار دینا قرآن کی مخالفت کرنا ہے
اور یہ گمان کرنا کہ امام زین العابدینؑ نے یزید پلید کی بیعت کی خدا سے
استہزا کرنا ہے کیونکہ جناب باری فرماتا ہے افمن یھدی الی الحق احق
ان یتبع ام من یھدی الا ان یھدی فما لکم کیف تحکمون۔ یعنے آیا وہ
شخص جو ہدایت کرتا ہے حق کیطرف سزاوار اس کا ہے کہ اس کا
اتباع کیا جائے یا وہ شخص کہ جو خود بھی ہدایت نہیں پاتا ہے مگر
یہ کہ دوسرا اس کی ہدایت کرے۔ یہ تم کو کیا ہو گیا ہے کہ نہیں سمجھتے
ہو کیسا حکم لگاتے ہو؟۔

آپ لکھتے ہیں کہ "جناب علیؑ ایک چھوڑ تین خلفائے جور کی بیعت
کر چکے تھے۔ ارے صاحب آپ کے تینوں خلفاء سابقا بت پرست
تھے اور حضرت علیؑ نے بجز خدا کے کبھی کسی دوسرے کو سجدہ نہ کیا۔ پیدا
ہوتے ہی سے کھلی جو آنکھ تو سب سے پہلے خدا کا گھر دیکھا۔ بڑی شرم کی
بات ہے کہ آپ ایسے خدا پرست پر ان کی بیعت کا جو تیس تیس چالیس
چالیس برس بت پرستی کرتے رہے اتہام لگاتے ہیں۔ اگر یوں ہی
آپ کو ان لوگوں کی منزلت بڑھانے کا شوق ہے تو کہدیجئے کہ خود

رسول ص نے ان تینوں خلفار کی بیعت کی تھی۔ اس سے آپ کے مرزا صاحب کی اور ترقی ہو جائے گی کیونکہ مرزا صاحب کو آپ شیخین سے تو افضل سمجھتے ہی ہیں ایک درجہ اور بڑھ جائیگا۔ آپ کی زبان آپ کے منہ میں ہے جو چاہیئے کہئے کون روک سکتا ہے؟ مگر جناب باری فرماتا ہے لاینال عھدی الظالمین۔ تب ان لوگوں کی جو چالیس برس تک بت پرستی کرتے رہے ان کی بیعت کرنا معاذاللہ قرآن کی مخالفت کرنا ہے۔ کب ہوسکتا ہے کہ حضرت علیؑ جن کی شان میں رسول اللہ فرماتے تھے علیؑ مع القرآن والقرآن مع علی (دیکھو تفسیر جامع کبیر تحت آیۂ کریمہ ھو الذی بعث فی الامیین رسولا) الیسوں کی بیعت کریں؟ حضرت علیؑ نے تو ان کی سیرت کو کبھی پسند نہ کیا۔ بیعت کجا! آپ کے خلفاء کی بیعت کرنے والے بہت سے تھے ایک حضرت علیؑ کے بیعت نہ کرنے سے آپ لوگ کا کیا نقصان ہے کہ جو اس قدر درپے رہتے ہیں کہ خواہ مخواہ حضرت علیؑ کا بھی بیعت کرنا کسی نہ کسی طرح قائم کریں اگرچہ چھ مہینہ کے بعد ہی ہا سہی؟ اگر حضرت علیؑ کی بیعت پر خلافت منحصر تھی تو جملہ مورخین بالاتفاق لکھتے ہیں کہ چھ مہینہ تک حضرت علیؑ نے ابوبکر کی بیعت نہ کی (دیکھو تاریخ ابو الفدا و عقد الفرید و تاریخ طبری و مروج الذہب مسعودی و تاریخ کامل ابن اثیر وغیرہ) تب چھ مہینہ تک ابوبکر کی خلافت باطل تھی!! اور اگر چھ مہینہ تک حضرت علیؑ کے بیعت نہ کرنے سے کوئی نقصان نہ ہوا تو دو برس اور نہ کرنے سے کیا نقصان ہے؟ جانے دیجئے۔ اور جب ایک خلیفہ کی بیعت نہ کرنے سے کوئی نقصان نہ ہوا تو دیگر دو خلفار کی بیکار تکرار ہے۔ تعجب ہے کہ جس وقت مکان میں آگ لگانے گئے گرفتار کرکے لائے۔ قتل پر آمادہ

ہوئے اس وقت تو حضرت نے بیعت نہ کی اور چھ مہینہ کے بعد بیعت ہوگئی! کہا جاتا ہے کہ بوجہ لحاظ جناب سیدہؑ شفیعۂ روز جزا چھوڑ دیئے گئے تھے۔ کھیل ہے! اگر بیعت لوازم دین سے تھی تو جناب سیدہؑ کی خاطر سے چھوڑ دینا چہ معنی دارد؟ فدک کے معاملہ میں جناب سیدہؑ کی خاطر کا لحاظ نہ ہوا؟ اگر یہ بیعت امر خیر ہوتی تو جناب سیدہؑ ہرگز اسکے خلاف نہ ہوتیں۔ بیشک یہ بیعت جملہ مظالم سے بڑھی ہوئی ایسا ظلم تھی کہ جسکو ابوبکر نے بھی جناب سیدہؑ کی حیات میں کرنا گوارہ نہ کیا (دیکھو تاریخ ابو قتیبہ وغیرہ) اور جبکہ امر خیر نہ تھا بلکہ ظلم تھا تو کبھی بھی حضرت علیؑ نے اس کو قبول نہ کیا۔ یہ زور و شور بیعت کا صرف دو زمانہ میں ہوا جیسا کہ رسالۂ ہذا میں ہم برابر دکھاتے آتے ہیں اول ابوبکر کیلئے دوم یزید کیلئے۔ نہ عمر کیلئے ہے نہ عثمان کیلئے اور نہ معاویہ کیلئے ابوبکر کی بیعت کے شرائط کی تو کہیں صراحت نہیں ہے۔ لیکن یزید کی بیعت سے معلوم ہوتا ہے کہ بیعت اس شرط پر لی جاتی تھی کہ غلام بنا کر خواہ اپنے پاس رکھیں اور اللہ کی اطاعت کرائیں یا نافرمانی۔ آزاد کریں یا بیچ ڈالیں (دیکھو جذب القلوب شیخ عبدالحق محدث دہلوی) حضرت علیؑ تو خلافت ثلاثہ کے بہت قبل زمانۂ رسولؐ خدا میں شب ہجرت کو اپنی جان اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بیچ چکے تھے جس پر آیۂ کریمہ ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد نازل ہوا (دیکھو تفسیر ثعلبی۔ تفسیر در منثور سیوطی۔ اسد الغابہ ابن اثیر۔ احیاء العلوم غزالی و تاریخ خمیس) تب حضرت علیؑ یا ان کی ذریت دوسرے کے ہاتھ کیونکر دست بیع ہوسکتے ہیں اور کیونکر ان سے کوئی بیعت لے سکتا ہے

ان کی جان تو خدا کے ہاتھ بک چکی ہے اب ان پر یا ان کی ذریت پر بمقابل خدا کے کسی دوسرے کا اختیار نہیں ہو سکتا ہے۔ جب یزید کے ایسا ظالم سید سجادؑ کے ایسے مظلوم سے بیعت لینے پر قادر نہ ہوا تو یہ خیال کرنا کہ حضرت علیؑ نے کسی کی بیعت کی ہو این خیال است و محال است و جنوں۔ رسولؐ اللہ حضرت علیؑ سے فرماتے تھے انت منی وانا منک یعنی تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ یہ بھی فرماتے تھے انا و علی من نور واحد یعنی میں اور علیؑ ایک نور سے ہیں یہ بھی ارشاد فرماتے تھے کہ حسین منی وانا من الحسین یعنی حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں جب جن لوگوں نے ان حضرات سے بظلم بیعت لی گویا انھوں نے رسولخداؐ سے بیعت لی اور جس نے رسولخداؐ سے بیعت لی اس نے خدائی کا دعویٰ کیا وہ نمرود ہوا فرعون ہوا ہامان ہوا۔

دوسرا اعتراض آپکا یہ ہے کہ امام حسینؑ نے اپنی شہادت سے دین اسلام اور اپنے خاندان کا کیا سنوارا۔ اس کا جواب دینے کی ہم کو ضرورت نہیں ہے ہم تو شیعہ ہیں۔ دیکھئے مسٹر مسیو ماربین جرمنی جو عیسائی ہیں وہ آپ کو اس کا محققانہ اور فلسفانہ جواب اپنے رسالہ سیاست اسلامیہ میں دیتے ہیں۔ وھو ھذا۔

"جو شخص اس زمانہ کے حالات اور بنی امیہ کی طرز معاشرت اور تمامی اسلامی گروہوں پر ان کا غلبہ اور مسلمانوں کی شکست اعتقادی جو ان کی حکومت سے عارض ہو گئی تھی ان تمام باتوں سے اچھی طرح ماہر ہے وہ بلا تامل تصدیق کریگا کہ حسینؑ نے اپنی جان دیکر اپنے نانا کے دین اور شریعت اسلام کو زندہ کر دیا۔ اگر یہ واقعہ پیش نہ آتا اور مادۂ بصیرت اُس ہنگامہ کے

شہید ہونے سے مسلمانوں میں پیدا نہ ہوتا تو ہرگز اسلام اپنی اصلی حالت پر باقی نہ رہتا اور چونکہ ابھی اس کا ابتدائی زمانہ تھا اسلئے ممکن تھا کہ اسکے رسوم اور قوانین بالکل نابود ہو جاتے چونکہ حسینؑ کو اپنے والد کے انتقال کے بعد سے اس عالی مقصد کے پورا کرنے کا عزم بالجزم تھا اسی لئے آپنے یزید کے جانشین معاویہ ہونے کے تھوڑے ہی دنوں بعد مدینہ سے اس بنا پر سفر اختیار کیا کہ مسلمانوں کے بڑے بڑے مقامات (مکہ وغیرہ) میں پہونچکر اپنے اس اعلیٰ خیال کو منتشر فرمائیں۔ یہ آپ کی سیاست کا مقدمہ تھا۔ جہاں آپ قدم رکھتے تھے وہاں کے مسلمانوں کے دلوں میں بنی امیہ کی جانب سے نفرت پیدا ہو جاتی تھی۔ چونکہ یزید بھی ان باریکیوں سے بے خبر نہ تھا اسلئے جانتا تھا کہ اگر کسی چھوٹے مقام میں بھی یہ خیال کارگر ہو گیا تو بلحاظ اُس نفرت کے جو مسلمانوں کے دلوں میں بنی امیہ کی طرز معاشرت اور حکومت نے پیدا کر دی ہے اور بلحاظ اُس قلبی توجہ کے جو مسلمانوں کو حسینؑ کے ساتھ ہے نہایت سرعت کے ساتھ آپ کا وہ خیال تمام اسلامی ممالک میں جاری وساری ہو جائیگا اور سلطنت بنی امیہ کا دائمی قلع قمع ہو جائیگا۔ یہی سبب تھا کہ یزید نے تخت پر بیٹھتے ہی تمام باتوں سے پہلے حسینؑ کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ بنی امیہ کی سیاسی غلطیوں میں سب سے بڑی غلطی یہی تھی اور یہی ایک خطائے سیاسی تھی کہ جسکے سبب سے (اپنے کو بدنام کر دیا ان کی بد کرداریوں اور چالبازیوں کو لوگ سمجھنے لگے) آخرکار اپنے نام ونشان کو بنی امیہ نے صفحۂ ہستی سے نیست ونابود کر دیا بہت بڑی دلیل اس بات کی کہ حسینؑ اپنی قتلگاہ تک گئے اور ہرگز ان کا قصد ریاست وسلطنت حاصل کرنے کا نہ تھا یہ ہے کہ حسینؑ اپنے اُس علم سے

اور تجربہ سے جو انھیں اپنے پدر (بزرگوار) اور برادر (عالیمقدار) کے زمانہ سے
بنی امیہ کے ساتھ جنگ و جدل کرنے کے متعلق حاصل تھا خوب جانتے
تھے کہ جو اقتدار و عظمت اسوقت یزید کو حاصل ہے اور جیسا سکہ اس کا
مسلمانوں کے دلوں پر بیٹھا ہے اس کے ساتھ مقابلہ کسی طرح ممکن نہیں ہی
دوسرے یہ کہ حسینؑ اپنے پدر (بزرگوار) کے مقتول ہونے کے بعد اپنے
شہید ہونے کی پیشینگوئی ہمیشہ کیا کرتے تھے اور جسوقت سے مدینہ سے
آپ نے حرکت کی صاف صاف اور بآواز بلند کہتے تھے کہ میں شہید
ہونے کیلئے جارہا ہوں اور اپنے سب ہمراہیوں سے بھی محض اتمام حجت کیلئے
یہی فرماتے تھے کہ جو کوئی جاہ و جلال کی حرص و طمع میں ہمراہی چاہتا ہو
جلا ہو جائے اور یہی بات ان کے ورد زبان تھی کہ قتلگاہ کا راستہ میرے
سامنے ہے اور یہ بھی سمجھنے کی بات ہے کہ اگر حسینؑ غور و فکر اور علم و ارادہ کے
ساتھ شہید ہو جانے پر آمادہ نہ ہوتے تو اس طرح اپنا قتل گوارہ نہ کرتے
اور لشکر کے جمع کرنے میں کوشش عمل میں لاتے نہ یہ کہ جو ہمراہ تھے انھیں
بھی متفرق و پراگندہ کردیتے۔ چونکہ کوئی قصد سوائے مقتول ہو جانے
کے کہ جو ان خیالات عالیہ اور اس مقدس ریولیوشن کا مقدمہ تھا مد نظر
ان کے نہ تھا اسلئے انھوں نے یہی سمجھ کر کہ بہت بڑا ذریعہ اس کا بیکسی اور
مظلومیت ہے اسی کو اختیار کیا تاکہ ان کی مصیبت دلوں میں زیادہ تر
موثر ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ وہ محبوبیت کا مرتبہ جو اس زمانہ میں حسینؑ کو
مسلمانوں میں حاصل تھا اگر اس کے ساتھ اپنی قوت بڑھانا چاہتے تو لشکر
فراہم کرسکتے تھے مگر اس صورت میں اگر مقتول بھی ہوتے تو وہ مظلومیت
جس کا نتیجہ عظیم الشان تھا حاصل نہ ہوتی۔ یہی وجہ تھی کہ اپنے پاس سوائے

ان لوگوں سے جن کی جدائی امکان سے باہر تھی کسی کو اپنے ساتھ نہیں رکھا
مثل فرزند و برادر اور بھتیجوں اور بنی اعمام اور چند مخصوص باوفا کے تا آنکہ
ان سے بھی فرمایا کہ تم بھی چھوڑ کر جدا ہو جاؤ مگر انھوں نے منظور نہ کیا اور وہ
بھی ایسے حضرات تھے کہ مسلمانوں کے نزدیک تقدس اور جلالت و
قدر کے اوصاف رکھتے تھے اور ان کا حسینؑ کے ساتھ شہید ہو جانا
اس واقعہ کی عظمت اور تاثیر کا سبب ہوا۔ حسینؑ نے اپنے علم و سیاست
کی قوت کے ساتھ بنی امیہ کے ظلم و ستم کے افشا میں اور ان خیالات
کے اظہار میں جو بنی ہاشم اور آل محمدؐ کی عداوت میں ان لوگوں کے
دلوں میں تھے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ ان میں سے ایک بات
یہ ہے کہ چونکہ بنی امیہ کی عداوت کو آپ اپنے اور اپنے خاندان کے
ساتھ جان چکے تھے۔ یہ بھی سمجھتے تھے کہ میرے قتل کے بعد بنی ہاشم
کی عورتیں اور بچے (جو کہ آل محمدؐ تھے) اسیر و مقید ہو جائیں گے اور یہ واقعہ
مسلمانوں میں علی الخصوص عرب میں اس درجہ پر تاثیر ہو جائیگا جس کا
تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بنی امیہ کی ظالمانہ حرکت اور
ان کے بیرحمانہ سلوک جو انھوں نے اپنے نبی کے حریم اور اطفال کے
ساتھ کیا اس قدر مسلمانوں کے دلوں میں تاثیر کر گیا جو کسی طرح حسینؑ اور
ان کے ہمراہیوں کے قتل ہو جانے سے کم نہ تھا۔ جس نے خاندان
محمدؐ کے ساتھ بنی امیہ کی دشمنی کو اور اسلام کے ساتھ ان کے عقاید بد کو
اور مسلمانوں کے ساتھ ان کے وحشیانہ برتاؤ کو اچھی طرح واضح کر دیا۔
(ابو الآمنہ صاحب! دیکھئے مسٹر میو ماربین بھی بنی امیہ کو مسلمان نہیں
سمجھتے) یہی سبب تھا کہ حسینؑ اپنے ان دوستوں سے جو انھیں اس سفر

سے مانع ہوتے تھے۔ صاف طور پر کہتے تھے کہ میں تو شہید ہو جانے
کیلئے جا رہا ہوں۔ چونکہ ان لوگوں کے خیالات محدود تھے اور حسینؑ
کے مقاصد عالیہ پر انھیں اطلاع نہ تھی اس سفر سے ممانعت میں اصرار
کرتے تھے۔ جس کا آخری جواب حسینؑ کی طرف سے یہ تھا کہ خدا کی مصلحت
یہی ہے اور میرے نانا نے مجھے یہی حکم فرمایا ہے اور جب وہ یہ اصرار
کرتے تھے کہ آپ شہید ہو جانے کی غرض سے جاتے ہیں تو عورتوں
اور بچوں کو ہمراہ نہ لیے جائیے تو جواب دیتے تھے کہ خدا کی مشیت
یہی ہے کہ میرے عیال اسیر و قید ہوں اور حسینؑ کے یہ کلمات چونکہ
روحانی ریاست کی حیثیت سے تھے لاجواب تھے یعنی کسی کو مجال دم
زدن نہ تھی۔ اور یہ دلیل ہے اس بات کی کہ حسینؑ سوائے ان عالی
خیالات کے جو ان کے سر (مبارک) میں تھے کوئی دوسری غرض
خیال میں لاتے ہی نہ تھے۔ یہ مصائب انھوں نے سلطنت و بادشاہی
کیلئے برداشت نہیں کئے اور نہ بغیر سمجھے ہوئے اس مہلکہ عظیم میں
قدم رکھا جیسا بعض مورخین نے خیال کر لیا ہے (ابوالآمنہ صاحب!
دیکھئے مسٹر مسیو ماربین آپ کے اس واہی خیال کا جواب دیتے
ہیں جو آپ نے لکھا ہے کہ امام حسینؑ کو کچھ بھی معلوم نہ تھا کہ ان تسلی بخش
اسباب کے بعد دفعتہً ناکامی کلی کی صورت پیدا ہو جائیگی۔ مسٹر
مسیو ماربین نصرانی ہیں اور آپ کو دعوے مسلمان ہونے کا ہے تف
ہے ایسے دعوے پر) اور دلیل اس کی یہ ہے کہ وہ اپنے مخصوص
اصحاب سے جن کا دماغ روشن اور عقل سلیم تھی اس واقعہ سے سالہا
سال پیشتر اپنی مصیبتوں پر تسلی دینے کی غرض سے کہا کرتے تھے کہ

میرے قتل ہو جانے کے بعد اوران جانکاہ مصائب گذر جانے کے بعد خداوند عالم ایک جماعت کو آمادہ کرے گا جو حق کو باطل سے جدا کرینگے - کیوں ابوالآمنہ صاحب! اپنے جاہلانہ اعتراض کا جواب پایا - نادم ہو کر استغفار کیجئے لعلکم تفلحون -

آپ نے جو اپنا رسالہ تحقیق واقعات کربلا لکھا ہے اس کے لفظ لفظ سے ازاول تا آخر ظاہر ہے کہ آپ یزیدی فرقہ کے آدمی ہیں - تعصب سے بھرے ہوئے ہیں - اپنے کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں مگر اہلبیت رسولؐ کی شان میں کوئی کلمہ اہانت کا اٹھا نہیں رکھا ہے - دیکھئے مسٹر مسیو ماربین جرمنی جو سیلح ہیں تمام دنیا کی تواریخ کی سیر کرتے ہیں اور فلسفانہ محققانہ نظر سے واقعات پر غور کر کے لکھتے ہیں اسلام سے ان کو کوئی خاص غرض نہیں - عیسائی ہیں - نہ شیعہ ہیں نہ سنّی - ان کی تحقیقات کا موازنہ اپنی تحقیقات کے ساتھ کیجئے - آپ بوجہ اپنی جہالت کے حسینؑ کے بیعت یزید نہ کرنے کو اور باوجود بعض احباب کے منع کرنے کے سفر عراق اختیار کرنے کو معاذاللہ اس جناب کی ناعاقبت اندیشی اور نافہمی قرار دیکر اہانت کرتے ہیں اور اپنے تعصب سے بات بات میں نکتہ چینی کرتے ہیں اپنی جہالت سے حسینؑ کو بر سر خطا اور یزید کو بر سر صواب سمجھتے ہیں امام کے مقابلہ میں غیر معصوموں کی دور اندیشی دکھاتے ہیں - یہ آپکا تعصب یا آپ کی سمجھ کا قصور ہے - دیکھئے مسٹر مسیو ماربین اس نکتہ کو کیسا سمجھے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ "چونکہ منع کرنے والوں کے خیالات محدود تھے اور حسینؑ کے مقاصد عالیہ پر انھیں اطلاع نہ تھی اس سفر سے ممانعت میں اصرار کرتے تھے" مسٹر مسیو ماربین کی تحقیقات کو

غور سے پڑھیئے آپ کی ساری تحقیقات کو رد ی کر دیا۔ اب دوسرا جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ لیکن چونکہ آپ نے بہت کچھ جھک مارا ہے ہم بھی اگرچہ تضییع اوقات ہی سہی آپ کی خاطر سے مختصر طور پر جواب دیتے جائیں گے۔

ابوالآمنہ صاحب! آپ نے جو چار مدعیان خلافت کا مخرج لکھا ہے وہ محض غلط و جھوٹ اور بوجہ آپ کی لاعلمی کے ہے۔ شیخین تو خود اپنی خلافت کا بندوبست کر گئے تھے۔ بنی امیہ کے حوالہ کر دیا تھا۔ کیونکہ اگر ابوبکر صاحب اپنے کسی بیٹے کو اپنا گدی نشین کرتے تو عمر صاحب اس کی ہرگز بیعت نہ کرتے۔ فتنہ برپا ہو جاتا۔ جب ابوبکر صاحب ایسا نہ کر سکے تو عمر صاحب کس عقل سے اپنے کسی بیٹے کو گدی دیتے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو تمام بنی امیہ بنی تیم اور بنی ہاشم و دیگر مہاجرو انصار بگڑ جاتے اسلئے اپنی اولاد کی پرورش و پرداخت کا یہ بندوبست کیا کہ بنی امیہ جو دشمن بنی ہاشم تھے برابر اسلام سے لڑتے آتے تھے اور مقابلہ کیلئے ہمیشہ آمادہ رہتے تھے قوت ان کی بنی ہاشم وغیرہ سے بڑھی ہوئی تھی عنان حکومت اسلام بھی ان کے حوالہ کر دی تاکہ ان کی بدولت اولاد شیخین بعیش و عشرت بسر کر سکیں۔ یہی وجہ تھی کہ عبید اللہ بن عمر جو بقول آپ کے شہنشاہ عرب و مصر اور کاسر کسریٰ و قیصر کا فرزند اکبر تھا بمقابل حضرت علیؑ معاویہ کو خلیفہ بنانے کیلئے حضرت علیؑ سے جنگ صفین میں جا کر لڑا اور تیغ کی گھاٹ اتر کر عدم کو سدھارا۔ اور عبد اللہ ابن عمر نے بعد مرنے معاویہ کے فوراً یزید پلید کی بیعت کر لی جیسی ان لوگوں کے باپ نے وصیت کی تھی ویسا ہی ان لوگوں نے عمل کیا۔ ان کو مدعیان

خلافت کہنا آپ کی جہالت ہے۔ اس موقع پر دو ایک اور حکایت اُن
لوگوں کی لکھنا لطف سے خالی نہ ہوگا۔ صاحب روضۃ الصفا عبداللہ بن
عمر کے شام میں پہنچنے کا حال لکھ کر لکھتے ہیں کہ "معاویہ بقدوم مستبشر و مستطیر
گشتہ و در خلوتے او را طلبیدہ بعد از تلطف و تفقد و اندوہ از فقدان عثمان
التماس کرد کہ در مجلس خاص امیر المومنین علی علیہ السلام را بمعائب منسوب و متہم
گرداند و شہادت ذوالنورین را بآنحضرت اسناد کند۔ عبداللہ جواب داد
کہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام کہ بزیور حسب و نسب و کمالات نفسانی و تائیدات
ربانی منفرد و ممتاز است چگونہ عیب توانکرد بکدام رخصت عقلی و نقلی زبان بقدح
وطعن او توان کشاد اما بجہتہ تحصیل رضائے تو او را بخون عثمان متہم سازم
عمرو عاص گفت مقصود اصلی و مطلوب کلی آنست کہ این سخن در خاطر ادانی و
اقاصی قرار گیرد تا ہوائے علیؑ از حواشی ضمیر محو گشتہ ولائے معاویہ بر ہواہم
استیلا یابد۔" اب دوسرے بھائی عبداللہ ابن عمر کی سرگذشت اور جہالت
ملاحظہ کیجئے۔ صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ "عبداللہ بن عمر در اواخر
ایام حیات خویش میگفت کہ بر فقدان ہیچ چیز آن مقدار تاسف نخوردم
کہ بر عدم وجدان سہ امر۔ یکے آنکہ با علی ابن ابیطالبؑ بیعت نکردم دیگر آنکہ
با مخالفان او محاربہ نہ نمودم سیوم آنکہ ایامے کہ حرارت بر ہوا استیلا داشت
روزہ نہ داشتم۔" ایسے شخص کو جو گرمی کی وجہ سے روزہ ترک کر دے
اور باوجود اس کے کہ رسول اللہ سے خود سنے ہو کہ جو حسینؑ کی نصرت نہ
کریگا خدا اس کو قیامت میں مخذول کرے گا (دیکھو روضۃ الصفا) نصرت
سے باز رہے اور امام حسینؑ کو بھی صلاح دے کہ "زمانہ با تو نہ سازد
تو با زمانہ بساز" یزید کی بیعت کر لیجئے آپ کا عابد و زاہد نیک مزاج اور

دنیا پر لات مارنے والا لکھنا بجز سخن سازی اور اپنی عاقبت فروشی کے اور
کیا ہے؟ الغرض دو شخصوں کا جن کو آپ مدعیان خلافت کہہ کر ان کی
عزت افزائی کرتے ہیں ہم شمۂ حال اوپر دکھا چکے ہیں۔ اب عبداللہ ابن
زبیر کا حال دیکھئے۔ ان کو اور اُن کے باپ کو خود معاویہ نے طمع خلافت
اس غرض سے دلائی تھی کہ ان لوگ سے حضرت علیؑ کے ساتھ بغاوت
کرادے اور اس کو (یعنی معاویہ کو) موقع آسانی سے اپنا تسلط جمانے
کا ملجائے۔ چنانچہ یہ دونوں باپ بیٹے بی بی عائشہ صاحبہ کو ساتھ
لیکر حضرت علیؑ سے لڑے۔ (دیکھو تاریخ اعثم کوفی و تاریخ ابوالفدا و روضۃ الصفا
وغیرہ بابت جنگ جمل) ان کا باپ زبیر مارا گیا اور یہ نادم ہو کر اس کا سوگ
لیکر بیٹھے رہے جب معاویہ مرا اور یزید ان (عبداللہ بن زبیر) سے طالب
بیعت ہوا تو بخیال شماطت ہمسایہ مدینہ چھوڑ کے مکہ چلے گئے۔ اور یزید
کے آدمی وہاں اس سے بیعت لینے آئے تو کہلا بھیجا کہ ہم زبیر کے
بیٹا ہیں اور عائشہ ہماری خالہ تھیں بیعت کیسے کریں مگر ہم ہر طرح یزید کے
مطیع و منقاد ہیں (دیکھو روضۃ الصفا)۔ اب رہے امام حسینؑ ان کی
اور امام حسنؑ کی شان میں خود رسول نے فرمایا ہے "ھذان امامان
قاما او قعدا"۔ "سیدی شباب اھل الجنۃ"۔ اور "انی تارک فیکم الثقلین
احدھما اکبر من اخوھا کتاب اللہ و اھلبیتی عترتی ان ما تمسکتم بھما لن
تضلوا بعدی الخ" ان کے مقابل میں اغیار کو لانا آپ کی حماقت ہے۔
آپ لکھتے ہیں کہ "عبداللہ ابن زبیر اور امام حسینؑ دونوں قریش اور
بنی ہاشم کے چشم و چراغ تھے"۔ آپ کو نار اور نور میں فرق نہیں معلوم
ہوتا۔ تب تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ ابوجہل اور جناب رسول خدا دونوں

قریش اور بنی ہاشم کے چشم و چراغ تھے۔ ابوالآمنہ صاحب! یہ عبداللہ ابن زبیر بنی ہاشم سے نہ تھا۔ قریش تھا۔ جیسا یہ قریش تھا ویسا ہی ابوجہل بھی قریش تھا اور معاویہ و یزید بھی تھے۔

مدینہ سے امام حسینؑ کے سفر کے وقت محمد حنفیہ کے مشورہ کو نہ ماننے پر اعتراض کا جواب

آپ لکھتے ہیں کہ "جب امام حسینؑ نے مدینہ سے سفر کا عزم بالجزم کیا تو اس موقع پر آپ کے بھائی محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوتے ہیں اور بعد اظہار خیر خواہی مشورہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں جس سے امام کے ارادوں اور سفر کی وجہ کسی قدر معلوم ہو سکتی ہے" محمد حنفیہؓ کی تقریر اور آپ کے مضمون میں پوری نقل ہو چکی ہے۔ یہاں مکرر لکھنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ان کی تقریر سے امام کے ارادہ کا حال معلوم ہو سکتا ہے خود حضرت کے جواب سے البتہ حضرت کا ارادہ اور وجہ سفر معلوم ہو سکتی ہے۔ چنانچہ آپ خود لکھتے ہیں کہ محمد حنفیہؓ کی تمام تقریر سنکر حضرت صرف یہی حسرتناک جواب دیتے ہیں کہ "اے برادر کہاں جاؤں! محمد حنفیہؓ مکہ معظمہ یا یمن یا کسی جنگل یا پہاڑ کی طرف نکل جانے کا اپنی دلسوزی سے مشورہ دیتے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں "اے برادر اگر کہیں بھی مجھے مجھے پناہ نہ ملے گی یزید پلید سے بیعت نہ کرونگا" پس محمد حنفیہؓ نے کلام تمام کیا اور بہت روئے اور امام حسینؑ بھی روئے۔ اب فرمائیے شیعوں پر جو اکسانے کا اور ان کے اکسانے پر امام حسینؑ کے پیشقدمی کرنے اور ملک گیری یا حکومت کی ہوس میں نکلنے کا آپ اتہام لگاتے ہیں سراسر جھوٹ ہے یا نہیں؟ حضرت کے جواب کو اور اس طرح دونوں بھائیوں کے رونے کو دیکھ کر کوئی احمق بھی نہیں کہہ سکتا ہے۔

حضرت کسی کے اکسانے سے ملک وحکومت کی ہوس میں سفر کر رہے ہیں۔
صاف ظاہر ہے کہ محض یزید کے ظلم سے مدینہ چھوڑتے ہیں اور سفر غربت
اختیار کرتے ہیں۔ محمد حنفیہ کے مشورہ کے مطابق جنگلوں یا پہاڑوں یا یمن
کو امام حسینؑ کے نہ چلے جانے یا ان دونوں شہروں میں خدا کے جو مغرب
و مشرق میں ہیں جن کا ذکر امام حسنؑ نے خطبہ میں ہے نہ تشریف لیجانے پر
آپ کا اعتراض ہے اس کا جواب تو آپ کو مسٹر میسو ماربین نے جیسا کہ
اوپر مذکور ہوا ہے دیدیا۔ رہا خدا کے ان دونوں شہروں میں سے ایک کے
انتہائے مغرب اور دوسرے کے انتہائے مشرق میں ہونے پر اور انمیں قلعہ
آہنی اور ہزار ہزار دروازے اور ہزار ہزار لغتیں ہونے اور امام کے
ان لغتوں سے ماہر ہونے اور وہاں بجز حسنین علیہما السلام کے دوسرا امام
نہ ہونے پر جو آپ تعجب اور تمسخر کر رہے ہیں اس کا جواب سنئے۔

خدا کے دو شہروں پر تمسخر کا جواب

آپ کے اعتراض سے معلوم ہوتا ہے کہ مغرب یا مشرق اور شہر یا قلعہ کو آپ سمجھتے ہی نہیں ہیں اے
جناب جو آپ کے لئے مشرق ہے وہ آپ سے پورب رہنے والوں
کیلئے مغرب ہے اسی طرح قدم قدم پر مغرب و مشرق بدلتا رہتا ہے
مغرب و مشرق کہنے سے آپ کے جانتے میں کروڑہا میلیں چلیں یا نہ
معلوم اس سے بھی کتنا زیادہ کوسوں کا بُعد ہوگیا جہاں آپ کے فرشتے
بھی نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ حالانکہ جاننے والے جانتے ہیں کہ مغرب اور
مشرق میں بجز اقلیدس کے فرضی خط کے ایک جو کا بھی فاصلہ نہیں ہے
یہ مقولہ مشہور ہے کہ دولت برطانیہ میں آفتاب کبھی غروب نہیں کرتا ہے
یہ تو آپ کو اور عجیب معلوم ہوگا کہ مغرب اور مشرق دونوں غائب ہو کے غروب

لیکن علم جغرافیہ جاننے والے جانتے ہیں کہ یہ مقولہ بہت صحیح ہے۔ آپ کی دانست میں مغرب اور مشرق کے اندر دنیا ختم ہے حالانکہ آپ کے قدموں کے نیچے امریکہ کا ایک مقام ہے جو آپ سے نہ جانب مغرب ہے نہ جانب مشرق بلکہ تحت میں ہے۔ وہاں کے باشندوں کا کف پا اور آپ کا کف پا ایک دوسرے کے مقابل ہے۔ کہنے کو امریکہ ہزاروں کوس کے فاصلہ پر ہے لیکن آپ کے قدم کے نیچے ہے۔ اور آپ امریکہ والوں کے قدم کے نیچے ہیں۔ یہ اور عجیب بات ہے۔ جہاز پر جانے والے مدتوں میں امریکہ پہنچتے ہیں۔ آپ اگر مثل قارون زمین کے اندر جائیں اور مثل فرعون کے غرق ہوں تو ایک رویت میں پہنچ جائیے گا۔ صرف بارہ تیرہ کوس کا فاصلہ ہے۔ ہم نہیں سمجھتے ہیں کہ ایک شہر میں قلعہ آہنی اور ہزار ہزار دروازے اور ہزارہا ہزار لغتیں ہونے پر بھی کوئی صحیح الحواس آدمی تعجب کرسکتا ہے سابق زمانہ کے تو نہیں معلوم مثل نینوا اور ارم وغیرہ کے کتنے عظیم الشان شہر جن کا قرآن میں ذکر ہے غایب ہو گئے کہ اب ان کا نام ونشان بھی نہیں ہے۔ حال میں دیکھئے ایک شہر مغرب میں لندن ہے۔ اور دوسرا مشرق میں جاپان کا دارالسلطنت۔ تبلائیے ان میں کیسے کیسے قلعے کئی لاکھ دروازے ہیں کتنی لغتیں بولی جاتی ہیں؟ ابوالامنہ صاحب! جہل شئے دلیل عدم وجود شئے نہیں ہے۔ پانچ سو برس قبل کون جانتا تھا کہ ہم لوگوں کے قدموں کے نیچے ایک دوسری بہت بڑی دنیا ہے جس کو اب معلوم ہونے سے نئی دنیا اور امریکہ کہتے ہیں پہلے پہل اس کا پتہ یورپ کے ایک سیاح کولمبس نے لگایا تھا اسی وجہ سے اس مقام کا نام جہاں کولمبس پہنچا تھا آج تک کولمبیا ہے۔ جبتک اہل یورپ

ہندوستان میں نہیں آئے تھے صرف نام سنتے تھے ان لوگوں میں مشہور
تھا کہ ہندوستان کی زمین سونے اور چاندی کی ہے اور نہریں شہد و شیر
کی ہیں۔ یہ استعارہ تھا ہندوستان کی زرخیزی کا۔ اسی شہرت کی وجہ
سے واسکوڈیگا یا جوڈنمارک کا رہنے والا تھا جہاز لیکر ہندوستان کی
تلاش میں چلا اتفاقاً امریکہ کے ایک جزیرہ میں پہنچا سمجھا کہ یہی ہند ہے۔
اسی کو اہل یورپ ہند کے نام سے پکارنے لگے۔ بعدہ جب اصل
ہندوستان کا پتہ ملا تو امریکہ والے جزیرہ کو ہند مغربی اور اس ہندوستان
کو ہند مشرقی کہنے لگے دیکھئے ایک ہند مغربی آپ کے تحت میں چلا گیا
اور مشرقی میں آپ خود موجود ہیں۔ بتائیے ان میں کتنے قلعے کتنے
دروازے کتنی نعمتیں ہیں؟ ابھی بھی تحقیقات کا سلسلہ بند نہیں ہوا ہے
جہاں تک جہاز پہنچ سکتے ہیں نئے نئے ملکوں اور جزیروں کا پتہ لگتا جاتا ہے لیکن
مغرب اور مشرق میں ایسے بھی مقامات ہیں جہاں جہاز نہیں پہنچ سکتے
اور نہ وہاں تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ ایجاد ہوا ہے۔ ایسی حالت میں آپ
کا تعجب اور تمسخر دلیل آپ کی جہالت کی ہے۔

امام کے جو اشرف الانبیاء کے اوصیا ہیں ایک روایت میں جہاں چاہیں
چلے جانے پر آپ تمسخر کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن سے ثابت ہے کہ
آصف بن برخیا نے جو نہ نبی تھے نہ وصی تخت بلقیس کو مع بلقیس اور اسکے
حشم و خدم کے طرفۃ العین میں شہر سبا سے حضرت سلیمانؑ کے پاس
منگا دیا۔ چونکہ آپ قادیانی خلیفۃ المسیح کے پیرو ہیں اور نصاریٰ ابھی مسیحی
کہلاتے ہیں ان کے بذریعہ تار ولایت سے ہندوستان میں طرفۃ العین
میں خبر منگا دینے کو اور ہوائی جہاز پر طرفۃ العین میں مغرب سے مشرق

آنے کو اور مشرق سے مغرب جانے کو باور کرتے ہیں مگر انبیاء اور اوصیاء کے ایک رویت میں جہاں چاہیں چلے جانے پر تمسخر کرتے ہیں۔

آپ بحوالۂ الحق الیقین حصہ اول مقصد دوم صفحہ ۸ لکھتے ہیں کہ "صفات امامت میں سے ایک یہ بھی صفت ہے کہ امام ایک رویت میں جہاں سے جہاں پر جانا چاہے فوراً پہنچ جاتا ہے" ہمارے پاس الحق الیقین موجود ہے اس کے حصہ اول مقصد دوم میں تو اس صفت کا ذکر نہیں ہے۔ بہرکیف ہم آپ ہی کی عبارت کو تسلیم کرکے آپ کی عقل پر تعجب کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ صفت تو ہر ذیحیات میں موجود ہے کہ ایک رویت میں جہاں سے جہاں پر جانا چاہے فوراً پہنچ جاتا ہے۔ لیکن بسرعت مسافت بعیدہ کا طے کرنا۔ اس کی قوت اگر کسی کو جناب باری اپنے فضل سے عطا کرے تو اس کی قدرت سے بعید نہیں ہے۔ آپ پانچ ہاتھ کے آدمی ہیں مگر آپ کے تمام جسم کو وہ قابلیت حاصل نہیں ہے جو آپ کی آنکھوں کی دو چھوٹی چھوٹی پتلیوں کو جو صرف آپ کی ذات کیلئے ہیں حاصل ہے کہ ادھر آنکھ کھلی اور ادھر ایک سکنڈ کے اندر زمین سے آسمان تک کی سیر کرلی تب انبیاء و اوصیاء کو جو اصلاح خلق کیلئے پیدا کئے گئے ہیں اگر ایسی قدرت جناب باری نے بخشی ہے تو کیا تعجب ہے؟ جبکہ حضرت سلیمانؑ عفاریت کی۔ طیور کی۔ حتے کہ چیونٹیوں کی زبان سمجھتے تھے جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے تو امام حسنؑ جو اشرف الانبیاء کے وصی تھے اگر آدمیوں کی مختلف لغتوں کو سمجھتے تھے تو کون تعجب کی بات ہے۔ اس زمانہ میں بھی بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اردو میں۔ ہندی میں۔ انگریزی میں۔ فارسی میں۔ عربی میں۔ بنگلہ میں۔ گجراتی میں۔ پنجابی میں سنسکرت

ہیں۔ بھاشا میں۔ اور یہ ہیں۔ ترکی میں۔ برہمی میں۔ نیپالی میں۔ چینی میں تبتی میں
جاپانی میں۔ پشتو میں۔ روسی میں۔ جرمنی میں۔ فرانسیسی میں۔ ایرانی میں یونانی
میں۔ وغیرہ وغیرہ صدہا زبانوں میں باتیں کر سکتے ہیں۔ صرف ہندوستانی
زبان کو دیکھئے پنجاب سے کلکتہ تک کتنی مختلف لغتیں ہیں ایک شہر کی
زبان دوسرے شہر کی زبان سے ایک قریہ کی زبان ...... دوسرے
قریہ سے مختلف ہے۔ مگر ہم ان سب کو سمجھتے ہیں۔
دیکھئے جناب باری قرآن میں فرماتا ہے رب المشارق والمغارب آپ
نے کس مغرب یا مشرق میں خدا کے دونوں شہروں کو تلاش کیا جو نہیں
پایا کہ تمسخر سے کہنے لگے "خدا کے عجیب شہر"؟ پہلے مشارق و مغارب کی حدود کو
طے کیجئے تب خدا کے دونوں شہروں کو تلاش کیجئے گا۔
ابوالآمنہ صاحب! جانب شمال یا جانب جنوب رخ کر کے بیٹھئے ایک
آنکھ آپ کی انتہائے مغرب میں اور دوسری انتہائے مشرق میں ہو جاتی
ہے۔ اب کہئے ان دونوں میں کتنا فاصلہ ہے۔ اسی عقل پر اعتراض
کرنے چلے ہیں۔ دیکھئے انتہائے مغرب و انتہائے مشرق آپ کے
چہرہ کے اندر ختم ہو گیا۔ خدا کی قدرت دیکھئے۔ جل شانہ۔ یہ دونوں
آنکھیں کیسے شہر ہیں۔ قلعہ اور دروازوں کا کیا ذکر۔ آفتاب و ماہتاب و
زمین و آسمان اور دنیا کی کل نعمتیں ان دونوں شہروں کے اندر موجود
ہیں سے گر نہ بیند بروز شپرہ چشم۔ چشمہ آفتاب را چہ گناہ۔
جو شخص انتہائے مغرب و انتہائے مشرق میں کروڑوں کوس کا فاصلہ
سمجھے وہ امام کو کیا پہچانے گا اور امام کے کلام کو کیا سمجھے گا؟
تمام قرآن و دیگر کتب سماوی استعارات و متشابہات سے بھری

ہوئی ہیں۔ چنانچہ سورہ ابراہیمؑ میں شجرۂ طیبہ کی تعریف میں جناب باری فرماتا ہے اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء تؤتی اکلھا کل حین۔ اہو الامنہ صاحب! تاویل نہ کیجئے۔ تبائیے یہ درخت کس باغ میں ہے؟ مشرق میں ہے یا مغرب میں۔ ایشیا میں ہے یا افریقہ میں؟ درخت تو اتنا بڑا ہے کہ شاخیں اس کی آسمان تک پہنچی ہیں۔ آفتاب و ماہتاب کو ہر شخص دیکھتا ہے تبائیے اس درخت کو بھی آپ دیکھتے ہیں۔ بارہوں مہینے ہر زمانہ میں پھلا رہتا ہے۔ لیکن اس کا پھل آپ کو کہاں نصیب چونکہ آپ اثنا عشری نہیں ہیں اسلئے اس درخت کے پھل سے بھی بے نصیب ہیں۔

زمین کے بڑے بڑے ٹکڑوں کو جنمیں چند محلے ہوں۔ عالیشان عمارتیں ہوں۔ دکانیں ہوں۔ کارخانے ہوں۔ کچہریاں ہوں۔ ان ہی کو آپ شہر سمجھتے ہیں۔ نہ معلوم کس جنگل کے آپ رہنے والے ہیں۔ یا کس بزکوہی کے ساتھی ہیں۔ یا آپکے یار غار نے آپ کو کس جہالت کے گڈھے میں ڈھکیل دیا ہے کہ آپ یہ نہیں جانتے کہ علم وحکمت کے بھی شہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ خود رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں انا مدینۃ العلم وعلی بابھا۔ مدینہ جو حرم رسولؐ ہے مغرب میں ہے اور نجف جو حرم علیؑ ہے مشرق میں ہے۔ حضرت علیؑ کا قول ہے رسول اللہ صلعم نے ہم کو ہزار باب علم کے تعلیم کئے کہ ہر باب سے ہزار ہزار باب ہم پر مفتوح ہو گئے اور حضرت کا قلعہ مستحکم لا الہ الا اللہ ہے۔ چنانچہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ مجھ سے جبرئیل نے کہا ہے کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے لا الہ الا اللہ حصنی اور اسی مدینۃ العلم کا ارشاد ہے انبای ھذہ ان امام

قاما او قعدا - کیوں ابو الآمنہ صاحب خدا کے ان دونوں شہروں اور ان کے دروازوں اور قلعہ مستحکم کو دیکھا؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت صلعم کے علم کے وارث حسنین علیہما السلام ہیں - تب ان کے ان دونوں شہروں کے امام ہونے میں کیا کلام ہے؟ - جناب باری کے صنایع و بدایع کا تو کوئی احاطہ کر نہیں سکتا ہے - لیکن اگر امام حسن ؑ نے بھی اس حدیث میں ویسا ہی استعارہ فرمایا ہو جیسا کہ جناب باری نے شجرۂ طیبہ کے بارہ میں استعارہ فرمایا ہے تو کوئی جگہ اعتراض کی نہیں ہے - خدا کے دو شہروں پر تو آپ استہزا کرتے ہیں

مضمون ابو الآمنہ (یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواہہم)

روانگی امام بطرف مکہ و آمد خطوط و عرایض اہل کوفہ

آخر امام عازم مکہ معظمہ ہوتے ہیں - عورات مخدرات بنی ہاشم جمع ہوئیں اور صدائے نوحہ و زاری بلند کی - امام نے ان کی بیقراری ملاحظہ فرما کر کہا کہ میں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ صبر کرو اور رونے پیٹنے سے ہاتھ اٹھاؤ - انھوں نے کہا کہ اے سید و سردار ہم گریہ و زاری سے کیونکر باز رہیں - آپ جیسا بزرگ بہ حسرت و ناکامی ہم سے جاتا ہے اور ہم بیکسوں کو غریب و تنہا چھوڑے دیتا ہے اور انجام کار ہم نہیں جانتے کہ کیا ہوگا - اب نالہ و بیقراری کس دن کیلئے رہنے دیں - بخدا سوگند - یہ دن ہمارے نزدیک مثل اس روز کے ہے جس دن رسول صلعم خدا نے دنیا سے انتقال کیا اور مثل اس دن کے ہے کہ جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا شہید ہوئیں اور مثل اس روز کے ہے جس دن امیر المومنین ؑ شہید ہوئے -

ہیئت جاننے والے آپکو نادان بیوقوف جاہل اور

اور مثل اس روز کے ہے جس دن امام حسنؑ کو زہر دیا اور مثل اس روز کے ہے جس دن رقیہ و زینب و ام کلثوم نے وفات کی اے محبوب قلوب مومنان اے یادگار بزرگواران خدا ہماری جانوں کو آپ پر سے فدا کرے۔ پس امام حسینؑ کی ایک پھوپھی تشریف لائیں اور شیون و زاری کر کے کہا کہ اے نور دیدہ میں گواہی دیتی ہوں کہ اس وقت میں نے سنا جنات تم پر نوحہ کر کے کہہ رہے ہیں۔ شہید کربلا نے آل نبی ہاشم کی قریش کے گردنوں کو ذلیل کیا۔ وہ بزرگوار جو حبیب دل رسول خداؐ تھا اور ہرگز کوئی بدی اس سے ظاہر نہیں ہوئی اس کی مصیبت نے بینی ہائے مردم کو خاک پر مل دیا اور نیکوں کو ذلیل کیا۔ پس ان مخدرات حجرات طہارت و سیادت نے ایک آواز ہو کر مرثیہ ہائے جانسوز مصیبت امام حسینؑ میں پڑھے اور اشک ہائے خونین آنکھوں سے جاری کر کے اس امام مظلوم کو وداع کیا (جلاء العیون باب ۵ فصل ۱۱ ص ۴۲۷ و ۴۲۴)

حضرت علیؑ اپنی اولاد کے نام خلفائے ثلاثہ کے نام پر رکھے ہیں

امام زین العابدینؑ سے بسند سابق منقول ہے کہ امامؑ نے جب عزم بیرون اور دوستوں کو وداع کیا۔ یعنی خواہران اور دختروں کو محملوں میں سوار کر کے قاسم فرزند امام حسنؑ کو مع اکیس نفر اصحاب و اہلبیت کے اپنے ہمراہ لے کر روانہ ہوئے کہ انہیں سے ابوبکر۔ محمد۔ عثمان۔ و عباس فرزندان امیر المومنین و عبداللہ پسر مسلم بن عقیلؓ و علی اکبر و امام زین العابدینؑ و علی اصغر تھے جن کو لوگ علی اکبر کہتے ہیں ص ۴۲۵۔ ملا مجلسی نے جہاں شہدائے کربلا کی فہرست دی ہے ان میں فرزندان امیر المومنینؑ

علیہ السلام میں سے ایک صاحب کا نام عمر بھی لکھا ہے (دیکھو جلاء العیون صفحہ ۴۹۵)
اس سے پیشتر ایک موقع پر ایک روایت لکھی گئی ہے جس سے ظاہر
ہوتا ہے کہ ائمہ اہلبیت اپنی اولاد کے نام اکثر علیؑ رکھتے تھے۔ اور یونہیں
بلا سوچے سمجھے نام نہیں رکھتے تھے۔ اس روایت متذکرہ بالا میں خباب
کے تین صاحبزادوں کے نام اصحاب ثلاثہ کے نام پر ایک ہی وقت
میں مطالعہ کرکے ناظرین پر واضح ہو جائیگا کہ خباب علیؑ جیسے غیور مسلمان
کی غیرت سے جنکی تعریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم
نے یوں فرمایا ہے فانہ خشن فی ذات اللہ غیر مداھن فی دینہ مجالس
المومنین صفحہ ۲۰ کمال بعید ہے کہ دشمنان خدا ورسولؐ ودشمنان اہلبیت
کے ناموں سے اپنی اولاد کو موسوم کریں۔ منجملہ اور دلایل کے یہ
بھی ایک دلیل ہے اس امر کے اثبات پر کہ اصحاب ثلاثہ وخباب
علیؑ کے درمیان کوئی پرخاش نہ تھی بلکہ برادرانہ تعلقات تھے۔ آج
کل کے جاہل شیعہ اپنے گدھوں اور کتوں کو ان ناموں سے بلاتے
ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نعوذ باللہ خباب علیؑ کو اس قدر تمیز نہ تھی
کہ جو نام گدھوں اور کتوں کیلئے موزوں ہیں ان ہی ناموں سے اپنے
جگر گوشوں کو موسوم فرمایا۔

مختصر یہ کہ حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ معظمہ میں رونق افروز ہو گئے
ہیں۔ اہل مکہ اور دوسرے لوگ جو اطراف میں عمرہ کیلئے آئے ہوئے
تھے امام کی تشریف آوری کی خبر سنکر آنحضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے
اور صبح وشام ملازمت حضرت میں حاضر ہوتے تھے۔ عبداللہ بن زبیر
بھی آپ کی آمد سے خوش ہوئے اور آپ کے پاس آمد ورفت رکھتے

تھے اس موقعہ پر ناسخ التواریخ میں ہے کہ آنحضرت کے ساتھ سفر مکہ میں عبداللہ
بن جعفرؓ وعبداللہ ابن عباسؓ واز بنی ہاشم زنان و مردان و جماعتے از موالیان
وشیعیان ملازمت رکاب آنحضرت داشتند یک روز در منیٰ گرد ہے
را از ہزار تن افزوں از بنی ہاشم و دیگر مردم انجمن ساخت واز جملہ اصحاب رسول خدا
وتابعین و فرزندان ایشان چنداں کہ دسترس بود طلب فرمود وقایع
سال ۶۰ھ ہجری ص ۶۲ گویا خانہ کعبہ میں آنحضرت کی بود وباش محض درویشانہ
نہ تھی بلکہ اکثر لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ خود بھی عام اہل اسلام
کو بلا بلا کر جمع کرتے اور خطبے اور لکچر دیا کرتے تھے اور ایک دن منیٰ میں حاضرین
سامعین کی تعداد ہزار نفر سے زیادہ تھی جن میں بنی ہاشم اور دوسرے لوگ
بھی تھے اور آنجناب نے جہاں تک ہو سکا اصحاب رسول خدا اور تابعین اور انکی
اولادوں کو بھی مدعو فرمایا تھا۔

علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ جب یہ خبریں اہل کوفہ کو پہنچیں شیعیان کوفہ سلیمان
بن صرد خزاعی کے گھر میں جمع ہو کے حمد وثنا الٰہی بجالائے اور دربارہ وفات
معاویہ وبیعت یزید گفتگو کی سلیمان نے کہا جبکہ معاویہ مرگیا اور امام حسینؑ بیعت
یزید سے انکار کرکے مکہ معظمہ گئے ہیں اور تم ان کے شیعہ اور ان کے

شیعیان کوفہ جمع ہو کر امام حسینؑ کی خدمت میں عریضہ لکھتے ہیں

پدر بزرگوار کے شیعہ ہو اگر جانتے ہو کہ
ان کی نصرت کرسکو گے اور بجان ومال انکی
نصرت میں کوشش کرسکو گے ایک عریضہ ان کی خدمت میں لکھ کے یہاں
بلالو اور اگر ان کی نصرت میں سستی وکاہلی کروگے۔ یہ جان لو کہ شرط نیک خواہی
ومتابعت کی بجا آوری نہ کروگے ان کو فریب نہ دو اور ہلاکت میں نہ ڈالو شیعوں
نے کہا جب حضرت اس شہر کو اپنے نور قدوم سے منور کریں گے ہم سب بقدم

اخلاص ان کی خدمت میں حاضر ہو کے اُن سے بعیت کرینگے اور ان کی
نصرت میں جانفشانی اور دشمنوں سے حفاظت میں کوشش کرینگے۔ پس
ایک عریضہ بخدمت آنحضرت اس مضمون کا لکھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ نامہ
سلیمان بن صرد و مسیب بن نجبہ و رفاعہ بن شداد بجلی و حبیب بن مظاہر اور
جمیع شیعیان و مومنین و مسلمین اہل کوفہ کی جانب سے بخدمت امام حسینؑ
بن علیؑ بن ابیطالب علیہ السلام ہے آپ پر سلام خدا ہو۔ ہم شکر خدا کرتے ہیں
کہ اس نے آپ کے دشمن جبار معاند کو کہ بغیر رضامندی امت اُن پر حاکم ہوا
تھا ہلاک کیا اور وہ بجور و عدوان امت پر حاکم ہوا اور ان کے مال میں بناحق
تصرف کیا اور نیکان امت کو قتل کیا اور بداطواروں کو نیکوں پر مسلط کیا اور
اموال خدا کو مالداروں اور جباروں پر تقسیم کیا پس خدا اسے نفرین کرے
جس طرح قوم ثمود پر نفرین کی۔ اور واضح ہو کہ اسوقت ہمارا کوئی پیشوا نہیں
ہے پس آپ ہماری طرف توجہ کریں اور ہمارے شہر میں قدم رنجہ فرمائیے
کہ ہم سب آپ کے مطیع ہیں شاید حق تعالیٰ حق کو آپ کی برکت سے ہم پر
ظاہر کرے۔ اور نعمان بن بشیر حاکم کوفہ نہایت ذلیل و خوار دارالامارہ میں
بیٹھا ہے اور ہم جمعہ کو اور عید میں نماز پڑھنے نہیں جاتے اور جب آپ کی
تشریف آوری کی خبر ہمکو ملیگی ہم اُسے کوفہ سے نکالدینگے کہ اہل شام سے
جا کے ملحق ہو جائے والسلام (جلاء العیون باب ۵ فصل ۱۲ صفحہ ۴۳ ناسخ التواریخ
صفحہ ۱۳۰ جلد ششم کتاب دوم مہیج الاحزان صفحہ ۴۲) صاحب مہیج الاحزان لکھتے ہیں
کہ جب کوفیوں نے امام حسینؑ اور ابن زبیر کے انکار بیعت یزید اور مدینہ منورہ
سے فرار کر کے مکہ میں وارد ہونے کی خبر سنی بزرگان و رؤسائے ایشان
در خانہ سلیمان بن صرد الخزاعی کہ از اکابر زہاد و رؤسائے کوفہ بود اجتماع کردند

وہلاک معاویہ را یاد کردند و حمد کردند خدا را پس سلیمان گفت کہ معاویہ بدرک
واصل شد و حسین علیہ السلام بیعت خود را شکستہ و با ایشاں سازش نہ نمودہ
و بسوئے مکہ رفتہ و شما شیعیان او و پدر او اید اگر در برابر او جہاد کنید بنویسید
باو و او را طلب کنید و اگر گمان سستی بخود مید ہید فلا تغروالرجل فی نفسہ
پس ایں مرد را قول مزنید و فریب ندہید ایشاں گفتند با دشمن او جنگ خواہم
کرد و جانہائے خود را در برابر او فدا خواہم نمود گفت پس بنویسید پس نامہ
نوشتند بایں مضمون صلہ مہیج الاحزان ۔

ناظرین! امام حسین علیہ السلام کے لئے ہلاکت و ذلت کے سامان بہم
پہنچانے کی یہ پہلی کوشش ہے اور آپ کو معلوم ہو گا کہ کوشش کس قوم کی
طرف سے ہے ۔ یہ ان ہی شیعیان علیؑ کی طرف سے عریضہ ہے
جنھوں نے حضرت علیؑ کو اپنی کم فہمیوں اور بیوفائیوں سے دق کر کے
عمر طبعی تک پہنچنے سے پہلے ہی ہلاک کروا دیا اور یہ وہی اہل عراق ہیں
جنھوں نے امام حسن علیہ السلام کو اپنی بدعنوانیوں اور گستاخیوں سے امیر
معاویہ سے صلح کر کے بیعت کرنے پر مجبور کیا اور کوفہ جیسی امام الارض
زمین سے از سر نو مدینہ میں باقی ایام حیات مستعار کاٹنے کیلئے بھجوایا
اور یہی بیوفا قوم ہے جو امیر شام کی زندگی میں وظایف و انعام سے لیکر عیش
کرتے رہتے تھے اب ان کی وفات اور یزید کے برسر حکومت آنے پر
خامس آل عبا یادگار مصطفےؐ کو اہل شام کے خیر خواہوں کے ہاتھ سے ذلیل
کروا سکنے کیلئے مشتاق ہیں ۔ اس خط میں ایک اور نکتہ قابل غور ہے کہ اس
زمانہ کے شیعہ خلفائے امت کیلئے رضامندی امت جس کا نام دوسرا
اجماع ہے ضروری جانتے تھے حالانکہ بعد کے شیعہ آجتک در بارہ صداقت

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اجماع صحابہؓ کو حجت ہی نہیں مانتے ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔

شیعیان کوفہ کے خطوط امام حسینؓ کے نام آتے ہیں

المختصر خط مذکور دو قاصدوں کے ہاتھ امام کی خدمت میں مکہ معظمہ بھیجا گیا اور قاصد دسویں ماہ رمضان کو داخل مکہ ہوئے اور خط امام حسینؓ کو پہنچا دیا۔ دو روز بعد پھر اہل کوفہ نے تین قاصدوں کے ہاتھ ڈیڑھ سو خطوط دیگر بخدمت امام حسینؓ روانہ کئے۔ پھر دو روز بعد تین چار بلکہ زیادہ لوگوں نے ایک خط لکھا اور ہمدست دو قاصدوں کے امامؑ کے پاس روانہ کیا اور اس خط میں لکھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ عریضہ شیعوں اور فدویوں اور مخلصوں کی طرف سے بخدمت امام حسینؑ بن علیؑ بن ابیطالب ہے اما بعد بہت جلد آپ اپنے دوستوں ہوا خواہوں کے پاس تشریف لائیے کہ جمیع مردمان ولایت منتظر قدوم مسرت لزوم ہیں اور بغیر آپ کے دوسرے شخص کی طرف لوگوں کو رغبت نہیں ہے۔ البتہ بہ تعجیل تمام ہم مشتاقوں کے پاس تشریف لائیے والسّلام۔ (جلاء العیون ص ۳۳۱) پس شیث بن ربعی وغیرہ نے اس مضمون کا دوسرا عریضہ لکھا۔ بعد حمد و نعت گذارش ہے کہ تمام صحرا سبز اور میوے تیار ہیں اگر آپ یہاں تشریف لائیں تو آپ کیلئے لشکر یہاں مہیا و حاضر ہے اور ہم شب و روز آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں (جلاء العیون ص ۳۳۱) منہیج الاحزان میں اس عریضہ کا بیان یوں ہے بروایت شیخ مفید۔ پس جمعے از بزرگان کوفہ مثل شیث بن ربعی و حجاز بن الجر و یزید بن حارث بن ردیم و عروہ بن قیس و عمرو بن حجاج و محمد بن عمر تیمی نامہ نوشتہ و بایں مضمون منہج الاحزان ص ۹۴۔

بھی مجلسی لکھتے ہیں۔ ہر چند اس طرح کے خطوط خدمت آنحضرت میں پہنچے تھے۔ مگر حضرت تامل فرما کے جواب ان کا نہ لکھتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک ہی دن چھ سو خطوط مکاروں غداروں کے امام حسینؑ کے پاس پہنچے اور جب مبالغہ واصرار ان کا از حد ہوا اور متعدد قاصد حضرت کے پاس جمع ہو گئے اور بارہ ہزار خط کوفہ سے امام حسینؑ کے پاس آئے۔ حضرت نے اُن کے آخری خط کا جواب لکھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط حسینؑ بن علیؑ کا مومنوں مسلمانوں شیعوں کی طرف ہے۔ اما بعد بدرستیکہ بعد بہت سے قاصدوں اور خطوط بے شمار کے جو تم نے مجھے لکھے۔ ہانی وسعید بھی ایک خط تمہارا لائے۔ میں تمہارے سب خطوط کے مضامین سے مطلع ہوا۔ تم نے سب خطوط میں مجھے لکھا ہے کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے بہت جلد آپ ہمارے پاس تشریف لائیں۔ خدا آپ کی برکت سے ہم کو بحق ہدایت کرے۔

واضح ہو کہ میں بالفعل تمہارے پاس اپنے برادر و پسر عم و محل اعتماد مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ اگر مسلم مجھے لکھیں کہ جو کچھ تم نے مجھے خطوط میں لکھا ہے بمشورۂ عقلا و دانایان و اشراف و بزرگان قوم لکھا ہے اس وقت انشاء اللہ میں بہت جلد تمہارے پاس چلا آؤنگا میں اپنی جان کی قسم کھاتا ہوں کہ امام وہی ہے جو درمیان مردم بکتاب خدا حکم اور بعدالت قیام کرے اور قدم جادۂ شریعت مقدسہ سے باہر نہ رکھے اور لوگوں کو دین حق پر مستقیم رکھے والسلام صـ ۴۳۱ و ناسخ التواریخ صـ ۱۳۱۔

ناسخ التواریخ سے بھی تعداد خطوط کوفیان کی نسبت تصدیق کر لی گئی ہے۔

کوفیوں نے بارہ ہزار خط امام حسین علیہ السلام کے نام لکھے	چنانچہ لکھا ہے کہ بدینگونہ مکاتیب متواتر کردند چندانکہ دوازدہ ہزار نامہ در حضرت

حسین از بزرگان کوفہ حاضر گشت (دیکھو ناسخ التواریخ میں امام کے خط میں سب سے اول عنوان میں ان ہی شیعوں کے نام لکھتے ہیں۔ جنھوں نے اپنے پہلے عریضہ میں اپنے نام امام کی تسلی کیلئے لکھے تھے۔ چنانچہ اسکی عبارت یوں شروع ہوتی ہے۔ ایں نامہ ایست از نامہ حسینؑ بن علیؑ علیہما السلام بہ سوئے سلیمان بن صرد خزاعی والسیب بن نجبہ ورفاعہ بن شداد و عبداللہ بن وال وجماعت مومنین الخ۔ یعنے یہ خط ہے حسینؑ ابن علیؑ کیطرف سے بنام سلیمان بن صرد خزاعی و سیب بن نجبہ ورفاعہ بن شداد و عبداللہ بن وال اور جماعت مومنین کو۔

جواب (واللہ متم نورہ)

امام حسینؑ کی مدینہ سے رخصت آپ بحوالہ جلاء العیون لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کے مدینہ سے روانگی کے وقت مخدرات بنی ہاشم جمع ہوکر گریہ وزاری اور آہ و بیقراری کرتی تھیں اور نوحہ کرتی تھیں کہ آج کا دن مثل اس دن کے ہے جس روز رسولؐ خدا نے انتقال کیا اور مثل اس دن کے ہے جس روز جناب فاطمہؑ نے انتقال کیا مثل اس روز کے ہے جس دن امیر المومنینؑ شہید ہوئے اور مثل اس دن کے ہے جس روز امام حسنؑ کو زہر دیا گیا۔" اب الآمنہ صاحب! یہ سب مخدرات عصمت و طہارت مدینہ کی رہنے والیاں ہیں۔ رسولؐ کے وقت سے شہادت حسینؑ کی خبر سنتی آتی ہیں سمجھ گئیں کہ حسینؑ کا یہ سفر وہی سفر ہے جس کی خبر رسول خداؐ دیتے آتے تھے اور جس کی نسبت تمام صحابہ رورو کر دعا کرتے تھے کہ خداوندا قبل اسکے کہ حسینؑ کی شہادت

کی خبر سنیں ہماری روحوں کو قبض فرما۔ ان مخدرات میں ام المومنین حضرت
سلمہؓ بھی ہونگی جن کے پاس رسولؐ نے خاک مقتل حسینؑ جو جبرئیل لائے
تھے شیشہ میں رکھوائی تھی۔ خود رسولؐ جہاد پر تشریف لیجایا کرتے
تھے۔ حضرت علیؑ اور حسنین علیہم السلام بھی اپنے والد بزرگوار کے ساتھ
قبل میں دور دراز ملکوں میں تشریف لیگئے ہیں لیکن کبھی ایسا کہرام۔ ایسا
اضطراب اور ایسی بیقراری مخدرات عصمت وطہارت میں نہیں ہوئی۔
آخر اس مخصوص سفر کے وقت رسولؐ کے گھر میں کیوں ایسا کہرام پڑا ہوا
ہے؟۔ سب سمجھتے تھے کہ رسولؐ نے جو خبر دی تھی اس کا وقت آ گیا۔
یہ سفر خامس آل عبا کا آخری سفر ہے۔ پھر حسینؑ کی زیارت نصیب نہ ہوگی۔ ایسے
سفر کی نسبت آپ کا یہ لکھنا کہ تبقاضائے بشریت اپنی خلافت کیلئے
ان ہی شیعوں کے ساتھ وعدوں پر لڑنے مرنے کو تیار ہیں بجز شقاوت
کے اور کیا ہے؟۔

ثلاثہ کے نام پر نام رکھنا

آپ بزرگوں کے لڑکوں کے نام ثلاثہ کے
ہمنام ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ مسلمان اپنے
لڑکوں کا نام ڈومن۔ چمرو۔ حلالخوری وغیرہ رکھتے ہیں اس سے ڈوم
چمار۔ حلال خور وغیرہ کو کوئی فضیلت نہیں ہوجائے گی اور نہ اُن ناموں
سے مسلمانوں کا چمار اور ڈوم اور مہتر کے ساتھ کوئی ربط ثابت ہوگا۔ عبداللہ
ابن سلول منافق اور عبداللہ ابن سبا کا نام بھی عبداللہ تھا۔ اور عمر صاحب
کے فرزند کا نام بھی عبداللہ تھا تب آپ کے اصول کے مطابق ان
تینوں میں برادرانہ تعلقات تھے اور ایک قسم کا اتحاد تھا۔ اوالا منہ صاحب!
کسی کے نام پر نام رکھنا دلیل دوستی یا دشمنی کی نہیں ہے۔ آپ کا نام

خادم حسین ہے مگر آپ کے رسالہ زیر جواب سے ظاہر ہے کہ آپ کیسے سخت دشمن حسینؑ ہیں۔ عربی مقولہ مشہور ہے لا مشاحتہ فی الاصطلاح والتسمیۃ۔

ابوالامنہ صاحب! جس طرح آپ کو حیرت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے اپنے بعض صاحبزادونکا نام ثلاثہ کے نام پر کیونکر رکھا اسی طرح ہم کو بھی حیرت ہے کہ آپ کے مرزا صاحب کا نام غلام احمد کیونکر رکھا گیا ان کو تو دعوۂ مسیحیت تھا۔ عیسیٰ نام رکھا ہوتا۔ تاہم دعوے بیدلیل رہتا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ کے باپ نہ تھے۔ اور آپ کا نام خادم حسین جو رکھا یہ تو برعکس نہہند نام زنگی کافور کا مصداق ہے۔ آپ کے مناسب حال تو یہ تھا کہ آپکا نام خادم حصین یا خادم یزید ہوتا۔ اور نور علی خلیفہ پر تو ابوبکر صاحب کا نور ظہور تھا کہ وہ خلیفہ اول ہو گئے یہ بھی آپ کے خلیفۂ اول تھے ان کا نام نور ابوبکر رکھنا چاہیئے تھا۔ انکو حضرت علی سے کیا نسبت حضرت علیؑ کو تو آپ لوگ چوتھا خلیفہ کہتے ہیں۔ یا نور علی کا نام نور پال ہوتا تو بھی ایک گونہ مناسبت ہوتی کیونکہ حضرت مسیح کے بعد سینٹ پال ان کے خلیفہ ہوئے تھے۔ نور علی تو ان کا نام کسی مناسبت سے چسپاں نہیں ہوتا ہے۔ آپ لوگوں کے نام سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگ مسلمان ہیں۔ افعال پر جو نظر کیجاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ دشمن اسلام ہیں۔

آپ لکھتے ہیں کہ "آج کل کے جاہل شیعہ اپنے گدھوں اور کتوں کو ثلاثہ کے ناموں سے بلاتے ہیں"۔ شیعوں پر تو ناحق الزام لگانا آپ کی گھٹی میں داخل ہے۔ کام کرتے ہیں سُنّی آپ لگا دیتے ہیں شیعوں کو۔ ملاحظہ کیجئے رسالہ النجم لکھنؤ مورخہ ۷ صفر ۱۳۴۵ھ و اخبار زمیندار لاہور مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۲۶ء خیرے شاہ جو سنیوں کے پیر ہیں انھوں نے اپنے کتے کا نام عمر۔ مرغ کا نام

ابوبکر اور بلی کا نام عثمان رکھا ہے۔ اب فرمایئے ان کو کتا۔ بلی۔ اور مرغ سے کیا ارتباط ہے؟ یا تو خیر سے شاہ سنے ثلاثہ کے نام پر اپنے کتے مرغ اور بلی کا نام رکھا ہے جو سنیوں کے اخباروں میں چھپا یا شیعوں پر رکھ کر آپ سنے اپنے رسالہ میں اپنے خلفائے ثلاثہ کو کتا اور گدھا بنایا ہے یہ آپ کی بدتمیزی ہے۔ شیعوں نے کہیں ایسا نہیں لکھا ہے اب آپ کے اس اتہام لگانے سے آپ کے ہمشرب یقین کریں گے کہ شیعہ ابوبکر و عمر و عثمان کو کتا۔ گدھا بناتے ہیں۔ حالانکہ ہم نے آپ کا قول نقل کیا ہے اس کو آپ کہدیجئے گا کہ شیعہ لکھتے ہیں۔ یہی حال آپ کی ان روایتوں کا ہے جنکو شیعوں نے آپ لوگوں کی کتابوں سے نقل کیا ہے۔ اور آپ ان کو شیعوں کی روایتیں بنا کر استدلال کرتے ہیں۔

امام حسینؑ و عبداللہ ابن زبیر

آپ بار بار عبداللہ ابن زبیر کا ذکر امام حسینؑ کے ساتھ کرتے ہیں اور ایک مقام پر یہ بھی لکھ آئے ہیں کہ "اگر عبداللہ ابن زبیر اور امام حسینؑ دونوں باہم متفق ہو کر یزید کا مقابلہ کرتے تو یہ قومی جنگ تاریخ اسلام میں دنیا کے عظیم الشان معرکوں میں شمار ہوتی" کہاں امام حسینؑ کا وہ مقدس خیال کہ مظلومی اور بیکسی کی موت اختیار کرکے اپنے نانا کے دین کی حقیقت کا سکہ جاری کر دیں اور کہاں اس زیادہ صفت عبداللہ ابن زبیر کی مکاری کی چال سے چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ عبداللہ ابن زبیر ایسا ہی تھا کہ جس کو حرم خدا کی حرمت کا مطلق خیال بھی نہیں تھا۔ اسکے سامنے یزید کے آدمیوں نے خانہ کعبہ پر سنگ باری کی آگ لگا دی یہ کچھ نہ بولا۔ یزید کے بعد تیسری خلافت یعنی عبدالملک کے عہد میں یہ ہیں جنگ کر کے حرمت کعبہ کو ضائع کیا آخر وہیں مارا گیا اور وہیں دفن ہوا۔ اسکے

برعکس دیکھئے امام حسینؑ کو جو لوگ مکہ معظمہ سے تشریف لیجانے سے مانع ہوتے تھے تو حضرت فرماتے تھے کہ میں وہ گوسفند بننا نہیں چاہتا جس کے ذبح ہونے سے حرمت کعبہ ضایع ہوگی۔ اس ارشاد سے حضرت کا اشارہ اس حدیث رسولؐ کی جانب تھا جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مکہ میں ایک سردار قریش کی قبر بنے گی جس کا نام عبداللہ ہوگا اس پر نصف عالم کا عذاب ہوگا۔ (دیکھو کنز العمال) کیا آپ کی دانست میں حسینؑ کا یزید سے مقابلہ یادگار زمانہ نہیں ہے؟ حسینؑ نے تو بمقابل یزید کے ایسی یادگار کامیابی حاصل کی کہ از شرق تا غرب و از جنوب تا شمال حسینؑ کے نام کا جھنڈا گڑا ہوا ہے اور تیرہ سو برس سے یزید پر لعنت برس رہی ہے۔ بقول آپ کے اس کمبخت کا نام سنتے ہی دل میں نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ اُس کی نسل جہاں سے نیست و نابود ہوگئی۔ بنی امیہ کی نسل سے دو چار کہیں ہوں بھی تو گمنام ہیں مارے شرم کے اپنے حسب و نسب کو ظاہر نہیں کرتے۔ اپنے فرقہ میں کسی سے بھی تو قبول کرا دیجئے کہ وہ یزید کی نسل سے ہے۔ اس کے برعکس دنیا میں آج کوئی جگہ مغرب میں یا مشرق میں کم ہوگی جہاں بنی فاطمہ نہ ہوں۔ معرکۂ کربلا کو دنیا کے عظیم الشان معرکوں میں نہ شمار کرنا مخبوط الحواسی پر دلالت کرتا ہے از آدمؑ تا ایندم بجز معرکۂ کربلا کون ایسا دوسرا معرکہ گذرا ہے جو بکثرت اسلامی اور غیر اسلامی کتابوں میں لکھے جانے کے علاوہ اس طرح زبانزد خلایق ہو اور گھر گھر عزا قایم ہو۔ آپ ایسے لاکھوں اس کی یادگار مٹانے کی کوشش کرکے مرگئے۔ لیکن جناب حق سبحانہ تعالیٰ اس کو ترقی دیتا جاتا ہے ؎

دنیا میں بلا کیسی ہی اندھیر مچایا کرے
وہ شمع گل ہو کیا جسے روشن خدا کرے

خطوط اہل کوفہ بخدمت امام حسین علیہ السلام	کوفیوں نے جو خط حضرت امام حسینؑ کو بھیجے

کا لکھا تھا اس کو آپ بحوالہ جلاء العیون وناسخ التواریخ ومہیج الاحزان نقل کر کے لکھتے ہیں کہ "اس خط میں ایک اور نکتہ قابل غور ہے کہ اس زمانہ کے شیعہ خلفائے امت کیلئے رضامندی امت جس کا دوسرا نام اجماع ہے ضروری جانتے تھے حالانکہ بعد کے شیعہ آجتک دربارہ صداقت صدیق اکبرؓ اجماع صحابہؓ کو حجت نہیں مانتے۔" اب تو خود آپ کی تحریر سے دونوں قسم کے شیعوں میں فرق ظاہر ہو گیا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ اجماع سے خلیفہ مقرر کرنے والے وہی لوگ تھے جو بقول شاہ ولی اللہ صاحب پہلے شیعہ اولی کہلاتے تھے اب اہل سنت والجماعت کہلاتے ہیں علاوہ براں یہ تو آپ کا مقولہ ہے کہ خط لکھنے والے کوفی خلافت کیلئے اجماع کو ضروری سمجھتے تھے اور سنیوں کا بھی یہی عین مذہب ہے تب خط لکھنے والوں اور سنیوں کے عقیدہ میں کیا فرق ہوا جو آپ ان کو شیعہ کہتے ہیں؟ کبھی دوستی کا لباس پہننا کبھی دشمنی کے جامہ میں نظر آنا۔ یہ خرابی سنیوں میں ہے اس کا اطلاق ان شیعوں پر نہیں ہو سکتا جو خلافت کیلئے نص من اللہ ہونا ضروری سمجھتے ہیں۔ ایسے ہی شیعوں کا معاویہ نے زیاد بدنہاد کے ہاتھ سے چن چن کر استیصال کرایا باقی جو اجماع کے قایل تھے وہ موجود رہے۔ جب اہلبیتؑ رسولؐ سے جا ملے شیعہ کہے گئے جب معاویہ کی طرف جا ملے سنی کہے گئے ایسے منافقانہ عقیدہ اور ایسے افعال سے شیعہ مبّرا ہیں کیونکہ جو لوگ خلافت کیلئے نص خداوندی کو ضروری سمجھتے ہیں ان کو ایسا کرنے کی گنجائش ہی نہیں۔

آپ مجلسی علیہ الرحمہ کی کتاب سے لکھتے ہیں کہ بارہ ہزار خط کوفہ سے

امام حسینؑ کے پاس آئے۔ اور آپ نے رسالۂ زیر جواب کے صفحہ ۳۶ میں آپ
بحوالۂ جلاء العیون یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ معاویہ کی زندگی ہی میں زیاد بدنہاد
بحکم معاویہ شیعیان علیؑ کا اس طرح استیصال کر چکا تھا کہ عراق میں کوئی شیعہ
نہ رہا مگر یہ کہ مارا گیا یا سولی دیا گیا یا قید کیا گیا یا آوارہ وطن کر دیا گیا۔ جس کی
تصدیق بھی آپ لوگوں کی معتبر کتابوں سے اوپر کر دی گئی۔ تب یہ بارہ ہزار
خطوط اُن شیعوں کے جن کا خاتمہ معاویہ اپنی زندگی ہی میں کرا چکا تھا کیونکر
ہو سکتے ہیں؟ یہ خطوط لامحالہ ان ہی ثلاثہ پرستوں کے تھے جو بقول آپ کے
نصب خلیفہ کیلئے اجماع کو ضروری حجت سمجھتے تھے اور جو بقول شاہ
عبدالعزیز صاحب پہلے شیعہ اولی کہلاتے تھے اب سنی کہلاتے ہیں۔ ان
بارہ ہزار خطوط لکھ کر بلوانے کے بعد بیوفائی کرنیوالوں پر آپ بھی لعنت کیجئے
ہم بھی لعنت کرتے ہیں۔ خود ان لوگ کے خط سے اور امام حسینؑ کے جواب
سے ظاہر ہے کہ وہ لوگ کوئی امام نہ رکھتے تھے (تب شیعہ کیونکر ہوئے؟ شیعہ
بغیر امام کے نہیں ہو سکتا) حق و ناحق میں تمیز نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ خود لکھتے
ہیں کہ شاید حق تعالیٰ حق کو ہم پر آپ کی برکت سے ظاہر کرے اور بقول آپ
کے وہ سب امیر شام سے وظائف و انعام لیکر عیش کرتے رہتے تھے۔ اور
جیسا کہ اوپر دکھایا جا چکا۔ سنہ ۵۶ھ میں یزید کی بیعت کر چکے تھے۔ معاویہ کی وصیت
کی بحث میں مثل آفتاب نصف النہار اوپر واضح ہو چکا ہے کہ یہ سب بندوبست
خود معاویہ کا کیا ہوا تھا۔ اس قدر کثرت سے خطوط پے در پے دو دو روز
پر جانے سے اور ہر خط میں یہ جتانے سے کہ ہم لوگ کوئی امام نہیں رکھتے
نعمان بن بشیر حاکم کوفہ نہایت ذلیل و خوار دار الامارہ میں بیٹھا ہے اور
ہم لوگ جمعہ کو اور عید میں نماز پڑھنے نہیں جاتے صاف ظاہر ہے کہ

یہ تعلیمی خطوط تھے جو خود حکومت کے بندوبست سے منجانب رعایا بھجوائے جا رہے تھے ورنہ ممکن نہ تھا کہ ایسے مقام پر جہاں شیعہ علیؑ ہونے کے شبہ میں لوگ قتل کئے جاتے تھے۔ پکڑ کر زندہ دفن کر دیئے جاتے تھے آنکھیں نکلوائی جاتی تھیں ایسے خطوط علانیہ بخوف و خطر حکومت کے خلاف لکھیں اور نہ یہ ہو سکتا تھا کہ مہینوں سے نعمان بن بشیر حاکم کوفہ واقعی اس طرح ذلیل ہوتا رہتا نہ خود اس کا انسداد کرتا اور نہ ابن زیاد جو گورنر تھا اور کوفہ سے قریب بصرہ میں موجود تھا آکر اس کا تدارک کرتا نہ خود یزید کچھ خبر لیتا۔ سب خاموش پنبہ بگوش ہیں۔ اس طرح سب کا ساکت رہنا دلیل ان لوگ کی سازش اور مکاری کی ہے۔ یہ وہی مکاری ہے جس کی دھمکی معاویہ نے اپنے خط میں امام حسین علیہ السلام کو دی تھی۔ اور یزید کو اپنی وصیت میں سمجھا دیا تھا کہ اہل کوفہ حسینؑ کو اپنی جانب بلائیں گے مگر تنہا چھوڑ دینگے مدد نہ کریں گے۔

آپ ناسخ التواریخ سے جو تیرہویں صدی میں آپ لوگوں کی کتابوں سے لکھی گئی ہے یہ قول "انتم شیعتہ وشیعۃ ابیہ" جو سلیمان بن صرد خزاعی کی جانب منسوب کیا گیا ہے لکھ کر اپنی جودت طبعی دکھاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ "جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ بلانے والے کوفی یا تو شیعہ نہ تھے۔ اگر شیعہ تھے تو تازہ شیعہ تھے۔ یا امام کی تشریف آوری پر شیعہ ہونے والے تھے وہ اس موقع کو اچھی طرح بغور ملاحظہ فرما کر اپنی تشفی کریں"۔ ابوالامن صاحب! شیعہ تشفی یافتہ ہیں آپ اپنی فکر کیجئے۔ قول انتم شیعتہ وشیعۃ ابیہ جو سلیمان کی جانب منسوب کیا گیا ہے اس کی رد خود ان کے خطوط سے ظاہر ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ "ہم کوئی امام نہیں رکھتے آپ تشریف لائیے

شاید حق تعالے احق کو آپ کی برکت سے ہم پر ظاہر کرے" اس خط کو دیکھ کر
کوئی احمق بھی نہیں کہیگا کہ جس جماعت کی جانب سے یہ خط ہے ان سے
سلیمان نے کہا ہوگا کہ انتم شیعتہ وشیعۃ ابیہ۔ سلیمان بن صرد خزاعی
تو خود سنی تھے۔ چنانچہ روضۃ الصفا میں ہے کہ جس زمانہ میں سلیمان بن
صرد اور مختار انتقام خون حسینؓ کی تیاری کر رہے تھے اہل شام سے
ایک شخص نے عبداللہ بن زید حاکم کوفہ کو اس کی خبر دی "عبداللہ بن زید پرسید
کہ ایں جماعت چہ مذہب دارند آں مرد گفت کہ ایشاں باطنی سنی اند وبظاہر
دعوے تشیع میکنند وخون حسینؓ بن علیؓ را طلب می نمایند" یہی وجہ ہے
کہ زیاد اور اس کے بیٹے نے ان لوگوں کو قتل نہیں کیا تھا۔ اصل یہ
ہے کہ بعد شہادت امام حسینؓ جب ان لوگوں پر مکر و فریب معاویہ و یزید و ابن
زیاد وغیرہ کا بخوبی ظاہر ہو گیا اور ابن عمر و یزید کے درمیان جو خط و کتابت بعد
شہادت امام حسینؓ ہوا۔ (اور اپنے موقع پر رسالہ ہذا میں نقل کیا گیا ہے)
اس سے ازاول تا آخر ان لوگوں کی بندش کا حال کھلگیا۔ راز فاش
ہوگیا تو یہ لوگ مذہب اہل سنت سے تائب ہو کر مخلص شیعہ ہوئے۔ جن
دغابازوں نے خط طلب امام حسینؓ کو لکھا اور ان لوگوں کو دھوکا دیکر لکھوایا تھا
اور حضرت مسلم سے بیعت کرنے کے بعد بیوفائی کر کے قتال کیا کربلا جا کر خاندان
رسالت کو تباہ و برباد کیا۔ ان سب کو ان تائبین۔ تازہ اور نئے مخلص شیعوں
نے حتی المقدور جنگ تہ تیغ کیا اور انتقام خون حسینؓ سبط رسول الثقلین میں
اپنی جانوں کو قربان کر کے اپنی بہادری اور وفاداری دکھادی۔ صراحت
اس کی آئندہ معلوم ہوگی۔

سلیمان بن صرد کا ایک قول جو آپ نے ناسخ التواریخ سے لکھ کر اس پر

استدلال کیا تھا اس کا بے بنیاد ہونا تو اوپر دکھا دیا گیا۔ اسی موقع کا اُمکا
دوسرا قول جو آپ نے مہیج الاحزان سے لکھا ہے اور جس کا پیوند لگا کر
بقول شخصے الغریق یتشبث بالحشیش یعنے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا آپ
نے اپنے رسالہ زیر جواب کے صفحہ ۱۹ میں لکھا ہے کہ اس سے پتہ چلتا ہے
کہ امام حسین علیہ السلام سے بھی معاویہ کی بیعت لیگئی تھی۔ یہ ہے قول سلیمان
گفت) کہ معاویہ بدرک واصل شد و حسین علیہ السلام بیعت خود را شکستہ" اس
فقرہ کی لغویت پر آپ غور نہیں کرتے۔ جب وہ خود کہتے ہیں کہ معاویہ بدرک
واصل شد تب بیعت شکستہ کیا معنی رکھتا ہے؟ جیسا اول مقولہ غلط ہے
یہ بھی غلط ہے۔ ایسے ایسے بے جوڑ پیوند سے بیعت ثابت نہیں ہو سکتی
امام حسنؑ نے جیسا کہ آپ خود لکھ چکے ہیں معاویہ کے منہ پر کہدیا تھا کہ حسینؑ
بیعت نہیں کریں گے یہانتک کہ شہید ہو جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔
کوفیوں نے جو سلیمان وغیرہ سے خط لکھوایا اس میں سلیمان وغیرہ کا کیا قصور
ہے سلیمان نے کسی کو بلایا نہیں تھا بلکہ وہ لوگ خود سلیمان کے گھر آئے
ان کو اور ان کے دو چار احباب کو گھیرا تاہم سلیمان نے ان لوگوں کو سمجھایا
کہ اگر فرزند رسولؐ کو بلاتے ہو تو ان کی اطاعت کرنا فریب نہ کرنا ورنہ امام
کو نہ بلاؤ۔ جب ان لوگوں نے بہت اصرار اور عہد و میثاق کیا تو سلیمان
و مسیب و رفاعہ و حبیب ابن مظاہر کہ یہی چار پانچ شخص امام حسینؑ سے
تعارف اور خاندان رسالت سے توسل رکھنے والے تھے یہ سمجھ کر کہ یہ
لوگ جہالت میں پڑے ہیں امام کو اپنی ہدایت کیلئے طلب کرتے ہیں
ان کے اصرار اور عہد و میثاق سے دھوکہ میں آ کر امام کی خدمت میں ایک
عریضہ بھیجا۔ اس کے بعد خود ان لوگوں نے علحدہ علحدہ اپنے عریضے بارہ ہزار

سب بھیجے چونکہ وہ سب حکومت کے تعلیم کردہ تھے ابن زیاد کے آتے ہی اپنا رنگ بدلدیا۔ اس میں سلیمان وغیرہ پر کیا الزام۔ اگر اتنے اصرار اور عہد و میثاق کے بعد ایسے موقع پر کہ اتنی بڑی جماعت کثیر متمنی ہدایت تھی یہ لوگ امام کو خط لکھنے میں شریک نہ ہوتے تو آج آپ بھی کہتے کہ ان کو اسلام کے ساتھ کوئی ہمدردی نہ تھی۔ لہذا فریب میں آکر خط لکھنے میں شریک بھی ہوئے اور جب فریب ظاہر ہو گیا تو جان نثاری کرکے اپنی وفاداری بھی دکھادی ان کو ان بیوفاؤں کے زمرہ میں جو آپ شمار کرتے ہیں خدا کو کیا جواب دیجئیگا؟

کوفیوں کے خط کے جواب میں امام حسینؑ کے یہ تحریر فرمانے سے کہ جو کچھ تم نے لکھا ہے بمشورۂ عقلاء و دانایان واشراف و بزرگان قوم لکھا ہے یا نہیں ظاہر ہے کہ ایسا لکھنا حضرت کا حبیب ابن مظاہر و سلیمان ابن صرد خزاعی کے ایسے کبیر السن بزرگان جن سے حضرت بخوبی واقف تھے ان کی نسبت نہ تھا بلکہ یہ احتیاط اُن لوگوں کی ذریت و تابعین کی نسبت تھی جو موالیان سے نہ تھے بلکہ متوسلین امیر شام تھے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت بغرض حصول سلطنت لوگوں سے کمک کے طالب نہ تھے حکومت و سلطنت کے طالب لوگوں کو اپنی سازش میں لاتے ہیں نہ یہ کہ جو لوگ خود استدعا کریں ان سے کہدیں کہ اپنی قوم کے عقلا و دانایان و بزرگان واشراف سے پوچھو۔ اس فضل کا بندہ بھی حقیقت میں نہیں۔ سبحان اللہ کیا اطمینان ہے۔ جبھی تو جناب باری فرماتا ہے

یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔

مضمون ابوالآمنہ (یزید ولیطفئو نوراللہ بافواھھم)

روانگی مسلم بطرف کوفہ

جب کوفیوں کا اصرار حد سے زیادہ ہو گیا تو امام نے مسلمؑ بن عقیلؓ اپنے عم زاد بھائی کو کہ بوفور عقل و علم و تدبر و صلاح و سداد و شجاعت و سخاوت و متانت ممتاز تھے طلب کر کے کوفیوں سے بیعت لینے کو ہمراہ تین کس دیگر معتمدین کے بجانب کوفہ روانہ کیا اور حکم بتقوے و پرہیز گاری کیا اور اپنا راز مخالفین سے پوشیدہ رکھنے اور حسن تدبیر و لطف و مدارا کرنے کو فرمایا اور ارشاد کیا کہ اگر اہل کوفہ میری بیعت پر اکتفا کریں بہت جلد سب مجھے حقیقت حال سے مطلع کرنا ھ۴۳ جلاء العیون باب ۵ فصل ۱۲۔ حضرت مسلمؑ پہلے مدنیہ منورہ کو تشریف لیگئے اور وہاں اپنے عزیزوں دوستوں سے وداع کر کے دو اور شخصوں کو جو قبیلہ بنی قیس سے تھے اور راہ و منزل سے واقف تھے اپنے ہمراہ لیکر متوجہ کوفہ ہوئے۔ بقول مجلسی یہ دونوں ہمراہی شدت پیاس سے فوت ہو گئے اور حضرت مسلمؑ بمشقت تمام پانی تک پہنچے اور اپنی اور اپنے دونوں ہمراہیوں کی تکلیف و مصیبت سے بذریعہ عریضہ کے امام حسینؑ کو مطلع کیا اور لکھا "میں نے ابتدائے سفر میں اس واقعہ کو اپنے لئے فال نیک تصور نہیں کیا ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے اس سفر سے معاف رکھیں" امام علیہ السلام نے جواب میں لکھا کہ میرے گمان میں یہ ہے کہ تم بوجہ خوف و ترس اس سفر سے عذر کرتے ہو" یہ خط مطالعہ کر کے کوفہ کی طرف بڑھے ورنہ واپس مکہ معظمہ کو چلے جاتے۔ آگے دیکھا کہ ایک شکاری نے ایک

ہرن کے تیر مارا اور وہ تیر کھا کے زمین پر گر پڑا مسلم نے فرمایا انشاء اللہ میں اپنے
دشمن کو ہلاک کرونگا مگر اس تفاول میں انھوں نے اپنے کو شکاری خیال فرمایا
حالانکہ ان کا احوال مثل آہو تیر خوردہ کے مقدر تھا۔ اسواسطے مجلسی لکھتے ہیں
کہ دل کو اس مشاہدہ سے زیادہ تر پریشانی ہوئی اور جب کوفہ میں پہونچے
مختار بن عبیدہ ثقفی کے گھر میں اترے اہل کوفہ نے مسلم کی تشریف آوری پر
کمال مسرت کا اظہار کیا اور فوج فوج حضرت مسلم کی خدمت میں آتے تھے

اٹھارہ ہزار شیعیان کوفہ حضرت مسلم سے بیعت کرتے ہیں

اور وہ لوگ مضمون نامہ کو سنکر روتے اور
بیعت کرتے جاتے تھے۔ یہانتک کہ حضرت
مسلم سے اٹھارہ ہزار کوفی شرف بیعت امام حسین سے مشرف ہوئے پس حضرت
مسلم نے ایک عریضہ جناب امام حسین کی خدمت میں لکھا کہ اسوقت تک ۱۸ ہزار
کوفی آپ کی بیعت سے سرفراز ہوئے ہیں۔ اگر آپ تشریف لائیں مناسب
ہے صـ۲۳۲ و ناسخ التواریخ صـ۱۳۶ اور بروایت شیخ مفید مہیج الاحزان میں
لکھا ہے کہ جب مسلم بن عقیل کوفہ میں پہنچے شروع میں لوگوں کے
اجتماع کو دیکھ کر حضرت کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا اور اہل کوفہ نے بھی
لکھا کہ ایک لاکھ تلوار آپ کی نصرت کے لئے مہیا ہے جلدی فرمائیے اپنے
جمال سے اس مقام کو نورانی کرنے میں دیر نہ لگائیے اور منتظر آنکھوں کو زیادہ
راہ نہ دکھلائیے۔ اصل عبارت۔ چوں مسلم بن عقیل در کوفہ رفت ابتدائے
الامر اجتماع مردم را مشاہدہ نمود عریضہ بخدمت آنحضرت نوشت و اہل کوفہ نیز
عریضہ نوشتہ بودند کہ صد ہزار شمشیر از برائے نصرت تو مہیا است الخ صـ۵۵
شیعہ راویوں نے واقعات کربلا کے متعلق وہ وہ مبالغہ آمیز باتیں لکھی ہیں
کہ خدا کی پناہ۔ چنانچہ لکھا ہے کہ آدم سے لیکر آنحضرت صلعم تک سب پیغمبروں کو

امام کی شہادت کی اطلاع تھی اور سب گریہ وزاری کرتے رہے اور قاتلان حسین پر لعنت کرتے رہے بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ اکثر پیغمبروں نے کربلا کی زیارت بھی فرمائی قال عیسی وما من نبی الا وقد زار کربلا ووقف علیہا۔ ناسخ التواریخ جلد ششم کتاب دوم ص ۳۷۵ اور پھر یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم کے ذریعہ جناب علیؑ اور حضرت سیدہؑ اور حسنین علیہم الصلوٰۃ والسلام سب کو پہلے سے معلوم تھا اگر معلوم نہ تھا تو پھر مصحف فاطمہ اور سرخ و سفید چرم والے صندوق کی مرویات جنمیں سب واقعات آئندہ وگذشتہ کی بابت مرقوم ہے اور جس سے ذرا ذرا سی بات بھی ائمہ کرام کو معلوم ہو جاتی ہے وہ سب احادیث وضعی اور سب اسناد برائے نام ائمۂ اہلبیت ثابت ہونگی۔ لیکن جیسا کہ ناظرین پر اس باب میں روشن ہو چکا ہے واقعات کی صورت بالکل صاف اور قابل فہم ہے یعنی امام حسین علیہ السلام کو کچھ معلوم نہ تھا کہ ان تسلی بخش ابتدائی اسباب کے بعد دفعتہً ناکامی کلی اور بربادی کامل کے سامان پیدا ہو جائیں گے اور وہ اس میں معذور تھے اور ان کی کوئی کسر شان نہیں ہوتی۔ خود رسول صلعم کی نسبت حکم خداوندی ہے قل لا املک لنفسی نفعًا ولا ضرًّا الا ما شاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء پارہ ۹ ع ۱۳۔ لیکن جیسا کہ شیعہ کا اعتقاد ہے اگر امام علیہ السلام کو سب آئندہ کے واقعات کا علم ہو چکا تھا تو پھر بیچارے مسلم کو خواہ مخواہ کیوں موت کے منہ میں پھینک دیا وہ تو پہلے ہی بددل ہو کر سفر سے واپس ہو جانے کی استدعا کر چکے تھے تو حضرت مسلم کا خون ناحق کس کی گردن پر رہے گا؟ کوفیوں نے تو آپ کو خدا کے واسطے دے دے کر بلوایا بھی اور امام اس خوف سے کہ مبادا کل بروز قیامت وہ فریاد کرتے کہ ہم نے امام کو ہدایت کیلئے کوفہ بلایا تھا اور وہ تشریف نہ لائے

مجبوراً کوفہ کو چلے گئے بھی لیکن حضرت مسلمؑ جو ان کے سگے چچا کے بیٹے ہیں اور ایسے مخلص اور مومن کہ اپنی جان بھی امام پر قربان کرنے سے دریغ نہ کریں ان کو خاص طور پر طلب کروا کر کوفہ بھجوایا گیا اور انھوں نے پہلے ہی منزل میں آثار بد دیکھ کر سفر سے دست بردار ہونے اور اپنے فرض سے سبکدوش فرمائے جانے کا عریضہ بھی امام کو لکھا تھا اور امام نے اس غریب الوطن کو حکم دیا کہ شاید تم کو سفر سے ڈر لگتا ہے؟ اور بوجہ خوف کے ہی عذر کرتے ہو؟ جس پر وہ پھر سفر کیلئے کمربستہ ہو گئے قیامت کے دن کیا مسلم خود امام اور ساتھ ہی کوفیوں کا دامن نہ پکڑیں گے کہ کوفہ جانے میں یا آپ نے اپنا فائدہ سوچا ہوگا یا تم کوفیوں نے اپنا فائدہ جان کر ان کو خطوط کے ذریعہ بلوایا تھا لیکن میری قربانی درمیان میں کیوں کیگئی؟ امام حسینؑ کی نجابت وعلو ہمتی سے نہایت بعید ہے کہ انھوں نے جان بوجھ کر اپنے عزیز کو مثل گوسفند ذبح کئے جانیکے لئے کوفہ بھیجدیا ہو بس یہ سب روایات خوش اعتقادی اور ابلہ فریبی کے لئے ہیں اور واقعات سے ان کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ بظاہر اس قدر احتیاط کہ اگرچہ شیعیان علیؑ اپنے نام لکھ کر خطوط اور عرائض بھیجتے ہیں قاصد پر قاصد آتے ہیں مگر آپ یقین نہیں کرتے اور جب خطوط کی تعداد بارہ ہزار تک جا پہنچی ہے اسوقت آپ ایک جواب بارہ ہزار خط کا جو رقام فرماتے ہیں اس کے ہر ایک فقرہ سے دور اندیشی مترشح ہوتی ہے اور پھر بلا سوچے سمجھے خود چلے جانے کو خلاف مصلحت جان کر پہلے حضرت مسلمؑ اپنے خاص نزدیکی عزیز کو روانہ فرماتے ہیں ان کے ساتھ بھی واقف کار آدمی روانہ کرتے ہیں اور ان کو تاکید ہے کہ اپنے راز کو پوشیدہ رکھیں اور حسن تدبیر سے کام لیں اور باطن میں اسقدر بے احتیاطی کہ بدبخت کوفیوں کی ظاہری ملامت سے ڈر کر اپنے بھائی کو مروا دیں۔

کیا ان کو اپنے چچا عقیل اور ان کی اولاد کی ملامت کا خیال دامنگیر نہ ہوا تھا؟ یا اگر واقعی کوفیوں کی گرفت سے بری الذمہ ہونا چاہتے تھے تو کیا ان کو بوجہ کوفیوں کے جبلی بد عہد اور متواتر بیوفا ہونے کے سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لایومنون والی آیت فراموش ہو جاتی تھی؟ اور پھر کیا حضرت علیؑ اور حضرت حسنؑ کی معرفت کوفی شیعہ مذہب کی تعلیم کافی طور پر حاصل نہیں کر چکے تھے کہ اب جب تک امام حسینؑ ان کو نئے سرے سے جا کر تلقین نہ فرماتے تو وہ ہدایت سے محروم رہجاتے؟ اصل بات جو ہے وہ کسی طرح مخفی نہیں رہ سکتی اور وہ یہ ہے کہ دین تو کامل ہو چکا تھا مگر شیعوں کو صرف حکومت کا شوق غالب تھا اور بس۔ غرض مسلمؑ کے ہاتھ پر بیعت کرنیوالوں کی تعداد ۸۰ ہزار تک پہنچ گئی۔ ناسخ التواریخ میں بروایت مورخ ابو مخنف مبایعین کی تعداد اسی ہزار تھی۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

شیعہ مبایعین کی تعداد اسی ہزار

بروایت ابو مخنف ہشتاد ہزار کس با مسلم بیعت کردہ ص۱۳۳ اسی ابو مخنف کی روایت ناظرین کو یاد ہوگی جس میں انھوں نے لکھا ہے کہ ابن زیاد کی فوج جس میں سب کوفی تھے نہ ان میں کوئی شامی تھا نہ حجازی اس کی تعداد اسی ہزار تھی۔ اغلباً یہ سب لوگ وہی تھے جنھوں نے اسی ہزار کی تعداد میں حضرت مسلم کے ہاتھ پر امام حسینؑ کیلئے بیعت کی تھی۔

جواب (وﷲ متم نورہ)

حضرت مسلمؑ کے بھیجے جانے اور ان کی شہادت کی نسبت جو آپ کا اعتراض ہے اس کا جواب مابعد میں دیا جائیگا۔ شہادت حسینؑ کی خبر انبیائے سلف

کے وقت سے ہونے پر جو آپ کا اعتراض ہے پہلے ہم اسی کو دکھاتے ہیں۔

شہادت امام حسینؑ کی خبر انبیائے سلف کے وقت سے ہونے پر اعتراض کا جواب

آپ لکھتے ہیں کہ "شیعہ راویوں نے واقعات کربلا کے متعلق وہ وہ مبالغہ آمیز باتیں لکھی ہیں کہ خدا کی پناہ چنانچہ لکھا ہے کہ آدم سے لیکر آنحضرت صلعم تک سب پیغمبروں کو امام کی شہادت کی اطلاع تھی اور سب گریہ وزاری کرتے رہے اور قاتلان حسینؑ پر لعنت کرتے رہے"۔

ابو الآمنہ صاحب! شیعہ راویوں نے جو کچھ لکھا ہے۔ غلط نہیں لکھا ہے کیا آپ لوگوں کی کتابوں میں نہیں لکھا ہے؟ دیکھئے مسند احمد بن حنبل جو مصر میں سنہ ١٣١٣ھ میں چھپی ہے باوجودیکہ اس میں سے بہت سی حدیثیں اور روایتیں کد و کاوش کے ساتھ نکال دیگئی ہیں تاہم اس واقعہ جانکاہ کی خبر حضرت جبرئیل کی معرفت جناب رسول خدا کو ملنا اسمیں موجود ہے۔

خیر وہ تو حدیثیں اور روایتیں ہیں۔ کتب سماوی کو ملاحظہ کیجئے۔ خداوند کریم جو قدیم ولم یزلی ہے توریت مقدس کی کتاب اخبار باب ٢٣ آیہ ٢٣ لغایت ٣٢ و باب ١٦ آیہ ٢٩ تا ٣١ وکتاب گنتی باب ٢٩ آیہ ٧ میں مکرر سہ کرر تاکید جو اپنے کلیم حضرت موسیٰؑ کی معرفت یہودیوں کی ساتویں مہینہ کی نویں تاریخ کی شام سے دسویں تاریخ کی شام تک غم کرنے کا ابدالآباد کیلئے حکم دیا ہے وہ ہرگز حسینؑ فرزند رسول الثقلین صلعم کے سوا کسی دوسرے کا غم نہیں ہے ہم تیس چالیس برس سے اس کو اپنے اسلام کی حقیت کے ثبوت میں پیش کرتے آتے ہیں۔ یہود و نصاری اس کا جواب دینے سے عاجز ہیں آپ کیا جواب دیگا؟ ہمارے رسولؐ سے بڑھکر کون ہے۔ یا حسینؑ کے غم سے بڑھکر کس کا غم ہے جس کیلئے حضرت موسیٰؑ کو ایسی تاکید کی گئی۔ چنانچہ سینت

آجتک جاری ہے۔ شیعہ فاقہ کرتے ہیں غم کرتے ہیں آپ ایسے لوگ فرزند رسولؐ کی شہادت کی خوشی مناتے ہیں روزہ رکھتے ہیں۔

اب ایک نظر قرآن کو دیکھئے والفجر ولیال عشر میں جو جناب باری نے فجر اور دس راتوں کی قسم یاد فرمائی ہے اس کی تفسیر میں صاحب حسینی نے جو متعصب سنی ہیں بہت غلطاں پیچاں ہو کر دبی زبان سے اقرار کیا ہے کہ لیال عشر سے مراد یا دس راتیں اول ماہ ذالحجہ کی ہیں جنمیں عرفہ واقع ہے یا دس راتیں عشرہ اول محرم کی ہیں جنمیں عاشورہ واقع ہے جس روز حسینؑ فرزند رسول الثقلین مع اعزا و اقربا و اصحاب باوفا کے شہید ہوئے اسی سورہ والفجر کے آخر میں جناب باری فرماتا ہے یاایتھا النفس المطمئنہ ارجعی الی ربک الخ۔ حسینؑ سے بڑھکر کون مصداق اس نفس مطمئنہ کا ہو سکتا ہے؟ دہم ذالحجہ کو حضرت ابراہیمؑ قربانی کیلئے حضرت اسمٰعیل کو لیے گئے اور دہم محرم کو امام حسینؑ کی شہادت واقع ہوئی۔ حضرت اسمٰعیلؑ کو حضرت ابراہیم قربانی کیلئے منیٰ میں لیگئے تھے۔ اور توریت میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اپنے فرزند کو قربانی کیلئے ماریہ میں لیگئے تھے۔ حضرت ابراہیم کے اس فرزند کی قربانی نہ ہوئی۔ بدلا واقع ہوا۔ لیکن حسینؑ فرزند رسول الثقلین کی اسی زمین ماریہ پر شہادت واقع ہوئی جس کی خبر جناب باری نے حضرت ابراہیمؑ کو وفدیناہ بذبح عظیم سے دی تھی (دیکھو مناہج الطالبین قزوینی سدۃ الشہدا۔ حبیب السیر۔ معارج النبوۃ وغیرہ جو سنیوں کی کتابیں ہیں)

حضرت موسیٰؑ۔ حضرت سلیمانؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا قاتلان حسینؑ پر لعنت کرنا صواعق محرقہ میں کہ وہ بھی سنیوں کی کتاب ہے ملاحظہ کیجئے۔ ام المومنین جناب ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جس دن حسینؑ شہید ہوئے میں نے اسکی شب کو

آواز غیبی سنی کہ اے حسینؑ کے قتل کرنے والو تملوگ سلیمانؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کی زبانوں
پر لعنت کئے گئے ہو۔ شہادت حسین کی خبر انبیائے سلف کے وقت سے
ہونے اور ان حضرات کے گریہ وزاری کرنے اور قاتلان حسینؑ پر لعنت کرنیکی
روایتوں پر آپ نے پناہ بخدا کہا تھا۔ ہم نے خود خدا کا حکم توریت سے اور
آپ لوگوں کی کتابوں سے دکھا دیا اب اپنے تعصب وجہل پر لعنت کیجئے
صاحب ناسخ التواریخ نے جو لکھا ہے کہ اکثر انبیا نے کربلا کی زیارت بھی
کی اس پر آپ کو تحاشہ ہے۔ افسوس! آپ کیسے جاہل ہیں۔ توریت
کو دیکھئے اسلامی غیر اسلامی تواریخوں کو دیکھئے قریب قریب تمام انبیا
کا وطن ہی نینوا اور اس کے قرب وجوار میں تھا تب ان کا کربلا کی زیارت
کرنے پر تعجب کرنا آپ کی عقل کا قصور ہے۔ کربلا کو نینوا بھی کہتے ہیں ماریہ
بھی کہتے ہیں شط فرات بھی کہتے ہیں۔ یہ سب نام آپ کو تاریخوں اور توریت
میں ملیں گے۔

ناسخ التواریخ میں جو حدیثیں اس امر کے متعلق منقول ہیں کہ جناب ختم المرسلینؐ
کے ذریعہ سے حضرت علیؑ وجناب سیدہ وحسنین علیہم السلام کو امام حسینؑ کی
شہادت کی خبر پیشتر سے معلوم ہو چکی تھی اس پر آپ دریدہ دہنی سے تمسخر کرتے
ہیں کہ "اگر معلوم نہ تھا تو پھر مصحف فاطمہؑ اور لوح فاطمہؑ اور سرخ وسفید چرم
والے صندوق کی مرویات سب وضعی برائے نام اثاثہ اہلبیت ثابت ہونگی"
ناسخ التواریخ کو در کنار کیجئے۔ اپنے علماء کی کتب احادیث وتواریخ کو دیکھئے
سب ناسخ التواریخ کی تصدیق کرتی ہیں۔ حضرت جبرئیل ودیگر ملائکہ کا حکم خدا
خبر شہادت امام حسینؑ جناب رسولخدا کو آنحضرتؐ کی حیات میں دنیا اور رسولؐ
کا مقتل حسینؑ کی مٹی حضرت جبرئیل کی معرفت منگا کر سونگھنا اور اس کو دیکھ کر

آنحضرتؐ کا اور آنحضرتؐ کے اصحاب کا رونا آپ کی مشکوٰۃ شریف - رسالہ البلاء المبین - معجم امام البغوی - معجم کبیر امام طبرانی جذب القلوب شیخ عبدالحق محدث دہلوی - طبقات ابن سعد - صحیح ترمذی - مسند امام احمد ابن حنبل سنن امام بیہقی - شواہد النبوت ملا جامی - صواعق محرقہ ابن حجر - تذکرہ امام قرطبی - سر الشہادتین - مستدرک امام حاکم - منہج مکیہ شرح قصیدہ ہمزیہ - روضۃ الاحباب - حبیب السیر - فتوحات اعثم کوفی - دلائل النبوۃ - تہذیب التہذیب سعادت الکونین فی فضائل الحسنینؑ - غنیۃ الطالبین - حجج الکرامہ صدیق حسن خان - کہاں تک کتابوں کے نام لکھوں ان سب میں موجود ہے اور بھی ہر طبقہ کے محدثین مثل ابن ابی شیبہ - عبداللہ بن حمید کشی - ابو داؤد - عبدالرزاق امام طبرانی - ابو نعیم - ابو لیلی - ابن عساکر - ابو یعلی - خطیب - ابن تیمیہ - ابن قیم نووی - سبکی - ابن سبکی - قاضی عیاض - امام غزالی - ابن عربی - ذہبی - سندی ابن اثیر - ابن حجر عسقلانی - سخاوی - جلال الدین سیوطی - سمہودی - شعرانی - شیخ علی متقی - عینی - دیلمی - شاہ عبدالعزیز دہلوی - شاہ عبدالحق دہلوی - محمد اکرم الدین حنفی - وغیرہ وغیرہ نے اپنی اپنی کتابوں میں باسناد صحیحہ لکھے ہیں - ایک ناسخ التواریخ کو دیکھ کر آپ خدا کی پناہ کہنے لگے تھے اب یہ فہرست سنیوں کی کتابوں اور علماء کی دیکھ کر تو آپ اور حواس باختہ ہونگے کہ اب تو آپ کہیں کے نہ رہے ؎ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم + نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے - پہلے ان محدثین و مورخین اور راویوں کی خبر لیجیے - تب شیعہ راویوں پر اعتراض کیجیے گا - اور اپنی ان سب کتابوں مشکوٰۃ شریف و صحیح ترمذی وغیرہ کو جس طرح عثمان نے قرآن جلایا تھا (دیکھو تاریخ ابن واضح فیض الباری فتح الباری صحیح بخاری وغیرہ) آپ بھی جلا دیجیے تب مصحف فاطمہؑ کا نام لیجیے گا

آپکے بزرگوں کے اثاث البیت میں تو یہ کتابیں ہونگی نہیں اگر ہوتیں تو آپ ایسے جاہل نہ ہوتے لیکن ہندوستان میں صدہا کتب خانے موجود ہیں اور یہ سب کتابیں مشہور و معروف ہیں لیکر دیکھئے۔

الغرض حضرت جبرئیل اور دیگر ملائکہ کی معرفت جناب رسولخداؐ کو شہادت حسینؑ کی خبر ملنا تو ثابت ہو چکا اب جناب امیر علیہ السلام کی نسبت ملاحظہ فرمائیے سر الشہادتین میں شاہ عبد العزیز دہلوی لکھتے ہیں کہ سفر صفین میں جب حضرت علیؑ نینوا کے برابر پہنچے تو ندا کی۔ اے ابو عبداللہ کنارۂ فرات صبر کرنا۔ ابو نعیم کے پوچھنے پر فرمایا کہ جناب رسولؐ خدا نے بواسطۂ جبرئیل مجھے خبر دی ہے کہ میرا فرزند حسینؑ شط فرات میں شہید ہوگا۔ اور اصبغ بن نباتہ سے مروی ہے کہ حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ یہ شہیدوں کے اونٹ بندھنے اور کجاوے رکھنے کی جگہ ہے اور یہ شہیدوں کے خون گرنے کا مقام ہے۔ ایک گروہ آل محمدؐ کا یہیں شہید ہوگا جن پر آسمان و زمین روئیں گے۔ اور صواعق محرقہ میں ہے کہ جب حضرت علیؑ صفین کو جاتے ہوئے کربلا میں پہنچے اور نینوا کے مقابل ہوئے تو ٹھہر کر پوچھا کہ اس مقام کا کیا نام ہے لوگوں نے کہا کربلا۔ یہ سنکر آپ رونے لگے اور اتنا روئے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہو گئی بعد ازاں آپ نے کہا کہ میں ایکدن رسولخداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو روتا ہوا پاکر سبب گریہ دریافت کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ابھی جبرئیل نے آکر مجھے خبر دی ہے کہ میرا لخت جگر حسینؑ بمقام شط فرات شہید ہوگا جسکو کربلا کہتے ہیں۔

تاریخ کامل ابن اثیر میں ہے کہ امام حسنؑ نے یہ لکھ کر کہ "اے قاسم میں وصیت کرتا ہوں کہ جب میرے بھائی حسینؑ کو بمقام دشت کربلا شامیان دغاباز گرفتار ظلم میں گرفتار دیکھنا تو اپنا سر ان کے قدموں پر نثار کر دینا" بطور تعویذ

حضرت قاسمؑ کے بازو پر باندھ دیا تھا۔ اور بوقت صلح معاویہ سے بھی فرما دیا تھا کہ حسینؑ مع عزیز و اقربا اپنے شہید ہونگے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ ابوالآمنہ صاحب! یہ سب کتابیں آپ لوگوں کی ہیں جن سے ظاہر ہے کہ جناب رسول خداؐ و علیؑ مرتضےٰ و حسن مجتبیٰ علیہم السلام واقعہ کربلا کے حالات سے قبل سے واقف تھے عبداللہ ابن عمر کو آپ عابد و زاہد و جلیل القدر صحابی لکھتے ہیں خود ان کی شہادت ملاحظہ کیجئے مکہ معظمہ میں امام حسینؑ سے کہتے ہیں "من از رسولؐ شنیدم کہ فرمود حسینؑ بقتل خواہد رسید و ہر کہ نصرت او نکنند خدا تعالیٰ در روز قیامت وے را مخذول خواہد کرد"۔ اب تو آپ کو معلوم ہوا کہ جو زبان درازی آپ نے جناب رسول خداؐ و علیؑ مرتضےٰ و سیدۃ النساءؑ و حسن مجتبیٰؑ و حسینؑ شہید کربلا علیہم السلام کی شان میں کی ہے سراسر آپ کی جہالت ہے۔ اگر یزید کے برابر بھی آپ میں آدمیت ہوگی تو اپنے منہ پر اسی طرح طمانچے مارئیگا جس طرح یزید مارتا تھا۔

ابوالآمنہ صاحب! آپ غم حسینؑ کی عظمت کو نہیں سمجھتے۔ آپ کو اسکے دنیا کے واقعات میں سب سے بڑا جانکاہ واقعہ شمار ہونے پر تعجب ہے اسکی خبر انبیائے سلف کے وقت سے ہونا باور نہیں کرتے۔ اس پر غور نہیں کرتے کہ واقعہ کربلا سے بہت پیشتر اس بقعہ زمین کا نام قدرت نے کربلا رکھا جس طرح حضرت موسیٰؑ کو یہودیوں کے ساتویں مہینہ کی دسویں تاریخ کو ابدالآباد کیلئے یوم غم قرار دینے کا جناب باری نے حکم دیا تھا اس کی وجہ بجز انبیاؑ و اوصیا کسی کو معلوم نہ تھی اسی طرح اس بقعہ زمین کا نام کربلا ہونیکی وجہ معلوم نہ تھی۔

حسینؑ کے شہید ہونے سے حکم غم کی وجہ بھی معلوم ہو گئی اور کربلا کی وجہ تسمیہ بھی ظاہر ہو گئی۔ بڑے بڑے انبیا مثل دانیالؑ۔ اسمٰعیلؑ صادق الوعد

وحضرت زکریا وحضرت یحییٰ علیہم السلام مصائب میں مبتلا ہوئے ہیں شہید ہوئے ہیں۔ مگر کسی کی جائے مصیبت یا مقتل یا مدفن کا نام اس کے مصائب کی مناسبت سے نہیں رکھا گیا۔ ایک اسی نکتہ پر غور کرنے سے شہادت حسینؑ اور غم حسینؑ کی عظمت واضح ہو جاتی ہے اور آپ کے وساوس شیطانی دفع ہو جاتے ہیں دیکھئے یہ تسمیہ کرب وبلا کی بجائے خود کیسی قدرتی یادگار ہے۔ فبأی آلاء ربکما تکذبان

بحث علم غیب

آپ آیۂ کریمہ قل لا املک لنفسی نفعًا ولا ضرًا الا ما شاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء کو اس استدلال میں پیش کرتے ہیں کہ خود رسولؐ کو علم غیب نہیں تھا۔ یہ استدلال آپ کا محض آپ کی جہالت اور قرآن سے ناواقفیت ونافہمی پر مبنی ہے اس آیۂ کریمہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جناب باری خود بھی اپنے کسی برگزیدہ نبی کو آئندہ واقعات سے آگاہ نہیں کر دیتا ہے۔ کیا اتنا بھی آپ کو معلوم نہیں ہے کہ قیامت کی خبر سے جو آنیوالی ہے۔ جناب باری اپنے کل انبیا کو بلکہ انبیا کی معرفت اپنے کل بندوں کو بھی آگاہ کر چکا ہے ملائکہ کی معرفت حضرت ابراہیمؑ کو فرزند عطا فرمانے کی خبر دی۔ حضرت زکریاؑ کو حضرت یحییٰؑ کی ولادت کی خبر دی۔ حضرت مریمؑ کو حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کی خبر دی۔ حضرت یوسف کی معرفت قحط کی خبر دی۔ حضرت جبرئیل کی معرفت حضرت نوحؑ کو طوفان کی خبر دی۔ ختم المرسلینؐ کی معرفت فتح روم کی اور فتح مکہ کی خبر دی۔ جملہ انبیائے ماسلف کو ختم المرسلینؐ کی بعثت کی خبر دی اسی طرح اگر شہادت امام حسینؑ کی بھی خبر دی تو کون تعجب کی بات ہے کیا آپ نے قرآن میں نہیں دیکھا ہے ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔ اس میں شک نہیں کہ تمام علم غیب کا عالم صرف خدا ہے لیکن وہی عالم الغیب اپنے علوم نامتناہی سے جس قدر چاہتا ہے اپنے

برگزیدگان کو بھی عطا فرماتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول الخ (سورہ جن ع۲) دیکھئے جناب باری حضرت عیسیٰؑ کے قول کی اس طرح حکایت فرماتا ہے وانبئکم بما تاکلون وتدخرون فی بیوتکم ان فی ذلک لایۃ ان کنتم مومنین (سورہ آل عمران ع۵) اب بتائیے حضرت کا یہ صریح دعوی غیب دانی جس کا ناقل خود پروردگار ہے کیا غلط تھا؟۔

جب مصر سے قافلہ حضرت یوسفؑ کا پیراہن لیکر چلا ہے تو حضرت یعقوبؑ نے کنعان میں فرمایا کہ میں یوسفؑ کی بو سونگھتا ہوں جسکو حاضرین مجلس نے باور نہ کیا جب پیراہن آیا اور حضرت یعقوب کی آنکھوں پر ڈالا گیا جس سے آپ کی آنکھیں روشن ہوگئیں تو فرمایا الم اقل لکم انی اعلم من اللہ ما لا تعلمون (سورہ یوسف ع۱۱) کسی نے حضرت پر مثل آپ کے اعتراض کیا چنانچہ شیخ سعدی کہتے ہیں ؎

کسے پرسید زاں گم کردہ فرزند ... کہ اے روشن دل و پیر و خردمند

زمصرش بوئے پیراہن شمیدی ... چرا در چاہ کنعانش ندیدی

حضرت یعقوبؑ نے جواب میں فرمایا ؎

گہے بر طارم اعلے نشینم ... گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

حضرت خضرؑ کا قصہ جو قرآن میں مذکور ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت خضر نے غیب کی تین باتیں حضرت موسیٰؑ کو بتائیں جن کا علم حضرت خضر کو تھا مگر حضرت موسیٰؑ کو نہ تھا۔

اگر آپ کا ایمان قرآن پر ہوتا تو انبیاء و اوصیاء کی معرفت اخبار غیب معلوم ہونے سے آپ ہرگز انکار نہ کرتے کیونکہ قرآن کی ابتدا ہی میں جناب باری فرماتا ہے بسم الم ذلک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین الذین یومنون

بالغیب ویقیمون الصلوۃ۔ اگر خود رسولؐ کو غیب اور طریقہ صلوٰۃ نہ معلوم ہوتا تو امت کو کیا بتاتے اور امت کس غیب پر ایمان لاتی اور کیونکر نماز پڑھتی ؟ اس کا مطلب تو صاف یہی ہے کہ رسولؐ یا نبی یا امام نماز پڑھنے کو جس طرح جس وقت جتنی رکعتیں پڑھنے کو بتائیں پڑھو اور جس غیب کی خبر دیں ایمان لاؤ۔ دیکھئے بعث قبر قیامت میزان حساب بہشت دوزخ وغیرہ وغیرہ یہ سب چیزیں غیب کی ہیں۔ کیا رسولؐ ان غیب کی چیزوں کو نہیں جانتے تھے اگر نہیں جانتے تھے تو امت کو ان چیزوں کی خبر کیونکر دی ؟ قصۂ طوفان نوح بیان کرنے کے بعد ارشاد باری ہوا ہے تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک۔ حضرت مریم کے قصہ میں بھی اسی طرح رسول اللہ سے خطاب ہوا ہے۔ کیا آپ نے ان حضرات کو مثل مرزا غلام احمد قادیانی کے سمجھا ہے ؟ آپ لوگ مرزا صاحب کو نبی اور مسیح سمجھتے ہیں ؟ قرآن سے ظاہر ہے کہ مسیح ابن مریم باذن خدا مردہ زندہ کرتے تھے غیب کی خبر دیتے تھے مگر افسوس کہ مرزا صاحب نے مردہ زندہ کرنا یا غیب کی خبر دینا کیسا آپ کو غیب کا مطلب بھی نہ سمجھایا نہ آپ نے پوچھا پاگل ہو کر رہگئے۔ اگر مرزا صاحب مثل حضرت عیسیٰؑ کے مردہ زندہ کرتے اندھوں کو بینا کرتے غیب کی خبریں دیتے تو آپ کو امام حسینؑ کے اعجاز کی قدر ہوتی اور اس کو کرشمہ نہ کہتے جو اعجاز کے قائل نہ تھے وہ تو آنحضرت صلعم کے معجزہ کو بھی جیسا کہ قرآن میں ہے سحر مستمر کہتے تھے چونکہ آپ کے مرزا صاحب ان اوصاف سے معرا تھے اسلئے آپ حسینی اعجاز کو نہیں سمجھتے کرشمہ کہتے ہیں ؎

چشم احول کو نظر آتا نہیں ہے اپنا عیب دوسرے کا حسن بھی اسکی نظر میں عیب ہے

آپ تھوڑی عربی فارسی پڑھکر ناسخ التواریخ جلاء العیون وغیرہ دو چار کتابیں

دیکھ کر مردِ میدان بنگئے ○ نہ محقق بود نہ دانشمند۔ چارپائے برو کتابے چند۔
آئیے ہم آپ کو سمجھا دیتے ہیں بگوش ہوش سنئے :۔

جناب باری کی نعمتیں بے انتہا ہیں۔ غیب بھی اس کی نعمتوں سے ایک نعمت ہے۔ جس طرح اور نعمتیں اپنے بندوں کو علیٰ قدر مراتب وضرورت عطا فرمائی ہیں اس نعمت سے بھی محروم نہ رکھا۔ دیکھیے آپ کا قلب آپ کے جسم کے اندر ہے۔ باہر کی کل چیزیں اس کے لئے غیب ہیں اس غیب کی خبریں آپ کے حواس خمسہ برابر آپ کے قلب کو پہنچاتے رہتے ہیں۔ مگر جاہل اسکو نہیں سمجھ سکتے اگر حواس خمسہ میں سے ایک بھی خبر دینے سے معطل ہو جائے تو آپ کے قلب کے انتظام میں خلل آجائے۔ دوسری خیال کیجئے آپ کی آنتیں آپ کے پیٹ کے اندر ہیں آپ کو ان کا کچھ حال معلوم نہیں یہ آپ کے لئے غیب ہے لیکن ایک زیرک اور ماہر فن ڈاکٹر آپ کی رگ رگ کا حال بتا دے سکتا ہے جس آنت میں جو فساد ہوگا اس کو بھی بتا دیگا۔ یہ تو بطون کی حالت ہے اب ظاہر اشیاء کو دیکھئے ہمارے گھر کے حالات سے آپ واقف نہیں وہ آپ کیلئے غیب ہے جو آپ کیلئے غیب ہے اس کا علم ہم کو خداوند عالم نے عطا فرمایا ہے ہم اپنے گھر کے حالات اور ہر رطب ویابس سے بخوبی واقف ہیں۔ علیٰ ہذا آپ کے گھر کے حالات سے ہم کو واقفیت نہیں وہ ہمارے لئے غیب ہے مگر آپ اپنے گھر کے ہر رطب ویابس سے واقف ہیں اگر واقف نہ ہوں تو اصلاح کیا کریں گے۔ اسی طرح سمجھئے کہ اسلام ایک گھر ہے اور رسولؐ و اہلبیت رسولؐ اس گھر کے صاحب خانہ ہیں جو علم ان کو ہے اغیار کو نہیں ہو سکتا۔ وہ اغیار کیلئے ضرور غیب ہے۔ لیکن ان کے لئے غیب نہیں ہے۔

چنانچہ قرآن کے متعلق جس پر دار و مدار اسلام کا ہے جناب باری فرماتا ہے
لا یعلمون تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم۔ اللہ تعالیٰ نے جو علام
الغیوب ہے۔ تاویل قرآن کو اپنی ذات پاک اور راسخون فی العلم کی ذات
پاک پر منحصر کر دیا ہے۔ راسخون فی العلم میں رسول ؐ اور وہ حضرات جو مثل
رسول ؐ کے علم لدنی رکھتے ہیں داخل ہیں وہ لوگ جن کا علم مثل علم رسول ؐ
کے نہیں ہے راسخون فی العلم نہیں ہو سکتے رسول اور اوصیائے رسول ؐ
کا علم اغیار کے واسطے غیب ہے۔
علیٰ ہذا تمام کائنات کا مالک خدا ہے اس کے علم و ارادہ میں تا وقتیکہ وہ
وہ خود ظاہر نہ کرے کسی کو مداخلت نہیں۔ جس آیت پر آپ نے استدلال
کیا ہے اس کا اشارہ اسی جانب ہے۔ ایک آیت پر استدلال کرنے اور
دیگر آیات مذکورۂ بالا سے گریز کرنے سے آپ افسوس مصداق اس آیہ کریمہ کے
ہو گئے۔ افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض فما جزاء من یفعل ذلک
منکم الا خزی فی الحیوٰۃ الدنیا ویوم القیامۃ یردون الی اشد العذاب الخ۔
اب تک نہ ہوئے مغز سخن سے آگاہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ
آپ کے ابوبکر صاحب اور عمر صاحب تو کاہنوں اور راہبوں کی پیشینگوئیوں
پر جیسا کہ ازالۃ الخفا سے اوپر دکھایا گیا ایمان لائے تھے اور آپ بھی
اس زمانہ کے حکمار۔ فلاسفر اور منجموں اور جوتشیوں کی پیشین گوئیوں پر اور
ان کی جنتری اور پترہ وغیرہ پر ایمان لاتے ہیں کہ چاند انتیس کا ہے یا
تیس کا ہے۔ اس سال بارش کم ہو گی یا بیش۔ فلاں روز فلاں
وقت چاند گہن یا سورج گہن لگیگا۔ فلاں روز زلزلہ ہو گا وغیرہ وغیرہ۔
تار پر جتنی خبریں آتی ہیں وہ سب آپ کیلئے غیب کی ہیں اخبار میں جو روم

روس - جرمن - فرانس - انگلستان - غرض ہفت اقلیم کی خبریں چھپتی رہتی ہیں وہ سب آپ کے لئے غیب کی خبریں ہیں - ان سب کو آمنا وصدقنا کہہ کر آپ تسلیم کر لیتے ہیں - مگر رسولؐ کی پیشینگوئی پر ایمان نہیں لاتے ۔ بحیرتم کہ سرانجام تو چہ خواہد بود -

خبر نزول حضرت مسیح ابن مریم اور مہدئ آخرالزمان بھی اخبار غیب سے ہے جو رسولؐ مقبول اور ان کے اوصیا دیتے آئے اور انھیں خبروں کی بنا پر آپ لوگ اپنے مرزا صاحب کو مسیح موعود اور مہدی مسعود قرار دیتے ہیں حالانکہ مرزا صاحب کو نہ حضرت مسیح ابن مریم سے کوئی نسبت ہے نہ جناب مہدی آخرالزمان سے اور نہ یہ بشارتیں مرزا صاحب پر چسپاں ہوتی ہیں حضرت عیسیٰؑ مسیح ماں کی جانب سے نسل داؤد میں داخل ہیں اور جناب مہدی آخرالزمان آل محمدؐ سے ہیں جیسا کہ اخبار و بشارات سے ظاہر ہے ان دونوں کو ایک کر کے خاندان انبیا سے مرزائی خاندان میں جس میں کبھی کوئی نبی نہ ہوا منتقل کرنا عجب کرشمہ ہے۔

امام حسینؑ کی نسبت آپ کا یہ اعتراض کہ "حضرت کو کچھ معلوم نہ تھا کہ ان تسلی بخش ابتدائی اسباب کے بعد دفعتہً ناکامی کلی اور بربادی کامل کے سامان پیدا ہو جائینگے" محض آپ کی عداوت قلبی پر مبنی ہے۔ علم غیب سے قطع نظر حضرت اپنے شہادت کے حالات اپنے نانا کے وقت سے سنتے آتے تھے اور بنی امیہ کے شدائد و ظلم اپنے پدر بزرگوار و برادر عالیمقدار کے ساتھ دیکھتے آتے تھے کہ یہ دونوں بزرگوار معاویہ کے مکر سے شہید ہوئے یہ دیکھ کر حضرت نے اسی وقت سے بمظلومی و بیکسی شہید ہونے کا قصد مصمم کر لیا۔ قصد کی نسبت کوئی صحیح الحواس نہیں کہہ سکتا ہے

کہ قصد کرنے والے کو اپنے قصد کا علم نہ تھا۔ آپ کو باوجود دعوی اسلام نہیں سوجھتا ہے۔ دیکھئے مسٹر مسیو ماربین جرمنی لکھتے ہیں کہ "حسین اپنے پدر بزرگوار و برادر عالیمقدار کے شہید ہوجانے کے بعد اپنے شہید ہونے کی پیشینگوئی ہمیشہ کیا کرتے تھے اور جسوقت سے مدینہ سے آپ نے حرکت کی صاف صاف بآواز بلند کہتے تھے کہ میں شہید ہونے کے لئے جارہا ہوں اور اپنے سب ہمراہیوں سے بھی محض اتمام حجت کیلئے بھی فرماتے تھے کہ جو کوئی جاہ وجلال کی حرص وطمع میں ہمراہی چاہتا ہو جدا ہوجائے اور یہی بات ان کے ورد زبان تھی کہ قتلگاہ کا راستہ میرے سامنے ہے" یہی وجہ تھی کہ مدینہ سے رخصت کے وقت مخدرات بنی ہاشم میں کہرام پڑا تھا۔ جو شخص ایسا قصد مصمم کرے اس کی نسبت یہ خیال کرنا کہ پہلے سے کچھ معلوم نہ تھا دفعتہً ناکامی و بربادی کے سامان پیدا ہوگئے دلیل آپ کے مخبوط الحواسی کی ہے۔

دسویں ماہ رمضان سے امام حسینؑ کی خدمت میں کوفیوں کی عرضیاں مکہ میں آنی شروع ہوئیں مگر کسی پر حضرت نے اعتنا نہ کی نہ کسی کا کچھ جواب دیا۔ حتےٰ کہ بارہ ہزار عرضیاں جمع ہوگئیں۔ جب آخر میں اس مضمون کی عرضی پہنچی ہے کہ ان لم تقبل الینا فانت اثم (دیکھو تذکرہ سبط ابن جوزی) تب امام پر بنظر اتمام حجت ان کی دعوت قبول کرنا فرض ہوگیا جواب نامہ لکھ کر حضرت مسلم کے ہاتھ بھیجا مگر یہ بھی فرمادیا کہ اے مسلم میں امید کرتا ہوں کہ خدا مجھے اور تمہیں درجہ شہادت پر فائز فرمائیگا۔ (دیکھو روضۃ الاحباب)

حضرت مسلمؑ کو کوفہ بھیجنے پر اعتراض کا جواب

آپ امام حسینؑ پر اعتراض کرتے ہیں کہ "مسلم کو خواہ مخواہ کیوں موت کے منہ میں پھینکا" ان کا خون

کبریت احمر

ناحق کس کی گردن پر رہیگا۔ "قیامت کے دن کیا مسلم دامن نہ پکڑینگے
کہ میری قربانی درمیان میں کیوں کی گئی ہے"۔

دیکھئے! جناب باری نے فرشتوں سے فرمایا "انی جاعل فی الارض
خلیفۃ۔ فرشتوں نے سائلانہ عرض کی اتجعل فیھا من یفسد فیھا
ویسفک الدماء۔ جناب باری نے فرمایا انی اعلم مالا تعلمون۔ اور
حضرت آدمؑ کو زمین پر بھیجا۔ ان کے دو بیٹے ہابیل اور قابیل پیدا ہوئے
قابیل نے ہابیل کو قتل کیا۔ خون ہوگیا۔ اب فرمائیے آپ نے جو اعتراض
امام حسینؑ پر کیا تھا اس کا کیسا جواب خود قرآن دے رہا ہے؟ کیا
معاذ اللہ بمقابل فرشتوں کے جناب باری بے خبر تھا؟ کیا فرشتوں کی
رائے صائب تھی اور معاذ اللہ جناب باری غلطی پر تھا؟ کیا جناب باری
کو پہلے سے کچھ معلوم نہ تھا کہ تسلی بخش اسباب کے رہتے ہوئے دفعۃً
یہ خون ہو گیا؟ بتائیے ہابیل خواہ مخواہ موت کے منہ میں کیوں پھینکے
گئے؟ اور ان کا خون ناحق کس کی گردن پر رہیگا؟ قیامت کے دن
وہ کس کا دامن پکڑ کر پوچھینگے کہ میری قربانی درمیان میں کیوں کی گئی؟
جناب باری نے فرشتوں کے کہنے کو کیوں نہ مانا؟ آپ کے اس اصول
پر تو معاذ اللہ تمام تر الزام خدا پر عاید ہوتا ہے۔ آپ کے بیان کفر آمیز سے
ظاہر ہوا کہ آپ رسول اللہؐ کو مواخذہ دار جانتے ہیں کہ آپ نے بکثرت صحابہ
کو جنگ بدر و احد و حنین میں کافروں کے ہاتھ سے مروا ڈالا آپ کے قول
کی بنا پر یہ تمام صحابہ رسول اللہ سے روز قیامت مواخذہ کرینگے۔

ابوالامنہ صاحب یہ خرافات جو آپ کے دہن قلم سے نکلی ہے اس کا
ماخذ وہ جواب ہے جو آپ کے امیر معاویہ نے اپنے لشکر کو دیا ... ابک عمار یا سر

صحابی رسولؐ ان باغیوں کے ہاتھ سے شہید ہو گئے تو شامیوں نے رسول اللہ کی پیشینگوئی یاد کرکے جنگ روکدی اور کہنے لگے کہ ہم بقول رسول فرقہ باغیہ قرار پا گئے کیونکہ عمار ہمارے ہاتھ سے مارے گئے اور رسول اللہ فرما گئے ہیں یا عمار ستقتلک الفئة الباغیة یعنی اے عمار تجھے گروہ باغی قتل کرے گا اس وقت معاویہ نے جواب دیا ہم لوگ عمار کے قاتل نہیں ہیں بلکہ علی ابن ابیطالبؑ ہیں جنھوں نے ہمارے مقابلہ کے لئے عمار کو بھیجا ابوالآمنہ صاحب یہی حال آپ کا بھی ہے کہ آپ قتل مسلم کا ذمہ دار امام حسینؑ کو بناتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ آپ نہ خدا کو پہچانتے ہیں نہ رسولؐ کو نہ امام کو جو کچھ چاہتے ہیں بکتے ہیں۔ ان حضرات کے افعال پر اعتراض نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ جناب باری ان کی شان میں فرماتا ہے ماتشاؤن الا ان یشاء اللہ ۔

آپ لکھتے ہیں کہ "امام حسینؑ کی نجابت و علو ہمتی سے نہایت بعید ہے کہ انھوں نے جان بوجھ کر اپنے عزیز کو مثل گوسفند ذبح کئے جانے کیلئے کوفہ بھیجدیا ہو" ابوالآمنہ صاحب! آپ ان حضرات کی نجابت اور علو ہمتی کو کیا سمجھ سکتے ہیں؟ قول رسولؐ ہے نحن اھلبیت لایقاس بنا احد۔ جو نجابت و علو ہمتی رسولؐ کی تھی وہی حسینؑ کی تھی۔ چنانچہ رسولؐ فرماتے تھے حسین منی وانا من الحسین۔ جس طرح امام حسینؑ نے جان بوجھ کر حضرت مسلمؑ کو کوفہ بھیجا اسی طرح رسولخداؐ نے بھی جان بوجھ کر نرغہ کفار میں اپنے بستر خواب پر اپنے بھائی حضرت علیؑ کو سونے کا حکم دیا تھا۔ رسولؐ اور حضرت علیؑ کے اس فعل پر جناب باری نے جبرئیل و میکائیل کے ایسے ملائکہ مقربین پر مباہات فرمائی کہ تم دونوں میں ہم نے مواخات قرار دی کون تم میں کی

ایسا ہے کہ ایک بھائی دوسرے پر اپنی جان کو نثار کرے؟ (دیکھو اسد الغابہ ابن اثیر و احیاء العلوم غزالی۔ و تاریخ خمیس) حضرت حمزہؓ عم رسولؐ تھے اور حضرت جعفر طیارؓ بھی رسولؐ کے ویسے ہی بھائی تھے جیسے حضرت مسلمؑ حضرت امام حسینؑ کے تھے۔ رسولؐ نے جان بوجھ کر ان لوگوں کو بھی بقول آپ کے موت کے منہ میں پھینکا۔ اب حضرت ابراہیمؑ ابو الانبیا کی نجابت اور علو ہمتی کو دیکھئے۔ امام حسینؑ نے تو حضرت مسلمؑ کو بقول آپ کے ظاہرا تسلی بخش اسباب کی امید پر کوفہ بھیجا تھا اور وہ اس میں معذور تھے۔ حضرت ابراہیمؑ جان بوجھ کر اپنے فرزند اسمٰعیلؑ کو اپنے ہاتھ سے مثل گوسفند ذبح کرنے کو لیجاتے ہیں۔ جس طرح آپ امام حسینؑ کے عزیز (حضرت مسلمؑ) کو مثل گوسفند ذبح کرانے پر معترض ہو رہے ہیں اسی طرح شیطان بھی حضرت ابراہیمؑ پر معترض ہوا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ جو اسمٰعیلؑ کو قربانی کیلئے لے گئے تھے تو حضرت اسمٰعیل ابھی ویسے جوان نہ تھے جیسے علی اکبرؑ ہمشکل پیغمبر اور نہ ویسے بچہ تھے جیسے علی اصغرؑ اپنے ان دونوں جگر بندوں کو البتہ حسینؑ جان بوجھ کر اور دیکھتے ہوئے کہ موت کا بازار گرم ہے۔ تیغوں کی بجلیاں چمک رہی ہیں۔ تیروں کا مینہ برس رہا ہے فوجوں کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہیں بھیجتے ہیں جوان بیٹا نیزہ کا پھل کھا کر شہید ہوتا ہے اور چھ مہینہ کا شیر خوار راہ خدا میں نشانۂ تیر خود باپ کے ہاتھوں پر ہوتا ہے۔

اب دوسری دلیل اس امر کی کہ امام حسینؑ کا کوئی فعل اضطراری یا بے سوچے سمجھے اور بلا مصلحت نہیں تھا ملاحظہ کیجئے۔ سید سجادؑ حضرت علی اکبرؑ سے سن میں بڑے تھے لیکن چونکہ امامت ان میں اور ان کی نسل میں ودیعت

تھی اور نیز اس وجہ سے کہ مخدرات عصمت و طہارت بعد حضرت کے اسیر ہونے والی تھیں ان کی حفاظت اور ان کی ساربانی کے لئے ان کو قتل ہونے سے بچا لیا تاکہ خود بھی اسیر ہو کر ان کی حفاظت و ساربانی کریں۔ یہ بیّن دلیل اس امر کی ہے کہ جو فعل حضرت کا تھا سب سمجھ کر اور مصلحت کے ساتھ تھا اور سب کی غرض صرف حفاظت دین خدا تھی۔ ۵

آپ امام حسینؑ کی نسبت پوچھتے ہیں کہ "اگر واقعی کوفیوں کی گرفت سے بری الذمہ ہونا چاہتے تھے تو کیا ان کو بوجہ کوفیوں کے جبلی بد عہد اور متواتر بیوفا ہونے کے سوائے علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یومنون والی آیت فراموش ہو جاتی تھی؟" ۶۔ ابو الامنہ صاحب! آپ کا یہ اعتراض تو پر عاید ہوتا ہے۔ جب وہ جانتا تھا کہ ان لوگوں میں صلاحیت ایمان لانے کی نہیں ہے تو رسولؐ کو مبعوث ہی کیوں کیا؟ اور کیا رسولؐ نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد کار رسالت چھوڑ دیا؟ ۷ سخن شناس نئی خادماستم این است۔

آپ لکھتے ہیں کہ "کیا حضرت علیؑ اور حضرت حسنؑ کی معرفت کوفی شیعہ مذہب کی تعلیم کافی طور پر حاصل نہیں کر چکے تھے کہ اب جب تک امام حسینؑ ان کو نئے سرے سے جا کر تلقین نہ فرماتے تو وہ ہدایت سے محروم رہ جاتے ہیں" ابو الامنہ صاحب! افسوس! یہ تو آپ نے عجیب سوال پوچھا۔ جب خود رسولؐ کی تئیس ۲۳ برس کی تعلیم کا اثر آنحضرت کے مرض الموت میں مبتلا ہوتے ہی باقی نہ رہا تو ان حضرات کا حال کیا پوچھتے ہیں۔ یہ حضرات تو بعد وفات رسولؐ تیس ۳۰ برس نظر بند رہے۔ ان کے پاس آمد و رفت کرنا جرم سمجھا جاتا تھا۔ حضرت علیؑ کی خلافت ظاہری کا زمانہ کل چار برس چار مہینہ پایا جاتا

ہاہے (دیکھو سیرۃ المحمدیہ) وہ زمانہ بھی ایسا ہی تھا کہ تمام بلاد اسلام پر بنی امیہ کا
جو دشمن اسلام تھے پوری قوت کے ساتھ قبضہ تھا اور خاندان رسالت کو حقارت
کی نظر سے دیکھتے تھے اسلام کا رنگ بدل دیا تھا۔ آپ خود لکھتے ہیں کہ قاضیوں
نے پوچھا کہ فتوے اور فیصلے کس طرح دیا کریں تو حضرت علیؑ نے فرمایا جسطرح
فیصلے دیا کرتے ہو دیئے جاؤ یہاں تک کہ لوگ ہماری خلافت کو تسلیم کریں
کیونکہ عثمان کے مرنے کے بعد حضرت کو خلافت ظاہری ہوتے ہی بی بی
عائشہ و طلحہ و زبیر کے ساتھ بصرہ تشریف لیگئیں اور جنگ جمل واقع ہوئی
جنگ جمل سے فرصت ہوئی تو جنگ صفین پیش آئی۔ ابھی وہ جنگ
ناتمام تھی کہ جنگ نہروان میں جانا پڑا۔ جنگ نہروان سے واپس
آتے ہی شہید ہوگئے۔ امام حسنؓ کی خلافت کل چھ مہینہ رہی اسکے بعد
تمام تسلط بنی امیہ کا تھا۔ جو شیعہ کچھ تھے ان کا استیصال معاویہ کے
حکم سے کردیا گیا۔ اب ایسے ہی لوگ باقی رہ گئے تھے جن کی حالت
خود ان کے خط سے ظاہر ہے کہ لکھتے ہیں "ہم کوئی امام نہیں رکھتے تشریف
لائیے شاید آپ کی برکت سے حق تعالےٰ ہم پر حق کو ظاہر کرے" یہ ایسے
ہی لوگ تھے جنھوں نے ۵۶ھ میں یزید کی بیعت کرلی تھی اور یہ یزید وہی
فاسق و فاجر ہے جسکے فسق و فجور کی وجہ سے عبداللہ بن عمر نے جنکو آپ
بہت عابد و زاہد اور کاسر کسریٰ و قیصر کا فرزند لکھتے ہیں اور عبدالرحمن ابن
ابوبکر اور عبداللہ ابن زبیر نے بیعت نہیں کی۔ آپ خود لکھتے ہیں کہ اگر حسب
عقیدہ اہل سنت اصحاب ثلاثہ کی خلافتوں کو عروج اسلام کا زمانہ مانا جائے
تو بیعت یزید کا انکار واقعی امام حسینؑ کی غیرت و جرات دینی کو ظاہر کرتا
ہے ۔ الفضل ما شہدت بہ الاعداء ۔ جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے

حیف ہے آپ کے تعصب پر۔ صرف اس بنا پر کہ شیعہ خلافت ثلاثہ کے
زمانہ کو عروج اسلام کا زمانہ نہیں مانتے آپ امام حسینؑ فرزند رسول الثقلین
کی توہین کر کے اپنی عاقبت کو خراب کر رہے ہیں۔ پرائی بد شگونی کیلئے
اپنی ناک کٹوا رہے ہیں۔ ارے صاحب شیعہ زمانۂ خلافت ثلاثہ کو
اضمحلال کا زمانہ تعصباً نہیں کہتے جو خرابی اسلام میں پیدا ہو رہی تھی اسکو
غیر قومیں حسرتناک نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں اور اس کی حسینؑ نے
جس طرح اصلاح کی اس کی مدح وثنا میں رطب اللسان ہو رہی ہیں چنانچہ
مسٹر مسیو ماربین محقق یورپ اپنی تحقیق میں لکھتے ہیں کہ "جب تیسری جانشینی
پیغمبر اسلام کی بنی امیہ میں مسلم ہو گئی ... اور وہ اپنے جاہ وجلال کو مستحکم
کر چکے۔ فوراً کھلم کھلا احکام اسلام سے تمرد اور سرکشی شروع کر دی اور
عام دربار میں اس دین پر جسے بنی ہاشم لائے تھے تمسخر اور استہزا کے
کلمات کہنے لگے ... تاریخ میں کہیں پتہ نہیں ہے کہ کسی نے زمانۂ پیشین
میں اپنے دین کی ترویج کیلئے بعلم وقصد اپنی جان دی ہو سوائے حسینؑ
کے جو مصیبتیں کہ حسینؑ نے اپنے نانا کے دین کے زندہ کرنے میں برداشت
کیں گذشتہ ارباب دین پر فوق رکھتی ہیں اور سابقین میں سے کسی پر
واقع نہیں ہوئیں" ؎ کشتی امت بچالی خود ہوئے میں ڈوب کر۔ دین کے
بیڑے کا حامی ناخدا ایسا تو ہو۔

مضمون ابوالآمنہ (یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواہہم)

اتفاق دوستان امام حسین علیہ السلام

حضرت مسلمؑ کی طرف سے امام حسین علیہ السلام کو مکۂ معظمہ میں اطلاع پہنچ چکی ہے کہ اہل کوفہ

یا اسی ہزار کوفیوں نے آپ کے نام پر بیعت کر لی ہے۔ امام علیہ السلام نے اس تعداد کو اپنے مقاصد کیلئے شاید ناکافی خیال کر کے رؤسائے بصرہ کے نام بھی خطوط تحریر فرمائے چنانچہ بروایت سید ابن طاؤس فاضل مجلسی نے لکھا ہے کہ جب امام حسینؑ نے جواب عرائض اہل کوفہ لکھا اسوقت خطوط اشراف بصرہ کے نام بھی مثل یزید بن مسعود نہشلی و منذر ابن جارود عبدی وغیرہ رؤسائے بصرہ لکھے اور بدست سلیمان کہ شیعہ آنحضرت سے تھا روانہ کئے اور ان خطوط میں ان لوگوں کو اپنی اطاعت و بیعت و نصرت کی دعوت فرمائی۔ جب یزید بن مسعود مطالعہ نامۂ نامی آنحضرت سے سرفراز ہوئے قبائل بنی تمیم و بنی حنظلہ و بنی سعد کو جمع کر کے کہا کہ میں نے تم کو ایک کام کیلئے جمع کیا ہے اور چاہتا ہوں کہ تم سے مشورہ کروں اور تم سے اس کام میں اعانت چاہوں۔ سب نے کہا آپ بیان کیجئے جو آپ حکم دیجئے گا اس کی ہم اطاعت اور آپ کی یاری کرینگے۔ یزید بن مسعود نے کہا معاویہ مرگیا اسکے مرنے سے جور و طغیان شکستہ اور ارکان ظلم و عدوان منہدم ہو گئے ہیں۔ یزید پلید شرابخوار بدکردار اسکے بعد خلیفہ ہوا ہے۔ اسے علم و بردباری سے بہرہ نہیں ہے اور کسیطرح قابل ریاست و خلافت نہیں ہے۔ اور امام حسینؑ جو کہ صاحب نسب جلیل و شرف جمیل ہیں رائے و تدبیر ان کی درست ہے وہ اس حکومت کے سزاوار ہیں۔ جو ان کی بیعت سے انکار کریگا وہ ذلت دنیا و عذاب الیم عقبیٰ میں مبتلا ہوگا۔ یہ سنکے اول بنی حنظلہ نے اظہار اطاعت و انقیاد کیا انکے بعد بنی تمیم نے اپنی رضامندی و خوشنودی ظاہر کی اور بنی سعد نے کہا ہم اس مقدمہ میں فکر کر کے جو کچھ ہماری رائے میں آئے گا آپ سے بیان کریں گے پس یزید بن مسعد نے ایک عریضہ خدمت امام حسینؑ میں لکھا اور اظہار فرمانبرداری

واطاعت وجانسپاری کیا اور یہ بھی لکھا کہ بنی تمیم وبنی سعد وبنی حنظلہ کو آپ کی اطاعت کی طرف میں نے مایل کیا ہے سب کے سب منتظر قدوم مسرت لزوم ہیں اور کمر اطاعت باندھے ہیں جو وقت آپ تشریف لائینگے ہم آپ کی تشریفیا آوری پر جان نثار کرینگے اور آپ کی متابعت کو اپنے اوپر ہم نے لازم کرلیا ہے جب یہ عریضہ نظر اشرف امام حسینؑ سے گذرا یزید بن سعد کو دعادی اور فرمایا خدا تمھیں بروز بیم واندوہ ایمن کرے اور تشنگی قیامت سے رہائی بخشے۔ قضائے الہی سے جس روز انھوں نے چاہا کہ اپنا لشکر لیکر بصرہ سے متوجہ نصرت آنحضرت ہوں ناگاہ خبر وحشت اثر شہادت شہدائے کربلا پہنچی۔ اور منذر بن جارود (رئیس بصرہ) نے نامۂ امام حسینؑ اس خوف سے کہ مبادا یہ نامہ حیلہ وبہانہ سے عبید اللہ بن زیاد نے امتحاناً اشراف بصرہ کے نام بھیجا ہو جاکے عبید اللہ بن زیاد شقی کو دیدیا اور اس شقی نے امام حسینؑ کے قاصد کو پکڑ کے سولی پر لٹکا دیا اور خود منبر پر آکے اہل بصرہ کو بہت تہدید وتنبیہ کی" جلاء العیون صفحہ ۴۳۴

کیا حضرت امام حسین علیہ السلام کو مصائب کربلا کا علم قبل از وقت تھا

جو شیعہ صاحبان کہتے ہیں کہ امام کو جب کوفیوں نے ہدایت کیلئے طلب کیا تھا تو اس میں تصریح کی تھی کہ اگر آپ نہ آئینگے تو قیامت کے دن آپ کا گریبان ہوگا اور ہمارا ہاتھ اسواسطے امام بطور اتمام حجت ان کے لکھنے پر مجبوراً چلے گئے ورنہ ویسے سب کوایف ومصائب کربلا سے انکو پورا علم پہلے سے تھا اس شبہ کا جواب اوپر ہو چکا ہے اور اب بھی کسی قدر دیا جاتا ہے کہ کوفیوں نے تو امام کو اپنے آپ سے بلایا بھی لیکن اب جو امام نے خود اہل بصرہ کو اپنی مدد اور بیعت کے واسطے خطوط تحریر فرمائے اور تین قبائل کو نصرت کیلئے دعوت فرمائی اس کا کیا جواب ہے اور آیا یہ دعوت یزید کے بجائے شام وعراق کی

حکومت پانے کے غرض سے کی گئی ہے یا لوگوں کو اسلام سکھلانے کیلئے دعوت فرمائی سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ اسلام کی کون سی تعلیم نامکمل رہ گئی تھی جسکو امام علیہ السلام کامل کرنا چاہتے تھے کیا یہ لوگ پہلے سے مسلمان نہ تھے کیا کوفہ و بصرہ میں اسوقت ملک افریقہ کے وحشی جاکر آباد ہو گئے تھے جسکو بجز امام حسین علیہ السلام کے کوئی اسلام کی تلقین کرنیوالا نہ تھا اور پھر کیا وجہ ہے کہ خاص کوفہ والوں اور بصرہ والوں کو ہی امام سے فیض حاصل کرنیکی ضرورت تھی کیا مکہ و مدینہ والے حسب اعتقاد شیعہ اس وقت کامل اور مخلص مومن نہ تھے اگر کامل تھے تو کیوں امام نے سب سے پہلے اپنی نصرت کا اعلان عام ان مقدس شہروں میں نہ فرمایا یا کیوں ان اسلام کے سرچشموں میں ہدایت کا آب حیات جاری نہ فرمایا اگر ناقص اور منافق تھے تو کوفہ والوں سے پیشتر ان دونوں مقدس مقاموں کے باشندوں کو اسلامی و روحانی تعلیم سے سعادت اندوز کرنا چاہئیے تھا کیونکہ کوفہ والے تو بوجہ شیعیان علیؑ و شیعیان حسنؑ مجتبیٰ ہونے کے پہلے سے توحید و عدل و نبوت و امامت کے مسائل و اسرار سے بہت اچھی طرح سے واقف ہو چکے تھے اور حرمین شریفین میں سوائے بنی ہاشم کے شیعوں کا قحط الرجال تھا۔

غرض ان دعوتوں سے جو امام علیہ السلام کی طرف سے کی گئیں خواہ بالواسطہ خواہ بلاواسطہ خواہ کوفہ خواہ بصرہ میں سب کی علت غائی جہانتک کوفہ میں سلیمان بن صرد خزاعی کی زبان سے اور بصرہ میں یزید بن مسعود کی زبان سے ظاہر ہوتی ہے صریحاً پولیٹکل حقوق کا جائز مطالبہ ہے۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ ادھر امام علیہ السلام نے جان بوجھ کر اپنے بھائی مسلمؓ کو دردناک مصائب میں ڈالا اور ادھر بیچارے سلیمان کو پھانسی پر چڑھوایا اور کیا وجہ ہے کہ قبائل بصرہ کی

نصرت واطاعت کا حال سنکر یزید بن مسعود کا شکریہ ادا کیا؟ وغیرہ وغیرہ بہت سی باتیں قابل غور ہیں۔

جواب (واللہ متم نورہٖ)

امام حسینؑ کے کوفیوں کے خط پر جانے اور روسائے بصرہ کو خط لکھنے پر اعتراض کا جواب

آپ لکھتے ہیں کہ "بارہ ہزار یا اسی ہزار کوفیوں نے جو بیعت کی اس کو شاید امام حسینؑ کافی نہیں سمجھتے تھے" بہت صحیح ہے نہ حضرت اس کو کافی سمجھتے تھے اور نہ ان لوگوں پر وثوق تھا۔ از مکہ تا مدینہ ہزارہا خط ان لوگوں نے بھیجے مگر حضرت نے کسی پر اعتنا نہ فرمائی جب سلیمان بن صرد خزاعی وغیرہ چند اشخاص کا جو اصحاب رسول سے تھے زاہد تھے عابد تھے ابرار تھے خاندان رسالت سے ربط رکھتے تھے (دیکھو استیعاب ابن عبدالبر) خط آیا تو حضرت نے قصد کیا۔ انبیا و اوصیا کو اسباب ظاہر پر عمل کرنے کا حکم ہے۔ کیونکہ دنیا ظاہر پرست ہے۔ اگر حضرت ایسے اشخاص کے لکھنے پر عمل نہ کرتے تو باعتبار ظاہر اسباب کے تمام تر الزام حضرت پر عاید ہوتا۔ ان وفاداروں کے خط پر عمل کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگرچہ حقیقتاً یہ لوگ سنی المذہب تھے (جیسا کہ اوپر روضۃ الصفا و تحفہ اثنا عشری سے دکھایا گیا) لیکن بعد شہادت امام حسینؑ راہ حق پر آگئے اور خون حسینؑ کا انتقام لیا اور اپنی جانوں کو حسینؑ پر نثار کر دیا۔ اگر یہ لوگ قبل شہادت امام حسینؑ سنی المذہب نہ ہوتے تو کوفہ میں ایسے ہنگام میں جبکہ بحکم معاویہ زیاد کے ہاتھوں سے شیعوں کا استیصال ہو رہا تھا ان لوگ کا قیام کبھی ناممکن تھا۔ انہی لوگوں کے ہاتھ سے جو حشر ان بارہ ہزار خط لکھنے والوں اور اسی ہزار بیعت کرنے والوں کا ہوا آئندہ آپ پر ظاہر ہوگا۔

اگر امام حسینؑ حسب منشاء آپ کے مدینہ میں قیام فرماتے تو وہاں یزید اپنے چچا عتبہ اور ولید کے معرفت حضرت کے قتل کی تیاری کر چکا تھا۔ مکہ میں بھی حاجیوں کے لباس میں لوگوں کو بھیجا تھا کہ عین حالت احرام میں حضرت کو شہید کریں۔ اگر حضرت مدینہ میں یا مکہ میں شہید ہوتے تو آپ لوگوں کا یہ اعتراض پیدا ہوتا کہ کوفہ سے بارہ ہزار خط آئے تھے اگر وہاں تشریف لیگئے ہوتے تو جان بھی بچ جاتی اور حرمین شریفین کی بیحرمتی بھی نہ ہوتی۔

آپ اعتراض کرتے ہیں کہ "اگر مکہ اور مدینہ والے ناقص الایمان اور منافق تھے تو کوفہ والوں سے پیشتر ان ہی دونوں مقدس مقاموں کے باشندوں کو اسلامی اور روحانی تعلیم سے سعادت اندوز کرنا چاہئیے تھا۔ کیوں ان اسلام کے سرچشموں میں ہدایت کا آب حیات جاری نہ فرمایا؟" ابوالآمنہ صاحب! آپ کو نسیان کا عارضہ معلوم ہوتا ہے۔ آپ خود اوپر لکھ چکے ہیں کہ حضرت مکہ میں برابر وعظ و پند کرتے تھے اور یہاں اعتراض کرتے ہیں کہ پہلے مکہ اور مدینہ والوں کو روحانی تعلیم دینا تھا دیکھئے جناب رسول خدا مکہ میں پیدا ہوئے تمام مکہ کفار سے اور خانۂ کعبہ بتوں سے بھرا ہوا تھا مگر جب کفار مکہ جنکا سرغنہ اسی یزید کا دادا ابوسفیان تھا حضرت کے قتل پر آمادہ ہوئے تو حضرت مجبور ہوگئے وہاں ہدایت کا آب حیات جاری نہ فرما سکے چونکہ مدینہ والوں نے نصرت کا وعدہ کیا مکہ سے ہجرت فرما کر وہاں تشریف لیگئے۔ حسینؑ بھی ان ہی کی قدم بقدم چلتے تھے۔ جب یزید قتل پر آمادہ ہوا تو نہ مدینہ میں رہ سکے نہ مکہ میں۔ یہ دیکھ کر کہ کوفہ والے ظاہرا نصرت کا وعدہ کرتے ہیں اور ہدایت کے نام سے طلب کرتے ہیں ایجاب دعوت فرما کر ادہر کا قصد کیا۔

چونکہ امام حسینؑ جانتے تھے کہ معاویہ نے کوفہ کا کایہ ملیٹ کر دیا ہے شیعیان

مخلص کا استیصال کرا چکا ہے چنداں قابل اطمینان نہیں ہے اور ان لوگونکے اصرار پر خود جانا یا حضرت مسلم کو بھیجنا بنظر رفع حجت ضرور ہے احتیاطاً دو تین اشخاص بصرہ کو بھی جو حضرت سے تعارف رکھتے تھے خط لکھ کر مطلع کر دیا تھا رہا یہ جواب آپ تعجب کرتے ہیں کہ وہ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ اسلام کی کون سی تعلیم نامکمل رہگئی تھی۔ اس کا بلکہ اس سرخی میں آپ کے جتنے اعتراضات ہیں سب کا جواب ہم اوپر سے دیتے آئے ہیں ان جوابوں کو بغور پڑھیئے اور سمجھئے اور کسیقدر یہاں بھی سن لیجئے۔ امام حسینؑ نے جو دو ایک خط بصرہ کو لکھے تھے اس کی بنا پر آپ لکھتے ہیں کہ پولٹیکل حقوق حاصل کرنے کی غرض سے تھا۔ یہ نہیں خیال کرتے کہ کوفیوں نے بارہ ہزار خطوط لکھے ان پر حضرت نے نہ کچھ اعتنا کیا نہ جواب دیا۔ اگر حضرت کو پولٹیکل حقوق حاصل کرنا ہوتا تو بقول مسٹر میسو ماربین حضرت کو اسلام میں وہ محبوبیت کا مرتبہ حاصل تھا کہ چاہتے تو لشکر عظیم فراہم کر سکتے تھے۔ لیکن حضرت صرف چند عزیزوں اور رفقا کو ہمراہ لیکر تشریف فرما ہوتے ہیں۔ کیا پولٹیکل حقوق کے طلب کرنے والے ایسا ہی کرتے ہیں؟

دوسری دلیل پولٹیکل حقوق حاصل کرنے کی غرض کی آپ یہ دیتے ہیں کہ یزید بن مسعود کا جواب آنے پر اس کو حضرت نے دعائے خیر دی۔ کیا آپ کے مرزا صاحب کو کوئی خط ان کی اطاعت و فرمانبرداری کا لکھتا تھا تو مرزا صاحب اس کو بجائے دعا دینے کے گالی دیتے تھے؟ ایسا اخلاق آپ ہی لوگوں کو مبارک ہو۔

سلیمان کو سولی دئیے جانے پر جو آپ امام حسینؑ پر اعتراض کرتے ہیں اس کا جواب وہی ہے جو حضرت مسلمؑ کی شہادت پر آپ کے اعتراض کا جواب ہم اوپر دے چکے ہیں۔

مضمون ابوالآئمہ (یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم)

بیوفائی اہل کوفہ وحالات شہادت حضرت مسلمؑ

جلاء العیون میں لکھا ہے کہ جب شیعہ حضرت مسلم کے پاس بہت سے جمع ہوگئے تو نعمان بن بشیر جو امیر معاویہ کی جانب سے کوفہ کا حاکم تھا حقیقت حال سے

امیر معاویہ کے حاکم کوفہ کا اعلان

مطلع ہوکر مسجد میں آکر منبر پر گیا اور بعد حمد وثنائے الٰہی و درود حضرت رسالت پناہی کہنے لگا اما بعد اے بندگان خدا لازم ہے کہ حق تعالیٰ سے ڈرو اور امت میں فتنہ و فساد نہ کرو کہ موجب قتل و خونریزی مسلمانان و غارت اموال بندگان ہوتا ہے جو مجھ سے جنگ نہ کرے گا میں اس سے جنگ نہیں کرونگا اور جب تم آرام سے ہو میں تم کو بےچین نہ کرونگا لیکن اگر خروج کروگے اور بیعت شکنی اپنے خلیفہ کی کروگے پس بخدا سوگند جب تک دستہ شمشیر میرے ہاتھ میں رہیگا تم سب سے حرب و ضرب میں دریغ نہیں کرونگا ہرچند تم میں سے میری ایک بھی نصرت نہ کرے ایک شخص عبداللہ بن ربیعہ نے اس تقریر کو اس موقعہ سیاست کیلئے بالکل کمزور خیال کیا اور اس نے نعمان کو سرزنش کرکے خود براہ راست یزید کو نامہ لکھا کہ مسلمؑ بن عقیلؓ کوفہ میں آئے اور شیعیان کوفہ امام حسینؑ کی بیعت مسلم سے کرتے ہیں اگر کوفہ کی ریاست منظور ہے کسی کو حاکم کوفہ مقرر کرکے بھیجو کہ دشمنوں کے حق میں مثل تمہارے اہتمام کرے اسلئے کہ نعمان بن بشیر کو یا تاب مقابلہ نہیں ہے یا دانستہ تساہل کرتا ہے اس پر یزید جو پہلے سے اہل عراق کی طرف سے اندیشہ رکھتا تھا سخت تشویش میں آیا اور بعد صلاح

مشورہ اس نے عبید اللہ ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر مقرر کرکے کوفیوں کے فساد کا بندوبست کرسپرد کیا۔ ابن زیاد پہلے بصرہ کا حاکم تھا بصرہ کی نیابت وہ اپنے بھائی عثمان کو سونپ آیا۔ بلا توقف متوجہ کوفہ ہوا اور اہل بصرہ کو سخت تنبیہہ و تہدید کر آیا۔ ابن زیاد رات کے وقت داخل کوفہ ہوا اور کوفی جو کہ پہلے سے امام حسین علیہ السلام کی تشریف آوری کے منتظر تھے اور ہر وقت چشم براہ رہتے تھے ابن زیاد کو امام حسینؑ خیال کر کے جوق در جوق استقبال کو نکلے اور سلام کر کے کہتے تھے خوش آمدی اے فرزند رسولخدا ص ۴۳۴
مگر آخر ایک تاڑنے والے نے کسی نہ کسیطرح تاڑ لیا کہ "یہ عبید اللہ ابن زیاد ہے" بس اس کا اس قدر کہنا تھا کہ شیعیان ملی پراگندہ ہوگئے اور اس ذراسی آواز کا بزدل کوفیوں پر وہ اثر ہوا جیسا کہ بلّی کے میاؤں کا چوہوں پر ہوتا ہے۔
ادھر حضرت مسلم ہزاروں شیعوں سے بیعت لے چکے تھے اور ان کو قسمیں دیتے تھے کہ "افشائے راز نہ کریں اور بیعت کو مخالفوں سے پوشیدہ رکھیں" یہانتک کہ بقول مجلسی علاوہ اس پہلے خط کے ایک دوسرے خط میں بھی مسلم نے ستائیس روز قبل اپنی شہادت کے ایک خط امام کو لکھدیا تھا اور اسمیں اظہار اطاعت وانقیاد اہل کوفہ درج کیا تھا اور ایک گروہ اہل کوفہ نے بھی خطوط حضرت کو لکھے تھے کہ یہاں سو ہزار تلواریں آپ کی نصرت کیلئے مہیا ہیں بہت جلد آپ شیعوں تک پہنچ جائیے ص ۴۴۴ ۔ جب ابن زیاد کی آمد کی خبر حضرت مسلمؑ نے سنی تو معلوم کرلیا ہوگا کہ امام حسین علیہ السلام کے کوفہ تک پہنچنے سے پہلے شاید حریف اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جائے اور پھر اس خیال سے بھی کہ جو کام امام نے یہاں پہنچکر کرنا تھا اس کا وقت سر پر آچکا ہے اور انتظار میں مطلب فوت ہو جانیکا اندیشہ ہے کیوں نہ اس کام کو میں خود ہی انجام دے لوں۔

یعنی مسلمؑ نے ابن زیاد کے برخلاف خروج کرنا چاہا۔ اب یہ سوال کہ ان کو خروج کرنے کا حق تھا یا نہ تھا خود شیعہ اس کے جواب دہ ہیں۔ بظاہر تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ مسلمؑ کو امامؑ نے اپنے نام پر بیعت لینے کا مجاز فرمایا تھا اور جو کسی کی طرف سے مختار یا نائب ہوتا ہے اس کو نائب کنندہ کل حالات نشیب فراز سے مطلع کر دیتا ہے پس نائب وہی کام کرتا ہے جس کیلئے وہ مقرر ہوتا ہے۔ اور اس کا ساختہ پرداختہ گویا منیب کا ساختہ پرداختہ ہوتا ہے۔ پس مسلم کے قصد خروج سے صاف ظاہر ہے کہ امام کے کوفہ جانے کا کیا مقصد تھا۔ آیا خالص مذہبی یا اپنے خاندانی حقوق سیاسی کے حاصل کرنے کیلئے قسمت آزمائی؟ مگر بیچارے مسلم کو کیا معلوم تھا کہ کوفی وقت پر دھوکا دے جائینگے۔ یہ تو امام معصوم کا فرض تھا کہ ان کو سب حالات آئندہ سے مطلع کر کے جہاں ایسے سخت کام پر مقرر کر کے ان کو روانہ فرمایا تھا۔ مشکلات کے وقت اپنی جان بچانے کی بھی کوئی تدبیر سمجھا دیتے یا انتہائی بیکسی میں اعجاز امامت کا ہی کوئی کرشمہ دکھا دیتے؟ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ابن زیاد کوفہ میں پہنچتے ہی حضرت مسلمؑ کی گرفتاری کی تدابیر سوچنے لگا دوسرے دن مسجد میں لوگوں کو جمع کر کے خطبہ پڑھا اور لوگوں کو سخت ڈرایا دھمکایا اور چند لوگوں کو مقرر کیا کہ خاص و عام ہوا خواہان حسینؑ کو یزید کی اطاعت پر ثابت قدم رہنے کی ترغیب دیں اور ان کو تاکید کریں کہ فرستادہ حسین کا ساتھ چھوڑ دیں ورنہ ان کا مال و جان بیدردی سے تباہ و برباد کیا جائیگا۔ اور یہ کہ یزید کے لاؤ لشکر کوفہ پر چڑھے آتے ہیں۔ اس اعلان کے سنتے ہی شیعیان علیؑ کے چھکے چھوٹ گئے اور جنھوں نے جان نثاری کے اقرار اور قسمیں کھائی تھیں لگے

شیعہ امام حسینؑ کی بیعت فسخ کر کے یزید کی بیعت کرتے ہیں

بغلیں جھانکنے اور دریائے

فکر میں غوطے لگائے!!! آخر سب نے ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی بیعت حسینؓ و
رفاقت مسلمؓ بن عقیل سے علٰحدگی اختیار کر لی اور یزید کو خلیفہ وقت مان لیا صاحب
ناسخ التواریخ کے اس موقع پر یہ الفاظ ہیں "بیعت حسینؓ را بشکستند و بہ متابعت
یزید پیوستند" مسلمؓ بن عقیلؓ کو بھی ان حالات سے خبر ہو گئی لیکن تحقیق کرنا چاہتے
تھے کہ واقعی کوفی پھر گئے ہیں یا نہ؟ ایک دن صبح کی نماز پڑھنے کو مسجد میں نہ گئے
ظہر کی نماز پڑھنے تشریف لیگئے مسجد میں جا کے اذان دی اور نماز پڑھنے لگے
ناسخ التواریخ میں اسکے بعد یوں لکھا ہے "وازاں چہل ہزار و بروایتے ہشتاد
ہزار تن کہ با و بیعت کردہ بودند یک تن حضور نداشت و مسلم وحیداً فریداً نماز
بگذاشت چوں از نماز خود فراغت جست غلام خویش را گفت یا غلامِ مافعل
اھل ھذا المصر گفت اے سید و مولائے من مردم ایں شہر بیعت حسینؓ را بہ یزید بہا دند
و دست بہ متابعت یزید دادند" اس وقت تک مسلمؓ مختار ثقفی کے گھر میں اترے ہوئے
تھے۔ فکر کرنے لگے کہ اب اس گھر میں رہنا مصلحت نہیں آخر ایک رئیس اور امیر کبیر
ہانی بن عروہ کے گھر جا کر اترے۔ ناسخ التواریخ میں لکھا ہے کہ یہاں بھی کوفی مخفی
طور پر مسلم کے پاس آمد و رفت رکھتے اور بیعت کرتے اور قسمیں کھاتے تھے۔ اور
آخر یہ منصوبہ باندھا گیا کہ کسی نہ کسی طرح ابن زیاد کو قتل کر دینا چاہیئے یہ ہانی بن
عروہ اس قدر امیر کبیر تھے کہ ابن زیاد ان کی بیمار پرسی کیلئے ان کے گھر میں گیا۔
اور یہی موقع اس کے قتل کا تجویز کیا گیا تھا مگر شیعوں کی بزدلی یہاں بھی مانع
آئی اور ابن زیاد سلامت بچکر ہانی کے گھر سے واپس دار الامارہ میں چلا آیا۔
اور آخر بدقسمتی سے راز بھی فاش ہو گیا بیچارے ہانی کو اس سازش کا سرغنہ
قرار دیا گیا اور ان کو دار الامارہ میں طلب کیا گیا اور بعد تحقیق حالات ان کو قیدخانہ
میں ڈالدیا۔ یہ خبر سنکر حضرت مسلمؓ سے رہا نہ گیا۔ فوراً اٹھے اور قبائل کندہ

حضرت مسلمؑ کوفیوں کو خروج کیلئے جمع کرتے ہیں

ومذحج و بنی تمیم و بنی اسد و مضر و ہمدان کو منادی کی گئی کہ خروج کیلئے تیار ہو جائیں۔ کوئی چار ہزار کوفی بھی جمع ہو گئے بلکہ لکھا ہے کہ اسوقت اس قدر انبوہ عظیم ہو گیا کہ تمام مسجد گلی کوچے بھر گئے اسوقت مسلمؑ کے ساتھ صرف تیس سرہنگ اور بیس رئیس شہر کے ہمراہ تھے۔ اسوقت ابن زیاد مسجد میں لوگوں کو خطبہ سنا رہا تھا اور یزید کی سطوت سے ڈرا رہا تھا لیکن مسلمؑ کے خروج سے خبر پا کر مسجد سے جھٹ دارالامارہ میں پہنچ گیا۔ بقول مجلسی اسوقت اسکے ساتھ صرف پچاس آدمی تھے۔ مسلمؑ کے ہمراہی اگر پہلے سے قلعہ کا محاصرہ کر لیتے اور ادھر ابن زیاد کو مسجد میں ہی گرفتار کر کے قتل کر دیتے تو کامیابی کلی ان ہی کو حاصل ہوتی مگر ابن زیاد اپنے قلعہ میں داخل ہو کر بےخطر ہو گیا لکھا ہے کہ شیعیان کوفہ نے ابن زیاد کی ماں کو بہت بہت گالیاں دیں پتھر پھینکے مگر باوجود اس قدر جمعیت کثیر کے نہ دارالامارہ کا دروازہ کھول سکے نہ ابن زیاد کے قتل پر قادر ہوئے۔ اُدھر ابن زیاد نے اندر ہی اندر بارسوخ لوگوں کو لالچ سے دم دلاسے دیکر حضرت مسلمؑ کی بیعت سے انحراف کرانے پر مقرر کیا اور خدا کی قدرت آخر وہ کامیاب بھی ہو گیا۔ چنانچہ

کوفی شیعوں کی حضرت مسلمؑ کی رفاقت سے دست برداری

لکھا ہے کہ کچھ ان بارسوخ سرداروں نے لوگوں کو پھسلایا کچھ خود بھی وہ فکر اور سوچ میں پڑ گئے کچھ گھر کی عورتوں نے اپنے خاوندوں اور نوجوان بچوں اور بھائیوں کو نصیحت کرنا شروع کی کہ کیوں ناحق اپنی جانوں کو ضائع کرتے ہو لشکر شام سے تم کہیں مقابلہ کر سکتے ہو؟ بلکہ معرکہ جنگ کے پیشتر ہی کہیں کو نکل جاؤ۔ غرض ہر طرف سے خوفناک صدائیں اور دور اندیشی کی باتیں سنتے سنتے تمام کوفی ہمت ہار بیٹھے اور مسلم کی رفاقت سے لگے دست بردار ہونے یہانتک کہ صرف

تیس آدمی رہ گئے۔ اس کے آگے علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ جب حضرت مسلمؑ نے یہ کیفیت دیکھی غدر و مکر اہالیان کوفہ سے مطلع ہوئے اور مسجد میں جا کر نماز مغرب ادا فرمائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے فقط دس آدمی آپ کے ہمراہ رہ گئے جاہا مسجد سے نکلیں جب دروازہ کندہ سے باہر آئے کوئی آپ کے ہمراہ نہ رہا۔ اسوقت حضرت مسلمؑ اپنی تنہائی سے متحیر ہوئے جلاء العیون ص ۴۳۹ اور ناسخ التواریخ میں لکھا ہے: "وچوں از باب بابیرون گذاشت خویشتن را یکتنہ ہمی نگریست شہرے پر دشمن و شبے تاریک بود در طی طریق و مرور بہ کوے بازار دلیلے و رہنمونے نہ داشت" ص ۱۲۱ جلد ششم کتاب دوم۔

حضرت مسلمؑ کی بیکسی اور حسرتناک انجام کی داستان بجائے خود ایک سخت دردانگیز واقعہ ہے مگر بخوف طوالت مختصر کیا گیا ہے۔

شیعوں کی حضرت مسلمؑ سے علیحدگی اور ان پر سنگباری

مسجد سے نکل کر حضرت مسلمؑ ایک نیک بخت عورت کے ہاں جس کا نام طوعہ لکھا ہے جا کر پناہ گزین ہوئے۔ اور آخر وہاں بھی زیادہ عرصہ محفوظ نہ رہ سکے۔ اب وہ دن آیا ہے کہ نائب شبیرؑ (مسلمؑ) بالکل تنہا رہ گئے ہیں۔ ان چالیس ہزار یا اسی ہزار کوفیوں سے کوئی بھی آپ کی امداد نہیں کرنا چاہتا جنہوں نے پیشتر ان کے ہاتھ پر قسمیں کھا کھا کر بیعت کی تھی اب وہی لوگ آپ کے قتل کیلئے جمع ہیں۔ اور وہ بنی ہاشم کا بہادر شیر ان کو اپنے پاس پھٹکنے نہیں دیتا اور ایک ایک حملہ میں بہتوں کو ہلاک کر چکا ہے کسی مخالف کو روبرو ہو کر مقابلہ کی جرأت نہ رہی تو اس شیر بیشہ شجاعت کو پتھر مارنے شروع کر دیئے۔ اسوقت آپ نے متعجب ہو کر ان موذیوں سے دردناک خطاب کر کے فرمایا جس کو ناسخ التواریخ سے نقل کیا جاتا ہے فقال مالکم ترمونی بالاحجار کما ترمی الکفار و انا من اہلبیت الانبیاء الابرار الا ترعون حق رسول اللہ فی ذریتہ یعنی تم کو کیا ہو گیا کہ مجھ کو

پتھر مارتے ہو جس طرح کفار کو مارا جاتا ہے حالانکہ ہم اہلبیت انبیا میں سے ہیں کیا تم رسول صلعم کا لحاظ اسکی اولاد میں نہیں کرتے ہو۔

غرض ایسی بیکسی اور بے بسی کی حالت میں حضرت مسلمؑ کوفیان بیوفا کے نرغہ میں آئے ہوئے ہیں اور یہ معزز مہمان اب کوئی دم کے مہمان ہیں لیکن اس حالت پر ملالت میں ان کو اپنے قتل کا کوئی افسوس نہیں ہے بلکہ کوئی افسوس ہے تو امام مظلوم کا افسوس ہے جو عنقریب کوفہ کی طرف روانہ ہونیوالے ہیں۔ اب آپ کی آخری آرزو ہے تو یہ ہے کہ امام کو کوفہ کی طرف آنے سے روکا جائے وہ کوفیوں کی سنگباری اور تیر و شمشیر کے نشانہ ہیں مگر اپنے امام کی خیر خواہی میں یگانہ و فرزانہ سر سے پاؤں تک زخموں سے چور اور ہجوم یاس و حرمان سے سخت رنجور اپنے پیارے معزز بھائی بلکہ امام کے غم میں حیران و سرگرداں با چشم خوں چکاں ہیں کوفیوں نے دریافت کیا آپ ایسے دلاور و دلیر ہو کر پھر روتے کس لئے ہیں تو آپ نے فرمایا میں اپنے واسطے واللہ نہیں روتا بلکہ ان کے لئے روتا ہوں جو میری طرف آرہے ہیں یعنی حسینؑ اور آل

حضرت مسلمؑ کی وصیت اور امام حسینؑ کے نام پیغام

حسینؑ کیلئے رو رہا ہوں۔ عمر بن سعد کو خطاب فرماتے ہیں۔ موافق اس قرابت کے جو مجھ میں اور تجھ میں ہے میری وصیت قبول کر (جلاء العیون ص ۲۲۴) اس کمبخت نے عبید اللہ بن زیاد کی خوشامد کی وجہ سے کلام حضرت مسلمؑ کا نہ سنا۔ ابن زیاد نے کہا اے عمر ابن سعد مسلمؑ تم سے رابطۂ قرابت رکھتے ہیں ان کی وصیت سے کیوں انکار کرتے ہو۔ یہ اجازت پا کر عمر سعد مسلمؑ کا ہاتھ پکڑ کر گوشۂ قصر میں لیگیا مسلمؑ نے فرمایا میری وصیت اول یہ ہے کہ اس شہر میں سات سو درہم کا قرضدار ہوں لازم ہے کہ میری شمشیر و زرہ فروخت کر کے میرا قرض ادا کر دینا۔ دوسری وصیت

یہ ہے کہ جب مجھے قتل کریں ابن زیاد سے اجازت لیکر مجھے دفن کردینا تیسری وصیت یہ ہے کہ امام حسینؑ کو اس مضمون کا خط لکھ کہ کوفیوں نے مجھ سے بیوفائی کی اور آپ کے پسر عم کی یاری و نصرت نہ کی ان کے وعدوں پر اعتماد نہیں ہے آپ اس طرف نہ آئیں۔ (جلد ۲ ص ۲۴۳) آخری فقرہ ناسخ التواریخ میں اصل عربی عبارت میں یوں ہے والثالث ان تکتبوا الی سید الحسین ان یرجع عنکم فقد بلغنی انہ خرج بنسائہ واولادہ فیصیبہ ما اصابنی و یقول لک ارجع فداک ابی وامی باھلبیتک ولا یغرنک اھل الکوفہ فانھم اصحاب ابیک الذی یتمنی فراقھم بالموت او القتل ان اھل الکوفہ قد کذبوک ولیس لکذوب رای ص ۱۴۹ جلد ششم کتاب دوم نیز جلاء العیون میں ابن اشعث سے جو آپ سے مقاتلہ کررہا ہے فرمایا کہ میری طرف سے کسی کو امام حسین کی خدمت میں روانہ کرو کہ آنحضرت مکر و غدر کوفیان بیوفا سے اس طرف آتے ہیں لہذا کہلا بھیجو کہ آپ کا پسر عم عرض کرتا ہے میرے پدر و مادر آپ پر سے فدا ہوں آپ مراجعت فرمائیے کہ میں یہاں اسیر ہوگیا ہوں اور مترصد قتل ہوں یہ اہل کوفہ وہی لوگ ہیں جن کے نفاق سے آپ کے پدر بزرگوار پریشان ہوکے آرزوئے مرگ کرتے تھے ص ۱۴۴۔ المختصر وہ نائب شبیر کوفیان شریر کے ہاتھوں سے کمال دلگیر ہوکر شہید ہوگئے انا للہ وانا الیہ راجعون اور ان کے بعد بیچارے ہانی بن عروہ بھی نہایت بیرحمی سے قتل کئے گئے ہیں۔ ناسخ التواریخ میں ان کی بابت لکھا ہے کہ ایک وقت وہ تھا کہ ہانی کے ساتھ چار ہزار زرہ پوش اور آٹھ ہزار پیادے جلو میں چلتے تھے اور قبائل کندہ وغیرہ کو اوقات ضرورت میں جب بلاتا تھا تو تیس ہزار زرہ پوش اسکی نصرت کیلئے مستعد ہوجاتے تھے لیکن اس بیکسی میں جب وہ اپنے

قبیلہ مذحج کو پکارتے تھے تو ایک آدمی بھی جواب نہ دیتا تھا (دیکھو ناسخ التواریخ
ص۱۵۱ م)۔ اس سے پہلے کسی موقع پر چند قبائل کی تشریح کی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ

کوفی حضرت علیؑ کے وقت کیسے شیعہ تھے

سے شیعہ تھے اور ان میں سے ایک کا نام مذحج
بھی تھا۔ معترضین کی مزید تشفی کے واسطے مکرر واضح
کیا جاتا ہے کہ راقم نے جو کوفیوں کے شیعہ ہونے کا دعوی کیا ہے خصوصًا
ان لوگوں کا جنھوں نے حضرت مسلمؑ کے ہاتھ پر بیعت کی یہ لوگ حشرات الارض
نہ تھے کہ زمین کے نیچے رہتے ہوں نہ جنات کی قسم سے تھے جو کوہ قاف انکا
مسکن ہو بلکہ جیسا کہ حضرت مسلمؑ نے خروج کے وقت ان قبائل کو نام بنام
دعوت فرمائی یا امام حسین علیہ السلام نے بنی اسد و بنی تمیم و بنی حنظلہ سے امداد
طلب فرمائی یا جیسا کہ قاضی نور اللہ شوستری نے علیحدہ علیحدہ جن قبائل شیعہ
مذہب کا ذکر کیا ہے یہ تمام لوگ ان قبائل کے لوگ تھے۔ مجالس المومنین میں
جہاں قبیلہ مذحج کا ذکر ہے وہاں ضمنًا دوسرے چند قبائل کا بھی ذکر آ گیا ہے
خاص مذحج کی بابت لکھا ہے "وایں قبیلہ نیز پیش از زمانہ خلافت حضرت
امیر اظہار ہواداری او میکردند" اس پر کوئی منطقی شیعہ یہ نہ کہدے کہ وہ تو
اظہار محبت کرتے ہونگے لیکن جناب علیؑ نے کب ان کو اپنا شیعہ ظاہر کیا۔ سو
ان قبایل کی تعریف میں جناب علی علیہ السلام کا ایک قطعہ مجالس المومنین سے
نقل کیا جاتا ہے جس میں آنجناب بھی ان کو اپنا مددگار اور قوت بازو ظاہر
فرماتے ہیں اور یہی دلایل کسی فرد یا افراد کے شیعہ علیؑ ہونیکے لئے کافی ہے۔
ما علتی وانا جلد حاذم + وفی یمینی ذو غرار صارم + وعن یمینی مذحج القماقم
وعن یساری وایل الخضارم + القلب حولی مضر الجماجم - واقبلت ہمدان
والاکارم + والازد من بعد لنا دعایم + والحق فی الناس قدیم دایم۔ مجلس

دوم صفحہ ۱۵۵ مطبوعہ ایران ۔ ان لوگوں کا شیعہ پن اگر آج کل کے شیعوں کی نظر میں جمنے والا اور قابل وقعت ثابت نہ ہو یا خلاف ان کے مذاق کے ہو تو ان کی اپنی سمجھ کا قصور ہوگا ۔ حضرت علی علیہ السلام چونکہ صاحب جہاد صاحب شمشیر امام تھے اسواسطے ان کے شیعہ وہی کہلاتے تھے جو ان کے ہمرکاب ہوکر ان پر جانیں قربان کرنے کیلئے گھروں کو چھوڑ کر نکل کھڑے ہوتے تھے ۔ جان نثاری سے بڑھ کر کون سا معیار حقیقی تشیع کا ہوسکتا ہے البتہ آجکل کے شیعوں کے امام چونکہ امام غائب و خائف ہیں اسواسطے ان کے شیعہ بھی تقیہ بازی کو تشیع کا مرادف سمجھ بیٹھے ہیں ۔ سچ ہے ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست ۔ مگر کوفیوں کی بیوفائی چونکہ ضرب المثل ہوچکی ہے اسواسطے آجکل کے شیعوں کو گمان بھی نہیں ہوتا کہ وہ شیعہ تھے بلکہ ان کا خیال ہے کہ وہ پیروان سیرت شیخین تھے اور مہاجرین و انصار کی نسل و ملت سے تھے ۔ اور قاضی شوستری کا فتوے بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں جو فرماتے ہیں کہ اہل کوفہ کا شیعہ ہونا کسی دلیل کا محتاج نہیں بلکہ کوفی الاصل کا سنی ہونا خلاف اصل و محتاج دلیل ہے ۔ لیکن اگر قاضی صاحب کا یہ فتوے بھی تسلیم نہ کیا جائے تو خود مسلمؑ کی چشم دید شہادت کہ یہ وہی کوفی ہیں جو آپ کے باپ کے شیعہ تھے اور وہ ان ہی مکاروں کے ہاتھ سے آرزوے مرگ فرماتے تھے ۔ نہایت ہی وزندار شہادت ہے ۔ اور اگر کوفیوں کی عانت سے حضرت مسلمؑ ابن زیاد کا خاتمہ کر دیتے تو کامیابی یقینی تھی ۔ پھر تمام شیعہ ان ہی کوفیوں کو خاص الخاص شیعیان علیؑ و ہواخواہان اہلبیت کرام ظاہر کرتے اسی خیال کو مولف ناسخ التواریخ نے نہایت وضاحت کے ساتھ ایک قعہ پر ظاہر کیا ہے وھو ھذا ۔ کہ حسین قبل از ورود ابن زیاد وارد کوفہ شدے یا مسلم بن عقیل در خانہ ہانی بن عروہ ابن زیاد را گردن زدے بگیاں بعد از ورود آنحضرت

از کوفہ و بصرہ و عرب بادیہ افزوں از صد ہزار شمشیر زن در خدمت او انجمن گشتے
و روز تا روز از مدینہ و یمن و حجاز و دیگر بلدان لشکر تازہ بہ نزد او فراز می آمد چنانکہ قبل
از ورود ابن زیاد بہ کوفہ (اہل) ہزار کس با مسلمؑ بن عقیلؓ بیعت کرد و ایں معنی بر یزید
داو لیلے اور روشن بود" دیکھو ناسخ التواریخ صفحہ ۱۷۱ ذکر عدد لشکر ابن زیاد۔
اب باوجود اسکے کہ امام نے تیاری لشکر کا اہتمام فرمایا کوفہ و بصرہ والوں کو جہاد
کیلئے خاص اپنے برادر عزیز اور معتمد کو بھیجکر دعوت فرمائی اور حالانکہ عالم ماکان
و مایکون بھی تھے پھر کامیابی کے موقعوں کا لحاظ نہ کرنا اور ضرورت پر حسن تدبیر کو
کام نہ فرمانے کا شکوہ کس سے کیا جائے؟ خدا کی قدرت ہے کہ مسلمؑ جو باعتقاد
شیعہ غیر معصوم ہیں وہ کوفیوں کے ماکان اور مایکون سے واقف ثابت
ہوتے ہیں جیسا کہ فرمایا فانھم اصحاب ابیک اور فیصیبہ ما اصابنی اور جو
امام معصوم ہیں وہ واقعات گذشتہ اور آئندہ سے بیخبر ثابت ہوئے۔

جواب (دام اللہ متمنورہ)

نعمان بن بشیر کی تقرر ابن زیاد کا داخلہ کوفہ میں اور حضرت مسلمؑ کی گرفتاری میں فریب

ابوالآمنہ صاحب الحجفن روایت پر نہیں جانا چاہئیے کچھ عقل اور درایت
سے بھی کام لینا چاہئیے۔ آپ نے جو بحوالہ جلاء العیون نعمان بن بشیر کا جو معاویہ
کی طرف سے حاکم کوفہ تھا حضرت مسلمؑ کی تشریف آوری پر کوفیوں کے سامنے
نرالشی اعلان کے بارہ میں لکھا ہے وہ بقول آپ کے ایسے لہجہ میں اور ایسا
کمزور تھا کہ عبد اللہ بن ربیعہ نے۔ جو اصل راز حکومت سے ناواقف تھا یزید کو
اس کی شکایت لکھی کہ نعمان کو یا تو تاب مقابلہ نہیں ہے یا دانستہ تساہل کرتا ہے"
دیکھئے ابن زیاد بھی آتا ہے تو تنہا آتا ہے اپنے ساتھ کوئی لاؤ لشکر نہیں لاتا۔

وہ اصل راز سے واقف ہے۔ جانتا ہے کہ اس کا باپ شیعیان مخلصین کا استیصال کرچکا ہے اب کوفہ میں زیادہ تر وہی لوگ ہیں جن سے معاویہ ۵۶ھ میں یزید کی بیعت لیکر حسینؑ کے قتل کیلئے آمادہ کرچکا ہے جو اسی ہزار کی تعداد میں ہیں باہر سے فوج لانے کی حاجت نہیں ہے بڑے افسوس کی بات ہے کہ جس روایت سے آپ استدلال کرتے ہیں اس کے الفاظ میں غور نہیں کرتے ہیں۔ نعمان بن بشیر کا جو خطبہ آپ نے نقل کیا ہے اس میں کوفیوں کے یزیدی ہونے کی تصریح اور نعمان کا اقرار موجود ہے کہ وہ کوفی سب کے سب یزید کو خلیفہ سمجھتے تھے اور یزید کی بیعت میں تھے تو پھر آپ کس منہ سے ان کو شیعہ کہتے ہیں۔

تاریخ کامل میں ہے کہ ابن زیاد کو حضرت مسلمؑ بن عقیلؓ کی فکر دامنگیر ہوئی تو اسنے اپنے ایک غلام کو تین ہزار درہم دیئے اور کہا کہ مسلمؑ بن عقیلؑ اور ان کے ساتھیوں کو ڈھونڈھ (جس سے ظاہر ہے کہ وہ اسی ہزار بیعت کرنیوالے واقعی ساتھی حضرت مسلمؑ کے نہ تھے۔ ورنہ اسی ہزار کو ڈھونڈھنا چہ معنی دارد؟) چنانچہ وہ غلام فکر کرتے کرتے مسلم بن عوسجہ کے پاس پہنچا اور اُن سے فریبًا جھوٹھ کہا کہ میں شام کا رہنے والا ہوں خدا نے مجھے محبت اہلبیت کی نعمت عطا کی ہے چونکہ میں نے سنا ہے کہ ایک صاحب کوفہ میں آئے ہیں اور فرزند رسولؐ کی جانب سے بیعت لیتے ہیں لہذا میں اس ارادہ سے یہاں آیا ہوں کہ ان سے ملکر یہ تین ہزار درہم نذر کروں۔ مجھ سے یہ مال لے لو اور ان کے پاس مجھے لے چلو اور اگر تم چاہو تو ابھی مجھ سے بیعت لے لو۔ مسلم بن عوسجہ نے اس غلام سے بیعت اور مستحکم عہد و میثاق لیا بعدہ وہ غلام چند روز مسلم بن عوسجہ کی حضوری کا شرف حاصل کرتا رہا تاکہ مسلم بن عوسجہ مطمئن ہو جائیں اور کسی دن حضرت مسلمؑ سے اس کو ملاقات کرائیں"۔

ہوالآمنہ صاحبا! دیکھئے کیسی حرفت سے ابن زیاد اس غلام کو بھیجتا ہے اور وہ

اپنے کو محب اہلبیت ظاہر کر کے بیعت کرتا ہے۔ جسطرح یہاں مسلم بن عوسجہ دھوکھا دیئے گئے ہیں اسی طرح خط لکھوانے میں سلیمان بن صرد خزاعی وغیرہ کے ساتھ حکومت کی جانب سے چال کی گئی تھی جس طرح اس غلام سے فریبی بیعت کرائی گئی اسی طرح حضرت مسلمؑ کے ہاتھ پر اسی ہزار سے بیعت کرائی گئی۔ جس طرح یہ غلام بن عوسجہ کو مطمئن کرنیکے لئے چند روز ان کی خدمت میں حاضر رہا اسی طرح وہ اسی ہزار چند روز نمائشی طور پر سلیمان بن صرد کے ساتھ رہے یا حضرت مسلمؑ کی حضوری کا شرف حاصل کرتے رہے۔ اب تو حکومت کا فریب اور بند و بست بخوبی سمجھ میں آگیا؟ دیکھئے! دوستان اہلبیت تو ایسے نایاب تھے کہ ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتے تھے۔ ابن زیاد کا غلام تین ہزار درہم لئے خفیہ تلاش کرتا پھرا ہے۔ فکر کرتے کرتے اتنے بڑے شہر غدار میں خاک چھاننے سے کسی طرح ایک شیعہ یا حضرت مسلمؑ کا ساتھی مسلم بن عوسجہ کا پتہ لگا!!! مگر آپ سارے کوفیوں کو شیعہ ہی بنائے جاتے ہیں۔

جن لوگوں نے بارہ ہزار خطوط امام حسینؑ کو لکھے تھے یا جن اسی ہزار نے حضرت مسلمؑ سے بیعت کی تھی نہ ان کی تلاش ہے نہ ان سے کچھ باز پرس نہ کسی قسم کا ان پر تشدد۔ گرفتاری کا حکم ہے تو حضرت ہانی کی جنکے گھر میں حضرت مسلمؑ مہمان تھے۔ چنانچہ حبیب السیر میں ہے کہ ابن زیاد کے غلام معقل نے حضرت مسلمؑ سے ملاقات کر کے ابن زیاد کو اطلاع کی کہ مسلم بن عقیل ہانی بن عروہ کے گھر میں ہیں۔ ابن زیاد نے محمد بن اشعث (جو ابوبکر کا بھانجہ اور بارہ ہزار خط لکھنے والوں کا سرغنہ تھا) اور اسما بن خارجہ کی معرفت ہانی کو ملاقات کے حیلہ سے بلوایا۔ جب ہانی آئے تو ابن زیاد نے ان سے کہا کہ میں تو تیری حیات چاہتا ہوں اور تو میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے؟ ہانی بولے مجھ سے کیا خطا

ہوئی؟ ابن زیاد نے کہا اس سے زیادہ اور کیا خطا ہوگی کہ تو نے مسلمؑ بن عقیلؓ کو اپنے ہاں ٹھہرایا ہے۔ ہانی کہنے لگے کہ یہ غلط ہے۔ ابن زیاد نے اسیوقت معقل غلام کو پیش کر دیا جب ہانی نے دیکھا تب سمجھ گئے کہ اسی غلام نے چغلی کھائی ہے۔ کہنے لگے میں نے مسلمؑ کو بلایا نہیں وہ خود میرے یہاں آئے اور میری حیا مانع ہوئی کہ ان کو اپنے ہاں نہ رہنے دوں اب یہاں سے واپس جا کر ان کو اپنے گھر سے علحدہ کر دونگا۔ ابن زیاد بولا کہ جب تک تو مسلمؑ کو حاضر نہ کرے گا میرے پاس سے نہیں جا سکتا ہانی نے کہا مجھ سے یہ نہ ہوگا کہ جسکو پناہ دی ہے اس کو دشمن کے حوالہ کر دوں۔ ابن زیاد نے ہانی کے چہرہ پر اس قدر چھڑی سے مارا کہ ان کی ناک ٹوٹ گئی اور خون بہنے لگا اور روضۃ الشہدا میں ہے کہ جب ہانی مجروح ہوئے تو اسما بن خارجہ نے ابن زیاد سے کہا اے غدار ہم تیرے کہنے سے ہانی کو لائے اور تو ان کے ساتھ با ایں خواری پیش آیا تیری یہ کیا حرکت ہے؟ ابن زیاد نے غضب میں آکر اسما کو ایسا پٹوایا کہ ان کی زندگی سے مایوسی ہوگئی۔ اس کے بعد ہانی سے پوچھا کہ اپنی جان کو دوست رکھتا ہے یا مسلمؑ کی زندگی کو؟ ہانی بولے کہ میری ہزار جانیں مسلمؑ پر فدا ہیں ابن زیاد نے حکم دیا کہ ہانی کو برہنہ کرکے تازیانے لگاؤ۔ پس ہانی جن کی عمر نواسی برس کی تھی اور اصحاب رسولؐ سے تھے دو چوبوں میں باندھے گئے۔ ابن زیاد نے ان سے پھر کہا کہ مسلمؑ کو لاؤ تو چھوڑ دئے جاؤ۔ ہانی نے جواب دیا کہ بخدا اگر تو مجھ پر بدترین عقوبت روا رکھے تب بھی مسلمؑ کا پتہ نہ دونگا۔ تو نہیں جانتا کہ جب سے میں نے محبت اہلبیت محمدؐ کی راہ میں قدم رکھا تمام دنیا کی تکلیفوں کو اپنے اوپر گوارہ کر لیا۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ ہانی کو پانچ سو کوڑے ماریں۔ جب ہانی کو تازیانے لگائے گئے تو وہ بیہوش ہو گئے۔ حاضرین نے ابن زیاد سے کہا کہ یہ اصحاب رسولؐ سے ہیں انکو لکڑیوں

سے کھولکر نیچے اوتارنے کا حکم دے۔ ہانی نیچے اُتارے گئے اور اسیوقت ان کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ابن زیاد بصرہ سے کوفہ میں تنہا آیا تھا۔ اور ہانی کو آپ خود لکھتے ہیں کہ وہ بہت بڑے امیر کبیر آدمی تھے ان کے ساتھ چار ہزار زرہ پوش اور آٹھ ہزار پیادہ جلو میں چلتے تھے۔ اگر وہ اسّی ہزار جنھوں نے حضرت مسلمؑ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی خود حکومت کے تعلیم کردہ نہ ہوتے۔ ذرہ برابر بھی حکومت کے مخالف ہوتے تو ابن زیاد کی مجال نہ تھی کہ آنے کے ساتھ ہی دفعتہً اس بدعنوانی سے ہانی کے ساتھ پیش آتا اور ایسے جلیل القدر رئیس کوفہ کو اس ذلت و خواری سے بآسانی قتل کرڈالتا۔ وہ ملعون تنہا بیٹھا ہوا بے تکلف جو ظلم کر رہا تھا وہ سب اپنے اسی ہزار کے بل پر کرتا تھا۔

آپ لکھتے ہیں کہ جب ابن زیاد کی آمد کی خبر حضرت مسلمؑ نے سنی تو معلوم کرلیا ہوگا کہ امام حسین علیہ السلام کے کوفہ تک پہنچنے سے پہلے شاید حریف اپنے مقاصد میں کامیاب ہوجائے اور پھر اس خیال سے بھی کہ جو کام امام نے یہاں پہنچکر کرنا ہے اس کا وقت سر پر آچکا ہے اور انتظار میں مطلب فوت جانیکا اندیشہ ہے کیوں نہ اس کام کو خود ہی میں انجام دے لوں۔ یعنی مسلمؑ نے ابن زیاد کے برخلاف خروج کرنا چاہا۔ اب یہ سوال کہ ان کو خروج کرنے کا حق تھا یا نہ تھا خود شیعہ اسکے جواب دہ ہیں۔ بظاہر تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ مسلمؑ کو امامؑ نے اپنے نام پر بیعت لینے کا مجاز فرمایا تھا اور جو کسی کی طرف سے مختار یا نائب ہوتا ہے اسکو نائب کنندہ کل حالات نشیب و فراز سے مطلع کردیتا ہے پس نائب وہی کام کرتا ہے جسکے لئے وہ مقرر ہوتا ہے اور اس کا ساختہ پرداختہ گویا منیب کا ساختہ پرداختہ ہوتا ہے

بھلا مت صاحب! واقعات کی دلیل تو آپ کے پاس کوئی ہے نہیں۔ نمبوشدنیام

کا گھوڑا دوڑاتے ہیں کسی کو لکھ دیتے ہیں کہ "انتقال کے جوش میں اپنے جسم و جان کو وقف کر دیا ہوگا" کسی کو لکھتے ہیں کہ فلاں کا "خیر مقدم کیا ہوگا" کسی کی نسبت سوچ لیتے ہیں کہ فلاں بات "معلوم کر لیا ہوگا" یہ سب آپ کی مخبوط الحواسی کی باتیں ہیں آپ کو سے لکھتے ہوئے شرم نہیں معلوم ہوتی! اوپر تاریخ کامل و حبیب السیر سے دکھا دیا گیا کہ جب ابن زیاد کوفہ میں آیا تو اپنے غلام کی معرفت حضرت مسلمؑ کے ساتھیوں کو ڈھونڈنے لگا بہت تلاش کے بعد صرف ایک مسلم بن عوسجہ دوستدار اہلبیت ملے۔ اگر واقعی دو ہزار بھی شیعہ ہوتے تو یہ گمان ہو سکتا تھا کہ حضرت مسلمؑ خود یا بہ نیابت امام حسینؑ جیسا کہ آپ لکھتے ہیں حریف کا مقابلہ کرنے کیلئے نکلتے۔ جب محمد بن اشعث تین ہزار فوج لیکر گرفتاری کو آیا ہے تب حضرت مجبوراً طوعہ کے گھر سے تن تنہا نکلے ہیں اسوقت منجملہ اس اسی ہزار کے ایک آدمی بھی حضرت کے ساتھ نہ تھا۔ یہ خیال آپ کا غلط ہے کہ حضرت مسلمؑ مقابلہ یا مقاتلہ کیلئے آئے تھے جس کام کیلئے حضرت آئے تھے وہ خود ابن زیاد کے پوچھنے پر فرما دیا۔ چنانچہ تاریخ کامل میں ہے کہ عُبید اللہ ابن زیاد نے مسلمؑ بن عقیلؓ سے کہا کہ اے پسر عقیلؓ کیا اسلئے تم یہاں آئے تھے کہ لوگوں کی جمعیت میں پراگندگی اور ان کے معاملات میں افتراق پیدا کرو؟ حضرت مسلمؑ نے کہا ہرگز نہیں بلکہ ہم اسلئے آئے کہ تیرے باپ نے یہاں کے بہترین اشخاص کو قتل کر ڈالا اور قیصر و کسریٰ کا عمل جاری کر دیا ہے ہم لوگوں کو ہدایت کریں اور ان کو کتاب خدا و سنت رسولؐ کی جانب توجہ دلائیں"۔ مگر ابوالآمنہ صاحب! آپ جو حضرت مسلمؑ پر الزام لگا رہے ہیں اس سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ کیا محمد بن اشعث جو تین ہزار فوج لیکر حضرت کی گرفتاری کیلئے آیا تھا اس سے مقابلہ نہ کرتے۔ سر ڈال کر قتل ہو جاتے یا طوق و زنجیر پہن کر ابن زیاد بدنہاد کے پاس چلے جاتے؟ ہم اوپر سے برابر دکھاتے آتے ہیں کہ امام حسینؑ

دین خدا کی حمایت اپنی مظلومانہ شہادت سے کرنے نکلے ہیں۔ حضرت مسلمؑ کو بھی تنہا بھیجتے ہیں۔ اور جیسا کہ روضۃ الاحباب میں ہے۔ سمجھا دیا ہے کہ اے مسلمؑ میں امید کرتا ہوں کہ خدا مجھے اور تمھیں درجۂ شہادت پر فایز کریگا امامؑ نے حضرت مسلمؑ کو رفع حجت کیلئے بھیجا تھا اور ساتھ ہی شہادت کی خبر بھی دیدی تھی ویسا ہی حضرت مسلمؑ نے کیا۔ اس پر آپ کی یہ دریدہ دہنی کہ یہ تو امام معصوم کا فرض تھا کہ ان کو سب حالات آئندہ سے مطلع کر دیتے یا اعجاز امامت کا ہی کوئی کرشمہ دکھاتے۔ بجز شقاوت کے اور کیا ہے؟۔

ابوالآمنہ صاحب! دو شیعوں کی بہادری وفاداری اور جان نثاری آپ نے دیکھی۔ ایک تو ہانی علیہ الرحمہ ہیں جو ابن زیاد کے ہاتھ سے تازیانہ کھانے کے بعد عقابین پر کھینچے جاتے ہیں اور ابن زیاد پانچ سو کوڑے مارنے کا حکم دیکر کہتا ہے کہ اگر اب بھی مسلمؑ کو لاؤ تو تم کو چھوڑ دیں۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ کیا تو نہیں جانتا ہے کہ جب سے میں نے محبت اہلبیت محمدؐ کی راہ میں قدم رکھا ہے تمام دنیا کی تکلیفوں کو اپنے اوپر گوارہ کر لیا ہے۔ دوسرے حضرت مسلمؑ یہ تو عزیز بھی ہیں۔ مگر جان بہت عزیز ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم کو اپنی کی پروا نہیں ہے۔ جو ظلم ہو سب قبول ہے۔ غم ہے تو حسینؑ کا وہ صغیر بچے بے پناہ ہو رہے ہیں ان کی نسبت کچھ نہیں فرماتے۔ شیعہ ایسے ہوتے ہیں! بیعت کنندگان کی اسی ہزار کی جماعت تو حکومت کے اشارہ پر کام کرنیوالی تھی ابن زیاد نے حضرت مسلم کی گرفتاری کا حکم دیا محمد بن اشعث تین ہزار سوار لیکر فوراً روانہ ہو گیا۔ حصین بن نمیر کو حکم دیا وہ ایک لشکر لیکر امام حسینؑ کی گرفتاری کو روانہ ہو گیا۔ ہزار سوار و نکار رسالہ حضرت حر کے ساتھ بھیجدیا۔ اسطرح بار باری اسی ہزار بیعت کرنیوالوں کو کربلا حسینؑ کو شہید کرنے کیلئے اور رسولؐ خدا کا باغ

برباد کرنے کے لئے بھیجدیا اور ان لوگوں نے جاکر خاندان رسالت کو تباہ کرکے اپنی
بہادری اور یزید کے ساتھ جسکے دربار سے بقول آپ کے وہ لوگ وظائف وانعام
کر عیش کرتے رہتے تھے۔ اپنی وفاداری دکھادی۔ اگر یہ لوگ سچ مچ بخلوص
حضرت مسلم سے بخواہش اپنے بعیت کئے ہوتے اور یزید کے مخالف ہوتے
تو ممکن نہیں تھا کہ بشیر ابن نعمان ان لوگوں کا قلع قمع کرنے میں تساہلی کرتا یا ابن زیاد
یہ سننے کے بعد کہ اسی ہزار حضرت مسلمؑ سے بعیت کرچکے ہیں اور ایک لاکھ تلواریں
ان کی نصرت کیلئے مہیا ہیں اسطرح تنہا کوفہ میں آتا۔ بلکہ جس طرح مسلم بن عقبہ دس
ہزار فوج لیکر مدینہ گیا اور مدینہ رسولؐ سے ایک میل کے فاصلہ پر قیام کرکے
بیرحمی سے ہزاروں مہاجر وانصار و دیگر اہالیان مدینہ کو بلا کسی کی رورعایت
کے قتل و غارت کیا اس سے زیادہ ساز و سامان سے کوفہ میں آتا اور اس سے
کہیں زیادہ ظلم نعمان اور ابن زیاد دونوں باہم ہوکر کرتے۔ جس عنوان کی رفتار
نعمان اور ابن زیاد کی اہل کوفہ کے ساتھ خصوصاً بارہ ہزار خطوط لکھنے والوں۔ اور
اسی ہزار حضرت مسلم سے بعیت کرنے والوں کے ساتھ رہی اس سے صاف ظاہر
ہے کہ یہ سارا بند و بست حکومت کی جانب سے تھا۔
آپ لکھتے ہیں کہ "ہانی کی گرفتاری کی خبر سنکر حضرت مسلم نے منادی کرائی تو کوئی
چار ہزار کوفی جمع ہوگئے اور ان لوگوں نے ابن زیاد کی ماں کو بہت بہت گالیاں
دیں اور پتھر پھینکے" بہت خوب ہم نے اسکو بھی تسلیم کیا۔ لیکن کیا آپ کسی تاریخ
سے دکھا سکتے ہیں کہ ان چار ہزار گالی دینے والوں اور پتھر پھینکنے والوں کو
ابن زیاد نے کوئی سزا دی؟۔ کتنے تعجب کی بات ہے کہ حضرت ہانی محض اس وجہ
سے کہ حضرت مسلم کو اپنے مکان میں رہنے دیا کعبین پر کھینچے گئے تازیانے
سے گئے بیرحمی سے قتل کئے گئے اور اسما بن خارجہ جو اصحاب ابن زیاد سے تھا صرف

یہ کہنے پر کہ ہم تیرے حکم سے ہانی کو بلا لائے یہ تو نے ان کے ساتھ کیا کیا؟ اسقدر پیٹا گیا کہ زندگی سے مایوسی ہو گئی اور جو لوگ ماں کی گالی خود ابن زیاد کو دیں پتھر پھینکیں ان کا کچھ نہ ہو وہ عیش کرتے رہیں!!! اگر وہ چار ہزار واقعی باغی ہوتے اور یہ فعل ان لوگ کا انبادت سے ہوتا تو بقول آپ کے اسوقت جبکہ ابن زیاد مسجد میں تھا دار الامارہ کا محاصرہ کر لیتے اور ابن زیاد کو بھاگ کر قلعہ میں جانیکا موقع نہ دیتے باہر ہی قتل کر ڈالتے یا ابن زیاد ان کو قتل کرتا یا سولی دیتا۔ ان سے کسی قسم کی بازپرس نہ کرنا چہ معنے دارد؟۔

آپ لکھتے ہیں کہ ابن زیاد کا نام سنکر کوفیوں پر وہ اثر ہوا جو بلی کے میاؤں کا چوہوں پر ہوتا ہے" ابو الآمنہ صاحب! وہ چوہے نہ تھے۔ کتے تھے اگر ابن زیاد کے پالو نہ ہوتے تو اس گربہ مسکین کو فوراً بھونک کر کھا جاتے۔ ابن زیاد کی تو یہی حقیقت تھی کہ خود اسی کے فوج والے اس کی ماں کو گالیاں دیتے تھے وہ اس کو دل لگی سمجھکر ٹال جاتا تھا۔ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ سلیمان ابن صرد وغیرہ جنھوں نے دھوکہ میں آکر امام حسینؑ کو خط لکھا تھا ابن زیاد یا یزید کے رعب سے ڈر گئے تھے؟ ہرگز ایسا نہیں ہے لیکن ایسی حالت میں جبکہ حکومت کے خفیہ بندوبست سے غافل تھے اور دفعتہً اسی ہزار کے نرغہ میں گھر گئے یہ لوگ کیا کرتے؟ لیکن بعد شہادت حسینؑ جب یزید و ابن زیاد کا مکر ظاہر ہو گیا تو خود یزید کے ایک غلام نے برسر دربار تلوار کھینچکر یزید پر حملہ کیا اور قید سے چھوٹتے ہی سلیمان ابن صرد و مختار ابن عبیدہ ثقفی وغیرہ مختصر فوج مہیا کر کے ابن زیاد کے قتل کی فکر میں نکلے۔ ابن زیاد تین چار لاکھ فوج لیکر آیا تھا ابراہیم ابن مالک اشتر دلیرانہ قلب لشکر میں گھس گئے اور اس شقی کو تہِ تیغ کیا جس کی صراحت کسی قدر آئندہ آئے گی۔

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ حضرت مسلمؑ مہینوں سے کوفہ میں تشریف رکھتے ہیں اور
لوگ ظاہرا بیعت کرتے جاتے ہیں۔ حکومت خاموش ہے۔ جب دیکھا کہ حضرت
مسلم مطمئن ہوگئے اور خط طلب امام حسینؑ کو لکھ چکے۔ امام حسینؑ کی مکہ سے روانگی
کا حال بھی یزید کو معلوم ہوگیا۔ چنانچہ آپ اپنے رسالہ کے صفحہ ۹۳ میں لکھتے ہیں
کہ "یزید کو خبر گئی کہ امام حسین علیہ السلام حرمین شریفین کو چھوڑ کر بذات خود کوفہ کی
طرف چلے آتے ہیں۔ بھی کیا تھا یزید نے ابن زیاد کو تاکیداً لکھا کہ میں نے
سنا ہے کہ امام حسینؑ متوجہ عراق ہوئے ہیں لازم ہے کہ ان پر راہیں بند کر کے
فتح و ظفر میں سعی و کوشش بلیغ کر" اس خط کے پاتے ہی ابن زیاد دفعتہً کوفہ میں
آدھمکا اور ناکہ بندی کر دی کہ اب کوئی ممانعت کا خط امام حسینؑ کے پاس نجانے
پائے۔ چنانچہ حضرت مسلم نے اپنے آخری وقت کی وصیت میں حضرت کو ممانعت
کا خط لکھنے کو کہا تو جواب دیا گیا کہ ان کو بھی بلا کر اسی طرح قتل کرینگے۔ اس سے
بھی ظاہر ہے کہ فرزند رسولؐ کو دھوکہ سے مہمان طلب کر کے حالت غربت میں
شہید کرنے کا بندوبست قبل سے خود معاویہ کر گیا تھا بلکہ اپنی زندگی ہی میں
اس کو خود انجام دینا چاہتا تھا چنانچہ کوفیوں سے مدینہ میں حضرتؑ کے پاس خطوط
طلب بھی بھجوا چکا تھا مگر حضرت نے اس پر اعتنا نہ کی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔
یہ آپ نے سچ کہا کہ کوفی زمین کوفہ سے نکلے ہوئے حشرات الارض نہ تھے
اور نہ کوہ قاف سے آئے تھے لیکن عمر کے بسائے ہوئے تھے سلطنت کے
مخوار اور طرفدار تھے ان میں اور معقل غلام ابن زیاد میں کوئی فرق نہ تھا۔ بعض
جو مثل سلیمان بن صرد وغیرہ کے تھے وہ قبل شہادت حضرت مسلمؑ قید کر لئے
گئے تھے۔ چنانچہ جسوقت حضرت مسلمؑ شہید ہوئے ایک فرد کوفہ میں ان کے
شامل ایسا نہ تھا کہ جو ان کی اعانت کرے یا ان کی نعش اطہر کو مسلمان کی میت

سمجھکر دفن کردے۔
آپ لکھتے ہیں کہ "کوفیوں کی بیوفائی چونکہ ضرب المثل ہے اسواسطے آجکل کے شیعوں کو
گمان بھی نہیں ہوتا کہ وہ شیعہ تھے بلکہ ان کا خیال ہے کہ وہ پیروان سنت شیخین
تھے اور مہاجرین وانصار کی ملت وذریت سے تھے" ارے صاحب گمان کیسا
آپ تو خود لکھ رہے ہیں کہ خلافت کیلئے وہ اجماع کے قایل تھے ابن اشعث
جو حضرت مسلمؑ سے مقابلہ کررہا تھا۔ یہ یعنے محمد ابن اشعث۔ اسحق بن اشعث
وقیس بن اشعث تینوں ابوبکر کے بھانجے تھے ان کا باپ مرتد ہوکر اسلام کا باغی
ہوگیا تھا۔ ابوبکر کی ایک بہن تھی اپنے عہد خلافت میں اسی مرتد اشعث کو جو بھنوان
تھا اپنے میل کا آدمی سمجھ کر بلاکر اسکے عقد میں دیدی اسی کے بطن سے محمد بن
اشعث۔ اسحق بن اشعث۔ قیس بن اشعث اور جعدہ بنت اشعث پیدا ہوئے
اشعث جو ابوبکر کا بہنوئی تھا جنگ صفین میں ہمراہ رکاب حضرت علیؑ تھا مگر معاویہ
سے سازش کرکے خود بھی خارجی ہوگیا اور بہت لوگوں کو خارجی بنادیا عبید اللہ
ابن عمر جو عبداللہ ابن عمر کا بڑا بھائی تھا جنگ صفین میں ایک لشکر لئے ہوئے
معاویہ کی طرف سے حضرت علیؑ کے ساتھ مقابلہ کررہا تھا اس کے میمنہ لشکر کا
سردار تھا۔ ابوبکر صاحب کی صاحبزادی بی بی عائشہ صاحبہ نے بصرہ جاکر طلحہ و
زبیر وعبداللہ ابن زبیر وغیرہ کے ساتھ لشکر گراں لیکر حضرت علیؑ پر خروج کیا
اور خچر پر سوار ہوکر مروان سے جو عثمان کا چچیرا بھائی اور داماد تھا رسولؐ کے
سبط اکبر کے جنازہ پر تیر بارانی کرائی۔ جعدہ بنت اشعث نے جو ابوبکر کی بھانجی
تھی امام حسنؑ کو زہر دغا سے شہید کیا۔ معرکہ کربلا میں ابوبکر کے تینوں بھانجے
محمد بن اشعث۔ اسحق بن اشعث اور قیس بن اشعث لشکر یزید کے افسر
میں تھے۔ اسحق بن اشعث گھاٹ روک کر حسینؑ اور اطفال حسینؑ … پ بند

کے ہوئے تھا۔ بارہ ہزار خط لکھنے والوں کے سرغنہ ابو بکر کے یہی تینوں بھانجے محمد بن اشعث و اسحٰق بن اشعث و قیس بن اشعث اور اکثر ان کی جماعت والے تھے۔ یہی محمد بن اشعث ابو بکر کا بھانجہ تین ہزار اپنے خاص ملازمین کو لیکر حضرت مسلم کو گرفتار کرنے گیا تھا۔ ہانی علیہ الرحمہ کو بھی یہی مکر سے ابن زیاد کے پاس لیگیا تھا۔ عمر ابن سعد جو کربلا میں سردار لشکر یزید تھا وہ سعد ابن وقاص کا بیٹا تھا۔ سنان انس کا بیٹا تھا۔ اب بتائیے۔ ابو بکر۔ عمر۔ عثمان۔ سعد ابن وقاص۔ انس ابن مالک۔ طلحہ و زبیر وغیرہ مہاجرین سے تھے یا نہیں؟ ان لوگ کے پیروان شیخین ہونے میں کیا شک ہے؟ ہم نے تو دکھا دیا کہ یہ لوگ ان کی ذریت تھے۔ اور معاویہ و یزید شیخین کے جانشین تھے ان کی سیرت پر عمل کرتے تھے اور عمل کیا۔

اپ قبائل مذحج وغیرہ کا بار بار ذکر کرتے ہیں اور حضرت علیؑ نے جو اپنے لبعض اشعار میں ان کی تعریف کی ہے اس کو لکھتے ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ ہر قبیلہ میں نیک و بد دونوں طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ قبیلہ قریش میں رسولؐ بھی تھے اور ابو جہل۔ ابولہب۔ ابو بکر عمر عثمان۔ ابو سفیان۔ معاویہ۔ یزید۔ مروان۔ طلحہ۔ زبیر وغیرہ بھی تھے۔ رسولؐ بھی قریشی کہلاتے تھے۔ یہ لوگ بھی قریشی کہلاتے تھے۔ لیکن کجا رسولؐ کجا یہ لوگ ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ اسیطرح سمجھئے کہ مذحج وغیرہ قبیلوں میں جو لوگ قابل تعریف تھے ان کی تعریف حضرت علیؑ نے کی ہے لیکن قبیلہ کا محض نام لینے سے وہ تعریف جملہ افراد قبیلہ کی نہیں سمجھی جائے گی۔ یہ اشعار تو جناب امیر علیہ السلام نے بلیس بائیس برس قبل جنگ صفین میں فرمائے تھے۔ ان اشعار کو اس مقام پر لکھنے سے کیا فائدہ؟ حضرت نوحؑ پیغمبر تھے ان کا بیٹا نااہل پیدا ہوا۔ اسیطرح دیکھئے

مرزا صاحب کے باپ اور آپ کے والد بزرگوار معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان سے تھے اور خاندان رسالت سے حسن عقیدت رکھتے تھے اس خاندان کا غلام ہونا اور خادم ہونا اپنا فخر سمجھتے تھے۔ چنانچہ مرزا صاحب کے والد نے ان کا نام غلام احمد رکھا مابعد میں وہ دعوی نبوت کر بیٹھے۔ آپ کے والد نے آپ کا نام خادم حسین رکھا آپ دشمن حسینؑ نکلے جیسا کہ رسالہ زیر جواب سے ظاہر ہے۔ اب آپ کے اور مرزا صاحب کے باپ کے حسن عقیدت کو آبلو گوں کے مقابل میں دکھانے سے کیا حاصل ؟

آپ قاضی نور اللہ شوستری کا یہ قول کہ اہل کوفہ کا شیعہ ہونا کسی دلیل کا محتاج نہیں کیا بار بار لکھتے ہیں؟ اس کا جواب تو ہم اوپر بکرّات ومرّات دیچکے۔ رہا یہ جو آپ لکھتے ہیں کہ "خود حضرت مسلم کی چشم دید شہادت کہ یہ وہی کوفی ہیں جو آپ کے باپ کے شیعہ تھے اور وہ ان ہی مکاروں کے ہاتھ سے آرزوئے مرگ فرماتے تھے"۔ محض جھوٹھ اور آپ کا فریب ہے۔ ہرگز حضرت مسلمؑ نے ان لوگوں کو شیعہ نہیں کہا۔ خود آپ نے جو کلام حضرت مسلمؑ کا اپنے رسالہ کے صفحہ ۴ میں لکھا ہے اس میں ہرگز کہیں لفظ شیعہ کا نہیں ہے آپ محض جھوٹھ لکھتے ہیں اور غلط ترجمہ کرتے ہیں۔ بہر کیف حضرت مسلمؑ کا یہ فرمانا کہ "یہ وہی لوگ ہیں جنکے نفاق سے آپ کے پدر بزرگوار پریشان ہوتے"۔ کیا مالک اشتر کی نسبت تھا؟ غور کر کے دیکھئے حضرت مسلمؑ یہ کلام کس کے ساتھ کر رہے ہیں؟ محمد بن اشعث اور اس کے عزیز واقربا و تابعین واحباب سب کوفی ہیں۔ محمد بن اشعث سے خطاب کر کے حضرت کا ایسا فرمانا اسی کے خانوادے کی نسبت ہے۔ اب تو آپ کو حضرت مسلمؑ کے فرمانے کا مطلب بخوبی واضح ہوگیا؟ ؎

سخن شناس نئی خادما ستم این است۔

وجود امام زمان کی بحث بطرز جدید

آپ لکھتے ہیں کہ "آج کل کے شیعوں کے امام چونکہ امام غائب و خائف ہیں! اسواسطے ان کے شیعہ بھی تقیہ بازی کو تشیع کا مرادف سمجھ بیٹھے ہیں" امام کی غیبت اور رجعت کی بحث تو رسالہ ہذا میں بہت واضح طور پر دکھائی گئی ہے جس کو پڑھکر آپ کا ہوش مثل عنقا کے غایب ہو جائیگا۔ اگر آپ کو اپنی عقل کا ادراک ہوتا تو امام کو پہچانتے۔ دیکھئے آپ کی روح آپ کے پاس ہے مگر آپ اس کو نہیں دیکھتے لیکن وہ آپ کے تمام اعضاء پر حکومت کر رہی ہے۔ اگر آپ کی روح نہ ہو تو آپ مردہ ہیں۔ اسی طرح اگر امام زمانہ جو جان جہان ہیں نہ ہوں تو تمام جہان مردہ صفت ہے۔ جس طرح روح آپ کے جسم کی اصلاح کر رہی ہے اور آپ اس کو نہیں دیکھتے ہیں اسی طرح امام زمن تمام دنیا کی اصلاح کر رہے ہیں اگرچہ عقل کے اندھے ان کو نہیں دیکھتے۔

ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد جنھوں نے دعوئی نبوت کا کیا تھا وہ مر گئے۔ اب ان کی خلافت کا سلسلہ آپ لوگ کیوں جاری کئے ہوئے ہیں؟ کیا محض لکیر کے فقیر ہیں یا خلافت کو عقلاً ضروری سمجھتے ہیں؟ اگر ضروری سمجھتے ہیں تو حیف ہے کہ ایسے شخص کا جو دعوی مسیح ہونے کا کرے خلیفہ تو موجود رہے اور اس رسول کا جس کے برحق ہونیکے آپ بھی قائل ہیں خلیفہ موجود نہ ہو۔ آپ کا بنایا ہوا خلیفہ تو رہے اور خدا کا بنایا ہوا خلیفہ نہ رہے۔ اگر محض نہیں دیکھنے کی وجہ سے انکار ہے تو آپ کے خلیفہ جی کی شکل تو ہم نے بھی نہیں دیکھی ہے لیکن بایقین جانتے ہیں کہ ایک شخص غلام احمد نامے نے دعوی نبوت کا کیا تھا وہ تو مر گئے مگر ان کی خلافت کا سلسلہ جاری ہے اور ایک خلیفہ ان کا موجود ہے۔ جب عقلاً آپ لوگ نبی کے بعد اس کا خلیفہ رہنا ضروری سمجھتے ہیں تو پھر آنحضرت صلعم کے

خلیفہ کے وجود سے کیوں انکار کرتے ہیں؟

بحث تقیہ بطرز جدید

آپ تقیہ پر تمسخر کرتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ تقیہ نعمت عظمائے جناب باری سے ہے یہ ایمان اور جان دونوں کا محافظ ہے اگر جان باقی ہے اور دل میں ایمان ہے تو وہ ضرور ترقی کریگا۔ اگر جان چلی گئی تو اس کے ساتھ ایمان کا بھی خاتمہ ہوگیا ترقی مفقود ہوگئی۔ جس مذہب و ملت والے سے چاہیئے پوچھ لیجے ایسی شئے سے جو جان اور ایمان دونوں کی محافظ ہو کوئی دوسری نعمت بڑھ کر ہوسکتی ہے؟۔ جو شخص تقیہ کو اپنا شیوہ نہ گردانے وہ دشمن دین و دشمن ایمان ہے۔ تقیہ تمام انبیا و اوصیا کا شعار رہا ہے۔ اگر مومن آل فرعون جن کا ذکر سورۂ مومن میں ہے ایمان کو دل میں پوشیدہ رکھ کر تقیہ میں نہ بسر کرتے۔ قتل ہو جاتے اور سو برس زندگی نہ کرنے پاتے تو حضرت موسیٰ کی فرعون سے سفارش کرکے کیونکر جان بچاتے۔ دیکھیے یہ تقیہ وہ نعمت ہے کہ اس کے ذریعہ سے ایک پیغمبر اولوالعزم کی جان بچ گئی۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن بیضاوی وغیرہ سے ظاہر ہے کہ خود جناب ختم المرسلین تقیہ فرماتے تھے اور اپنے اصحاب کو تقیہ کرنے کا حکم دیتے تھے۔ امام حسینؑ نے بھی حضرت مسلمؑ کو کوفہ بھیجنے کے وقت تاکید فرمائی کہ اپنے راز کو پوشیدہ رکھنا اور حضرت مسلمؑ بھی بیعت کرنے والوں کو قسم دیتے تھے کہ افشائے راز نہ کریں اور بیعت کو مخالفوں سے پوشیدہ رکھیں۔ غرض اس سے ان کی حفاظت اور دین خدا کی ترقی تھی۔ کیونکہ حضرت سمجھتے تھے کہ ظاہر ہونے سے جیسا کہ پہلے شمعون کا استیصال ہوا ان کا بھی ہو جائیگا لہذا تقیہ کی تاکید فرماتے تھے۔ اسی طرح رسولؐ نے بھی بروز حدیبیہ بمقابل کفار کے اپنی کمزوری یہانتک ظاہر فرمائی کہ بعض اصحاب کو آنحضرتؐ کی رسالت میں شک ہوگیا۔ لیکن رسولؐ کے اس کمزوری کا یہ نتیجہ

نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ اسلام میں جوق در جوق داخل ہونا شروع ہو گئے۔ علیٰ ہذا امام حسینؑ کی بھی اس کمزوری کا اور تقیہ کی تعلیم کا آج وہی نتیجہ ہو رہا ہے کہ روز بروز دین خدا ترقی پر ہے۔ راز میں طریقہ تعلیم پر حضرت نوحؑ بھی عامل تھے چنانچہ قرآن میں خود حضرت نوح کی زبانی ہے واسررت لھم اسرارا (دیکھو سورہ نوح) دل میں شرک پوشیدہ رکھنے اور ظاہرا مسلمان ہونے کو نفاق کہتے ہیں اور بغرض حفاظت دین ایمان کو دل میں مستقل رکھ کر اپنی جان خطرہ سے بچائے رہنے کو تقیہ کہتے ہیں۔ جیسا کہ مومن آل فرعون نے کیا۔ اور دل میں شرک پوشیدہ رکھنے والے آپ کے سردار ابوبکر صاحب تھے جن سے خود رسولؐ نے مکرر فرمایا الشرک اخفی فیکم من دبیب النمل یعنی شرک تمہارے دلوں میں چیونٹی کی رفتار سے زیادہ خفی ہے۔ مومن آل فرعون جو ایمان بخدا رکھتے تھے ان کے ایمان چھپائے رہنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ حضرت موسیٰؑ قتل ہونے سے محفوظ رہے اور دین خدا کی ترقی ہوئی۔ ابوبکر کے دل میں شرک پوشیدہ رکھنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعد وفات رسولؐ فوراً بنی امیہ سے جو دشمن اسلام تھے جا ملے جنھوں نے آل رسولؐ کو تہ تیغ کیا دین خدا کو تباہ کیا۔ گندم از گندم بروید جو ز جو۔

مضمون ابوالآمنہ (یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم)

عزم روانگی امام حسینؓ بطرف عراق

حضرت مسلمؑ کی دردناک شہادت کا واقعہ ناظرین ملاحظہ فرما چکے ہیں مگر افسوس ہے کہ امام حسین علیہ السلام کو اس کی اطلاع نہ ہو سکی۔ سچ بھی ہے کہاں کوفہ کہاں مکہ معظمہ دور و دراز کی منزلیں۔ آمد و رفت میں سیکڑوں مشکلیں۔ جنگل دشوار گذار

اور ریگستان ناہموار نہ تیز رفتار ریلوے تھی اور نہ زود رس تار۔ جناب امام حسینؑ کو کوفیوں کی بابت پہلے مسلمؑ کے خط سے اور پھر یزید بن مسعود رئیس بصرہ کی معرفت اہل بصرہ کے وعدہ ہائے نصرت سے دلمیں اپنی کامیابی کا غالباً یقین ہو چکا ہے اسواسطے اب مکہ میں زیادہ ٹھہرنا وہ مناسب نہیں جانتے۔ علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ جناب امامؑ نے ماہ شعبان سے ذیقعدہ تک اسی مقام متبرکہ میں بہ عبادت الٰہی قیام کیا اس مدت میں شیعیان اہل حجاز بصرہ و جمیع بلاد امام حسینؑ کے پاس جمع ہوئے جب ماہ ذالحجہ آیا امام حسینؑ نے احرام حج باندھا چونکہ یزید پلید نے ایک گروہ کو حج کے بہانہ سے بھیجا تھا کہ حضرت کو پکڑ کے اس شقی کے پاس لیجائیں یا قتل کریں اسوجہ سے حضرت نے احرام حج کو عمرہ سے بدلدیا اور اعمال عمرہ بجالا کے جب فارغ ہوئے اسوقت متوجہ عراق ہوئے۔ جلاء العیون فصل ۱۴ باب ۵ ص ۴۴۴۔

اس روایت میں دیکھئے کہ شیعیان اہل حجاز و بصرہ و جمیع بلاد کا ذکر کیا گیا ہے جس سے ان کی تعداد کثیر کا پتہ لگتا ہے۔ اب بحکم امیر معاویہ زیاد کے ہاتھ سے عام شیعہ کے قتل عام و اخراج وطن وغیرہ کی جو روایت اوپر مذکور ہو چکی ہے بروایت مجلسی اس روایت کا اس روایت کے ساتھ مقابلہ کرنا لازم ہے۔ اگر واقعی امیر معاویہ کی طرف سے شیعیان عراق پر ایسے ہی مظالم توڑے گئے تھے تو تعجب ہے کہ یہ شیعہ کہاں سے امام کی خدمت میں جمع ہو گئے تھے۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ اُن تارکان وطن شیعوں میں سے ہونگے تو پھر ان کے مخالف یا منافق ہونے کی بابت دیکھنا چاہیئے کہ جب امام مکہ سے بارادہ جہاد نکلے تھے تو ان لوگوں نے آپ کا ساتھ دیا تھا یا نہیں ادائے حق رفاقت و اطاعت امام کے متعلق ہم اپنی طرف سے اس موقعہ پر کچھ نہیں لکھتے رفتہ رفتہ خود بخود

ناظرین کو واضح ہو جائیگا کہ ان شیعیان اہل حجاز و بصرہ و جمیع بلاد میں سے کتنے ایک امام پر جان قربان کرنے کو ساتھ رہے اور کتنے ایک کوفیوں کیطرح لا یوفی نکلے۔ اگر کوئی کہے کہ جو ساتھ گئے وہ تھوڑے گئے ہونگے باقی اپنے اپنے وطن کو چلے گئے ہونگے۔ لیکن جب امام مفترض الطاعۃ جہاد کیلئے اپنے تابعین کو طلب کریں اور تابعین جہاد کا نام سنکر اپنے گھر کو سدھار جائیں تو پھر وہ امام مفترض الطاعۃ کہاں رہے اور وہ شیعہ بھی کیسے خالص شیعہ رہے اگر کوئی کہے ممکن ہے جو گھر چلے گئے ہوں کسی بیماری کی وجہ سے معذور ہوں تو پھر ثابت کرنا پڑیگا کہ جب کہ اسوقت وبا کی بیماری پھیلی تھی اور نہ کسی اور مہلک بیماری کا ذکر پایا جاتا ہے تو بیمار اصلی اگر ہونگے بھی تو تھوڑے نہ اسقدر کہ امام کے ساتھ مع اپنے رشتہ داروں کے بلا جلا کر کل ستر دو بہتر تن جان نثار ہوں جیسا کہ ناسخ التواریخ میں فاضل مجلسی کی رائے نسبت امام لکھی ہے۔ اما اصحاب امام حسین علیہ السلام آنچہ فاضل مجلسی رقم کردہ چہل تن پیادہ وسی و دو کس سوار بودند۔ تو لامحالا ماننا پڑیگا کہ حسین علیہ السلام کے زمانہ تک کسی کا شیعہ پن یہی ہوتا تھا کہ امام وقت کی اطاعت میں مخالفین سے جہاد کرے اور جو امام کی نصرت میں کوتاہی کرے خواہ وہ شیعہ ہی کیوں نہ ہو وہ جماعت امام سے گویا خارج کیا جاتا۔ رہی یہ بات کہ ان کو اصول کافی یا اصول اربعہ میں سے کوئی اور کتاب حدیث کی بھی نوک زبان یاد تھی یا نہیں۔ سو واضح ہو کہ اصول کافی وغیرہ تو اسوقت جمع ہی نہیں ہوئی تھیں۔ پھر ان کو حفظ کیسی ہوتیں اور امام بھی ہر قسم لوگوں کو اپنا اصحاب اور شیعہ جانتے تھے۔ بھلا اگر وہ شیعہ نہ ہوتے تو امیر معاویہ جیسے ضابط و جابر فرمانروا سے بیخوف ہو کر امام کے پاس آمد و رفت کیوں رکھتے یہانتک جوش میں آکر آمادگی دکھلاتے کہ

امیر معاویہ کو بھی خلافت سے معزول کر دیں اور پھر وہ شیعہ نہیں تھے تو امام ایسے نازک اور پر تشویش ایام میں ایسے لوگوں کو ہمراز کیوں بناتے اور ان لوگوں کے دھوکہ میں کیوں پھنس جاتے۔ اگر یہ لوگ اصلی شیعہ نہیں تھے تو بناوٹی شیعوں کے فریب میں آنا اور عام ملت اسلام میں ہل چل ڈال دینا آخر نا کام بھی رہنا چہ معنی دارد؟ غرض یہ ہے کہ اسوقت کا شیعہ پن آجکل کے شیعہ پن سے بالکل مخالف تھا۔ امیر معاویہ کے ساتھ جو صلحنامہ ہوا اسمیں سیرت خلفائے شایستہ پر عمل کرنے کی تاکید امام حسن علیہ السلام کی طرف سے فرمائی گئی۔ پھر جو خط سب سے پہلے کوفیوں نے امامؑ کو لکھا اس میں ان کی شکایت لکھی ہے کہ وہ بغیر رضامندی امت ان پر خلیفہ ہو گئے تھے اور جناب علیؑ کا اپنی اولاد کو اصحاب ثلاثہ کے نام سے موسوم کرنا غرض بہت سی باتیں ہیں جو ہماری تائید کرتی ہیں۔ مذہب شیعہ نے جو رطب و یابس دُم چھلے لگوائے سب بعد میں لگوائے جس کا سرسری ثبوت یہ ہے کہ آجکل کے شیعہ شیعیان علیؑ ہو کر جعفری مذہب کا پیرو ہونا بتلاتے ہیں اور اماموں کی احادیث و روایات کے پہلے مجموعہ یعنی کافی کی تدوین بھی دوازدہ اماموں کے بعد میں ہوئی لیکن افسوس ہے جہاں ہدایت کیلئے قرآن جیسی محکم و مضبوط کتاب ناکافی بھی کافی و شافی نہیں عاقلاں را اشارہ کافی است۔

امام حسینؑ باوجود مخالفت احباب عازم کوفہ ہوتے ہیں

آمدم بر سر مطلب! جب امام علیہ السلام سفر عراق کیلئے پا برکاب ہوئے تو محمد بن حنفیہؓ و دیگر بنی ہاشم جن کو امام نے مکہ سے مدینہ میں بروایتے خط لکھ کر بلوایا تھا یا وہ پہلے سے ہی امام کی خدمت میں حاضر تھے۔ مگر پہلی روایت درست معلوم ہوتی ہے آپ کو سفر عراق سے منع کرنیکے لئے یکے بعد دیگرے سب حاضر ہوتے ہیں مگر امام قبول نہیں فرماتے

سب سے پہلے محمد بن حنفیہ کی بابت مجلسی لکھتے ہیں کہ جس رات امام حسینؑ نے عزم
کیا کہ صبح کو متوجہ کوفہ ہوں محمد بن حنفیہ حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ اے برادر
جو کچھ مکر و غدر اہل کوفہ نے آپ کے پدر و برادر کے ساتھ کیا آپ جانتے ہیں
میں ڈرتا ہوں کہ آپ سے بھی اسی طرح سلوک کریں۔ اگر آپ مکہ میں اقامت
فرمادیں عزیز و مکرم رہیئے گا اور کوئی مکہ میں آپ سے متعرض نہ ہو گا حضرت
نے فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ یزید مجھے مکہ میں شہید کرے (اس مقام پر ابوالامنہ
حاشیہ دیتے ہیں کہ "اس ارشاد امام کا مقابلہ اصول کافی کی اس حدیث سے
کرنا چاہیئے جس میں آیا ہے کہ امام نہیں مرتے مگر اپنی مرضی سے یعنی اگر وہ
کسی مقام پر یا کسی وقت میں نہ مرنا چاہیں تو ایسا کر سکتے ہیں لا یموتون
الا باختیاد منھم (صحیح باختیارھم) مگر یہاں تو امام اسکے خلاف ثابت ہو رہے
ہیں) محمد بن حنفیہ رضؓ نے کہا آپ یمن کی طرف یا جنگل میں تشریف لیجائیے کہ آپ
پر کوئی ظفریاب نہ ہو۔ حضرت نے جواب دیا اس مقدمہ میں فکر کرونگا الخ" (ص۴۴۵
جلاء العیون) وہ اونٹوں کی مہار پکڑ پکڑ کر روتے اور امام کو روکتے رہے بعد
ان کے عبداللہؓ بن عباسؓ خدمت امام حسینؑ میں حاضر ہوئے اور سفر محنت اثر
کے ترک میں بہت مبالغہ کیا۔ حضرت نے کہا رسولخدا نے مجھے حکم فرمایا ہے
اور میں مخالفت حکم جناب رسولخدا کی نہ کرونگا پس ابن عباس روتے ہوئے
اور فریاد واحسیناہ کرتے ہوئے رخصت ہوئے" ص۴۴۵ ایضاً۔ حضرت عبداللہ
ابن زبیرؓ کی بابت متعصب مجلسی لکھتے ہیں کہ استقبال امام حسینؑ کو گیا اور بظاہر
اس سفر سے منع کرتا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ میری وجہ
سے حرمت حرم کعبہ برطرف ہو جائے ص۴۴۶۔ عبداللہ بن عمرؓ کی بابت مرقوم ہے
کہ سوار ہو کر بہت جلدی امام کے پاس آئے اور پوچھا یا ابن رسول اللہ آپ

کہاں جاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا بجانب عراق جاتا ہوں۔ ابن عمرؓ نے کہا نہ جائیے بلکہ اپنے جد بزرگوار کے حرم میں واپس تشریف لیجائیے۔ ہرچند وہ مبالغہ کرتا تھا حضرت قبول نہ فرماتے تھے پس ابن عمرؓ نے کہا یا حضرت موضع جبد مطہر اپنا جسے رسول خدا اکثر چومتے تھے مجھے دکھا دیجئے پس حضرت نے موضع ناف مبارک دکھایا اور اس مکار غدار نے تین مرتبہ اس موضع مبارک کا بوسہ لیا اور باگریہ و زاری کہا میں آپ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور جانتا ہوں کہ اس سفر میں قتل ہونگے۔ باوجودیکہ عبداللہ بن عمر اس قدر اظہار اخلاص فرمارہے ہیں مگر مجلسی صاحب کی سیف اللسانی سے بچ نہیں سکے مکاری غداری کا خطاب ناصواب ایسے نیک اور مخلص انسان کو دے ہی دیا۔ برائے خدا کوئی انصاف کرے کہ مانا عبداللہ بن زبیر مدعی خلافت آمادہ بغاوت تھی اور اپنے لئے لوگوں سے بیعت لینے کے آرزومند بھی تو امام حسینؑ کے طرفداروں کو اگر شکایت ہوسکتی ہے تو عبداللہ ابن زبیر سے ہونی چاہیئے جنہوں نے امام حسینؑ کو مکہ میں بکمال آزادی کام کرنے کا موقع نہ دیا بلکہ اپنی خلافت قایم کرنیکے متمنی تھے نہ کہ عبداللہ بن عمر جیسے جلیل القدر و عابد و زاہد صحابی جو نہ امیدوار خلافت نہ طلبگار ریاست نہ کسی کے کام میں مزاحم کے حق میں یہ تبرابازی کیوں روا رکھی گئی؟ اور ان کے اخلاص کو مکر و غدر سے کیوں تعبیر کیا گیا آخر وہ عمر فاروق شاہنشاہ عرب و مصر کا فرزند کاسر کسریٰ و قیصر کا دلبند نہیں؟ اور ان چار بزرگان ملت میں سے جن سے امیر شام کو ادعائے خلافت کا قوی اندیشہ تھا۔ اسی طرح عبداللہ پسر جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی بابت بروایت شیخ مفید لکھا ہے کہ جب ان چچازاد بھائی کو امام کے سفر عراق کی خبر پہنچی اپنے دو بیٹوں عون و محمد کو آنحضرت کی خدمت میں بھیجا اور ایک عریضہ لکھا اور بہت

التماس کی کہ اس سفر میں تعجیل نہ کریں اور لکھا کہ اب پشت و پناہ مومنان و
شیعیان و پیشوا اور مقتدائے ہدایت یافتگان آپ ہی ہیں اور جب آپ بھی ہم
سے پہلے جائیں گے اسوقت اہلبیت آپ کے ہلاک ہو جائینگے۔ اپنے
بیٹوں کو آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں اور خود بھی عقب سے آتا ہوں جب
حضرت عبد اللہ رض اپنے بیٹوں کو مع خط روانہ کر چکے۔ عمرو بن سعید حاکم مدینہ
پاس گئے اور اس سے کہا ایک خط امام حسین ع کے نام تم لکھ دو اور انھیں
امان دیکے التماس معاودت کرو۔ عمرو نے ایک خط امام حسین ع کیخدمت
میں لکھا اور اپنے برادر یحییٰ کے ہمراہ روانہ کیا اور عبد اللہ بھی ہمراہ یحییٰ ہوئے
جب امام حسین ع کی خدمت میں پہنچے ہر چند مبالغہ مراجعت آنحضرت میں کیا
مفید نہ ہوا حضرت نے فرمایا میں نے جناب رسولخدا ص کو خواب میں دیکھا ہے
آنحضرت نے مجھے حکم کیا ہے میں ان کے فرمان سے درگذر نہیں کر سکتا
ص۲۷۴۔ جب عبد اللہ امام حسین ع کے واپس کرنے سے ناامید ہوگئے تو اپنے
فرزندوں کو ہمراہ کر دیا اور خود با دیدۂ اشکبار و دلفگار واپس گئے ص۲۷۴
جلاء العیون۔ ناسخ التواریخ ص۱۵۶۔ مہیج الاحزان میں اس موقع پر یہ عبارت ہے
عبد اللہ پسرہائے خود را امر کردہ کہ در خدمت آنحضرت بروید و با دشمنان او
جہاد نمائید و خود با یحییٰ بن سعید بمکہ برگردید ص۵۳۔ حضرت عبد اللہ رض بن جعفر کی
ہمت پر آفرین ہے خدا کسی کو بھائی دے تو ایسا ہی خیر خواہ دے۔ آمین! -
دیکھئے بڑا خوف امام کو حکومت کی طرف سے تھا سو انھوں نے حاکم مدینہ کی
طرف سے خط بھی امان کا لکھوایا اور حاکم مدینہ نے بھی تعظیماً اپنے بھائی کے ہاتھ
خط روانہ کیا اور واپسی مدینہ کی التماس امام سے کی اور خود بھی امام کے پاس
تشریف لائے مگر امام نے منظور نہ فرمایا اور کہا کہ رسول صلعم کا ایسا ہی حکم ہے

کہ اس سفر میں جاؤں لیکن آگے وہ ایک موقع ایسے بھی آئینگے کہ امام خود وہ ایسی
سفر کی خواہش فرمائیں گے۔ مگر اسوقت یہ خواہش بے سود ہوگی۔ ابوبکر بن حارث
بن ہشام کی بابت ناسخ التواریخ میں ہے کہ برحسین علیہ السلام در آمد و گفت یا ابن عم
خویشاوندی کہ مرا با تست دست باز نمیدارد از نصیحت تو حسینؑ فرمود یا ابوبکر تو آنکس
نیستی کہ نصیحت را مغشوش کنی و با من بہ تہمت سخن گوئی۔ عرض کرد ہمانا علیؑ نخستین
کس بود در اسلام وافزون بود از ہر کس مہابت او در اسلام وحضرتش مصدر
آرزو داران و مردمش پذیرندۂ فرمان بودند چنانکہ در رکاب او حاضر شدند و با معاویہ
قتال دادند با اینہمہ مردم کوفہ دست از وے باز داشتند و آغاز مخالفت نمودند
و دنیا را بر آخرت گزیدند و ہموارہ او را غمگین واندوہناک گذاشتند تا گاہیکہ
برضوان خداوند پیوست و لبعد از پدرت علیؑ حاضر بودی کہ با برادرت حسنؑ چہ صنعت
کردند اکنوں تو میخواہی کہ بسوئے دشمنان پدر و برادرت سفر کنی و باتفاق اینہا
با مردم شام رزم زنی ہمانا اہل عراق در خصمے تو استوارتر اند و از نیز بدیرسنا کتر اند
ص۱۵۸ امشہور شاعر فرزدق جو بقول مجلسیؒ بروایت شیخ مفید اپنی ماں کو حج کرانے
لیگیا اور جنکو قاضی شوستری نے شیعہ شعرا میں شمار کیا ہے۔ جب مکہ معظمہ
میں وارد ہوا تو امام عازم سفر عراق تھے۔ دریافت فرمایا کہ اہل عراق کا
کیا حال تھا؟ اس نے کہا کہ "ان کے دل آپ کی طرف اور تلواریں بجانب
بنی امیہ ہیں اور جو کچھ خدا چاہتا ہے کرتا ہے۔ قضائے خدا سے چارہ
نہیں" جلاء العیون ص۴۹۶ ناسخ التواریخ میں ہے ہمانا مردم کوفہ از دل ترا
دوستدار اند و آرزوئے دیدار ترا دارند لیکن روز گار گیر دار شمشیر در روئے
تو کشند و قضا از آسمان فرود آید ص۱۵۸!

قصہ مختصر امام علیہ السلام نے احباب با وفا و اقارب با صفا میں سے کسی کو

کہنا نہ مانا اور آخر متوجہ اہل عراق سراپا نفاق ہو ہی گئے۔ مکہ معظمہ سے کوفہ تک بہت سی منزلیں تھیں۔ جلاء العیون اور ناسخ التواریخ میں ایک منزل کا احوال بہ تفصیل مرقوم ہے۔ چنانچہ علامہ مجلسی پہلی منزل مقام تنعیم کی بابت تحریر فرماتے ہیں کہ جب بمقام تنعیم پہنچے ایک قافلہ یمن سے آتا تھا اور چند ہدیہ حاکم یمن نے یزید کو بھیجے تھے۔ امام حسینؑ نے ان کے باربرداروں کو کہ امام زمان ان کا ذیحق ہے تصرف کر کے شتربانوں سے کہا کہ جو میرے ہمراہ عراق چلیگا میں اس کو پورا کرایہ دونگا اور اس کے ساتھ احسان کرونگا اور جسے منظور نہ ہو اس پر جبر بھی نہ کرونگا۔ بعضوں نے اونٹ اصحاب آنحضرت کو بہ کرایہ دیئے اور بعض نے مفارقت اختیار کی" جلاء العیون ص۴۴ تعجب ہے کہ امیر معاویہ کے وقت بھی امام نے یمن کے قافلہ پر تصرف فرمایا تھا اب یزید کے وقت بھی یمن کے اونٹوں پر ہی قبضہ کیا۔ تنعیم کے بعد آپ عراق کے علاقہ میں پہنچے تو آپ کی خدمت میں ایک شخص بُشر بن غالب نام حاضر ہوا جو عراق سے آرہا تھا اس سے آپ نے پوچھا کہ اہل عراق کا کیا حال ہے تو اس نے کہا کہ اہل عراق کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔ اصل الفاظ یہ ہیں چہ خبر داری از اہل عراق گفت دلہا با تست وشمشیرہا با بنی امیہ مہیج الاحزان مطبوعہ ایران ص۵۳

پھر منزل قادسیہ کے ذیل میں ایک مقام بطن رمہ کا ذکر ہے کہ جب امام وہاں پہنچے عبداللہ بن یقطر اپنے برادر رضاعی کو اور بروایت دیگر قیس بن مسہر کو بجانب کوفہ روانہ کیا اور ہنوز خبر شہادت مسلمؑ نہ پہنچی تھی اور ایک نامہ اس مضمون کا اہل کوفہ کو لکھا۔

حضرت امام حسینؑ کا خط کوفیوں کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خط حسینؑ بن علی کیطرف

سے برادران مومن مسلم کو ہے۔ تم پر سلام الٰہی ہو۔ اما بعد بدرستیکہ خط مسلم بن عقیل کا میرے پاس پہنچا اس خط میں لکھا تھا کہ تم لوگوں نے میری نصرت اور میرا حق دشمنوں سے طلب کرنے پر اتفاق کیا ہے میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ اپنا احسان مجھ پر تمام کرے اور تم کو تمہارے حسن نیت و کردار پر بہترین جزائے ابرار عطا فرمائے بدرستیکہ میں آٹھویں ماہ ذالحجہ روز سہ شنبہ کو مکہ سے باہر آیا اور تمہاری جانب آتا ہوں جب میرا قاصد تم تک پہنچے لازم ہے کہ کمر متابعت مضبوط باندھو اور اسباب کارزار آمادہ رکھو اور میری نصرت کیلئے مہیا رہو کہ میں اب بہت جلد تم تک پہنچتا ہوں والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" اس خط کے لکھنے کا سبب یہ تھا کہ حضرت مسلمؑ نے ستائیس روز قبل اپنی شہادت کے ایک خط امام حسینؑ کو لکھا تھا اور اس خط میں اظہار اطاعت و انقیاد اہل کوفہ درج کیا تھا" جلاء العیون ص۴۴۹۔ اس خط کے مضمون کو وہ لوگ آنکھیں کھول کر پڑھیں جو کہتے ہیں کہ کوفہ جانے میں امام کا مقصد محض ہدایت خلق اللہ تھا اور پولٹیکل حقوق کی غرض سے نہ تھا۔ ساتھ ہی ائمہ کی نسبت جو شرط علم ما کان و ما یکون ہونے کی ہے اسکی تنقید بھی اس سے بخوبی ہو سکتی ہے۔ ساتھ ہی ان تمام روایات کی اصلیت کا پتہ لگ جاتا ہے جنمیں مذکور ہے کہ امام کو اپنی شہادت کا پیشتر علم ہو چکا تھا۔ جس شخص کو آئندہ باتوں کا علم ہوتا ہے وہ ایسے پیرایہ میں جو واقعات پر مشتمل ہوں نہیں لکھ سکتا۔ اغلباً یہ سب ہیچ قسم روایات شیعیان کوفہ ہی نے اپنے ارتکاب عظیم کی پردہ داری کیلئے بعد میں وضع کر لی ہونگی۔

امام حسینؑ کے کوفہ جانے کی غرض

عقلمند ناظرین پر خود واضح ہو جائیگا۔ حاجت تصریح مزید نہیں ہے۔ ہاں جو اس خط اور اسکے قاصد کا حشر ہوا وہ بھی قابل غور ہے۔ روایات مذکور کے بعد علامہ مجلسی فرماتے ہیں

الغرض جب قاصد روانہ ہوا اور قادسیہ میں پہنچا حصین بن نمیر لعین نے اس قاصد کو پکڑ لیا اور چاہا وہ خط امام حسینؑ کا اس سے چھین لیں قاصد نے خط چاک کر ڈالا اور حصین کو نہ دیا۔ حصین بن نمیر شقی نے قاصد امام حسینؑ کو ابن زیاد پاس بھیجدیا ابن زیاد اسوقت کوفہ میں پہنچ چکا تھا۔ اس نے قاصد سے دریافت کیا تو کون ہے۔ اس نے کہا شیعیان علیؑ وآل علیؑ ہوں۔ ابن زیاد نے کہا تو نے خط کیوں چاک کیا قاصد نے کہا۔ اس واسطے کہ تو خط کے مضمون پر مطلع نہ ہو ابن زیاد نے پوچھا خط کس نے لکھا اور کس کے نام تھا قاصد نے کہا امام حسینؑ نے ایک جماعت اہل کوفہ کو لکھا تھا کہ میں ان کے ناموں سے واقف نہیں ہوں اس پر ابن زیاد غضبناک ہوا اور کہا میں تجھ سے دست بردار نہ ہونگا جب تک تو ان لوگوں کے نام مجھ سے نہ بیان کریگا۔ یا منبر پر جاکے حسینؑ اور ان کے برادر و پدر کو ناسزا نہ کہیگا (خاک بدہانش) اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالونگا قاصد نے کہا نام تو میں ان لوگوں کے تجھے نہ بتاونگا۔ لیکن دوسرا مطلب جو تو نے کہا اُسے کر سکتا ہوں پس وہ قاصد منبر پر گیا اور حمد وثنائے الہی ادا کرکے درود خباب رسولؐ خدا اور ان کے اہلبیت پر بھیجا اور صلوٰۃ و درود بیشمار سید ابرار امام حسینؑ اور ان کے پدر بزرگوار پر بھیجکے ابن زیاد اور اس کے باپ اور جمیع بنی امیہ پر لعن بیشمار کیا اور کہا اے اہل کوفہ میں امام حسینؑ کی جانب سے تمہاری طرف قاصد ہوں اور ان کو فلاں موضع میں چھوڑ آیا ہوں جسے منظور ہو ان کی نصرت کرے اور ان کی خدمت میں حاضر ہو پس ابن زیاد نے حکم دیا کہ اس قاصد کو قصر سے نیچے گرا دو اور بدرجۂ شہادت فائز ہوا۔ جلاء العیون ص ۴۹۶

پھر جب منزل حاجز سے کوفہ کی طرف بڑھے ایک چشمہ آب پر پہنچے کہ عبداللہ بن مطیع اس چشمہ کے نزدیک مقیم تھے انھوں نے بھی امام سے جب کیفیت سفر عراق دریافت کی تو عبداللہ بن مطیع نے کہا کہ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ اپنے کو معرض تلف میں نہ لائیں اور حرمت اسلام و قریش و عرب کو ضایع نہ کیجئے کہ سب کی حرمت آپ کی حرمت سے وابستہ ہے بخدا سوگند اگر یہ ارادہ کیجئیگا کہ سلطنت بنی امیہ سے لے لیجئے وہ آپ کو قتل کر ڈالینگے اور بعد آپ کے قتل کے کسی مسلمان کے مار ڈالنے سے پرواہ نہ کرینگے اور کسی سے نہ ڈرینگے پس ہرگز ہرگز آپ کوفہ نہ جائیں اور بنی امیہ کے معترض نہ ہوجئے۔ حضرت اسکے کلام کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ جلاء العیون صہ ناسخ التواریخ صہ ۱۶۱۔ امام علیہ السلام کو ابھی تک حضرت مسلم کی خبر شہادت نہیں پہنچی تھی یہانتک کہ آخر

حضرت مسلم اور قاصد عبداللہ کی شہادت

آپ ایک منزل مقام ثعلبیہ پر پہنچے اور زبانی عبداللہ بن سلیمان و منذر بن مشمعل معلوم ہوا جو بعد فراغت فریضہ حج امام کو ثعلبیہ میں آکر مل گئے اور انھوں نے کوفہ سے آنیوالے ایک شخص سے سنا کہ حضرت مسلمؑ کوفہ میں نہایت بیدردی سے قتل کئے گئے ہیں۔ پس انھوں نے رات کے وقت امام سے ملاقات کا شرف حاصل کیا تو یہ خبر وحشت اثر امام سے عرض کی۔ مجلسی لکھتے ہیں کہ امام اس کلام کے استماع سے بہت اندوہناک ہوئے اور مکرر فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدا ان شہدا پر رحم کرے صہ ۔ پھر یہ دونوں شخص کہتے ہیں کہ ہم نے امام سے عرض کیا یا ابن رسول اللہ اہل کوفہ اگر آپ سے نہ لڑیں تو آپ کے ناصر و یاور بھی نہ ہونگے ہماری التماس ہے کہ آپ واپس تشریف لیجائیں۔ امام حسینؑ متوجہ آل عقیل ہوئے اور خبر شہادت مسلم ان سے بیان کی اور ان کو بہت

تسلی و دلاسا دیکے واپس چلے جانے کو فرمایا انھوں نے کہا بخدا سوگند ہم واپس نہ جائیں گے جب تک حضرت مسلمؑ کا عوض ان اشقیا سے نہ لے لیں یا جو شربت انھوں نے پیا ہم بھی نوش کریں۔ جلاء العیون ص ۴۵۱ ناسخ التواریخ ص ۱۶۲ ثعلبیہ سے جب منزل زبالہ پر پہنچے تو خبر شہادت عبداللہ بن یقطر پہنچی یہ وہی عبداللہ ہیں جو امام کا دوسرا خط لیکر کوفہ بھیجے گئے اور پھر ابن زیاد نے ان کو شہید کرادیا تھا جب یہ خبر وحشت اثر حضرت نے استماع فرمائی آنسو دیدہ مبارک سے جاری ہوئے جلاء العیون ص ۴۵۲ اور بعدہ دعا فرمائی۔ پھر اپنے اصحاب کو جمع کیا اور فرمایا

شیعیان امام حسینؑ کا سلوک اور امام حسینؑ کا فتوےٰ

خبر پہنچی ہے کہ مسلمؑ بن عقیل اور ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطر کو شہید کیا ہے اور ہمارے شیعوں نے ہماری نصرت سے ہاتھ اٹھالیا ہے جسے منظور ہو مجھ سے جدا ہو جائے کوئی حرج نہیں ہے پس ایک گروہ جو بطمع مال و غنیمت و راحت و عزت دنیا حضرت کے رفیق ہوئے تھے ان اخبار کے استماع سے متفرق ہو گئے اور اہلبیت و خویشان آنحضرت اور ایک جماعت کہ از روئے ایمان و یقین رفیق حضرت تھے باقی رہ گئے۔ جلاء العیون ص ۴۵۲ ناسخ التواریخ ص ۱۶۳ یہی روایت خلاصۃ المصائب میں بھی لکھی گئی ہے جس کی عبارت عربی اس کی یہاں پر نقل کیجاتی ہے کہ امام حسینؑ نے اس جماعت کو فرمایا بلغنی خبر قتل مسلم و عبد اللہ بن یقطر و قد خذلنا شیعتنا فمن احب منکم الانصراف فلینصرف فی غیر حرج لیس علیہ ذمام مطبوعہ نولکشور روایت ہفتم ص ۵۶

دیکھو دونوں مختلف روایتوں میں امام علیہ السلام کی طرف سے صاف ہویدا تھا حسرت و افسوس ہے اور جس گروہ سے یہ حسرت آپ کو نصیب ہوئی اس کا نام بھی خود انھوں نے ظاہر فرمادیا ہے جو لوگ ان کوفیوں کو شیعہ

تسلیم کرنے میں تامل کرتے ہیں جنھوں نے امام کو بلوایا اور خطوط لکھے وہ ترجمہ
اردو اور اصل عربی عبارت نشان شدہ مذکور غور سے ملاحظہ فرمائیں یعنے کہ
ہمارے شیعوں نے ہماری نصرت سے ہاتھ اٹھا لیا ہے اور قد خذ لت
شیعتنا جس کا ترجمہ ہے تحقیق ہمیں چھوڑ دیا یا ہم کو بیکس بنایا ہمارے شیعوں
نے۔ اب جس گروہ کو امام خود بلفظ شیعہ موسوم فرمائیں پھر کسی کو کیا حق ہے
کہ اس کو غیر شیعہ مسلم مشہور کرے۔ سو واضح ہو کہ شیعہ کی بنیاد ہی نزاع ملکی و
خانہ جنگی پر ہے۔ عام اہل اسلام کے عقاید و قرآن و احادیث کے علاوہ
خصوصیت سے جو کچھ بھی وہ مانتے ہیں سب بے فائدہ اور بناوٹی روایات
پر مبنی ہے یہانتک کہ سب روایات کو مد نظر رکھ کر ناظرین خود اندازہ کریں کہ
امام کا کوفہ کی طرف تشریف لیجانا بحکم خدا و رسولؐ تھا جس کو ہم جہاد سے
موسوم کر سکیں یا ذاتی ارادہ سے تھا جس میں ذرا بھی شک کی گنجائش نہیں ہے
کہ امام کو اس منزل تک تشریف لانے سے پہلے اپنے ارادہ کے حسرتناک انجام
کی کچھ خبر نہ تھی۔ اگر ان کو واقعی اسی طرح پہلے بھی ان باتوں کا علم تھا تو اب ان کا
عام انسانوں کی طرح ہر موقع مخالف اور ہر نتیجہ غیر موقع پر رنج و غم کا احساس
بناوٹی ہوگا اور یہ بناوٹ امام سے منسوب کرنا اور بھی خلاف ادب ہے اگر
حضرت مسلمؓ کے بھائی آڑے نہ آتے تو ظاہر ہے کہ مسلمؓ کی شہادت اور کوفیوں کی
بیوفائی کی اچانک اطلاع پا کر امام کا اپنا ارادہ سفر کوفہ سے واپس ہو جانے کا
یقینی ہو چکا تھا مگر امام نے یہ خیال فرما کر کہ مسلمؓ ہمارے ہی نیابت میں قتل ہوئے
اور جبکہ ان کے بھائی جو انتقام پر تلے ہوئے ہیں کوفہ کو چلے جائیں اور ہم انکا ساتھ نہ دیں
تو یہ کمال بیمروتی ہوگی اسواسطے اس منزل سے آگے انھوں نے جان بوجھکر اپنے آپ کو
مشکلات میں ڈال لیا اور اس سے پہلے آپکو اپنے سفر کے حسرتناک انجام کا کوئی علم نہ تھا

جواب (واللہ متم نورہ)

امام حسینؑ کی مکہ سے روانگی پر اعتراض کا جواب

آپ اپنے تعصب سے بدیہی امر سے اعراض کر کے قیاس کا گھوڑا دوڑاتے ہیں کہ "جناب امام حسین علیہ السلام کو حضرت مسلمؑ کے خط سے اور یزید بن مسعود بصری کے خط سے اپنی کامیابی کا غالباً یقین ہو چکا ہے اسواسطے اب مکہ میں زیادہ ٹھہرنا مناسب نہیں جانتے" لیکن آپ کے اس قیاس کی رد خود آپ کی روایت سے ہوتی ہے جو آپ نے بحوالہ جلاء العیون و ناسخ التواریخ لکھا ہے کہ فرزدق سے مکہ ہی میں معلوم ہو گیا کہ اہل عراق کی تلواریں بنی امیہ کی طرف ہیں۔ تب آپ کا یہ قیاس کہ حضرت کو غالباً اپنی کامیابی کا یقین ہو چکا ہے اسواسطے اب مکہ میں زیادہ ٹھہرنا مناسب نہیں جانتے بجز آپ کی شیطنت کے اور کیا ہے۔ دیکھیے جلاء العیون میں جس کا حوالہ آپ نے دیا ہے اور نیز آپ لوگوں کی تاریخ طبری و ینابیع المودۃ شیخ الاسلام قسطنطنیہ امام قندوزی و تاریخ اعثم کوفی و مقتل ابو مخنف وغیرہ میں ہے اور آپ کے امام طریحی نے بھی لکھا ہے کہ حضرت بہ نیت حج احرام باندھ چکے تھے اور حج کو تمام کرنا مدنظر تھا لیکن جب معلوم ہوا کہ یزید پلید نے ایک گروہ کو حج کے بہانے سے بھیجا ہے کہ حضرت کو وہیں قتل کریں تو مجبوراً احرام حج کو عمرہ سے بدل کر وہاں سے روانہ ہوئے تاکہ خونریزی سے بیت اللہ کی بے حرمتی نہ ہو۔ یہاں ینابیع المودۃ کی اصل عربی عبارت نقل کی جاتی ہے آٹھویں ذالحجہ کا ذکر کرتے ہوئے صاحب ینابیع المودۃ لکھتے ہیں وکان فیہ خروج الحسین رضی اللہ عنہ من مکۃ الی العراق بعد ان طاف وسعی احل من احرامہ وجعل حجۃ عمرۃ مفردۃ لانہ لم تتمکن

من اتمامہ الحجاج تلاثین رجلاً من شیاطین بنی امیہ وامرھم بقتل الحسین علیہ السلام فی کل حال حضرت کے اس فرمانے پر کہ میں ڈرتا ہوں کہ یزید مجھے مکہ میں شہید کرائے آپ حاشیہ دیگر لکھتے ہیں کہ اس ارشاد امامؑ کا

امام کی نسبت حدیث لا یموتون الا باختیارھم پر اعتراض کا جواب

مقابلہ اصول کافی کی اس حدیث سے کرنا چاہیئے جس میں آیا ہے کہ امام نہیں مرتے مگر اپنی مرضی سے یعنے اگر وہ کسی مقام پر یا کسی وقت میں نہ مرنا چاہیں تو وہ ایسا کر سکتے ہیں لا یموتون الا باختیارہم (صحیح باختیارھم) مگر یہاں تو امام اسکے برخلاف ثابت ہو رہے ہیں" برخلاف کیونکر؟ کیا حضرت معاذ اللہ مکہ میں شہید ہو گئے؟ دیکھئے تاریخ طبری و تاریخ کامل۔ حضرت فرماتے تھے" واللہ اگر میں مکہ سے ایک بالشت باہر قتل کیا جاؤں تو یہ امر مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ بقدر ایک بالشت کے مکہ کے اندر قتل کیا جاؤں۔ چنانچہ اپنی وعدہ گاہ پر جہاں کی جناب رسول خدا نے خبر دی تھی اور جہاں کی مٹی جبریل امین لائے تھے جس کو کربلا کہتے ہیں وہاں پہنچکر اپنی اور اپنے عزیز و اقربا اور انصار باوفا کی شہادت اختیار کی پس امام حدیث لا یموتون الا باختیارھم کے خلاف نہیں بلکہ اسکے مصدق ثابت ہوئے

مکہ میں بصرہ و حجاز وغیرہ کے لوگ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے لیکن کوفہ کا کوئی نہیں

آپ جلاء العیون سے یہ دکھا کر کہ بزمانہ قیام مکہ اہل حجاز بصرہ و جمیع بلاد امام حسینؑ کے پاس جمع ہوتے تھے لکھتے ہیں کہ" اس روایت کا مجلسی (علیہ الرحمہ) کی اس روایت سے مقابلہ کرنا چاہیئے جس میں بحکم امیر معاویہ زیاد کے ہاتھ سے شیعوں کا قتل عام و اخراج وطن وغیرہ مذکور ہے" الخ آنمعنہ صاحب! زیاد کوفہ کا حاکم تھا دیکھ لیجیے اس کے ہاتھ سے شیعیان کوفہ کا استیصال کس طرح کرایا گیا کہ جج

کا نام ہے بصرہ حجاز اور جمیع بلاد کے لوگ حج کیلئے مکہ میں موجود تھے۔ جیسا
کہ اس روایت سے ظاہر ہے۔ لیکن اس روایت میں کوفہ کا نام ندارد ہے
آپ اپنے رسالہ زیر جواب کے صفحہ ۵۵ میں لکھ آئے ہیں کہ مجموعی تعداد
ان لوگوں کی جو بصرہ و حجاز و دیگر بلاد سے حج کیلئے آئے تھے مع اصحاب
رسولؐ و تابعین اور ان لوگوں کی اولاد کے ایک ہزار سے کچھ زیادہ تھی۔ ان
ہی میں عبداللہ ابن زبیر۔ عبداللہ ابن عمر۔ عبدالرحمن ابن ابوبکر و امثالہم معلوم
نہیں کتنے ہونگے۔ جسطرح خانہ کعبہ کو بیت اللہ سمجھ کر حسب فرمودۂ رسولؐ اوسکا
طواف کرنے آئے تھے اور اس کا احترام کرتے تھے اسی طرح امام حسین علیہ السلام کو
بھی نواسۂ رسولؐ سمجھ کر ان کا احترام کرتے تھے اور ان کی خدمت میں حاضر
ہوتے تھے لیکن بعد میں جسطرح بمقابل کعبہ چار مصلے بنائے اسی طرح بمقابل ائمہ
اہلبیت رسولؐ دوسروں کو اپنا خلیفہ بنایا۔ بہرکیف اگر آپ کی خاطر سے
ہم مان بھی لیں کہ تمام بلاد و اقالیم سے مل جل کر ہزار شیعہ جمع بھی ہو گئے ہوں
تو آپ کا کیا منشاء ہے کیا حضرت ان کو بھی لیجا کر اسی ہزار تلواروں میں جھونک
کر کٹوا دیتے؟

حضرت امام حسینؑ کی جیسی شفقت اسلام پر ہے اور جس قدر انحفاظ اس دین پاک
کا مدنظر ہے قابل غور ہے۔ کربلا میں صرف بہتر تن بچے۔ جوان اور پیر مل کر
شہید ہوئے۔ اگر یہ معرکہ مکہ معظمہ میں بزمانہ حج واقع ہوتا تو بلحاظ اس اقتدار کے
جو دال حضرت کو حاصل تھا لاکھوں قتل ہوتے۔ ہزاروں شہید ہوتے اگر
حضرت حسب منشائے حدیث لا یموتون الا باختیار ہم لینے کو اس سرزمین
پر شہید ہونے سے بچا بھی لیتے تو بھی اور لوگ ضرور قتل اور شہید ہوتے عبادت
خدا میں رخنہ پڑتا حرم خدا کی بیحرمتی ہوتی۔ حسینؑ کی غیرت سے بہت بعید تھا

کہ آپ نے کوچ جائیں اور یہ شدائد و مظالم اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ مجبوراً سفر اختیار کیا۔ دیکھئے بقول آپ کے مکہ معظمہ میں اہل حجاز و بصرہ و جمیع بلاد امام حسینؑ کے پاس جمع ہوئے مگر ان میں سے حضرت نے کسی کو اپنے ساتھ نہ لیا۔ مع اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے کل ستر د وبہتر جان نثاروں کو جو میدان کربلا میں شہید ہو جانے والے تھے اپنے ساتھ رکھا اور حضرت مسلمؑ کو بھی تن تنہا کوفہ بھیجا کہ انکا مقتل اور مدفن کوفہ میں تھا۔ اب تو آپ ہی کی تحریر سے ثابت ہو گیا کہ ہرگز امام حسینؑ کا کوئی دوسرا مقصد بجز مظلومی اور بیکسی سے شہید ہو کر اپنے جد امجد کے دین کو زندہ کرنے کے نہ تھا ورنہ ضرور حضرت ان اہالیان حجاز و بصرہ و دیگر بلاد والوں کو جو بغیر طلب خود حضرت کی خدمت میں آتے تھے اپنے ساتھ لیتے اور کچھ لوگوں کو حضرت مسلمؑ کے ساتھ روانہ کر دیتے کم از کم اہل بصرہ کو جو قریب کوفہ کے رہنے والے تھے حضرت مسلم کے ساتھ ضرور روانہ کر دیتے کہ ان سے حضرت مسلمؑ کو تقویت ہوتی۔ چنانچہ مسٹر مسیو ماربین نے بھی جیسا کہ اوپر ایک مقام پر مذکور ہوا لکھا ہے کہ "وہ محبوبیت کا مرتبہ جو اُس زمانہ میں حسینؑ کو مسلمانوں میں حاصل تھا اگر اس کے ساتھ وہ اپنی قوت بڑہانا چاہتے تو لشکر فراہم کر سکتے تھے مگر اس صورت میں اگر وہ شہید بھی ہو جاتے تو وہ مظلومیت جس کا نتیجہ عظیم الشان تھا حاصل نہ ہوتی۔ یہی وجہ تھی کہ سوائے ان لوگوں کے جن کی جدائی امکان سے باہر تھی کسی کو اپنے ساتھ نہ رکھا جس سے اور اس واقعہ کی عظمت اور تاثیر بڑھ گئی"۔

شیعہ امام کو مفترض الطاعت سمجھتے ہیں کوئی امر خلاف حکم امام نہیں کر سکتے یہ ہر طرح مجبور تھے امام ان کو اپنے ساتھ لیجانا نہیں چاہتے تھے۔ اپنے مقصد عالیہ کو ظاہر کر دیتے تھے۔ ایسی حالت میں ان لوگوں کو جانا ہی خلاف شرع

ہوتا۔ چونکہ آپ احادیث وقرآن اور احکام دین سے واقف نہیں ہیں اسلئے
اپنی جہالت اور کوتاہ بینی سے بیہودہ اعتراضات کرتے ہیں۔

محمد حنفیہ وغیرہ کا امام حسینؑ کو سفر عراق سے منع کرنا

آپ لکھتے ہیں کہ جب امام علیہ السلام سفر عراق کے لئے پا بر کاب ہوئے تو محمد بن حنفیہؓ و دیگر بنی ہاشم
نے روکا مگر حضرت نے قبول نہیں فرمایا تو وہ اونٹوں کی مہار پکڑ کر رونے لگے
بعدہ عبداللہؓ بن عباسؓ نے روکنے میں بہت مبالغہ کیا حضرت نے نہیں مانا
وہ بھی روتے ہوئے اور فریاد واحسیناہ کرتے ہوئے رخصت ہوئے۔ عبداللہؓ
بن جعفرؓ بھی واپس کرنے سے نا امید ہو گئے تو اپنے دونوں فرزندوں کو جوان
کے نام ونشان تھے ہمراہ کر دیا اور تاکید فرمائی کہ حضرت کے دشمنوں سے جہاد کرکے
اپنی جانیں نثار کر دینا۔ خود بادیدۂ اشکبار و دلفگار واپس گئے۔ عبداللہ ابن
زبیر اور عبداللہ ابن عمر نے بھی روکا اور صاف لفظوں میں کہدیا "میں جانتا ہوں
کہ آپ قتل ہونگے"۔ ایسا ہی فرزدق وغیرہ اور بعض راہگیر بھی جنسے راستہ میں
ملاقات ہوتی جاتی تھی سب جانتے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ حضرت اس سفر میں
شہید ہونگے اسیوجہ سے سب روکتے تھے اور روتے تھے۔ امام حسینؑ فرماتے تھے
کہ میں نے جناب رسولخداؐ کو خواب میں دیکھا ہے آنحضرتؐ نے مجھے یہی حکم دیا ہے
میں ان کے فرمان سے درگذر نہیں کر سکتا۔ مگر ابو الائمہ صاحب! آپ اس کو
قبول نہیں کرتے حسینؑ کو بے خبر ٹھہراتے ہیں۔

آپ لکھتے ہیں کہ "اگر طرفداران حسینؑ کو شکایت ہو سکتی ہے تو عبداللہ ابن زبیر
سے ہونی چاہیئے جنھوں نے امام حسینؑ کو مکہ میں بکمال آزادی کام کرنیکا موقع نہ دیا
بلکہ اپنی خلافت قائم کرنے کے متمنی تھے نہ کہ عبداللہ بن عمر ایسے جلیل القدر و عابد
و زاہد صحابی سے جو نہ امید وار خلافت نہ طلبگار ریاست نہ کسی کے کام میں مزاحم"۔

ہم امام حسینؑ کے سفر کرنے کی وجہ اور حالت اوپر سے دکھاتے آتے ہیں کہ یزید کا خط حاکم مدینہ کے پاس آچکا ہے کہ حسینؑ سے بیعت لو۔ انکار کریں تو قتل کرو۔ حضرت کو اس پلید کی بیعت سے نفرت کلی ہے۔ مظلومی کی موت پر کمر باندھی۔ ترک وطن کیا۔ مکہ تشریف لائے۔ اگر حضرت کو بادشاہت یا حکومت کا کچھ بھی خیال ہوتا اور عبداللہ ابن زبیر تعرض کرتا تو شکایت ہو سکتی۔ ہم شیعہ زبردستی یا جھوٹھ کسی کی شکایت نہیں کرتے ہیں اور نہ سخن سازی کرتے ہیں۔ جسکی جو حالت ہے صحیح واقعات سے بلا رو رعایت دکھاتے ہیں۔ عبداللہ ابن زبیر تو خود یزید کے اسی خط کی وجہ سے بیعت سے انکار کرکے مکہ میں آکر مقیم ہوا۔ جب تک امام حسینؑ مکہ میں رہے آپ خود لکھتے ہیں کہ عبداللہ ابن زبیر برابر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا نہ امام حسینؑ کسی سے بیعت لیتے تھے نہ عبداللہ بن زبیر۔ تب آپ کا یہ لکھنا کہ مکہ میں امام حسینؑ کو بکمال آزادی کام کرنیکا موقع نہ دیا چہ معنی دارد؟ مکہ سے رخصت ہونے کے وقت جس طرح عبداللہ بن عمر حضرت کو روکتے تھے اسی طرح عبداللہ بن زبیر بھی روکتا تھا۔ مدینہ میں حاکم مدینہ بیعت یزید کیلئے زور دیتا تھا جس کی وجہ سے حضرت نے مدینہ چھوڑا وہی مصیبت مکہ میں بھی پیش آئی یہاں عبداللہ ابن عمر مصر ہیں اور زبردستی کرتے ہیں کہ یزید کی بیعت کر لیجئے حالانکہ خود قائل ہیں کہ "باوجود طہارت ذیل وکمال مکرمت وشرف، دو فور حسب انتو عزب مینماید کہ با یزید بیعت کنی اما بمقتضائے زمان زندگانی باید کرد سہ زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز (دیکھو روضۃ الصفا)۔ آپ لکھتے ہیں کہ "عبداللہ ابن عمر عابد وزاہد تھے۔ نہ امیدوار خلافت نہ طلبگار ریاست" ایسے ہی عابد وزاہد تھے کہ زندگانی دنیا کو عقبیٰ پر ترجیح دیتے تھے ان کا عقیدہ تھا سہ آج تو خیر سے گذرتی ہے + عاقبت کی خبر خدا جانے۔ لیکن حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے ذٰلِكَ لِلَّذِینَ

کفروا الحیواۃ الدنیا۔ دوسرے مقام پر فرماتا ہے وماحیواۃ الدنیا الامتاع
الغرور۔ بہرکیف آپ کے مذاق کے مطابق ہم لکھتے ہیں کہ درحالیکہ خلافت
وریاست سے زہد میں بٹہ لگتا ہے تو اس بٹہ کو عبداللہ ابن عمر کے پدر بزرگوار
پہلے قبول کر چکے تھے اس سے ان کی برأت نہیں ہوسکتی ہے۔ لیکن آپ کا
یہ خیال غلط ہے کہ بوجہ اپنے زہد و عبادت کے نہ امیدوار خلافت تھے نہ
طلبگار ریاست۔ اصل یہ ہے کہ یہ تاب مقاومت نہیں رکھتے تھے عمر صاحب
نے دیکھا کہ اگر ان کو خلیفہ نامزد کرتے ہیں تو بنی امیہ و بنی ہاشم ان کو کچل ڈالینگے
بنی امیہ ان کے مطلب کے آدمی تھے اور قوت مند تھے ان کو اسلام پر مسلط
کر دیا تاکہ وہ لوگ خاندان رسولؐ سے کینہ ہائے دیرینہ کا عوض بھی لیں اور
شیخین کے خانوادے کی پرورش و پرداخت کرتے رہیں اور یہ لوگ انکے
زیر سایہ رہکر بہ عیش و آرام بسر کریں۔ اگر اسلام کی کچھ بھی ان کے دل میں عظمت
ہوتی تو یزید کے لیسے فاسق و فاجر کی بیعت نہ کرتے۔ اور بعد شہادت امام
حسینؑ جب اہل مدینہ نے یزید کی خلع بیعت کی تو یہ اپنے حشم و خدم اور اولاد
کو جمع کر کے خلع بیعت یزید سے مانع نہ ہوتے۔ آپ پوچھتے ہیں کہ آخر وہ (عبداللہ
بن عمر) عمر فاروق شہنشاہ عرب و مصر کا فرزند کاسر کسریٰ و قیصر کا دلبند نہیں؟"
نہیں کا حال تو آپ جانئے۔ عبداللہ ابن عمر کہلانے سے ہم تو یہی سمجھتے
ہیں کہ ضرور وہ عمر صاحب کے دلبند تھے وہ بیٹا وہی قدم بقدم ہو جو باپ کے
جس گھر کی بدولت اور جسکے لشکر کی بدولت یہ خطاب ان کو دیئے کا آپ کو موقع
ملا اس کی ان لوگوں نے کچھ قدر نہ کی جیسا اس گھر کو تباہ کیا اور جیسا اس لشکر کو
غارت کیا ہم اوپر سے دکھاتے آتے ہیں ورنہ عمر جن کو آپ شاہنشاہ عرب و
مصر کا سر کسریٰ و قیصر کا خطاب دے رہے ہیں وہ ایسے تھے جو بقول خولہ بنت حکیم

بازار عکاظہ میں عمیرا عمیرا پکارے جاتے تھے کچھ دنوں بعد عمر کہلانے لگے بالآخر امیر المومنین بن بیٹھے (دیکھو ازالۃ الخفاء والفاروق شبلی) اگر آج خولہ ہوتی تو اس کو اور حیرت ہوتی کہ آپ نے ان کو شاہنشاہ عرب و مصر کا سرکسریٰ و قیصر کا لمبا چوڑا خطاب دیدیا۔

مجلسی علیہ الرحمہ نے جو عبداللہ ابن عمر کو مکار و غدار لکھا اس پر آپ کو بڑا طیش ہے۔ اب ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ عثمان خلیفہ ایک عرصہ دراز تک خاص مدینہ میں محاصرہ میں رہے بیٹھے گئے، قتل ہوئے لاش گھورے پر پڑی رہی ایک ٹانگ کتے لیگئے۔ کیا مثل عمر کے وہ قیصر اور شاہنشاہ عرب و مصر نہ تھے کہ ان پر ظلم ہوا کیا اور عبداللہ بن عمرو عبیداللہ بن عمرو عبدالرحمٰن بن ابوبکر سب موجود تھے کسی نے حتیٰ کہ آپ کے عابد و زاہد جلیل القدر صحابی شاہنشاہ عرب و مصر کا سرکسریٰ و قیصر کے فرزند نے بھی نہ خود کچھ ان کی مدد کی نہ اپنے حشم و خدم کو مدد کیلئے بھیجا نہ دیگر مسلمانوں نے کچھ خبر لی اتنا بھی نہ کیا کہ مسلمانوں کے مقبرہ میں دفن کر دیتے۔ کیا عثمان صاحب عمر صاحب کے سچے خلیفہ نہ تھے؟ لشکر اسلام نے اپنی فتوحات کا سلسلہ تو ان کے وقت میں بھی اسی طرح جاری رکھا جیسا کہ مال غنیمت کی چاٹ میں شیخین کے وقت سے جاری تھا لیکن جب مبایعین اپنے خلیفہ وقت پر اس طرح ظلم ہوتا دیکھکر اپنے گھر بیٹھے رہیں تو وہ آپ کے معیار کے مطابق سچے خلیفہ کہاں رہے؟ کس منہ سے آپ لوگ ایسے خلفا کو فاتح کہتے ہیں۔ اور ان کے مبایعین بھی جو گھر بیٹھ رہے کیسے خالص مسلمان ہوئے؟ اگر کوئی کہے ممکن ہے کہ گھر بیٹھنے والے کسی بیماری کی وجہ سے معذور ہوں تو بقول آپ کے جیسا کہ آپ نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۷ پر لکھا ہے ثابت کرنا پڑیگا کہ جبکہ اسوقت نہ کوئی

وبا کی بیماری پھیلی تھی نہ کسی اور مہلک بیماری کا ذکر پایا جاتا ہے تو بیمار اصلی اگر ہوں گے بھی تو عبداللہ ابن عمر یا ان کے بعض لواحقین نہ کہ اسقدر کہ ایک متنفس بھی اپنے خلیفہ وقت کی مدد کو نہ نکلے۔ کیا یہ لوگ بھی مثل کوفی لایوفی کے بیوفا اور بزدل تھے؟ نہیں! نہیں! ان ہی لوگوں کی بیوفائی اور بزدلی کی وبا پھیلتے پھیلتے کوفہ تک پہنچی تھی ورنہ ماننا پڑیگا یا تو خلیفہ صاحب بیدین تھے یا عبداللہ ابن عمر وغیرہ۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ یہی عبداللہ ابن عمر خود کہتے ہیں کہ "من از رسولؐ شنیدم کہ فرمود حسینؑ بقتل خواہد رسید وہر کہ نصرت او نکند خدائے تعالےٰ درروز قیامت وے را مخذول خواہد کرد"۔ مگر انھوں نے کسی قسم کی نصرت نہ کی بلکہ بمخالفت حسینؑ فرزند رسول الثقلین یزید کی بعیت کر کے ان ہی لوگوں میں داخل ہو گئے جن کو بروز قیامت خدائے تعالیٰ مخذول کریگا۔ مجلسی علیہ الرحمہ پر آپ ناحق خفا ہوتے ہیں۔ اب تو آپ کے عبداللہ ابن عمر صاحب خود اپنے اقرار سے تشریف لیگئے!!!

آپ لکھتے ہیں کہ "مذہب شیعہ نے جو رطب و یابس دُم چھلے لگوائے سب بعد میں لگوائے" ابو الآمنہ صاحب! دُم چھلا کس کو کہتے ہیں؟ ہم تو دُم چھلا اسی کو سمجھتے ہیں کہ آپ نے اپنے باپ کو پس پشت ڈالا اور اپنی بیٹی کے نام کا دم چھلا اپنے نام میں لگا لیا۔ آپ کے نام کے پیچھے آپ کی بیٹی کا نام دُم چھلا ہے۔ روایات وحدیث میں تو کوئی دُم چھلا ہو نہیں سکتا ہے اور نہ کچھ آپ دکھا سکے ہیں۔ یہ بے موقع دم چھلا اپنی سرخی میں کیوں لگا دیا؟ کافی ناکافی شافی کا قافیہ بنانے چلے تھے خود آپ کا قافیہ تنگ ہو گیا۔ ہم ایسے لاغی باغی طاغی داغی الاغی کی باتوں پر کچھ خیال نہیں کرتے۔

آپ لکھتے ہیں کہ "دیکھئے بڑا خوف امامؑ کو حکومت کی طرف سے تھا سو عبداللہ

ابن جعفر نے حاکم مدینہ کی طرف سے خط بھی امان کا لکھوایا اور حاکم مدینہ نے تعظیماً اپنے بھائی یحییٰ کے ہاتھ خط روانہ کیا اور واپسی مدینہ کی التماس امامؑ سے کی" لیکن آپ کے اعثم کوفی لکھتے ہیں کہ جب امام حسینؑ مکہ سے روانہ ہونے لگے تو ابن سعید ابن العاص نے جو یزید کی طرف سے حاکم مکہ تھا فوراً اپنی فوج کیساتھ اپنے بھائی یحییٰ کو بھیجا وہ آکر سد راہ ہوا۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ "اعوان جانبین یکدیگر را بتازیانہ زحمت کردند و آسیب زدند" ہوسکتا ہے کہ دونوں روایت صحیح ہوں۔ یہ تو معمولی چال ان لوگوں کی تھی۔ عثمان نے اپنے عہد خلافت میں محمد ابن ابوبکر کو حکومت مصر کی سند دیکر روانہ کیا اور عقب سے حاکم مصر کو خط لکھا کہ معاً پہنچنے کے محمد ابن ابوبکر کو قتل کر ڈالنا (دیکھو تاریخ ابوالفدا) امام حسینؑ کی نسبت بھی ویسی ہی چال کیجاتی ہے ظاہرا کوفیوں کی طرف سے خط لکھوا کر مہمان طلب کئے جاتے ہیں اور باطناً قتل کا بندوبست کیا جاتا ہے جیسا کہ ہم اوپر سے دکھاتے آتے ہیں۔ ابن سعید کا یہ خط امان لکھنا ویسا ہی ہے جیسا کہ ابن زیاد نے جب دیکھا کہ حضرت مسلمؑ جنگ سے قابو میں نہیں آتے تو ابن اشعث سے جو تین ہزار اور بقولے چار ہزار فوج لیکر گیا تھا اور حضرت سے مقابلہ کر رہا تھا کہلا بھیجا کہ مسلمؑ کو امان کے حیلہ سے میرے پاس لا کیونکہ سوا اسکے اور کوئی ترکیب مسلم پر قابو پانے کی نہیں ہے (دیکھو روضۃ الشہدا) ابن سعید تو چاہتا ہی تھا کہ حضرت مکہ سے باہر نہ جانے پائیں۔ عبداللہ ابن جعفر کا خط امان طلب کرنا اس کو غنیمت حیلہ ملگیا۔

یمن سے جو مال یزید کے پاس جاتا تھا اسکو منزل تنعیم میں امام حسینؑ کے لیلینے پر اعتراض کا جواب

آپ لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ جب مقام تنعیم پر پہنچے تو چند ہدیہ جو حاکم یمن نے یزید کے پاس بھیجا تھا راستہ میں حضرت نے لے لیا کہ امام زمان ان کا

ذبحق ہے"۔ ابوالآمنہ صاحب! چونکہ مسلمان یزید کے پاس ہدایا اس کو امام زمان سمجھ کر بھیجتے تھے اسواسطے حضرت نے اُس مال کو ماخوذ کر کے اعلان کر دیا کہ یزید امام زمان نہیں ہے اور نہ مسلمان نفس سے ایسا مال پانے کا مستحق ہے۔ جیسا کہ شرائط صلحنامہ سے جو اوپر مذکور ہوا ظاہر ہے۔ جس طرح حضرت نے اپنی شہادت سے یزید کا برسر باطل ہونا واضح کر دیا اسی طرح ان ہدیوں کو بھی ضبط کر کے اس کا برسر باطل ہونا ظاہر کر دیا۔ حضرت کی یہ احتیاط قابل غور ہے کہ صرف وہ مال جس کے ذبحق حضرت تھے لے لیا۔ یزید کے پاس نہ جانے دیا۔ کیونکہ نہی عن المنکر حضرت کا فرض تھا۔ لیکن شتربانان جو اجیر تھے ان سے فرمایا کہ جو میرے ہمراہ عراق چلے گا اس کو پورا کرایہ دونگا اور جسے منظور نہ ہو اس پر جبر بھی نہ کرونگا۔ سبحان اللہ کیا احتیاط ہے۔ دیکھئے حرام وحلال میں فرق دکھانیوالے ایسے ہوتے ہیں۔ اسی طرح یزید کا دادا ابوسفیان بھی جب شام سے مال لیکر واپس جا رہا تھا خود رسولؐ نے اسکے تجسس میں اپنے اصحاب کو بھیجا تھا اور صحابہ چاہتے تھے کہ مال چھین لیں مگر قبل ان لوگوں کے پہنچنے کے وہ مکہ کو روانہ ہو گیا تھا (دیکھو تاریخ الانبیا جلد دوم) جس حکم میں معاویہ اور ابوسفیان تھے اسی حکم میں یزید تھا۔

جب امام حسینؑ کے اس مال کے لے لینے پر آپ کو اعتراض ہے تو حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ پر بدرجہا زیادہ آپ کا اعتراض ہوگا۔ آنکھیں کھول کر دیکھئے۔ صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ "بموجب الہام ربانی کہ قول موسیٰ بآں مشعر بود اکثر اکاسیل وخلی لالات وحلی وحلل قبطیان را بہ بہانہ عروسی عاریت کردند و آنچنان مالی خطیر بے تحمل مشقت و تکلف محنتے بدست انبیاق آمد۔۔۔۔۔ ودر ہنگام نیم شب کہ محل سکون خلائق است حرکت کردہ از

مصر بیرون رفتند"۔ (ترجمہ) بموجب الہام ربانی جیسا کہ حضرت موسیٰ کے قول سے ظاہر تھا اکثر زیورات مثل پازیب و گلوبند و اکلیل و پوشاک قیمتی قطبیوں کا شادی کے بہانہ سے عاریت لیا اور اسقدر مال خطیر بلا مشقت و بے محنت ہاتھ لگا کر آدھی رات کو جب سب سو گئے مصر سے باہر چلتے ہوئے۔

اور آپ امام حسینؑ کے اس مال کے لینے پر کس منہ سے اعتراض کرتے ہیں کیونکہ بموجب قرآن جناب سیدہؑ وارث جائز رسولؐ کی تھیں اور فدک ان کا مال تھا جس کو آپ کے ابوبکر صاحب نے جناب سیدہؑ سے چھین لیا۔ جناب سیدہؑ نے اس کا مطالبہ کیا۔ نہیں دیا۔ یہ چھیننا صریح ظلم تھا۔ یہاں تو اس معاہدہ سے جو بروئے صلحنامہ مقبولۂ فریقین درمیان امام حسنؑ اور معاویہ کے ہوا تھا امام حسینؑ مستحق تھے۔ اس صلحنامہ سے صاف ظاہر ہے کہ معاویہ کو کوئی اختیار منتقل کرنے کا نہ تھا اور نہ یزید کو کوئی حق اس مال کے لیے لینے کا تھا۔

اب اپنے عمر صاحب کا چھین لینا ملاحظہ کیجئے۔ آپ کے امام فخرالدین رازی اور بہت سے محدثین خاصہ و عامہ روایت کرتے ہیں کہ عمر صاحب نے کہا کہ اگر کسی عورت کا مہر ازواج نبی کے مہر سے زیادہ ہو گا تو ہم چھین لینگے بتائیے اُن کو کیا چھیننے کا حق تھا؟

اب اپنے خلیفہ سوم عثمان صاحب کا حق الناس بلکہ بیچارے بے زبان چارپایوں کا بھی حق چھین لینا ملاحظہ کیجئے۔ صاحب تاریخ الانبیا اعثم کوفی سے اور وہ اپنے رواۃ معتمدین سے نقل کرتے ہیں کہ عثمان نے بازار مدینہ میں منادی کرا دی کہ جب تک دکلا اور گماشتے مروان کے خرید و فروخت سے فارغ نہ ہوں کوئی دوسرا خرید و فروخت نہ کرے اور تالاب و جھیل اور سبزہ زار گرد و پیش مدینہ کو خاص اپنے دواب اور دواب بنی امیہ کیلئے معین کیا اور

تمام رعایا کو اس سے منع کیا اور بنادر عمان اور بحرین میں حکم نافذ ہوا کہ دوسروں
کی کشتیاں بجز سفیان اور عثمان و مروان دریا میں آمد و رفت نہ کریں۔ ایسا ظلم تو
کسی ظالم سے ظالم بادشاہ نے بھی از آدم تا ایندم بجز عثمان صاحب کے نہ کیا
ہوگا۔ ہاں یزید اور ابن زیاد نے البتہ خاندان رسالت کے ششماہہ بچہ پر
بھی پانی بند کر دیا۔
تعجب ہے کہ جو خلفائے جور ششماہہ بچہ پر پانی بند کریں۔ چارپایوں پر آبشار
اور چراگاہ بند کریں رعایا پر بازار بند کریں۔ اپنی جہالت سے عورتوں کا مہر چھین
لینے پر آمادہ ہوں بیٹی کو باپ کے ارث سے محروم کریں۔ ان کے پیرو اس جناب
پر اعتراض کریں جسکے گھر میں قرآن اترا ہو جسکے گھر سے احکام اسلام جاری ہوئے
ہوں جس نے حرام و حلال کی تمیز کرائی ہو جس کا حلال تا قیامت حلال اور جسکا
حرام تا قیامت حرام ہو۔ اس جناب پر اعتراض کریں جو دین خدا کی حمایت
میں اپنی تمام کائنات بذل کرنے نکلا ہو جس کی غیر قومیں بھی قائل ہیں جیسا کہ
اوپر دکھایا گیا ہے۔ اس جناب پر معترض ہوں جو اسی سفر میں شدت گرما میں رسالہ
حر کو جو اس کی گرفتاری کیلئے آیا تھا بلکہ اسکے لشکر کے چوپایوں تک کو سیراب کرے
اور اپنی اور اپنے اہل و عیال اور بچوں کی تشنگی کا بمقابل امت خیال نہ کرے
اس جناب پر اعتراض کریں جو تین روز متواتر محض پانی سے افطار کرکے روزے
رکھے اور اپنا کھانا تینوں روز اٹھا کر مسکین و یتیم و اسیر کو دیدے جسکا شاہد سورہ
ہل اتی ہے۔ جیسا کہ جمہور مفسرین نے لکھا ہے۔ اسوقت ہمارے ہاتھ میں
تفسیر حسینی ہے۔ دیکھئے معاویہ خود قائل تھا۔ جیسا کہ آپ نے بھی اپنے رسالہ
کے صفحہ ۳۱ میں لکھا ہے کہ چگونہ عیب کنم حسین را کہ سوگند با خدا اے دروے
موضع عیب بدست نشود۔ مکہ سے رخصت کرنے کے وقت ابن عباس رضی فرماتے ہیں

تو اے پسر رسول خدا از زمرۂ ابرار و فرقۂ اخیاری" اور عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں" حاشا وکلا کہ مثل توئی سالک طریق غوایت و خطا باشد... من از رسول ؐ شنیدم کہ فرمود حسین ؑ بقتل خواہد رسید و ہر کہ نصرت او نکند خدائیتعالیٰ در روز قیامت وے را مخذول خواہد کرد۔ (دیکھو روضۃ الصفا) ایسے برگزیدۂ باری کی توہین کرنیوالے کا بجز جہنم کے اور کہیں ٹھکانا نہیں ہے۔

جواب مستذکرۂ بالا سے قطع نظر کر کے ایک مختصر جواب اور سن لیجئے۔ معاویہ اپنے مرنیکے وقت رو رو کر کہتا تھا کہ "ہائے حضرت علی ؑ کا حق بجور و ستم لیکر اپنی عاقبت کو خراب کیا" جیسا کہ اوپر بحوالۂ روضۃ الصفا مذکور ہوا۔ تب یمن سے جو مال آرہا تھا جسکو امام حسین ؑ نے لے لیا حضرت اس کے شرعاً مالک تھے۔ یزید کا کیسے ہوا؟ یہ وہی یمن ہے جو خود رسول ؐ کے عہد میں حضرت علی ؑ کے مساعی جمیلہ سے حاصل ہوا تھا اسمیں یزید کے باپ دادا کا کچھ لگاؤ نہ تھا۔ یہ وہی یمن ہے جہاں جانے کا حضرت محمد بن حنفیہ امام حسین ؑ کو مشورہ دیتے تھے حاکم یمن یہ مال اہل یمن سے بجبر لیکر یزید کے پاس بھیجتا تھا۔ اگر جبر نہ ہوتا تو وہ لوگ امام کا مال خود امام کی خدمت میں پہنچاتے۔ ابوالآمنہ صاحب ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ آپ کے باپ کا مال اگر آپ کو کسی سارق یا غاصب سے ملجائے تو کیا آپ کو اس کا لے لینا ناجائز ہوگا۔ اور اس کے لے لینے سے آپ کسطرح ملزم ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ جو سنے گا یہی کہے گا۔ حق بحقدار رسید۔

بطن رمہ سے امام حسین ؑ کے کوفہ خط بھیجنے پر اعتراض کا جواب

بحوالۂ جلاء العیون مجلسی علیہ الرحمہ جو علمائے متاخرین سے شاہ حسین سلطان ایران کے وقت میں تھے اور محدث نہ تھے بلکہ علامہ تھے معقولات و منقولات آپ لوگوں کی کتابوں سے جہاں جو پاتے تھے سب کچھ لکھتے جاتے تھے۔ آپ لکھتے

ہیں کہ بطن رمہ سے امام نے عبداللہ بن یقطر کو اور بروایت دیگر قیس بن مسہر کو کوفہ روانہ کیا۔ ہنوز خبر شہادت مسلمؑ نہ پہنچی تھی۔ اور ایک نامہ اس مضمون کا اہل کوفہ کو لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خط حسینؑ بن علیؑ کی طرف سے برادران مومن مسلم کو ہے تم پر سلام الٰہی ہو امّا بعد بدرستیکہ خط مسلمؑ بن عقیلؓ کا میرے پاس پہنچا اس خط میں لکھا تھا کہ تم لوگوں نے میری نصرت اور دشمنوں سے میرا حق طلب کرنے پر اتفاق کیا ہے میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ اپنا احسان مجھ پر تمام کرے اور تم کو تمھارے حسن نیت و کردار پر بہترین جزائے ابرار عطا فرمائے بدرستیکہ میں آٹھویں ماہ ذالحجہ روز سہ شنبہ کو مکہ سے باہر آیا اور تمھاری جانب آتا ہوں جب میرا قاصد تم تک پہنچے لازم ہے کہ کمر متابعت مضبوط باندھو اور اسباب کارزار آمادہ رکھو اور میری نصرت کیسلئے مہیا رہو کہ میں اب بہت جلد تم تک پہنچتا ہوں والسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ"

معزز ناظرین اس خط کی حالت کو ملاحظہ فرمائیے۔ اولاً قاصد متحقق نہیں۔ ثانیاً یہ کہ اثنائے راہ میں حضرت برابر راہگیروں سے دریافت کرتے جاتے ہیں کہ اہل عراق کا کیا حال ہے؟ اور سب بالاتفاق ایک زبان ہو کر کہتے ہیں کہ ان کے دل آپ کی طرف ہیں اور تلواریں بنی امیہ کی طرف۔ معزز ناظرین! یہ نکتہ قابل غور ہے۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ ظاہر سے باطن کا حال معلوم ہوتا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب تلواریں بنی امیہ کیطرف تھیں تو پھر کس علامت سے دل کا حال معلوم کرتے تھے؟ لیکن ہاں اس زمانہ کے سنیوں کو دیکھنے سے سمجھ میں آجاتا ہے۔ یہ بھی سب کہتے ہیں کہ ہم دل سے اہلبیت رسولؐ کے محب ہیں اور حسینؑ کو بھی دل سے دوست رکھتے ہیں مگر زبان و قلم سے کوئی دقیقہ اہانت کا ان حضرات کی اٹھا نہیں رکھتے۔ جناب امیر علیہ السلام کا قول ہے؎

جراحات السنان لها التیام ولا یلتام ما جرح اللسان

الحاصل جیسے آجکل کے سنی ہیں ویسے ہی وہ بھی تھے۔ سیاق خط سے ظاہر ہے کہ یہ خط ان لوگوں کا بناوٹی ہے جو امام حسینؑ علیہ السلام پر الزام ڈالنا چاہتے ہیں جب امام حسینؑ کو معلوم ہو چکا اور پیاپے معلوم ہوتا جاتا ہے کہ اہل عراق حضرت سے برسر پیکار ہیں اور بنی امیہ کی اعانت میں شمشیر بکف ہیں تو ہرگز ممکن نہیں کہ حضرت ایسا خط عام مسلمین عراق کو لکھتے۔ اگر یہ خط حضرت کا ہوتا تو ضرور حضرت شکایت لکھتے کہ تم نے ہم کو طلب کیا اب معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ ہمارے قتل کے درپے ہو تو ہم کو طلب ہی کیوں کیا؟ ثالثاً جب قاصد نے خط حصین ابن نمیر لعین کو دیکھنے نہ دیا چاک کر ڈالا اور ابن زیاد کے پوچھنے پر کہ خط کیوں چاک کیا؟ صاف کہدیا تاکہ تو مضمون نامہ پر مطلع نہ ہو" اور نہ بتایا حتی کہ قتل ہو گیا۔ تو پھر یہ خط کہاں سے آیا اور کیونکر ازبانے بسم اللہ تا تائے تمت بجنسہ کتابوں میں نقل ہوا حتی کہ ہزار برس بعد جلاء العیون میں بھی نقل ہوا اور تیرہ سو برس کے بعد آپ بھی نقل کر کے اس پر استدلال کرتے ہیں۔ رابعاً یہ کہ درحالیکہ بقول آپ کے امام حسینؑ کو حضرت مسلمؑ کی شہادت کی خبر نہ تھی تو یہ خط حضرت مسلمؑ کے نام ہوتا۔ خامساً یہ کہ قاصد کہتا ہے کہ وہ خط ایک جماعت کے نام تھا ان کا نام نہیں بتائینگے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسینؑ کا خط کچھ مخصوص لوگوں کے نام تھا جنکا نام بوجہ محب اہلبیت ہونے کے قاصد نے بتانا قبول نہ کیا۔ خط مستدلہ عام مسلمانوں کے نام ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو قاصد بلا تامل کہدیتا کہ عام مسلمانوں کے نام تھا کس کا نام بتائیں؟ ابن زیاد مثل نمرود کے مبہوت ہو کر بیٹھ رہتا۔ اور یہ بھی قابل غور ہے کہ عام مسلمین کے نام کا خط کس کو دیتا۔ اگر عام مسلمین کے نام بھی امام حسینؑ کا خط ہوتا تو حضرت مسلمؑ کے توسط سے ضرور ہوتا حضرت مسلمؑ کی موجودگی میں نہ امام حسینؑ قاصد کو مجاز کرتے کہ منبر پر جا کر عام مسلمین کو مضمون خط سنائے اور نہ عام مسلمین ایسے قاصد پر اعتبار کرتے

ابوالآئمہ صاحب! بقول آپ کے شیعہ بزدل اور بیوفا ہوتے ہیں۔ دیکھئے یہ قاصد اپنے کو شیعۂ علیؑ و آل علیؑ کہتا ہے۔ اگر جانتا یا حسینؑ کو معاذ اللہ ایسا سمجھتا کہ ان کا مقصد عالی احقاق حق نہیں ہے بلکہ ملکی نزاع ہے تو دو چار آدمی کا نام بتا کر اپنی جان بچا لیتا۔ مفت جان نہ دیتا۔ پس از انکہ من نمانم بچہ کار خواہد آمد۔ مگر سبحان اللہ! ایں خوف کہ دو چار مومنین مخلصین جو باقی رہ گئے ہیں، وہ بھی مارے جائیں گے ان کے ناموں کو بتانے سے انکار کرتا ہے دوسری شرط یعنی ائمہ کو ناسزا کہنے کی قبول کر کے منبر پر جانیکا موقع حاصل کر لیتا ہے دیکھئے ایک تقیہ یہ بھی ہے کہ صرف چند منٹ کے واسطے اپنی جان اعانت دین خدا کیلئے بچا کر منبر پر جاتا ہے اور بعد حمد الٰہی محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیجکر ابن زیاد اور اس کے باپ اور جمیع بنی امیہ پر بوجہ ان کی بداعمالیوں بدکرداریوں اور بیدینی کے لعن بیشمار کرتا ہے اور حق و باطل کا اعلان کر کے درجہ شہادت پر فائز ہوتا ہے رحمہ اللہ۔ یہ ہے مخلصین شیعوں کی دینداری بہادری اور وفاداری ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ یہی مطلب تھا حسینؑ کے خط کا اور تشریف آوری کا جو اس قاصد نے کر کے دکھایا۔ امامؑ کے اس قاصد کو بھیجنے کا یہ فائدہ ہوا کہ ان چند جان نثاروں کو جو متمنی شہادت تھے حضرت کی آمد کی خبر ہو گئی اور کربلا میں پہنچکر درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔

علم امامت پر اعتراض کا جواب

ابوالآئمہ صاحب! خط کی حالت تو ہم نے اوپر دکھا دی۔ رہا اسی خط کی بنا پر امام حسینؑ کے علم امامت کی نسبت اور اُن روایات کی نسبت جن میں مذکور ہے کہ امام علیہ السلام کو اپنی شہادت کا علم پیشتر سے ہو چکا تھا آپ نے جو دریدہ ذہنی کی ہے اس کا جواب تو خود یہی خط دیتا ہے۔ اگر امام حسینؑ کو حضرت مسلمؑ کے شہید ہو جانیکا علم نہ ہوتا تو یہ خط عام مسلمین کے

نام نہ ہوتا بلکہ خاص حضرت مسلمؑ کے نام ہوتا۔ اس خط سے ظاہر ہے کہ حضرت کو علم تھا مگر بخیال مخدرات و اطفال و اعزہ کہ سب کیا برداشت کی قوت نہیں رکھتی تا وقتیکہ باہر سے خبریں متواتر نہ پہنچیں حضرت نے اس کا بعلم امامت ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھا عام دستور ہے کہ ایسے حادثات کی خبر اعزا کو دفعتاً نہیں دیتے ہیں۔ تبدریج معلوم ہوتے رہنے سے قلب متحمل ہوتا جاتا ہے۔ انبیاؑ و اوصیاؑ کو بھی اسباب ظاہری پر عوام الناس کے عقول و فہم کے خیال اور ان کی دلداری کے لحاظ سے عمل کرنا ضرور ہے تاکہ لوگ تحمل کے عادی ہوں ورنہ انتظام عالم میں دفعتاً خلل پڑ جائے زندگی محال ہو جائے فافہم۔

آپ کے خط مستدلہ سے ان روایتوں کی جن میں امام حسینؑ کی شہادت کی خبر قبل سے ہونا مذکور ہے تکذیب نہیں ہوتی ہے بلکہ تصدیق ہوتی ہے۔ بعلم و ارادہ اپنے بطن رحم تک جہاں سے خط لکھ رہے ہیں پہنچ چکے۔ دو تین منزلیں باقی ہیں کہ اپنی قتلگاہ میں پہنچ جائیں جہاں کی مٹی جبرئیل نے رسولؐ کو دی تھی جیسا کہ آپ لوگوں کی جو بیسیوں کتابوں سے اوپر ثابت کیا گیا بروز عاشورا تمام پیشینگوئیاں جو حضرت کے متعلق ہوتی آئی ہیں پوری ہو جائینگی۔

طلب نصرت پر اعتراض کا جواب

اسی مستدلہ خط کی نسبت آپ لکھتے ہیں کہ "اس خط کے مضمون کو وہ لوگ آنکھیں کھول کر پڑھیں جو کہتے ہیں کہ کوفہ جانے میں امام کا مقصد محض ہدایت خلق تھا" اس خط کی حالت تو اوپر ظاہر ہو چکی اب آپ ہی آنکھیں کھول کر پڑھ لیجئے۔ اس خط کے علاوہ کل دو خط آپ نے پیش کئے ہیں۔ ایک وہ جو امام علیہ السلام نے حضرت مسلمؑ کے ہاتھ سلیمان بن صرد خزاعی وغیرہ کے نام بھیجا تھا اس میں حضرت نے صرف تین باتیں لکھی ہیں۔ ایک یہ کہ تم نے مجھے اپنے سب خطوط میں لکھا ہے کہ ہمارا کوئی امام نہیں

ہے بہت جلد تشریف لائیے خدا آپ کی برکت سے ہم کو بحق ہدایت کرے
دوسرے یہ کہ بالفعل مسلمؑ کو بھیجتا ہوں اگر وہ لکھینگے کہ جو کچھ تم نے لکھا ہے بمشورہ
عقلاء و دانایان و اشراف و بزرگان قوم لکھا ہے تو میں انشاء اللہ چلا آؤنگا تیسرے
یہ کہ امام وہی ہے جو درمیان مردم بکتاب خدا و بعدالت قیام کرے اور قدم
جادۂ شریعت سے باہر نہ رکھے اور لوگوں کو دین حق پر مستقیم رکھے" انصاف
سے کہئے ان میں بجز ہدایت کے کون دوسری غرض پائی جاتی ہے۔ نہ
کسی قسم کے پولٹیکل حقوق کی کوئی بو ہے نہ طلب نصرت۔

دوسرا خط جو یزید بن مسعود نہشلی وغیرہ کے نام بصرہ بھیجنا کہا جاتا ہے
اس خط کی نقل تو آپ نے کسی کتاب سے دکھائی نہیں کہ اس کی قلعی کھلتی
کہا جاتا ہے کہ اس خط میں لوگوں کو اپنی اطاعت و بیعت و نصرت کی دعوت
فرمائی تھی۔ بہر کیف ہم اس قول ہی کو تسلیم کرکے جواب دیتے ہیں کہ اس
سے کوئی غرض پولٹیکل حقوق کی پائی نہیں جاتی ہے۔ کیا نصرت صرف
پولٹیکل حقوق کیلئے طلب کیجاتی ہے؟ ہدایت خلق میں نصرت کی ضرورت نہیں
ہے؟ کیا جناب باری کو بھی معاذ اللہ پولٹیکل حقوق کی غرض ہے جو فرماتا
ہے یا ایہا الذین آمنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم (اے
ایمان والو اگر تم خدا کی نصرت کروگے تو وہ بھی تمھاری مدد کریگا) ایک مقام
پر فرماتا ہے کونوا انصار اللہ۔ دوسرے مقام پر حضرت عیسیٰؑ کی زبانی ہے
من انصاری الی اللہ؟

باوجود اسکے کہ جناب باری اپنے رسولؐ سے فرماتا ہے واللہ یعصمک
من الناس (خدا تمکو آدمیوں کے شر سے بچائیگا) اور یہ بھی فرماتا ہے
ما علی الرسول الا البلاغ (رسولؐ پر کچھ بھی نہیں ہے بجز اسکے کہ پیغام پہنچادے)

تاہم رسول صلعم سفر طایف اختیار کرکے کفار قریش کے خلاف قبیلہ ثقیف سے طالب نصرت ہوئے (دیکھو تاریخ ابوالفدا) اصلی عربی عبارت یوں ہے لما نالت قریش ان رسول اللہ صلعم سافر الی الطایف یلتمس من ثقیف النصرۃ تو کیا معاذ اللہ آپ کے خیال میں آنحضرت کو خدا کے وعدۂ حفاظت پر اعتماد نہ تھا اور حضرت کا مقصد ہدایۂ خلق اللہ نہ تھا؟ کیا آنحضرت معاذ اللہ تحصیل حقوق کی غرض سے طالب نصرت تھے؟ امام حسینؑ پر اعتراض کرنے سے آپ کا اصل مطلب یہ ہے کہ حضرت بطور ایک گمنام شخص کے قتل ہو جاتے کسی کو خبر بھی نہ ہوتی۔ قصہ ختم ہو جاتا۔ اس کا نتیجہ ظاہر نہ ہونے پاتا۔ حضرت کا مقصد عالی اس مظلومی و بیکسی سے شہادت اختیار کرنے کا یہی تھا کہ لوگوں پر بنی امیہ کی بداعمالی اور بیدینی ظاہر ہو جائے۔ مسلمانوں کے دلوں میں دینی جوشش پیدا ہو جائے۔ باوجود طلب نصرت کے نصرت نہ کر سکنے کی حسرت اور بھی اس جوش کو قوی کر دے۔ دین حق کی اعانت میں کھڑے ہو جائیں اپنی شمشیریں کھینچکر ان بیدینوں کو دنیا سے نیست و نابود کریں حق و باطل میں فرق ظاہر ہو جائے۔

امام حسینؑ کا کوفیوں کے خطوط پر کوفہ کی طرف جانا اسی مقصد عالی کے حاصل کرنے کی غرض سے تھا اگر حضرت دوسری طرف از خود تشریف لیجاتے تو وہ اثر نہ ہوتا جو خطوط پر جانے سے پیدا ہوا۔ ان لوگوں کے جو حکومت کے فریب سے لاعلم تھے دلوں پر نہایت شاق گزرا کہ امامؑ ہم لوگوں کے طلب پر ہم لوگوں کی ہدایت کیلئے آرہے تھے ان نامردوں نے اثنائے راہ میں گھیر کر عالم تنہائی و بیکسی میں شہید کر ڈالا۔ انسان اگر غور کرکے دیکھے تو اس سفر میں کوئی فعل حضرت کا خالی از مصلحت نہ

پائیگا فداک امی وابی یا اباعبد اللہ۔

قد خذ لنا شیعتنا کی توضیح

ابوالآمنہ صاحب اشیعوں کو برا کہنا تو آپ کے خمیر میں داخل ہے۔ اس سرخی میں بھی حضرت کے اس فرمانے کو کہ قد خذ لنا شیعتنا کو آپ شیعیان مخلصین ہی کی جانب منسوب کرتے ہیں یہ نہیں خیال کرتے کہ حضرت نے فرمایا قد خذ لنا شیعتنا اور شاہ عبدالعزیز صاحب اپنے تحفہ میں دعوی کے ساتھ لکھتے ہیں کہ ہم ہی لوگ شیعہ اولی تھے جو اب اس لقب کو ترک کر کے اہل سنت والجماعت کہلاتے ہیں۔ اب جس عاقل سے چاہئے پوچھ لیجئے۔ حضرت کے اس قول خذ لنا سے مراد وہ لوگ ہیں جو لقب شیعہ کو ترک کر کے اہلسنت والجماعت کہلانے لگے یا وہ لوگ جو برابر اہلبیت رسولؐ سے متمسک ہیں اور اب تک شیعہ کہلاتے ہیں؟ دیکھیے ایک گروہ وہ تھا جسکو حضرت نے فرمایا قد خذ لنا شیعتنا اور دوسرا گروہ وہ ہے جس کے حق میں حضرت نے آخر وقت اپنے رجز میں فرمایا ہے وشیعتنا فی الناس اکرم شیعۃ ان دونوں کلاموں میں لفظ شیعہ کے مشترک ہونے سے دونوں ایک نہیں سمجھے جا سکتے قرآن میں لفظ رب خدا کیلئے بھی آیا ہے اور انسان کیلئے بھی (دیکھو سورۂ یوسف) اس بنا پر دونوں ایک نہیں ہو سکتے۔ امام حسینؑ کا یہ شکایت کرنا کہ قد خذ لنا شیعتنا بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ رسولؐ کی زبانی جناب باری قرآن میں فرماتا ہے یا رب ان قومی اتخذوا ھذا القراٰن مھجورا۔ فرمائیے آپ لوگ بھی قبول کرتے ہیں کہ ابوبکر و عمر و عثمان صاحبان ان لوگوں میں جن کی شکایت رسولؐ اس آیہ کریمہ میں فرما رہے ہیں داخل ہیں؟ اگر نصاریٰ یا مثل ان کے کوئی اور غیر قوم اس آیہ کریمہ پر استدلال کر کے کہے کہ کسی مسلمان

نے نہ اپنے رسول کو مانا نہ قرآن کو تو کیا جواب دیجیگا؟

امام حسینؑ کا آل عقیل سے اخلاقاً واپس جانیکو کہنا

ابوالآمنہ صاحب کیسی شقاوت اور عداوت امام حسینؑ کی آپ کے دل میں ہے۔ حضرت نے خبر شہادت حضرت مسلمؑ سننے پر جو آل عقیلؑ کو تسلی و دلاسہ دیکے اخلاقاً انکو واپس چلے جانے کو فرمایا آپ اس کو بھی بری نظر سے دیکھتے ہیں اور کلمات بیہودہ امام کی شان میں استعمال کر کے لکھتے ہیں کہ "اگر حضرت مسلم کے بھائی آڑے نہ آتے تو ظاہر ہے کہ مسلمؑ کی شہادت اور کوفیوں کی بیوفائی کی اچانک اطلاع پاکر امام کا اپنا ارادہ سفر کوفہ سے واپس ہو جانیکا یقینی ہو چکا تھا" لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ کہاں حضرت نے اپنے واپس جانیکا ارادہ ظاہر فرمایا ہے۔ حضرت نے جو آل عقیل کو واپس جانے کو کہا اس کو آپ خود حضرت کے واپس جانے کا ارادہ قرار دیتے ہیں۔ تف ایسے فہم پر تف ایسے تعصب پر ایسی بدیہی تہمت کوئی خبیث بھی نہ لگائیگا۔ ع

ہیچ کافر نہ کند انچہ تو خادم کردی
شرم باید پدر خود را تو نادم کردی

مضمون ابوالآمنہ (یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم)

اہتمام گرفتاری امام حسین علیہ السلام

ناظرین پر واضح ہو چکا ہے کہ اہل عراق نے امیر معاویہ کی زندگی ہی میں بغاوت کرنے اور بغاوت پھیلانے کی ٹھان لی تھی۔ اور امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں خروج کرنے کی تحریک بھی کر دی تھی۔ اور امیر معاویہ کو سب

اس قسم کی اطلاعیں گوشگذار ہوتی رہتی تھیں اور ان کو اپنے گذشتہ بار بار کے تجربوں سے پورا یقین تھا کہ اہل عراق امام کو ضرور ہار رہے برخلاف اکسائینگے اور پھر امام نے تا حین حیات امیر معاویہ دوسرے مدعیان خلافت یعنی عبداللہ بن عمر و عبداللہ ابن زبیر و عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہم سے کے اتفاق پر یزید کی بیعت بھی نہیں فرمائی تھی۔ امیر معاویہ نے وصیت میں جہاں اہل عراق کی بغاوت کا یقینی ہونا ظاہر کیا تھا۔ وہیں امام علیہ السلام کے متعلق خصوصًا قرابت رسول صلعم کا لحاظ کرنے اور خواہ وہ کچھ بھی کریں ان کو ضرر و تکلیف نہ پہنچانے کی تاکید کردی تھی خدا کی قدرت امیر شام کا گمان امر واقعہ ہوگیا یعنی اہل عراق نے سب سے پہلے بغاوت کرنے کی سازش کی۔ اور دوسرے شیعیان بصرہ و شیعیان حجاز و جمیع بلاد بھی اس سازش میں در پردہ شریک تھے۔ یزید نے تخت حکومت پر قدم رکھتے ہی جب ان سازشوں اور بغاوتوں کا ماجرا سنا ہوگا تو بتقاضائے بشریت اسکو ضرور سخت ناگوار گذرا ہوگا اور حکومت و ریاست ہے بھی ایسی چیز کہ اس کی خاطر اپنے سگے بھائیوں کو قتل کیا جاتا ہے بیٹا باپ کا دشمن اور باپ بیٹے کا دشمن ہوجاتا ہے۔ دور نہ جاؤ اپنے علاقوں شہروں اور دیہاتوں میں بلکہ اپنے ہی گھروں میں دیکھ لو۔ ذیلداری سے لیکر نمبرداری تک بلکہ میونسپل کمیٹی کی چندروزہ ممبری کے انتخاب پر کس طرح باہم عناد اور جھگڑے اور فساد ہوتے ہیں۔ اگر ایک پارٹی کا دوسری پارٹی پر بس چل سکے تو ہرگز اسکو زندہ نہ چھوڑیں۔ چہ جائیکہ ایک شخص ملک شام کا بادشاہ مطلق العنان ہو پھر اسکو کیسے گوارا ہوسکتا ہے کہ اہل عراق بغاوت کریں اور اسکو معزول کرکے ایک دوسرے شخص کو خواہ وہ امام ہی کیوں نہ ہوں حکومت ملک شام کی

سونپ دینا چاہیں یہ ناگواری تو ظاہر ہے اور چند روزہ حکومت و سرداری کیلئے ہے جس کی حرص سے مشکل کوئی انسان بچ سکتا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مذہبی اور دائمی خلافت میں دوازدہ امام میں سے بھی جو تقاضائے بشریت اور حسد و حرص سے مبرا اور معصوم مانے جاتے ہیں ایسے امام ہوئے ہیں جنکے اپنے بھائیوں اور بھتیجوں اور چچاؤں کے ساتھ ادعائے امامت پر سخت مقابلے ہوئے ہیں اور ایسے مدعیان امامت کو بلحاظ قرابت نہایت سخت الزام وارتکاب سے متہم کیا گیا ہے۔ چنانچہ پہلے اماموں کو چھوڑ کر آخری امام کو ہی لے لو۔ یعنی حضرت صاحب الزمان ابن حضرت حسن العسکری ؑ لکھا ہے کہ حسن عسکری ؑ کے ایک بھائی جعفر تھے اور انھوں نے چاہا تھا کہ بعد اپنے بھائی کے امامت مجھ کو مل جائے۔ حالانکہ حسن عسکری ؑ اپنے بیٹے امام مہدی ؑ کو امامت دینا چاہتے تھے۔ اسی قصور پر بیچارے جعفر کو جعفر کذاب کہا گیا اور صرف یہی نہیں بلکہ ان کو زنانہ مزاج۔ قمار باز۔ شرابخوار طنبور بجانیوالا کہا گیا ہے۔ یہ روایت نہ صرف پہلے شیعوں کی کتابوں میں ہے بلکہ پنجاب کے مجتہد علامہ حائری نے کتاب غایۃ المقصود میں بھی اس کی تصدیق فرمائی ہے۔ دیکھو غایۃ المقصود جلد ۳ ص ۱۰۶ و ص ۱۰۱ و جلد ۲ ص ۱۴۲ مطبوعہ شمس الہند لاہور۔ پس جب معصوم گروہ میں رشک اور حفاظت حقوق کا اس قدر جوش ہو تو غیر معصوم انسان تو ایک حد تک معذور ہی ہوگا

اس تمہید سے راقم کا یہ مقصود نہیں ہے کہ یزید کو نیکوکاروں میں شمار کیا جائے۔ بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ آیا وہ سراسر فسق و فجور میں ہی مخمور رہتا تھا یا اس میں کوئی مردانہ ہمت یا اسلامی جوش بھی ذرا ظہور تھا یا نہیں میں نے اسکے ذاتی اخلاق کے متعلق بہت کم تحقیق کی ہے اور اس کے

نام کے ساتھ جو عالمگیر نفرت دنیائے اسلام میں چلی آتی ہے اس میں چون وچرا کی ضرورت نہیں سمجھی۔ البتہ ناسخ التواریخ کے مطالعہ کے وقت ایک واقعہ نظر سے گذرا جس سے اس کمبخت کے اسلامی جوش کا بھی کچھ پتہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ امیر معاویہ نے اسکو فتح قسطنطنیہ کی مہم پر ایک لشکر پر سپہ سالار کرکے روانہ کیا تھا اسی لشکر میں حضرت ابوایوب انصاری بھی تھے جو معرکہ جنگ میں نصاری قسطنطنیہ کے ہاتھ سے شہید ہو گئے تھے۔ فوت ہو جانے سے پیشتر انھوں نے ایک نہایت عمدہ حدیث رسول صلعم کی روایت فرمائی جس کا مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان مرجائے اور اس نے ساری عمر میں کسی چیز کو خدا کا شریک نہ بنایا ہو تو وہ داخل جنت ہو گیا۔ پھر ان کے کفن دفن سے جب فراغت پائی تو یزید نے بلند آواز سے نصاریٰ کو خطاب کیا کہ اس بزرگ صحابی رسول صلعم کے مدفن کو تم دیکھ رہے ہو خدا کی قسم اگر تم نے اس کی قبر کی بےحرمتی کی تو یاد رکھو کہ جس قدر گرجے ملک اسلام میں ہیں میں ان کو گرادونگا اور عربوں کی مملکت میں کبھی ناقوس نہیں بجنے پائیگا۔ اب ناسخ التواریخ کی اصلی عبارت خلاصۃ یہاں نقل کی جاتی ہے:۔

ذکر وفات ابوایوب انصاری

وہم دریں سال معاویہ بن ابی سفیان فرزندش یزید را مامور بہ فتح قسطنطنیہ نمود و او را با لشکرے در خور جنگ رواں داشت پھر وفات ابوایوب انصاری کا حال لکھ کر لکھتا ہے۔ قال سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول من مات ولم یشرک باللہ شیئاً دخل فی الجنۃ۔ دفن کے بعد لکھا ہے یزید بانگ برداشت یا اھل القسطنطنیہ ھذا رجل من اکابر اصحاب محمد نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقد دفناہ حیث ترون وواللہ لئن تعرضتم لہ لاھدمن کل کنیسۃ فی ارض

الاسلام ولا یضرب ناقوس بارض العرب ابدا جلد ششم کتاب دوم ص۴۶

ابن زیاد کی زیادتی خلاف ہدایات تھی

واقعہ شہادت میں اگر بلا وجہ یزید کی طرف سے پیشقدمی ہوتی تو بیشک وہ پورا مجرم تھا لیکن واقعات نے ثابت کردیا ہے کہ پیشقدمی شیعیان کوفہ نے کی۔ پھر حکومت کی طرف سے انسداد شورش وفساد کے واسطے جو کوشش کی گئی وہ لازمی تھی۔ البتہ زیادتی ابن زیاد نے کی کہ برخلاف حکم یزید انکار بعیت پر گھبرا کر امام حسین علیہ السلام کو بجائے زندہ پکڑ کر کے لیجانے کے آپ کے اور دوسرے نوجوانان اہلبیت کے سر کاٹ کر یزید کے پاس بھیجدیئے چنانچہ ابن زیاد کی اس جلد بازی پر یزید بہت خفا ہوا اور اس نے سر دربار اس کو کہا میں نے تجھ کو کب کہا تھا کہ حسینؓ کو شہید کر دینا اور وہ نہایت پشیمان ہوا اور اس واقعہ پر ایسا رویا کہ کوئی مجرم بھی نہیں روتا۔ نہ صرف اس نے ابن زیاد کو ملامت کی ہے بلکہ شمر کو بھی سخت ملامت کی ہے۔

یزید کا گھر سب سے پہلے ماتم کدہ بنا

اس نے اپنے محل کو جس کو عشرت کدہ خیال کیا جاتا ہے سب سے پہلے ماتم کدہ بنایا اور اپنے حرموں کو کہا کہ اہلبیت کے حرم ہائے محترم کے ساتھ مل جل کر امام مظلوم کا ماتم کرو۔ گویا کہ اسلامی دنیا میں سب سے پہلا تعزیہ دار یزید ہے۔ ویسے تو شیعہ اپنے آپ کو بڑا موحد کہتے ہیں اور خدا کو تمام صفات کاملہ کے ساتھ خدا مانتے ہیں اور ساتھ ہی امام کی تعزیہ داری اور اشکباری کے ثواب میں یہاں تک غلو کرتے ہیں کہ ایک قطرہ بہانے سے بھی انسان کے سب گناہ دور ہو جاتے ہیں ہم شیعہ عقاید کی پختگی اور صداقت کے امتحان کیلئے دکھینا چاہتے ہیں کہ اگر خدا واقعی غفور الرحیم اور گناہگاروں کی توبہ قبول کرنے والا اور امام پر رونیوالوں

کی سیاہ کاریوں سے درگذر کرنیوالا ہے تو فرمائیے کہ آیا وہ یزید کو بھی بخش سکتا ہے یا نہیں ؟ اور پھر یزید نے جو سب سے پہلے امام کا تعزیہ دار بنا اور زار زار رویا وہ بھی جہنم کی آگ سے نجات پائیگا یا نہیں ؟ ورنہ یہ کیا عقیدہ ہے کہ دوسرے شیعہ خواہ شراب پئیں شطرنج کھیلیں۔ زنا کریں۔ لوگوں کی حق تلفیاں کریں گویا سارے کام یزید کے سے کریں تب بھی ان کا مصیبت امام پر رونا ان کی بخشش کی ضمانت ہو لیکن یزید کے لئے وہی رونا کچھ کارگر نہ ہو۔

آمدم بر سر مطلب پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یزید نے تخت پر بیٹھتے ہی مدعیان خلافت سے بیعت کی استدعا کی تھی جن میں سے ایک امام حسین علیہ السلام بھی تھے۔ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کے بیٹوں نے بیعت سے انکار کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور اسکے بعد نہ حکومت کی طرف سے ان سے کسی نے تعرض کیا نہ انھوں نے کوئی مخفی یا آشکارا کوشش خلافت کے حاصل کرنے کی کی۔ باقی رہے حضرت امام حسینؑ اور حضرت عبداللہ ابن زبیر۔ سو عبداللہ ابن زبیر کی بابت پہلے سے یزید کو بے اطمینانی تھی اگر اس درمیان میں اہل عراق امام حسینؑ کو طلب کرنے کی بابت خط و کتابت نہ کرتے اور ادھر امام بھی مسلم کو بیعت لینے کے واسطے کوفہ میں روانہ نہ فرما دیتے تو یزید اغلباً عبداللہ ابن زبیر سے جبراً بیعت لینے اور ان کو قتل کروانے میں پیشقدمی کرتا لیکن بیوفا کوفیوں نے جلد بازی کر کے پہلے امام کو ہی سب سے زیادہ دشمن سلطنت اور مدعی خلافت ثابت کر کے حکومت کو اس آتش فتنہ کے فرو کرنے کی طرف متوجہ کر دیا اور اس وقفہ میں عبداللہ بن زبیر کو اپنی خلافت کا بندوبست کرنے کا موقع دیدیا گیا۔ اور پھر حکومت کو زیادہ تر توجہ اسواسطے ہوگئی کہ یزید کو خبر گئی کہ امام حسینؑ علیہ السلام حرمین شریفین کو چھوڑ کر بذات خود کوفہ

کی طرف چلے آتے ہیں پھر کیا تھا یزید نے ابن زیاد کو تاکیداً لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ امام حسینؑ متوجہ عراق ہوئے لازم ہے کہ ان پر راہیں بند کر کے فتح و ظفر میں سعی و کوشش بلیغ کر۔ یزید خود پایہ تخت شام (دمشق) میں تھا اور وہاں سے اس قدر فوج و باربرداری و سامان حرب کا بندوبست فوراً مشکل تھا کہ تمام عراق کے مقابلہ کیلئے کافی ہو۔ اسواسطے

ابن زیاد کون تھا

اس نے ابن زیاد جیسے چالاک واقفکار اور ہوشیار آدمی کو ان سب مشکلات کے حل کرنے کیلئے انتخاب کیا ہوگا اور ساتھ ہی چونکہ اہل عراق کی بیوفائی اور ایمان فروشی کا اسکو اپنے باپ کے وقت سے پورا تجربہ اور مشاہدہ ہو چکا تھا اس کو یہ بھی گونہ تسلّی ہوگی کہ ابن زیاد جیسا آدمی ان کو حیلہ اور طمع سے آخر رام و فریفتہ کر لیگا اسواسطے اس نے حسب دلخواہ فوج کشی کا اہتمام چنداں ضروری نہ جانا ہوگا۔ اور پھر یہ انتخاب اسواسطے بھی موزوں ہوگا کہ ابن زیاد کا باپ زیاد حضرت علیؑ کی خلافت میں ان کا گورنر رہ چکا تھا اور ان کا اپنا انتخاب تھا۔ اور شیعہ بھی تھا۔ جیسا کہ علامہ مجلسی نے زیاد کے قتل عام والی روایت میں دبی زبان سے اس کے شیعہ ہونیکا اقرار بھی کیا ہے اب یہ عبید اللہ جو اسی زیاد کا بیٹا ہے اپنے باپ کی طرح ضرور شیعہ ہوگا اور اسی واسطے اکثر شیعیان عراق کے حالات سے واقف ہوگا۔ اسواسطے بہ نسبت کسی غیر شیعہ کے منتخب کرنے کے ابن زیاد کا تقرر ہی اہل عراق کے انسداد کے لیئے اولیٰ تر خیال کیا گیا چنانچہ ابن زیاد کو کوفیوں کے بدراہ کرنے میں حسب دلخواہ کامیابی بھی ہوگئی۔ ادھر شیعیان حسینؑ کو شیعیان یزید بنا لیا اُدھر حضرت مسلمؑ کو ان ہی اشقیا کے ہاتھوں سے شہید کروایا۔ باقی رہے امام اب ان کو کوفہ تک نہ آنے دینے اور راستہ میں ہی روک دینے کے

واسطے ان ہی کوفیوں کو تعینات کرتا ہے۔ ابن زیاد کے لشکر کی تعداد کی بابت پہلے بروایت ابو مخنف لکھا گیا ہے کہ اسی ہزار تھی اور یہ سب لوگ کوفی تھے نہ ان میں کوئی شامی تھا نہ حجازی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس تعداد کثیر کو مختلف سرداروں کے ماتحت مقرر کیا گیا۔ جنمیں سے ایک کا نام حر بن یزید ریاحی ہے جنکو عام طور پر حر شہید کہتے ہیں جب امام حسین علیہ السلام منزل بمنزل کوفہ کی طرف آرہے تھے۔ ابھی کربلا سے دو تین منزل اُدھر تھے کہ ابن زیاد کو ان کے قریب آجانے کی خبر پہنچی تو اس نے حر بن یزید ریاحی کو امام سے روکنے کیلئے ایک ہزار لشکر سپرد کر کے کوفہ سے روانہ کر دیا۔ حر مع ہزار سوار کے عین شدت گرما میں قریب لشکر سید الشہداء علیہ السلام پہنچا اور صف آرا ہوئے دونوں لشکروں نے بمقابل خیمے نصب کر دئیے۔ علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ جب وقت نماز ظہر ہوا اور حضرت نے حجاج بن مسروق کو فرمایا اذان نماز کہے جب وقت اقامت ہوا سید الشہدا باجامہ و نعلین و ردا خیمہ سے باہر آئے اور دونوں لشکروں کے درمیان کھڑے ہو کے حمد و ثنائے الٰہی بجالائے اور فرمایا۔ ایھا الناس میں تمھاری طرف نہیں آیا مگر جبکہ تمھارے خطوط

شیعیان حسینؑ کا اپنے عہد سے پھرنا

متواتر اور تمھارے قاصد پے در پے میرے پاس پہنچے تم نے لکھا کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائیں کہ ہمارا امام و پیشوا کوئی نہیں ہے شاید خدا ہم کو اور آپ کو حق و ہدایت پر متفق کرے۔ اگر تم اپنے عہد و گفتار پر برقرار ہو مجھ سے پیمان تازہ کر کے میرا دل مطمئن کرو اور اگر اپنے گفتار سے پھر گئے اور عہد و پیمان کو شکست کر دیا ہے اور میرے آنے سے بیزار ہو میں اپنے وطن واپس جاتا ہوں۔ ان مکاران غداران اور بیوفانے کچھ جواب نہ دیا

پس حضرت نے موذن سے فرمایا اقامت نماز کہو اور حر سے فرمایا اگر تم چاہو
اپنے لشکر کے ہمراہ نماز ادا کرو۔ حر نے کہا میں آپ کے عقب نماز پڑھونگا
پس جناب امام حسینؑ آگے کھڑے ہوئے اور دونوں لشکروں نے عقب
آنحضرت نماز ادا کی اور بعد ادائے نماز دونوں لشکر اپنی اپنی جگہ چلے گئے
جب وقت نماز عصر ہوا پھر حضرت آگے کھڑے ہوئے اور دونوں لشکروں کو
نماز پڑھائی اور بعد فراغت اپنا روئے مبارک بجانب لشکر کیا اور فرمایا
ایہا الناس اگر خدا سے ڈرو گے اور حق ذیحق کا پہچانو گے تم سے خدا
خوش ہوگا اور ہم چونکہ اہلبیت رسالت اور بہ علم و کمال و عصمت و جلالت
موصوف ہیں خلافت کے زیادہ تر اس گروہ سے سزاوار ہیں جو ناحق
دعوٰۂ ریاست کرکے تم میں بہ جور و ظلم سلوک کرتے ہیں۔ اگر جہالت و
ضلالت میں تم راسخ ہو اور رائے تمہاری اس سے جو کچھ مجھے لکھا پھر گئی ہے
میں بھی واپس جاتا ہوں۔ حر نے جواب دیا بخدا سوگند مجھے ان خطوط اور
قاصدوں کی جیسا کہ آپ فرماتے ہیں مطلق خبر نہیں ہے۔ حضرت نے
عقبہ بن سمعان سے فرمایا کہ وہ خرجیاں جن میں خطوط ہیں لے آؤ۔ جب
خرجیاں لائے۔ خطوط کوفیان بیوفا سے بھری ہوئی تھی۔ حر نے کہا
مجھے ان خطوط کی اطلاع نہیں ہے۔ مجھے ابن زیاد نے مقرر کیا ہے
کہ جب آپ سے ملاقات کروں جدا نہ ہوں تا وقتیکہ آپ کو ابن زیاد
پاس نہ لیجاؤں۔ حضرت نے فرمایا جب تک زندہ ہوں یہ ذلت مجھے
گوارہ نہ ہوگی۔ پس اصحاب کو حکم دیا سوار ہوں۔ جب حودجہائے حرم
محترم اونٹوں پر بند ھگئیں حضرت پائے مبارک رکاب میں رکھ کے سوار
ہوئے۔ جب چاہا واپس جائیں۔ لشکر مخالف نے راستہ روک لیا حضرت

نے فرمایا تیرا مطلب کیا ہے؟ حر نے کہا میں چاہتا ہوں آپ کو ابن زیاد
پاس لے چلوں۔ حضرت نے فرمایا میں تیری اطاعت نہ کرونگا۔ حر نے
کہا میں بھی دست بردار نہ ہونگا جب درمیان میں طول سخن ہوا حر نے کہا مجھے
حکم نہیں ہے کہ آپ سے جنگ کروں اگر آپ کو کوفہ جانا منظور نہیں ہے تو
مدینہ دوسرے راستہ سے جائیں کہ میں کل کیفیت ابن زیاد کو لکھوں شاید
کوئی ایسی صورت نکل آئے کہ میں آپ ایسے پیشوا سے بہ محاربہ مبتلا نہ ہوں
حضرت نے بضرورت راہ قادسیہ سے جانب دست چپ توجہ کی اور وہ
لشکر ضلالت اثر ہمراہ ہوا۔ حر نے قریب امام حسینؑ آ کے کہا۔ یا حضرت
آپ کو میں قسم دیتا ہوں کہ اس گروہ سے مقاتلہ نہ کیجئے گا ورنہ قتل ہو جائیگا
حضرت نے فرمایا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ راہ خدا میں مارا جانا
اور خوشنودی حق تعالیٰ میں شہید ہونا اس کی مجھے بڑی آرزو ہے اور
میں بحکم خدا ان منافقین سے مقاتلہ کرونگا۔ اور مر جانے سے مجھے پروا نہیں
ہے۔ جب حُر نے جانا کہ سمجھانا کچھ مفید نہیں ہے اور حضرت ارادہ مخالفت
و مخاصمت اس لشکر سے مصمم رکھتے ہیں اپنے لشکر سے ملحق ہوا اور ہمراہ
حضرت چلے تا آنکہ قصر بنی مقاتل (نام منزل) میں نزول اجلال فرمایا۔
جلاء العیون ص ۵۳۵ باب ۵ فصل ۱۴۔

اس روایت سے کئی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ امام علیہ السلام
نے نماز ظہر و عصر کو اپنے اپنے وقت پر پڑھا۔ حالانکہ موقع سفر اور خوف
جنگ دونوں کا ہے اور آجکل کے شیعہ بلا وجہ دو دو نمازوں کو ملا کر
پڑھنا خاص مذہب اہلبیت کرام کا ظاہر کرتے ہیں۔
دوم دونوں وقت کے خطبوں سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ

جن شیعوں نے امام کو بلایا تھا وہی امام کی گرفتاری کے واسطے بھی لشکر ابن زیاد میں داخل ہو کر حر کے زیر کمان آئے تھے جبھی تو امام انکو خاص طور پر مخاطب فرماتے ہیں۔ گویا وہی شیعیان حسینؑ ہی قاتلان حسینؓ ہیں پھر کسقدر بے انصافی ہے کہ قاضی نور اللہ شوستری کے دار القضاۃ قتل حسینؓ کا فتویٰ مہاجرین و انصار جو سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے تھے ان کے نام پر جاری کیا گیا ہے اور جناب فاروق کو خاص طور پر ملزم شہادت امام حسینؓ کا گردانا گیا ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر اس امر کا ذکر کر کے ایک شعر بھی انھوں نے جڑ دیا ہے۔ دیکھو مجالس المومنین ص ۱۶۳ س ۵ بر عمر باد کہ آئین جفا از پیش او دست ؎ قتل مظلومان دشت کربلا از پیش او دست

سوم حضرت کا یہ فرمانا کہ اگر تم اپنے عہد و پیمان سے برگشتہ ہو گئے ہو تو میں واپس جاتا ہوں اگر حر سدّ راہ نہ ہوتا تو حضرت ضرور واپس مدینہ کو چلے جاتے۔ اس قول امام سے ظاہر ہوا کہ اس سے پہلے کربلا میں جا کے شہید ہو جانے کا کوئی حکم خدا و رسولؐ کی طرف سے نہ تھا اور نہ آپکو آیندہ کا علم تھا ورنہ ہر دفعہ اس سفر سے واپس ہو جانیکا ارادہ ظاہر فرمانا آپ کی علو ہمتی اور راضی برضا ہونے کے کسی قدر تناقض ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ باوجود پے در پے خلاف امید واقعات پیش آنے کے آپ ہر دفعہ بیوفا اہل کوفہ پر حسن ظن کا اظہار فرماتے ہیں اور آخر تک ان کو تلافی مافات کے موقع دیتے رہتے ہیں مگر مشیت خداوندی میں جنکو کوفی لایوفی کا دائمی شرمناک کلنک مقدر تھا کس طرح وہ ایسے قدر شناس امام کی امداد میں نیکنامی و سرخروئی حاصل کر سکتے تھے۔ اس موقع پر ایک روایت ناسخ التواریخ سے نقل کیجاتی ہے جس سے امام کی عالی حوصلگی اور کوفیوں کی پرلے درجہ کی

سفاہت وکمینہ پن اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ کوفی لوگ اہلبیت کے عادی دشمن تھے
واگر شمارائے دگرگوں کنید و عہد بشکنید و گل بیعت از گردن فرونہید قسم بجان
من از شما شگفت نباشد چہ با پدر من علیؑ و برادر من حسنؑ و پسر عم من مسلمؑ ہمچنیں
نکردید فریفتہ کسے ست کہ بہ عہد و پیمان شما مغرور شود و آنکس کہ نکوہیدہ کار کند
آں نکوہش بروے باز گردد و زود باشد کہ خداوند مرا از شما بے نیاز گرداند
صنٓا کاش کہ امام علیہ السلام پر کوفیوں کی قدیمی بیوفائی کا جو حال اسوقت
آکر روشن ہوا حرفاً تشریف میں ہی روشن ہوجاتا۔
چہارم یہ کہ قتل حسینؑ اگر بڑا بھاری جرم ہے تو اسکے مجرم وہی کوفی ہیں
جنھوں نے سیکڑوں ہزاروں خطوط امام کو لکھ لکھ کر آمادۂ جنگ کیا یا
اس جرم کی تیرگی اس گروہ پر پڑتی ہے جو ان کوفیوں کا ہم مشرب ہے۔
پنجم یہ کہ حر شہید جو ابن زیاد کی طرف سے امام کو کوفہ نہ آنے دینے کی
خدمت پر متعین ہے خود صاف طور پر امام کی خدمت میں عرض کرتے ہیں
کہ مجھے آپ سے جنگ کرنے کا حکم نہیں ہے ملکی شورش کے وقت ایسا
گمزور حکم ابن زیاد کی اپنی طرف سے نہیں ہوسکتا بلکہ صاف ظاہر ہے کہ
یہ حکم خود یزید کی طرف سے ہوگا۔ اور یزید کو اپنے باپ امیر شام کیطرف
سے آخری وصیت میں تاکید کی گئی تھی کہ امام کو کسی حالت میں بھی کوئی ضرر و
تکلیف نہ پہنچانا۔ یہ مراعات ظاہر کرتے ہیں کہ امیر شام اور یزید کو امام کے ساتھ
ذاتی بغض وعناد نہ تھا بلکہ جو کچھ بھی زیادتی اس بارہ میں ظہور پذیر ہوئی وہ کوفیوں کی
شورش کی وجہ سے تھی۔ اس موقعہ پر اور ایک روایت علامہ مجلسی نے لکھا ہے
کہ امام نے فرمایا تھا بادشاہی بنی امیہ کو سزاوار نہ ہوگی جب تک مجھے
قتل نہ کریں گے اور بیشک مجھے قتل کریں گے جب مجھے شہید کرینگے اور اوّل

اس امت میں سے علانیہ بزجر و قہر قتل کرینگے میں اور میرے اہلبیت ہونگے اور بعد میرے بنی ہاشم ہمیشہ محنت و مصیبت میں رہینگے تا آنکہ قائم آل محمدؐ ظہور کریں۔ جلاء العیون ص۴۵۵

اگر یہ روایت درست ہو تو آجتک جس قدر سادات کو ہند اور پنجاب اور ایران و مصر وغیرہ ممالک میں سلطنت و ثروت حاصل رہی اور ہے یا تو تسلیم کرنا پڑیگا کہ دراصل نعوذ باللہ وہ بنی ہاشم نہ تھے اگر واقعی بنی ہاشم سے تھے تو امام نے خلاف واقعہ پیشینگوئی فرمائی۔ لیکن امام کی ذات پر یہ بہتان ہے خود یہ روایت اور ایسی بیسوں روایتیں خلاف اصل اور وضعی بعد میں چالاک لوگوں نے گھڑ کر مشہور کر دی ہیں۔

جواب (واللہ متم نورہ)

معاویہ ہی نے امام حسنؑ کو زہر دغا سے اور امام حسینؑ کو تیغ بے جفا شہید کرایا

آپ کا یہ لکھنا کہ "اہل عراق نے معاویہ کی زندگی ہی میں بغاوت کرنے اور بغاوت پھیلانے کی ٹھان لی تھی اور امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں خروج کرنے کی تحریک بھی کر دی تھی"۔ محض آپ کا فریب و سخن سازی ہے اوپر دکھایا جا چکا ہے کہ صلح کے وقت جب معاویہ امام حسینؑ سے بیعت لینے پر مصر ہوا تو امام حسنؑ نے صاف کہدیا کہ حسینؑ بیعت نہ کرینگے حتی کہ وہ اور ان کے اہلبیت شہید ہو جائیں۔ معاویہ نے اسی وقت سے صلحنامہ کو بیکار سمجھا اور اپنے دل میں ٹھان لیا کہ دونوں بھائیوں یعنی حسنینؑ قرۃ العینین رسول الثقلینؐ کا خاتمہ کر دے بغیر اس کے سلطنت کو استقلال نہیں ہے۔ چنانچہ امام حسن علیہ السلام کو زہر دغا سے شہید کرایا۔ دیکھو تاریخ مراۃ العجایب

شیخ ابو عبداللہ محمد۔ ربیع الابرار[2] زمخشری۔ تاریخ[3] ابو الحسن مدائنی۔ استیعاب[4]
ابن عبدالبر مکی۔ تذکرہ[5] خواص الامہ ابن سبط جوزی۔ تہذیب[6] الکمال مذی۔
تہذیب[7] التہذیب ذہبی۔ مختصر[8] فی اخبار البشر۔ تاریخ[9] ابو الفدا۔ حسن[10] السریرہ
عبدالقادر محمد بن طبری۔ تاریخ خمیس[11]۔ حیواۃ[12] الحیوان دمیری۔ منزل[13] الابرار۔
مفتاح[14] النجا۔ مستطرف[15]۔ ثمرۃ[16] الاوراق وغیرہ صدہا کتابوں میں مذکور ہے
یہاں صرف سبط ابن جوزی کی عبارت خواص الامہ سے نقل کیجاتی ہے

قال الشعبی انما دس الیها ای جعدہ فقال سمی الحسن و ازوجک یزید و اعطیک مائة الف درهم۔ یعنی معاویہ نے جعدہ کو بہکایا اور کہا کہ تو امام حسنؑ کو زہر دیدے تو تجھ کو یزید کی زوجہ بناؤنگا اور لاکھ درہم دونگا" امام حسنؑ کو شہید کرانے کے بعد امام حسینؑ کو تیغ جفا سے شہید کرایا۔

آپ لکھتے ہیں کہ معاویہ کو اپنے گذشتہ بار بار تجربوں سے پورا یقین تھا کہ اہل عراق حسینؑ کو ضرور ہمارے برخلاف اکسائینگے" ارے صاحب! تجربہ نہیں بلکہ خود معاویہ کا ایسا ہی بندولبست تھا کہ اہل عراق سے خطوط بھرا اپنی مخالفت میں لکھوا کر فرزند رسولؐ کو اپنے قابو میں لائے اور شہید کرادے جیسا کہ اوپر بوضاحت دکھایا جاچکا ہے۔ بتائیے تو مسلم بن عقبہ کو واقعہ حرہ کے لئے کس تجربہ کی بنا پر منتخب کیا تھا؟ اور اگر مسلم بن عقبہ کو اس کام کیلئے آمادہ اور تعلیم نہ کر رکھا تھا تو اس کی تخصیص کی کیا وجہ تھی؟ آپ کے امیر معاویہ کو اپنے خفیہ بندولبست اور مکاری سے کامیابی حاصل کرنیکا البتہ پورا تجربہ تھا۔ طلحہ اور زبیر کو اکسا کر حضرت علیؑ سے لڑایا صفین میں شکست پر شکست کھانے پر عیاری سے نیزوں پر قرآن بلند کرکے حضرت علیؑ کی فوج میں بغاوت پھیلادی اور بہتوں کو خارجی بنادیا۔ امام حسنؑ سے

جب مقابلہ کی نوبت آئی تو جیسا کہ تاریخ ابن واضح میں ہے۔ معاویہ نے یہ
مکاری کی کہ ایک شخص کو مداین بھیجا جہاں امام حسنؑ مقیم تھے اور وہاں اس
سے یہ جھوٹ مشہور کرایا کہ امام حسنؑ کے سپہ سالار قیس ابن سعد نے معاویہ
سے صلح کرلی اور اسی طرح دوسرے شخص کو قیس کے لشکر میں بھیجکر مشہور
کرادیا کہ امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کرلی جس سے دونوں جگہ اضطراب
وانتشار پیدا ہوگیا۔ اور تاریخ کامل میں ہے کہ مداین میں قیس کے قتل کی
خبر مشہور کرادی۔ علیٰ ہذا ایسی ہی چالبازی سے امام حسینؑ کے قتل کا بندوبست
کررہا تھا لیکن موت نے اس کو مہلت نہ دی مجبوراً اپنے مرنے کے وقت
جو کچھ قتل حسینؑ کا بندوبست کیا تھا اپنے بیٹے یزید کو بطور راز کے سمجھا گیا
کہ اہل کوفہ حسینؑ کو خط لکھ کر طلب کرینگے اور تنہا چھوڑ دینگے اور بعد شہادت
حسینؑ اگر مدینہ میں انقلاب واقع ہو تو اس کے انسداد کے لئے مسلم بن
عقبہ کو بھیجنا۔ ایسی خفیہ کارروائی اور مکاری کا آپ کے امیر معاویہ کو ابتدا سے
انتہا تک پورا تجربہ تھا۔ اس کے ہم بھی قایل ہیں۔
آپ لکھتے ہیں کہ دیکھ لو ذیلداری سے لیکر نمبرداری تک بلکہ میونسپل کمیٹی
کے چند روزہ ممبری کے انتخاب پر باہم عناد و جھگڑے اور فساد ہوتے
ہیں۔ اگر ایک پارٹی کا دوسری پارٹی پر بس چل سکے تو ہرگز اسکو زندہ
نہ چھوڑے۔" ابو الآمنہ صاحب اشاباش یہ بات آپ نے سچ کہی۔
انتخاب کا اصول اسلام میں خلافت کیلئے قائم کرکے باہم عناد اور جھگڑے
اور فساد پھیلانے اور ایک پارٹی کو دوسرے کے خون کا پیاسا بنانے
کے بانی آپ کے شیخین صاحب ہی تو ہیں۔ اسی اصول نے اسلام
میں تہتر فرقے بنا دیئے۔ اسلام کو بدنام کر دیا اور خاندان رسالتؐ

کو تباہ و برباد کر دیا۔ میونسپلٹی کے انتخاب شدہ ممبر تو چار یا پانچ برس نہیں تو کم سے کم تین برس رہتے ہیں ابوبکر تو اپنے انتخاب کے اصول سے اتنا بھی فائدہ نہ اٹھا سکے۔ ڈھائی برس میں زندگی ہی سے ریٹائر ہونا پڑا۔ رہا یہ جواب آپ نے یزید کی برأت کے لئے اصول قائم کیا ہے کہ حکومت و ریاست کیلئے سب ایسا کرتے ہیں تب تو نمرود و فرعون و شداد و ہامان حتے کہ شیطان پر بھی کسی طرح کا الزام عاید نہیں ہو سکتا ہے۔ غضب تو یہ ہے کہ اسلام کو آپ نے میونسپلٹی بنایا ہے۔ افسوس! نہ آپ خدا کو سمجھتے ہیں نہ رسولؐ کو نہ اسلام کو۔ بقول مشیر؎ دربار ذوالجلال کو کلکتہ کر دیا۔ آپ کے اس استدلال سے صاف کھل گیا کہ کوفی وغیرہ کچھ نہ تھے۔ معاویہ اور یزید کے مظالم چھپانے کیلئے کوفیوں کی آڑ پکڑی جاتی ہے۔ یہ سب بند و بست خود معاویہ کا اپنی اور اپنی اولاد کی ریاست و حکومت قائم رکھنے کے لئے تھا۔ اسی طمع حکومت و ریاست میں اپنے مکر و حیلہ و بند و بست سے حسنینؑ کو شہید کرایا۔ اب کوئی شک نہ رہا کہ قاتلان حسینؑ معاویہ و یزید تھے۔ آپ نے اپنا عقیدہ بھی ظاہر کر دیا کہ حکومت و ریاست ہے بھی ایسی چیز کہ اسکے مقابل میں خدا و رسولؐ انبیاء و اوصیاء۔ دین و ایمان کوئی شئے نہیں ہیں۔

؎ ہو نبی یا کہ وصی جنگ میں شرمانا گیا۔ لعنت ہے ایسے عقیدہ پر۔

آپ لکھتے ہیں کہ "حسن عسکریؑ کے ایک بھائی جعفر تھے اور انھوں نے چاہا تھا کہ بعد اپنے بھائی کے امامت مجھ کو ملجائے حالانکہ حسن عسکریؑ اپنے بیٹے امام مہدیؑ کو امامت دینا چاہتے تھے"۔ ابوالائمہ صاحب احسن دین و مذہب سے آپ واقف نہیں اس میں کیوں دخل در معقولات کرتے ہیں۔ مذہب شیعہ میں کوئی کسی کو اپنی ذاتی خواہش سے امام نہیں بناتا

نہ کسی کو اس کا اختیار رہے۔ امام بنص خدا و رسولؐ ہوتا ہے۔ جعفر معصوم نہ تھے اپنی غلط فہمی سے دعویٰ کیا تھا۔ جب سمجھے تو نادم اور تائب ہوئے۔ نیز جعفر نے بھی چونکہ اپنے گھر میں بزرگ تھے خیال کیا تھا کہ امامت ان ہی کو ہوگی جب حقیقت معلوم ہو گئی توبہ کر لی۔ ان لوگوں کا دعویٰ مثل دعویٰ خلافت شیخین و معاویہ و یزید کے نہ تھا کہ خصائص خلافت پائے جائیں یا نہ پائے جائیں لامحالہ خلیفہ مانو اور بیعت کرو ورنہ گردن ماری جائے گی۔ ہمیشہ کیلئے دنیا سے ناپید کر دیئے جاؤ گے اور نہ مثل ان لوگوں کے چالبازی سے خلافت حاصل کیجاتی اور نہ میونسپلٹی کے ممبران کے مانند انتخاب ہوتا تھا۔

یزید کے قبر ابوایوب انصاری کا احترام کرنے پر ابوالآمنہ کے تفاخر کا جواب

آپ نے بڑی کد و کاوش سے دن رات کی نیند حرام کر کے یزید کی تعریف میں اس کا جوش اسلامی دکھانے کیلئے صرف ایک واقعہ لکھا ہے کہ جنگ قسطنطنیہ میں جب ابوایوب انصاری شہید ہو گئے تو ان کے دفن کے بعد یزید نے نصاریٰ سے چلا کر کہا کہ اس بزرگ صحابی رسول صلعم کی قبر کی تم بیحرمتی کرو گے تو جس قدر گرجے ملک اسلام میں ہیں ان کو گرا دونگا اور ناقوس نہ بجنے دونگا" ایسا کلام دو حالت میں ہو سکتا ہے یا تو قبل میں نصاریٰ نے کسی صحابی رسولؐ کی قبر کی بیحرمتی کی ہو یا ابوایوب کی قبر کی بیحرمتی کرنے کی دھمکی دی ہو۔ لیکن اس روایت میں ایسا پایا نہیں جاتا ہی تب بلا وجہ اس طرح چلانا بجز حالت نشہ کے اور کچھ معلوم نہیں ہوتا ہے۔ البتہ ان کے پدر بزرگوار معاویہ جو صلیب پہنکر مرے انھوں نے شہدائے احد کی قبر کھدوا کر بیحرمتی کی تھی حتی کہ ایک کدالی حضرت حمزہ کے پائے مبارک میں لگی جس سے خون تازہ جاری ہوا (دیکھو طبقات ابن سعد و جذب القلوب

محدث دہلوی) شاید یزید کو حالت نشہ میں وہی اپنے باپ کی حرکت ناشائستہ خیال آگئی تھی کہ چلا رہا تھا ورنہ رسول ؐ سے تو پشت ہا پشت کی عداوت تھی ان کا کیا لحاظ کرتا اور ان کے نواسہ کو کیوں نہ قتل کرتا لیکن عثمان کو تو معاویہ اور یزید اپنا خلیفہ برحق سمجھتے تھے وہ بھی بنی امیہ سے تھے معاویہ کے عزیز قریب تھے وہ عرصہ تک محاصرہ میں رہے پیٹے گئے قتل ہوئے ہر چند معاویہ کو کمک کیلئے خط لکھا گئے نہ معاویہ آیا نہ یزید نہ کسیکو بھیجا۔ کیا یہ لوگ عثمان خلیفہ کو مثل اپنے بطور مولفۃ القلوب کے بھی مسلمان نہ جانتے تھے۔ ابوایوب کی قبر کا تو احترام کیا جائے۔ اور عثمان خلیفہ کیلئے کچھ نہیں؟ چراغ ہی تلے اندھیرا؟ کمک کو تو آئے نہیں لیکن جب خلیفہ جی قتل ہو کر مقبرۂ یہود ان میں دفن ہو چکے تو ان کی قبر کا یہ احترام کیا گیا کہ احاطہ دیگر یہودان کے مقبرہ سے علحدہ کر لیا (دیکھو تاریخ کبیر ابن جریر) اس مقام پر آپکا وہ شعر خوب چسپاں ہوتا ہے ؎

جب مر گئے تو آئے ہمارے مزار پر ... پتھر پڑیں صنم ترے ایسے پیار پر

افسوس! گرجے، ناقوس، نصاریٰ، یہود، کفار سب ممالک اسلام میں رہیں لیکن مسلمان تاوقتیکہ یزید کے ایسے غلام بن جانیکا اقرار نہ کریں کہ چاہے اپنی خدمت میں رکھے چاہے بیچ ڈالے دنیا میں کہیں رہنے نہ پائیں تہ تیغ کر کے ملک عدم کو پہنچا دیئے جائیں ؎ اے چرخ تیرے ظلم کی کچھ انتہا بھی ہے؟

ابوالآمنہ صاحب! شیطان تو بارہ ہزار برس تک سجدہ میں اور طاعت خدا میں رہا مگر ایک نافرمانی کرنے سے ہمیشہ کے لئے مردود ہو گیا۔ یزید کی تعریف میں ایک صحابی رسول ؐ کی قبر کی حرمت پر آپ کو وجد آگیا لیکن حسین ؑ جو گوشت اور خون رسول ؐ کے تھے ان کی آپ کو کچھ قدر نہیں اعلاوہ

واقعہ کربلا و غارتگری آل رسولؐ خدا کے واقعہ حرّہ کو دیکھیے جس میں مسجد و منبر رسولؐ کی بحرمتی کیگئی ہزاروں مہاجرین و انصار و قاریان قرآن قتل کیے گئے ان کی لڑکیوں کے ساتھ زناکاری کی گئی کسوت بیت اللہ آگ لگا کر پھونک دیگئی جیساکہ اوپر دکھایا گیا اور تمام مورخین لکھتے آتے ہیں جیسا ظلم اس یزید نے کیا نصاری یا یہود یا ہنود یا کسی غیر ملت والوں نے اپنے مقدس مقامات پر نہیں کئے ہیں۔ ایسے ظالم کی جو اسلام کی بیخکنی اپنے ابتدائے تخت نشینی سے مرتے دم تک کرتا رہا آپ حمایت کرتے ہیں جسکو کوئی فرقہ اسلام کا پسند نہیں کرتا نہ اس عقیدہ کے ساتھ آپ کا اسلام میں شمار ہو سکتا ہے۔

یزید کی پیشقدمی

آپ لکھتے ہیں کہ "اگر بلا وجہ یزید کی طرف سے پیشقدمی ہوتی تو بیشک وہ پورا مجرم تھا زیادتی البتہ ابن زیاد نے کی تھی کہ برخلاف حکم یزید انکار بیعت پر گھبرا کر امام حسین علیہ السلام کو بجائے زندہ پکڑ کر لیجانے کے ان کے اور دوسرے جوانان اہلبیت کے سر کاٹ کر یزید کے پاس بھیجدیئے چنانچہ ابن زیاد کی اس جلد بازی پر یزید بہت خفا ہوا اور اس نے سر دربار اس کو کہا کہ میں نے تجھ کو کب کہا تھا کہ حسینؓ کو شہید کر دینا اور وہ نہایت پشیمان ہوا اور اس واقعہ پر السیار رویا کہ کوئی مجرم بھی نہیں روتا نہ صرف اس نے ابن زیاد کو ملامت کی ہے بلکہ شمر کو بھی سخت ملامت کی ہے"۔

الو الامنہ صاحب! کوفیوں کی یا کسی کی پیشقدمی کی کیوں سخن سازی کر رہے ہیں؟ خون حسینؓ کا دھبہ یزید کے باپ اور دادا اور ان لوگوں کے دامنوں سے نہیں چھوٹ سکتا ہے۔ جنھوں نے بنی امیہ کی قوت کو جسے رسولؐ

نے توڑا تھا رسول ص کی بھی حاصل کردہ قدرت ان کو دیکر پہلے سے بھی کہیں زیادہ بڑھا دی اور خاندان رسالت کو ہر طرح ضعیف اور مجبور کر دیا ہے

خلافت کی ہوس میں چھوڑ بیٹھے حق کے آئین کو — بڑھایا آل زرقا کو گھٹایا آل یٰسین کو
اسی کا تھا نتیجہ کربلا کا واقعہ اب بھی — اسی سے رو رہے ہیں سب مسلمان دولت دیں کو

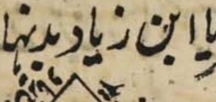
بنی ہاشم کے ساتھ جو بنی امیہ کو عداوت تھی اس سے غیر قوموں کے مورخین بھی بخوبی واقف ہیں اور سب لکھتے آتے ہیں کہ واقعہ کربلا اسی کا نتیجہ ہے یہ مقولہ زبان زد خلائق ہو گیا ہے کہ حسین ع بروز سقیفہ قتل ہوئے۔ چنانچہ معاویہ نے ایک خط محمد بن ابوبکر کو بجواب ان کے خط کے لکھا تھا اس کے چند فقرے بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔

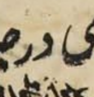
خلاصہ خط معاویہ بنام محمد بن ابوبکر

معاویہ محمد بن ابوبکر کو مخاطب کر کے لکھتا ہے:۔ "سن ہم سب جنمیں تیرے باپ بھی شامل ہیں علی ع ابن ابیطالب کا فضل اور ان کے حقوق کا لازم و مبرور ہونا اچھی طرح جانتے تھے مگر جب خدا نے اپنے رسول ص کو دین و محبت کے کامل و آشکار ہو جانیکے بعد اپنے پاس بلا لیا تو تیرے باپ اور ان کے فاروق ہی اول وہ شخص تھے جنھوں نے باہم اتفاق کر کے علی ع کے حق کو چھین لیا اور امر خلافت کے متعلق علی ع کی مخالفت کی .... تیرے باپ ہی نے استبدادی طریقہ سے اس کی ابتدا کی اور ہم سب ان کے اس فعل میں شریک رہے اگر تیرے باپ قبل ازیں ایسا برتاؤ عمل میں نہ لاتے تو ہم بھی علی ع کی مخالفت نہ کرتے بلکہ ان کے مطیع رہتے۔ لیکن جب کہ ہم نے تیرے باپ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تو ان ہی کی مثال ہم نے اختیار کی (دیکھو تاریخ مروج الذہب مسعودی)۔

خط وکتابت مابین عبداللہ ابن عمر و یزید

اب عبداللہ ابن عمر اور خود یزید کے درمیان جو خط وکتابت ہوئی اس کو بھی دیکھئے :- تاریخ بلاذری میں ہے "جب ذبیح اللہ حسینؑ ابن علیؑ شہید ہوگئے تو عبداللہ ابن عمر نے یزید ابن معاویہ کو لکھا کہ یہ تو مصیبت عظیم واقع ہوئی اور اسلام میں بڑا بھاری حادثہ حادث ہوا۔ کوئی دن مثل یوم قتل حسینؑ کے نہیں ہے۔ یزید نے اس کے جواب میں اسکو لکھا کہ اے احمق! ہم تو ایسے مکان میں آئے جو آرایشوں سے آراستہ ہے اور فرش بچھے ہوئے ہیں اور بلند تکئے لگے ہیں پھر ہم لوگوں نے قتال کیا اگر حق ہمارے غیر کی جانب ہے تو اول وہ شخص جس نے ایسے ظلم کی سنت جاری کی تیرا باپ تھا کہ صاحب حق سے چھین لیا۔ اسی سے کہا گیا ہے کہ امام حسینؑ بروز سقیفہ ہی شہید ہوئے"۔

ابوالآمنہ صاحب! آپ یزید کی برأت کرنے بیٹھے ہیں۔ مدعی سست گواہ چست۔ یزید خود اپنی برأت نہیں کرتا ہے اور اگر کرتا ہے تو اسی قدر کہ اسکے اصل بانی عمر خلیفہ تھے۔ اور آپ لکھتے ہیں کہ ابن زیاد تھا۔ اب سمجھ کر فرمائیے کہ اصل قاتل ان تینوں میں کون تھا۔ عمر یا ابن زیاد بدنہاد یا یزید پلید۔ ہمارے دیکھنے میں تو یہ مثلث متساوی الاضلاع ہے 

یا اگر صرف ابن زیاد بدنہاد اور یزید پلید کو مساوی درجہ میں رکھئے تو اس مثلث متساوی الساقین کا قاعدہ لامحالہ عمر خلیفہ ہیں  کہئے قاضی نور اللہ شوستری کا وہ شعر ؎

بر عمر باد کہ آئین جفا از پیش اوست — قتل مظلوماں دشت کربلا از پیش اوست

جس پر آپ شاکی ہیں اس مثلث کے قاعدہ پر چسپاں ہے یا نہیں ؟۔

آپ لکھتے ہیں کہ "اگر یزید کیطرف سے پیشقدمی ہوتی تو بیشک وہ پورا مجرم تھا البتہ زیادتی ابن زیاد نے کی الخ" اگرچہ یزید اور ابن زیاد دونوں سگ زرد

برادر شوال تھے۔ لیکن ابن زیاد نے جو کچھ کیا وہ کربلا اور کوفہ میں کیا وہ مدینہ میں نہ تھا۔ بعد مرنے معاویہ کے ہنوز اس کی مرگ کی خبر مدینہ میں کسی کو معلوم نہ ہوئی تھی کہ یزید نے حاکم مدینہ کو لکھا کہ عبداللہ ابن عمر و عبدالرحمٰن ابن ابوبکر و عبداللہ ابن زبیر اور حسینؑ ابن علیؑ سے فوراً بیعت لے جو انکار کرے اس کا سر کاٹکر بھیجدے۔ عمر اور ابوبکر کے بیٹوں نے بیعت کر لی مگر ابن زبیر اور امام حسینؑ نے نہیں کی۔ تب یزید نے دوسرا خط لکھا کہ ابن زبیر سے درگذر کر مگر امام حسینؑ کا سر اس نامہ کے جواب میں بھیجدے (دیکھو روضۃ الاحباب) اور جب امام حسینؑ مکہ تشریف لیگئے تو وہاں یزید نے اپنے عامل بن سعید کو متعین کیا اور اپنے آدمیوں کو حاجیوں کے لباس میں بھیجا کہ حضرت کو عین حالت احرام میں قتل کریں۔ جب حضرت کو یہ خبر معلوم ہوئی تو حج کو عمرہ سے بدلکر وہاں سے روانہ ہونے لگے۔ ابن سعید نے اپنے بھائی یحییٰ کو فوج لیکر بھیجا وہ سد راہ ہوا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا جب حضرت وہاں سے روانہ ہوئے تو جیسا کہ آپ خود لکھتے ہیں کہ "یزید کو خبر گئی کہ امام حسینؑ حرمین شریفین کو چھوڑ کر بذات خود کوفہ کی طرف چلے آتے ہیں پھر کیا تھا یزید نے ابن زیاد کو تاکیداً لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ امام حسینؑ متوجہ عراق ہوئے ہیں لازم ہے کہ ان پر راہیں بند کرکے فتح و ظفر میں کوشش بلیغ کرے"۔ فرمائیے اب یزید کے پورے مجرم ہونے میں کیا عذر ہے؟ کیا مدینہ۔ کیا مکہ۔ کیا کوفہ ہر مقام پر قتل حسینؑ کا پورا بندوبست ہے جہاں حضرت تشریف لیجارہے ہیں یہ ملعون تعاقب کئے جاتا ہے۔ اگر یہ واقعہ مدینہ میں ہوتا تو آپ کہدیتے کہ مدینہ والوں نے اور ولید نے زیادتی کی۔ اگر مکہ میں ہوتا تو کہتے کہ مکہ والوں اور ابن سعید نے زیادتی کی۔ کوفہ میں ہوا تو کہتے ہیں کہ کوفی اور ابن زیاد نے زیادتی کی۔ ارے صاحب! یہ عمال ہیں اور رعیت ہیں

اصل بانی مبانی یزید ہے اور معاویہ ہے۔ خود معاویہ نے جب مدینہ میں یزید کی بیعت لینے گیا تھا تو قبل تذکرہ بیعت حسینؑ کو دیکھتے ہی کہا تھا "قسم خدا کی ان کا خون بہایا جائیگا" اور ۵۶ھ میں کوفیوں سے یزید کی بیعت لیکر قتل حسینؑ کا پورا بندوبست کر چکا تھا مگر قضا نے اس کو مہلت نہ دی تو یزید کو سمجھا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ یزید نے تخت پر بیٹھتے ہی پہلے اسی کام کو مستعدی سے بہ عجلت انجام دیا۔ بندوبست پہلے سے کیا کرایا تھا۔ توقف کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

آپ لکھتے ہیں کہ ابن زیاد کی اس جلد بازی پر یزید بہت خفا ہوا اور اس نے سر دربار اس کو کہا کہ میں نے تجھکو کب کہا تھا کہ حسینؑ کو شہید کر دینا شمر کو بھی سخت ملامت کی" کس قدر آپ جھوٹھ بکتے ہیں۔ ابن زیاد سرہائے شہداء کے ساتھ خود نہیں گیا تھا۔ خود کوفہ میں تھا۔ قیدیوں کو اور سرہائے شہداء کو شمر وغیرہ کے ساتھ بھیجا تھا۔ جب آپ واقعات سے اسقدر جاہل ہیں تو تحقیق واقعات کربلا کیا لکھنے بیٹھے ہیں؟ کیا خاندان رسالت کو تباہ وبرباد کردینے کی حتی کہ ششماہہ بچہ کو بھی نشانہ تیر بنانے کی سزا آپ محض خفا ہونا اور ملامت کرنا سمجھتے ہیں۔

ارے صاحب! مختار نے جو انتقام لیا وہ بھی کافی نہیں ہے۔ اس کا انتقام منتقم حقیقی بروز حشر لیگا۔ یزید پلید ابن زیاد سے بھی بڑھ کر شقی تھا۔ کیونکہ جب حارث ملعون حضرت مسلمؑ کے دونوں صاحبزدوں کا سر لایا تو ابن زیاد باوجود شقاوت قلبی اٹھ کھڑا ہوا اور اسیوقت حارث ملعون کا بھی سر قلم کرادیا۔ بخلاف یزید کے کہ اس نے خوش ہوکر دندان مبارک حسینؑ پر چھڑی لگائی۔ یزید کیا کسیکو ملامت کرتا یا سزا دیتا وہ تو خود جانتا تھا کہ قاتل حسینؑ خود وہی ملعون ہے۔ شمر پر اسوجہ سے رنجیدہ ہوا کہ وہ ملعون انعام کا طالب تھا اور سر دربار یہ شعر پڑھتا تھا۔

املاء رکابی فضۃ او ذھبا ۔ انی قتلت الملک المحجبا
قتلت خیر الناس امًّا و ابًا ۔ وخیرھم اذ ینسبون النسبا

جس سے امام حسینؑ کی فضیلت ظاہر ہوتی تھی اور اس پر لوگ یزید کی ملامت کرتے تھے کہ ایسے جناب کو قتل کرایا۔ اسی غصہ میں شمر کو اپنے دربار سے نکلوا دیا۔ چنانچہ مسٹر مسیو ماربین بھی لکھتے ہیں کہ جب حسینؑ کا نام تقدس و عظمت اور مظلومیت کے ساتھ لوگ یزید کے سامنے لینے لگے تو وہ گھبرا کر اس الزام کو دوسروں پر ڈالنے لگا اور اپنے ہر سردار سے پوچھنا شروع کیا کہ آیا تو نے حسینؑ کو قتل کیا ہے؟ بعض نے سکوت کیا بعض نے انکار مگر قیس نے صاف برسر دربار یزید کے بر رو کہدیا کہ واللہ اے یزید تو ہی وہ شخص ہے تو ہی نے حسینؑ کو قتل کیا ہے۔ یزید شرمندہ ہو کر دربار سے اٹھ گیا اور اپنے گھر میں جا کر اپنے منہ پر طمانچہ مارنے لگا۔ اور کہتا تھا مالی و قتل الحسین۔

حیف ہے ابو الآمنہ صاحب آپ کی عقل پر کہ مجرم کا رونا اپنی بدکاری اور اس کے نتیجہ بد کے خیال پر اور مظلوم کا رونا یا مظلوم کے دوستوں کا رونا اس کی مصیبت پر آپ یکساں سمجھتے ہیں اور آپ کے نزدیک دونوں کی جزا ایک ہے معاذ اللہ آپ خدا کی غفور الرحیمی کے ساتھ بھی ٹھٹھا کرتے ہیں۔ ایسے عقیدہ کے ساتھ کون کمبخت آپ کو مسلمان کہے گا۔ آپ تو کافر سے بھی بدتر ہیں وہ بھی خدا کی شان میں ایسے کلمات نہیں استعمال کرتے نہ اسطرح استہزا کرتے ہیں۔ معاذ اللہ وہ کیسا خدا ہو گا جو ظالم و مظلوم کو یکساں سمجھے اور دونوں کو یکساں جزا دے لاحول ولا قوۃ الا باللہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ اے مسلمانو! اے خدا پرستو! دیکھو شیعہ جو خدا کو وحدہ لا شریک لہ اور جمیع صفات کاملہ سے متصف مانتے ہیں یہ بھی یعنی خدا کو وحدہ لا شریک لہ ماننا بھی اس شخص کو ناگوار ہے اور لکھتا ہے

کہ "اگر واقعی خدا غفور الرحیم ہے"۔ جس سے ظاہر ہے کہ یہ "واقعی" خدا کو غفور الرحیم نہیں سمجھتا ہے۔ تب اسکے بیدین اور لامذہب ہونے میں کیا کلام ہے؟
یزید کے محلسرا کے بہلا ماتمکدہ ہونے کی نسبت ایک موقع پر آگے بھی آپ نے لکھا ہے ہم اس کا جواب وہیں دینگے۔

عبداللہ ابن عمر نے یزید کی بیعت کر لی

آپ جو لکھتے ہیں کہ "ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کے بیٹوں نے بیعت سے انکار کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور اسکے بعد نہ حکومت کی طرف سے کسی نے تعرض کیا نہ انھوں نے مخفی یا آشکارا کوشش خلافت حاصل کرنے کی کی"۔ ابوالآمنہ صاحب! ریاست اور خلافت کی فکر تو ان کے باپ نے کی تھی۔ ان کی کیا حقیقت تھی۔ بہرکیف ان کے باپ نے جو ان کے فارغ البالی اور عیش و عشرت سے زندگی بسر کرنیکا بندوبست کر دیا تھا ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ مکرر لکھنے کی ضرورت نہیں۔ رہا یہ جو آپ لکھتے ہیں کہ ان لوگوں نے بیعت سے انکار کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی محض جھوٹ ہے ابوبکر صاحب کے بیٹے عبدالرحمٰن تو معاویہ کی زندگی ہی میں مر چکے تھے اور عبید اللہ ابن عمر جنگ صفین میں معاویہ پر قربان ہو چکے تھے وہ بیعت سے انکار کر کے گوشہ نشین کیا ہوتے سے

آں نعش نحس را کہ سپردند زیر خاک ۔۔۔ خاکش چناں بخورد کز و استخواں نماند

رہے عبداللہ ابن عمر۔ ان کا جو آپ بیعت یزید سے انکار کرنا لکھتے ہیں اس سے آپ ان کی عزت افزائی کرتے ہیں۔ یزید کا خط حاکم مدینہ کے نام آنے کے ساتھ ہی بلا چون و چرا عبداللہ ابن عمر نے بیعت کر لی تھی (دیکھو تاریخ ابوالفدا) بلکہ یہ امام حسین ؑ سے بھی مصر تھے کہ بیعت کر لیجیے ورنہ قتل کیے جائیگا مکہ والے بھی آپ کا ساتھ نہ دینگے یزید ہی کیطرف ہونگے۔ سب اس کی بیعت کر چکے ہیں۔

ابوالامنہ کا سفید جھوٹ کہ مجلسی علیہ الرحمہ نے زیاد کو شیعہ لکھا ہے

آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ "علامہ مجلسی نے زیاد کی قتل عام والی روایت میں دبی زبان سے اس (زیاد) کے شیعہ ہونیکا اقرار بھی کیا ہے" محض جھوٹ ہے۔ اسی حرفت سے اسی شرارت سے شیعوں کی عداوت میں جتنے دشمنان اہلبیت ہیں سب کو آپ شیعہ لکھتے جاتے ہیں مجلسی علیہ الرحمہ نے دبی زبان سے شیعہ ہونا قبول نہیں کیا ہے بلکہ علانیہ اور صاف لفظوں میں اس شقی کو ولدالزنا لکھا ہے۔

لشکر حُر اور امام حسینؑ

آپ بحوالہ جلاء العیون لکھتے ہیں کہ "راہ میں لشکر حر سے ملاقات ہوئی اور دونوں لشکروں نے باجماعت نماز ظہر امام حسینؑ کے پیچھے پڑھی۔ بعدہ جب عصر کا وقت آیا تو پھر نماز عصر دونوں لشکروں نے حضرت کے پیچھے پڑھی۔ بعد نماز حضرت نے لشکر حر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہم اہلبیت رسالت ہیں تمھارے خط لکھنے پر آئے ہیں اگر جہالت وضلالت میں تم راسخ ہو اور رائے تمھاری اس سے جو کچھ مجھے لکھا پھر گئی تو کہو میں واپس جاؤں۔ حُر نے جواب دیا بخدا سوگند مجھے ان خطوط اور قاصدوں کی مطلق خبر نہیں ہے" اس روایت سے ظاہر ہے کہ اسی کوفہ میں ان خطوط سے اور اس کید سے اکثر لوگ مثل حُر کے لاعلم تھے۔ یہ سب خطوط حکومت کے اہتمام سے فریبًا بھجوائے گئے تھے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ حضرت حر کے ساتھ ہزار یا دو ہزار یزیدی سپاہ تھی مگر ان لوگوں میں سے بجز حضرت حر کے کسی نے امام حسینؑ کا کچھ جواب نہ دیا۔ حُر نے جب امامؑ کے کلام کو سنا۔ خطوط دیکھے۔ یہ بھی دیکھا کہ حضرت بقصد جنگ نہیں آئے ہیں بجز عزیز واقربا اور چند رفقا کے حضرت کے ساتھ کوئی فوج نہیں ہے اور حضرت بار بار فرماتے ہیں کہ ہم از خود نہیں آئے تمھارے بلانے پر آئے ہیں کہدو واپس جائیں۔ یہ فوج کشی اور یہ فتنہ کیوں اور بیٹھے بٹھائے دفعتہً

تلواریں نیاموں سے نکلنے کی کیا وجہ ہمارا کیا قصور ہے؟ حر اپنے لشکر کی طرف پھر کر دیکھتے ہیں کہ سب سر ڈالے ہوئے خاموش ہیں کسی کے پاس کچھ جواب نہیں ہے حر نے (جیسا کہ اسی روایت میں آگے بڑھکر ہے) حضرت سے عرض کی کہ آپ دوسری راہ سے مدینہ واپس چلے جائیے۔ حضرت اس لشکر سے علحدہ ہوکر قادسیہ سے جانب چپ کربلا کی طرف روانہ ہوئے۔ حر وہیں رک گئے اور کہا میں کل کیفیت ابن زیاد کو لکھونگا شاید کوئی ایسی صورت نکل آئے کہ میں آپ ایسے پیشوا سے محاربہ مبتلا نہ ہوں" لیکن اس لشکر ضلالت اثر نے خلاف مرضی وبلا اجازت اپنے سپہ سالار (حر) کے حضرت کا تعاقب کیا تب حر نے قریب امام حسینؑ کے آکر کہا یا حضرت میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ اس گروہ سے مقاتلہ نہ کیجے ورنہ قتل ہوجائیگا۔ حضرت نے فرمایا تم سمجھتے ہو کہ میں موت سے ڈرتا ہوں؟ واللہ راہ خدا میں مارا جانا اور خوشنودی حق تعالیٰ میں شہید ہونا اسکی مجھے بڑی آرزو ہے اور میں بحکم خدا ان منافقین سے مقاتلہ کرونگا اور مرجانے سے مجھے پروا نہیں ہے آگے بڑھ کر (جیسا کہ روضۃ الصفا و تاریخ ابوالفدا وغیرہ میں ہے) حر کو ابن زیاد کا یہ خط بھی ملا کہ حسینؑ کو اور ان کے اطفال کو ایسی جگہ ٹھہراؤ جہاں پانی نہ ہو۔ اب حضرت پر واضح ہوگیا کہ یہ سب بندش حکومت کیجانب سے ہے ورنہ اگر واقعی کوئی ازخود حکومت سے باغی ہوکر امام کو بلائے ہوتے اور اب بخوف حکومت ارادۂ بغاوت سے باز آئے تھے تو امام کو واپس جانے دیتے۔ مزاحم نہ ہوتے۔ ہماری ماتحتی میں آئے ہیں ہماری مخالفت کرکے امام کا تعاقب کیوں کرتے ہیں! اور صحرائے بے آب و گیاہ میں ٹھہرانیکا کیوں حکم آتا ہے! ان ہی باتوں کا یہ اثر ہوا کہ حضرت حر جو سالار لشکر تھے جب حکومت کے مکر و فریب کو سمجھ گئے تو مع اپنے فرزند بھائی اور غلام لشکر یزید سے علحدہ ہوکر بروز عاشورا حسینؑ کے قدموں پر نثار ہوگئے۔

اور حسینؑ کے شہید ہو جانے کے بعد ان ہی باتوں نے ایک عالمگیر ہیجان پیدا کر دیا۔ لیکن منجملہ اس اسی ہزار کے جن سے مثل معقل غلام ابن زیاد جس کا ذکر او پر ہم کر آئے ہیں۔ فریبی بیعت کرائی گئی تھی ایک متنفس نے بھی نہ امام حسینؑ کی نصرت کی اور نہ بعد شہادت انتقام لینے والوں کا ساتھ دیا۔

آپ لکھتے ہیں کہ "اگر حر سدّ راہ نہ ہوتا تو امامؑ ضرور واپس مدینہ کو چلے جاتے" محض غلط ہے۔ حر نے خود حضرت سے عرض کی کہ مدینہ واپس تشریف لیجائیے مگر حضرت نہ مدینہ تشریف لیگئے نہ سیدھے کوفہ کیطرف گئے اپنے مقتل کا راستہ اختیار کیا۔ حر کو حکم تھا کہ جہاں حضرت ملیں وہیں روک کر صحرائے بے آب و گیاہ میں ٹھہرانا۔ حضرت نے ان کے کسی حکم کو نہ مانا۔ کربلا پہنچکر نہر فرات کے کنارے اپنے خیمے نصب فرمائے۔

اسی روایت جلاء العیون متذکرہ بالا پر آپ کا یہ استدلال کہ امام حسینؑ کو شہید ہو جانے کا کوئی حکم خدا و رسولؐ کیطرف سے نہ تھا صراحتہً آپ کی خبیث النفسی پر دلالت کرتا ہے۔ اسی روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت نے حر سے فرمایا میں بحکم خدا ان منافقین سے جہاد کرونگا۔ اور در حالیکہ حضرت خود فرماتے تھے کہ راہ خدا میں شہید ہو جانے کی مجھے بڑی آرزو ہے جس سے ظاہر ہے کہ حضرتؑ نے اپنے شہید ہونے کا قصد مصمم فرمالیا تھا تو جو شخص اپنے شہید ہونیکا متمنی ہو اور مصمم قصد رکھتا ہو اور مطابق اپنے قصد اور آرزو کے اپنے مقتل پر بھی پہنچ جائے اس کی نسبت یہ لکھنا کہ اس کو علم نہ تھا سراسر آپ کی بوالعجبی ہے۔

امام حسینؑ کی خدمت میں یہ عرض کرنے سے کہ مجھے آپ سے جنگ کا حکم نہیں ہے آپ یزید پلید کی نیکی دکھانا چاہتے ہیں اور قیاس کرتے ہیں کہ وہ یزید کا حکم امامؑ سے جنگ کرنے کا نہ تھا ور نہ ابن زیاد ایسا کمزور حکم حر کو اپنی طبیعت سے نہیں

دسیئے ہوتا" ــ ؎ چہ داند بوزنہ لذات ادرک۔ آپ نہ کبھی کسی فوج میں رہے نہ قاعدہ جنگ سے واقف نہ تواریخ سے ماہر۔ معلوم نہیں کس جھوپڑی کے رہنے والے ہیں۔ بگوش ہوش سنئے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی جنگ درپیش ہوتی ہے تو پہلے جہاں جہاں ضرورت ہوتی ہے متفرق رسالے ناکہ بندی اور محاصرہ کیلئے بھیجدیئے جاتے ہیں۔ لیکن تاوقتیکہ غنیم سبقت نہ کرے ان کو حکم جنگ کا نہیں ہوتا ہے۔ اگر ایک ایک رسالہ یونہی علحدہ علحدہ لڑے تو سب کٹ کر رہجائیں بجز شکست کے کچھ حاصل نہ ہو۔ جب تمام فوجیں مجتمع ہولیتی ہیں سردار لشکر آلیتا ہے اور حکم شاہی جنگ شروع کرنے کیلئے حاصل کرلیتا ہے تب جنگ شروع ہوتی ہے۔ چنانچہ حر اور حصین ابن نمیر کے رسالے بھی حسب قاعدہ جنگ ابھی صرف محاصرہ کیلئے آئے تھے اسلئے ان کو اختیار جنگ کرنیکا نہیں تھا۔ اسی وجہ سے حصین بن نمیر نے بھی امام حسینؑ کے قاصد کو خود قتل نہیں کیا گرفتار کرکے ابن زیاد کے پاس بھیجدیا تھا۔ دیکھئے امام حسینؑ دوسری محرم سے نویں محرم تک محصور رہے۔ جب ساری فوجیں مجتمع ہولیں اور عمر ابن سعد جو سردار لشکر تھا آلیا تب بھی لڑائی شروع نہیں ہوئی کیونکہ لڑائی کا حکم۔ جیسا کہ آپ کی تحریر سے بھی ظاہر ہے ابن زیاد بغیر حکم یزید کے نہیں دیسکتا تھا۔ جب یزید کا حکم ابن زیاد کے پاس اور ابن زیاد کا حکم عمر ابن سعد کے پاس آگیا تب بروز عاشورا جنگ شروع ہوئی (دیکھو تاریخ اعثم کوفی) آپ کے شاہ عبدالعزیز دہلوی بھی اپنے تحفہ میں لکھتے ہیں کہ "اشقیائے شام و عراق نے موافق حکم یزید پلید اور تحریص اہل بغض و فساد ابن زیاد کے امام ہمام کو کربلا میں شہید کیا"۔ ابوالآمنہ صاحب! یزید اور ابن زیاد دونوں باتفاق رائے کام کررہے تھے۔ شاہ عبدالعزیز کی اس تحقیق سے یہ بھی ظاہر ہے کہ فوج یزید جو کربلا میں فرزند رسولؐ کو شہید کرنے کیلئے بھیجی گئی تھی اس میں صرف کوفی نہ تھے

شامی بھی ملے تھے بلکہ آپ خود بھی لکھتے ہیں کہ ارزق شامی ایک رسالہ لیکر بنی اسد کو روکنے گیا تھا۔ اور روضۃ الشہدا میں ہے کہ تمیم بن قحطبہ جو امرائے شام سے تھا بیس ہزار جنگجو سپاہیوں کو اپنے ہمراہ لیکر خود امام حسینؑ سے بروز عاشورہ مقابلہ کر رہا تھا۔

آپ ابن زیاد کے حکم کو کمزور تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ حر کو بایں تہدید بھیجا ہے اور تاکیدی خط بھی لکھا ہے کہ حسینؑ جہاں ملیں وہیں روک لینا اور صحرائے بے آب وگیاہ میں ٹھہرانا۔ اب حسینؑ کے حلم اور تحمل اور شفقت و مروت و علو ہمتی کو دیکھئے حر کی فوج شدت تشنگی سے جاں بلب تھی اگر حضرت ان کو سیراب نہ کرتے تو وہ سب کے سب بے تیغ ہلاک ہو جاتے اور بھی ملاحظہ کیجئے۔ تاریخ کامل میں ہے کہ جب امام حسینؑ وارد کربلا ہوئے اور ابن زیاد پے در پے فوج بھیجنے لگا تو زہیر ابن قین نے عرض کی کہ یا ابن رسولؐ اللہ قسم ہے خدا کی دشمنوں کا جو ریلا آپ اسوقت ملاحظہ فرما رہے ہیں آیندہ اس سے زیادہ شدید ہوگا اور ان موجودہ مخالفین سے قتال کرنا بہ نسبت اُن لوگوں سے قتال کرنیکے آسان ہے جو ان کے بعد آئینگے۔ امام حسینؑ نے جواب دیا ہم اپنی طرف سے جنگ کی ابتدا کرنا پسند نہیں کرتے۔ کیوں ابو الآمنہ صاحب! اسی کو پیشقدمی اور ملک گیری کیلئے لڑنا مرنا کہتے ہیں؟ افسوس ہے! ایسے مظہر لطف و عطا و منبع جود و سخا کے مقابل میں ظالمان و کشندگان برگزیدگان خدا و ذریت خیر الورا کی آپ تعریف کرنے چلے ہیں۔ اور ان کی عیب پوشی کیلئے بدیہی باتوں کو چھوڑ کر بتقلید شیطان قیاس پر عمل کرتے ہیں خدا سے ڈریئے موت قریب ہے وما علینا الا البلاغ۔

آپ لکھتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ باوجود پے در پے خلاف امید واقعات